

فہرست مضامین تفسیر نعیمی پارہ پنجم (قتل الملاء)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
45	خولتہ لڑکھن سورتنی	11	قتل الملاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس قوم سے
45	دیکھیں تو اس کے طرف سے وہ اللہ تعالیٰ کے آرم اور ہے	12	نبی کے ساتھ جانی کر ہے
46	تو لہجہ اللہ تعالیٰ سے لڑتا ارض	16	اللہ تعالیٰ سے ہے
50	بہت جلد ہی یہ لڑی کی مرگ جاسے تو اس کی بات نہیں ہے	17	نبی تک نبی ہونے کا آثار سے تو اللہ تعالیٰ سے ہے
51	تک اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں لڑتا	20	اور اس کے ساتھ لڑتا ہے اور اس کے ایمان میں فرق
53	اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں لڑتا	22	قتل الملاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس قوم سے لڑتا ہے
56	اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں لڑتا	24	شعب علیہ السلام کی قوم ہے یہ لڑتا ہے اللہ تعالیٰ سے
57	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت	26	رام روزی میں لڑتا ہے اور اس میں تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے
58	شعب علیہ السلام کی حکایت	28	قتل الملاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس قوم سے لڑتا ہے
59	موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے	28	حضرت شعب علیہ السلام کی حکایت
62	تمام ایمان والی قوم کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے	31	اس کے لیے ہے اور اس کے لیے ہے اور اس کے لیے ہے
65	قتل الملاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس قوم سے لڑتا ہے	31	اور چلنے والوں کے حکم کی آیت کو لکھتے ہیں
66	صانع موسیٰ کے ساتھ ہے کو اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے	34	وہ اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے
68	بلو اور لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے	36	نبی کے لیے ہے اور اس کے لیے ہے اور اس کے لیے ہے
70	قتل الملاء اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس قوم سے لڑتا ہے	37	وہ اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے
72	تمام ایمان والی قوم کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے	38	انہی کے حکم سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے
73	فرمانی بلو اور لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے	41	انسان اور اللہ تعالیٰ سے لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے
			وہ لڑتا ہے اور اس کے حکم سے لڑتا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
118	قیامت آتے گا اور ان کو بھی یاد دلائی ہے	74	وجاء المجر افرعون
120	مخترت لڑنے کے وقت	78	بکی از شہاں پنج از ایمان لیا ہے
121	وقالوا ہما لانا تبصیرا ہیتمتہم و ما ہما	80	یا مولا ہمارے ہے گزشتہ اور چھوڑ کے
123	ظاہر اور چھپے فرعون پر آئی	82	و لو حیث علی موسیٰ الخلق مصلک
124	میں تک نے کائنات اور طب کی تفسیل	84	سودا میں تمام طور فرعونی بدہ گروں کا بد
125	نہیں کذاب	85	مستور شدہ اور توجہ بھی شکار ہو گی
127	خیرات سے ظاہر مل جاتے ہیں	89	قال فرعون استصیب قلبی الخذلان حکم
128	و لما وقع علیہم الوجل	91	گرم نے اصابتوں پر پاشنی سر اڑوں نے اپنی
130	خسروے اپنی مائیں مائیں میں سلامت کے لئے کھڑے تھی	92	راؤتس لہرہ یہی کہی دانگی نے سے لہرہ جوں
132	نہی کی بھارت ہم آئی ہے		اہلہت کی ضرورت نہیں
133	نہیں کے کو صاف کا پیلہ بھی ہاتھ ہے	94	قالوا ہا لہم ما یستقلیون
135	نہیں طبعی اسلام کے کھنک کے لئے بہت کی کاٹیں باگی	99	نہی کی ایک کن بہت سے سہاں ہی بہت سے اہل ہے
137	فانک منہم فاعرفہم فی الیم	101	وقال الملا عن قوم فرعون
140	میں میں بظاہر آگے کر دیں لیا مکی قبریں نہیں	103	فرعون بہ عترت موسیٰ علیہ السلام کسے عترت
142	و اور قالوا الذین کانوا یستضعفون	106	قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ
143	ارض سے کیا اور ہے اور تہ کی تکمیل	108	مہر تھی تم کا ہے
146	جس زمین میں روز رکھوں رہے ہوں وہ ہر کہ ہے	109	قیامت سے اور رب کے اور بارہ پیدہ ہیں
148	کب تمام میں قیامت کا پہلہ گی	111	فرعون نے ہلاک ہونے کی جنگی فریاد علیہ السلام نے ہی
149	و جاوز ما بینہم سور القلیل البصر	113	نہیں اسکا فرعون ہے
150	یوم ہاتھ اور کونہ نہت ہے	114	ولقد استخفنا ل فرعون ما لم یسئ
151	نی اسرائیل اہل	115	کی قوم کو ایک کھیل نہ کی گئی جی فرعون اولی
154	مردہ کالی کی ضرورت ہے	117	قوم فرعون نہ کئی بار ان لفظ ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
184	کلام الہی سے نبت، یوں علیہ السلام 9 زبانوں اور	155	قال غیر المغایب تکالیفها
186	موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم و عزرا علیہ السلام سے اٹھائے ہیں	158	رہیل کر شہرتوں اور انعامات اکثر لوگوں
187	وکتبتنا لعل الاکواج من کل شہ	199	نیا آرزوئوں سے اٹھائے ہیں
190	تورہ سے قریش کی قبیلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم	160	ووعندنا موسیٰ ثلثین لیلۃ
191	تورہ سے اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات	162	رہے سے کلام کرنے کے لیے، موسیٰ علیہ السلام نے 30 روزے
191	تورہ سے اور قرآن میں قرآن		رہے
	کتاب طہ لیلۃ ہے کہ راہی مہلات مہلات مختلف	164	ان سے رات اٹھل بنا اور 40 لحدوت کجیہ ہے
194	بندوں کے کلام سے تحقیق ہیں	164	تایید مشورہ کرنا نیا ہی مشق ہے
199	سائبر فہم بنی العیوب تکبر و وہی الارص	166	روزہ کی حالت میں سوائے چار ہے
200	اللہ رسول کے مطلق تکبر کو ہے کلمہ کے مطلق مہلات	167	ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا
200	رہا کی شکر سے کجی اور دوائے حضور اور حضور دوائے دور	169	طوریہ کلام الہی کی تائید کیا تھی اور وہ انوار اور الہی
202	واتنصقو موسیٰ من بعد من حلیم حلیما	170	حضور انور کی آگہوں پر غلو۔ طور پہاڑ سے پھٹنے کی
203	سامی کلام موسیٰ تعادرا کی وورش حضرت جبریل نے کی	172	بیعت کیا تھا، 100 یوں 30-40-50-60-70-80-90-100
203	مبارک دوائے جان کے مہلی میں 99 بار دوائے آوازوں کے نام	173	وہی جب 70 لگاتے ہیں 70 مہلات سے
206	پکارت کی اصل اور طمانچے کی صورت	173	یہ اٹھن
209	قرآن کے کلام	174	حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نبیوں کو بھی لہو ہوا
210	زبور سے اور پانچ کتاب کی آیت لایب قرآن		کرامت
211	ولما جاء موسیٰ من قومہ فطیبا لکفا	176	ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ
213	نصیب ہوا اسے اللہ	177	حضرت داؤد صلی اللہ علیہ وسلم اور داؤد علیہ السلام
215	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور 100 کلام آجیہ ہے	180	قال یوموسیٰ اسی استغیبت تک علی الناس
218	عربی اور یہ خود ہی شری کلام حکام مرتب میں ہے	182	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
		183	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
246	الذین یشعرون الرسول النبى الامى		پہلی بار مال الحرام ہے
248	رسولہ کیش فرقہ اور الی کی تفریح		حکومت اور زیادہ بھی مال الحرام کے تبلیغ کرتے ہوئے شہادت
248	تبلیغ میں کی اشہام اور حضور اللہ کی سفارت		قول الی۔
250	قلم اور حضور کی مدد میں فرقہ	220	ایک بار حضرت علیؓ کی حالت
251	حضور عظیم کے ہم راہ گزارشہ تہ میں آپ کی کارنامی	220	ان الذین الذنوا المعص سبنا لهم غضب من ربهم
252	پہلی بار کلام شریف کلام کلام اللہ	222	دو آیتوں کے درمیان میں جس سے حدیث سے گزرتے
255	سورہ عالم جات سے وہاں آیات اب فرس ہے	221	کہو کہ لو کہ ان میں شہادت لے سکتا ہے کہ وہ ہیں
259	قرآن مجید اللہ اور رسول اللہ علیہ السلام حکم جمعیتا	224	تو یہ لی اشہام اور ان کی شہادت
261	رسالت تمام سفارت سے اعلیٰ سفارت ہے	226	ولما سکت من موسى الغضب
262	کلمت اب اب اور ان ہیں	230	غصہ کے لہجہ پر اشہام
	بند عرض کیا کہ ان سے لے کر ہم صرف دو بار عرض	231	پہلی بار کہ یہ ایک جگہ میں سورہ اور آیتیں
264	کے لئے ہے	231	واختار موسى قوم صعبين رجلا "لميقانما
266	ظہور کی سفارت کی باہر سے یہ تہا ہے	235	میتا کی تفریح
267	ومن قوم موسى امته	235	میں میں طبع اسلام کے 70 ساتھیوں کی ہلاکت اور ان کی برکت سے
269	جہول برکت میں امت لہا کتب ہے		دو بار وہ دلی
271	وقطعتهم اثنتي عشر تمساختا لهما	237	ان کی حالت لکھ کر یہاں پہنچی ہے اور ان کے ساتھ
271	حصہ کے موسیٰ کی لکھ کر اور اس کے اثرات اور قوم ہوس		بے قصور بھی چاہئے مانتے ہیں
271	میں رسولی زبان کا	239	اصحاب کی جو اس دور سے یہاں سے نکلا ہے میں فرقہ
275	بندوں کے قتل سے وہ اب غیر لاکھوں ہے	240	واصحابنا من انفس هذا الدنيا مستتہ
276	یہی اقرب تکلیف اور استعدا ہے	247	کافی تفریح و سہولت سے طاری نہیں
278	والذقيل لهم سکتوا هذا القرية	244	پہاں سے طاری کیا ہے
280	میدان میں میں ان کی قیادت اور دور	245	خدا سے اس میں وہ نہ تھا کہ جس سے تم نہیں ہو سکتے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
282	یہ وہی ہے کہ کہتے ہیں	282	ان کی شہادت کا یہ دلائل ہیں
314	آگاہانہ سے پہلے پڑھتے ہیں اور شہادت کے لئے قرآن	282	مستور رہتا ہے اور عقلمندوں کے لئے لائق ہے کہ جانیں
320	وإذا عقدت بكم من عہد انکم اذہم اظہر وہم	281	و مسلمہم عن القرون و تعالیٰ عن کائنات حاصرہ و البصر
322	یہ سب کے لئے وہ ہیں جو انہیں لی اہل میں ظاہر ہے	286	ہر جہت میں ظاہر ہے، اس لئے اس کو ہر جہت سے ظاہر
324	انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	287	انہی کے وقت کا وہاں سے ہے
325	انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	288	و الا قالتم انہم متہم لہم لظنون فوما
327	لو تقولوا انہم لظنون فوما	290	انہی کے لئے انہی کی یہ
329	شہادت کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	291	فما سواہم انما ظنک و وجہ
330	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	295	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
332	و ان علیہم نبال الذی اوتینا	295	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
334	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	296	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
337	آگاہانہ سے پہلے پڑھتے ہیں اور شہادت کے لئے قرآن	297	سورہ کے سب سے پہلے یہ سب کے حقیقی شہادت
338	و لو شاکر فعتبنا	299	و اننا نغدر بکم لایہم من علیہم
341	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	301	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
341	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	301	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
343	ساعتلا القوا الذین ینکدوا لہم	304	و قطعہم فی الارض انما
345	انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	305	انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
346	و لقد نذرنا لک کثیرا من العن و الانس	306	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
347	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	308	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
348	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	311	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	312	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت
351	یہ سب کے لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے انہیں کی یہ سب کے حقیقی شہادت	315	و الذین یمسکونہ بالکتف و انما و المیلو

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
424	کہ وہ من جلی اول ہر ملائکہ	491	۱۰۶ -
424	مکاتبت	495	انستغفروا اللہ جامعکم
428	یا ایہ الذین امنوا ان تتقوا اللہ	497	و ان تعلموا ان رسول اللہ
431	لقد		سیدنا اسب سے
432	انکما درست من سب لی انکما اسب سے	500	یا ایہ الذین امنوا طعموا
433	وانکم کفر بحک الذین کفروا	501	ان انزل سے جو اس حج مشعل
437	وانما تلک علیہم لتاقلوا		ارے ذرا تھکن سے جو جو جائے
438	قریب استغریں ان سے سے اب میں آج	505	انشر الخوا ب من اللہ
	مسلموں کو غلط فہمی سے دور رکھنے سے	507	و من ہی اللہ میں وہ سمجھنے سے جائے
446	واما کما کن صلاتہم محتالیبت		پورا پورا ماضیوں
451	لیمیز اللہ الضمیت	507	صحت، عمل انسانی شہری سے مٹا آئیں
451	اسلام کی نہ کہ سے نہ کہ تمام کے طرف سے ہے	511	یا ایہ الذین امنوا استجبوا للہ
455	وقتلوہم حتی لا یسکون	518	واتلوا اللہ لکم لکم الذین
459	کہا کہ یہ سے تا وہ رسول نہ کہوں کہ اور اسے ہی آج	520	بے سے سے کہ سے مسلموں کا زمین سے آ
		523	یا ایہ الذین امنوا انہم نواللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعَبَ

کہا اس جماعت نے جنہوں نے طرد کیا ان کی قوم میں سے البتہ نکال دیں گے ہم تم کو اسے قسب
اس کی قوم کے مظہر سردار کو اسے قسب قسب کہہ رہے ہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قُرْبَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَّ

اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ تمہارے بقی سے اپنی نڈ ٹوٹ آؤ تم دینا میں تمہارے فریاد اور
بتوں سے نکال دیں گے یا تم تمہارے دین میں آ جاؤ کہا گیا اگرچہ ہم سے زار ہوں

لَوْ كُنَّا كَرِهِينَ ۚ قَالَا فَاْتَرَبَّيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ

کہا ہم میں تمہیں نہ پسند کرنے والے بیشک گراہ کیا ہم نے اللہ پر جھوٹ کو اٹھو آئیں ہم دینا میں تمہارا
طرد ہم اللہ پر جھوٹ بنا دھیں گے اگر تمہارے دین میں آ جاؤ ہمیں بعد اس کے کہ اللہ نے

بَعْدًا اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَايَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّعُوْذَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ

پھر اس کے کہ نجات دی ہم کہ اللہ نے اس سے اور نہیں ہوتا ہے واسطے ہمارے کہ لوہیں ہم اس پر غور نہ کر
ہم کہ اس سے بچا گیا ہے اور ہم مسلمانوں میں کسی کا ۷۷ نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ

اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا

وہاں اللہ نے وہاں ہمارا کھیرت ہونے ہے رب ہمارا سب کو علم سے اور اللہ پر بھروسہ کیا ہے
ہمارے ہمارے ہے ہمارے رب لا علم ہر چیز کو قطع ہے ہم نے اللہ کی پر بھروسہ کیا۔ اے رہا ہمارے

وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝۱۰

ہمہرب ہمارے کھیر کر ہے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان اور تو بہتر ہے بعد کرنے دلائل سے
ہم میں اور ہماری قوم میں حق ہے بعد کر اور تیرا بعد سب سے بہتر ہے۔

تعلق: ان آیات کا پختل آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پختل آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی اصل تعلیم و ارشاد کا ذکر ہے کہ وہ غالب اس علاقہ کی قوم کے لئے دولت کا ذکر ہے گیا اور ذکر فرمائے کے بعد اثر لینے والی قوم کا ذکر ہے رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پختل آیات میں ذکر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو صبر کا علم دیا فاصبر واحسن بحکم اللہ۔ اس بات سے کہ اس قوم نے اس پر عمل نہ کیا۔ ان حضرات پر علم کرنے کی تلقین کیا تھیں صبر کا علم ہے اور قصور ظالموں کے علم کا ذکر ہے۔ وہ رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پختل آیات میں ذکر تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کافر قوم کو فتنے کی تلقین دیا کہ تم **واذکروا انکم تم قلیلاب** اس علاقہ کی قوم کے لئے اثر لینے کا ذکر ہے کہ انہوں نے فتنیں دیں اور اللہ کے حق و انوار کا شہرہ کر دیا۔ چوتھا تعلق: پختل آیات میں ذکر تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو گزشتہ پاک شدہ کفار کے واقعات یاد دلانے اور اس بات سے کہ انہوں نے چائے صبرت چلانے کے خود اپنی پاکت کی طرف توجہ دیا کہ ان قوموں کی طرح اپنے نبی کی سرکشی نہ۔

تفسیر: قال الملائین استکبروا من قومہ۔ یہ نیا جملہ ہے جس میں قوم شعیب کے سرداروں کا جواب لفظ فرمایا گیا کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی حکیمانہ تعلیم کے جواب میں عیبانہ دورہ کا نام کیا۔ ملائیت میں حماقت اور جس سے مجلس بر جاوے۔ خصوصاً سرداروں کی حماقت جس کی نسبت سے لہجوں بر جاوے۔ ملائیت لفظی معنی میں جہل۔ اس کا مقابل ہے **ما توفی ظلم الذین استکبروا۔ ملائین** ہے۔ **استکبروا** وہاں اس فعل سے ہے۔ مبارک کے لئے ہے یا کلف و باریت کے لئے معنی جنہوں نے اپنے کو بہت ہی بڑا سمجھا جو تھے تو چھوٹے گھرانے کو بڑا سمجھتے تھے۔ نکار کے مقابل اپنے کو بڑا سمجھنا عہدوت ہے۔ مسلمانوں کے مقابل اپنے کو بڑھا کر اہم۔ نبی کے سامنے بڑائی کفر ہے۔ انہوں نے قیامت کیسے فرمایا۔ **کیا قومہ** یعنی قوم شعیب سے مراد ان کی کسی قوم ہے اور وہ قوم مراد ہے جن کے آپ نبی تھے یعنی ایک اور ایسی قوم مراد نہیں۔ **قال** میں وہ۔ **فمن** حضرت شعیب علیہ السلام سے ہے یعنی شعیب علیہ السلام کی کافر قوم کے شیخی طور سے کافروں۔ **شعیب علیہ السلام** سے کیا شیخی طور سے تھے۔ **واللہ** رسول پر ایمان لانے پر اپنی قومیں سمجھتے تھے کہ تمہارے گزروں کی پرستش کر رہے تھے۔ **ظلم** کے لئے ہے تھے۔ **لنصر جنک** یعنی شعیب اس کلام میں ان لوگوں نے صحت شعیب علیہ السلام کی کوئی طرح بنا رہی کی۔ **اب** اور صرف نام شعیب سے پکارا بھی کسی احترام کے بغیر تعلیم کے اس کا نام نے مارا تم آپ کو اپنی امتی سے نظر سے حالانکہ زمین اللہ رسول نبی ہے (33) نازلے کو آپ کی طرف نسبت کی کہ ہم اس میں آپ کو دیکھیں۔ **آپ کی دعا ہے** **رسولہم** **والذین امنوا معک**۔ عبارت **مخوف** ہے کہ **ظہیر** جو **لنصر جنک** میں مسلمان تھے۔ نبی آپ تو بھی دیکھیں گے اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے انہیں بھی۔ خیال رہے کہ **معک** حرف استناد نہیں بلکہ **فمن** اور **رسولہم** کیوں نہ ہوں **والذین امنوا معک** میں نبی کے ساتھ نہیں ہوتے بلکہ نبی سے جدا ہوتے ہیں۔ نبی کو سننا ہوتا اور لوگ کو سننا ہوتا۔ **نبی** کا ایمان پہلے مسلمانین کا ایمان بعد میں کفار۔ کبیر روح العالیہ فیروز کا ذکر ہے کہ نبی کوئی امتراض میں بالاصل واقع ہے اور وہ کتاب کو ان حاد کا خیال یہ ہو کہ سو شیخین ایمان میں نبی کے ساتھ ہیں اگرچہ حقیقت میں نبی زمانہ کا نبی نوحیت ایمان میں پہلے ہوتے ہیں۔ نبی کا ایمان عرش ہوتا ہے سو شیخین کا ایمان فرش۔ نبی کا ایمان ان کی پیروی اس سے پہلے علم

قال الملأء العجراق

نسبت کو بیگناہ لانا ہے۔ گند میں تو تین بڑائی اور صحت کی ہے جس کے معنی ہیں بڑا بھاری ثبوت جس کی بڑائی کسی عمل میں نہ تھکے یعنی اگر ہم لوگ قمار داویں شرک، کفر اختیار کریں تو ہم پر ذل ہوگا کیونکہ ہم ایک تو شرک و کفر اور سب گنہ گاری کی طرف بڑے ثبوت کی نسبت کام سے رہتے فریب ہے کہ لفظ ایک سب دین اسلام پر حق ہے اور پھر ہم کہیں کہ گنہ گار ہوتے ہیں لفظ شرک اچھا دین ہے ہم سے وہ خلی نے یہی کہا ہے یونہی کہتا بڑا استکان ت اور وہ بھی کسی پر خالق مائیں پر۔ مولا لفظ بعد از حدیث متناذفنا اللعنناہ عرف ہے۔ حدیث اصل کا نہ تھا ہے نہ نجات سے، معنی طہیر کی اور وی اسی سے ہے نہ نجات وغیرہ۔ نجات کے دو معنی ہیں بچانا اور روکنا اور بچنے ہوئے کو نجات۔ حضرت پوس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **وَنُصِيحَتِي مِنَ الْفُسُوقِ وَكَذَلِكَ خُتِمَ عَلَيَّ مِنَ الْوَسْوَاسِ** پہل نجات دوسرے معنی میں ارشاد ہے یعنی تم اور مصیبت میں بچتے رہو گے، لہذا لفظ اور نوع علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے **فَإِنْ جِيءَ بِهَا أَوْ أَمَلَهُ إِلَّا سَرَّ بِنَجَاتِ** پہلے معنی میں ارشاد ہے کیونکہ نوع علیہ السلام اس مذہب میں جیسے ہی نہیں بلکہ محفوظ رہے اگر یہ کلام مومنین کے متعلق ہے نہ نجات کے معنی میں اصل لہذا کہ پہلو، حضرات کفر میں بچتے ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعہ اس سے نکل اور مطلب ہے یہ کہ وہ لوگ ایمان سیر سے یہ ارشاد کی لطافت ہمزہ بچھ گئیں جسے مزہ مل جائے، کفر کیے کہ۔

حیرت قدموں نہ ہو، غیر مانگ لیا دیکھیں کون نظروں میں بٹھے دیکھ کے کما حیرا

جس پر نبی کی نگاہ ہو، جو سب سے بڑا ہے، اصل نہیں سزا اور اگر اس میں حضرت شعیب علیہ السلام مروا ہیں تو نجات پہلے معنی میں ہے کیونکہ وہ نبی ہیں اور نبی، ابھی لفظ نہیں کہتے، چہ جائیکہ کفر و شرک کریں یعنی ہم کو لفظ نے پہلے ہی سے کفر وغیرہ سے بچائے اور لکھا کہ وہ کلمہ تک بائیں نہ کہتوں تک آئے۔ اگر ان کے پاس لفظ تھیکا تھکی تکن کر گئے نہ جانے کی مجلس میں جانا کہ کے پاس جانا ہے۔ دوسرے گنہ گاری تو اواز سے مزہ لیا لکھ کلاس کے پاس آئے اگر اس کی آواز سے قدرت کر گئی ہے یہ ہے کہ لفظ تھکی بن جانا۔ خیال رہے کہ ایمان کے بعد کفر کرنا اور نہ ہو اور نہ تو اصلی کفر سے بدتر ہے اس لئے **أَفْتَرِي مَا أَدْرِي عِدْنَا** ارشاد ہوا **وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَمُودَ فِيهَا** اس قرآن میں تصور کا اور سراخ دکھایا گیا ہے یعنی اختیار اور خوشی سے کفر کی طرف لوٹنے کی تھی۔ یہ قرآن **أَوْ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ** کے مشابہ ہے۔ یہاں بھی اگر مومنین کے متعلق یہ قرآن ہے تو یگانہ کے بعد لا تصور نہ بنا سہا پو شیدہ ہے اور اگر حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق ہے تو ممکن ہو شیدہ ہے کہ عوف و فسد داخل کے معنی کا لفظ ہے اس لئے اس کے بعد **أَلَمْ يَكُنْ فَنِي** یا یعنی ہم مومنین کے لئے کسی طرح کسی حال کی وقت میں یہ مناسب و نافع نہیں کہ یہ اسلام کفر کی طرف لوٹ جائیں یا ہم گروہ انبیاء کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم کافر ہو جائیں۔ مولا نے لہذا ایمان یا لازم ہے جیسے سورن کے لئے اور وحی یا ناک کے لئے گری چونکہ اس قرآن علی میں اپنی مصیبت اپنے صحابہ کی محفوظیت کا ذکر ہوا شلی کوئی خیال کرنا کہ آپ اپنی بڑائی بیان کر رہے ہیں لفظ اور فرمایا۔ **إِنَّمَا يَشَاءُ اللَّهُ وَإِنَّمَا أَسْرَأُ** ہے اپنے مسئلہ کو رب تعالیٰ کے سپرد کر دینا کہ پہلے والا کلام مومنین کے متعلق تھا ہے کہ مطلب واضح ہے کہ ہم مومنین کسی طرح کن ایمان سے نہ پھریں گے اگر اس صورت میں پھر کہتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ کا لفظ ہے متعلق اور وہی ہے جو کہ مومنین مرتد ہو جائیں تب تو مرتد ہوتے ہیں۔ تم نکستی زور اور نام مومنین اللہ اللہ اللہ اللہ ہوں گے اور اگر اس کا متعلق حضرت شعیب علیہ

اہل نہیں جس کے غلط ہو۔ لاکھ اہل نہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور مخلوق کے فیصلوں میں اور بہت طرح فرق نہ ہو گا اسے
خیر اظہار حقین فرمایا اکلہ درست ہے۔ رب نہ ٹایلا اہل ہے۔

مخلافہ تفسیر رب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے مذکورہ ہوا کہ تم نے کلام فرمایا تو ان کی قوم سے وہ سو سو روپے
ہوا پے اور بہت نوازا دیا سمجھتے تھے کہ شعیب ایم تم کو اور تم پر ایمان لائے دونوں کو اپنی ہمتی سے تمہارے ساتھ ہی اہل میں نے
اب تمہارے میں رہنے لی ایلی ہی صورت ہے کہ تم ہمارے دوین میں آچلا کیا تمہارے سو سو لوگ ہمارے دوین میں لوٹ
اویں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے دوین میں آسکتے ہیں حالانکہ ہمارے دل تم سے اور تمہارے دوین سے دل عزت کرتے ہیں
اگر ہم تمہارے دوین میں آجلیں تو تم اللہ پر بلا نہ بھوت بھرت مٹنے والے ہو جاؤں گے جب اللہ نے تم کو اس دوین سے پہنچایا پھر
ہم اسی دوین میں بخش چلیں۔ اس میں رب نسا ہر صرہ ہر سنگن ہاڑھ ہاڑھ لگے اللہ تعالیٰ کاظم ہر سنگن۔ اسبہ فیہ ہر جز کو کبیر۔
ہوئے ہے کوئی چیز اس کے۔ اسے خارج نہیں یعنی ہم نے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے تمہارے ڈرانے اور حکمانے سے
مروہ نہیں ہو سکتے۔ کوئی ہذا کہہ گا کہ میں کتابتہا ہے اپنی کافر قوم کے ایمان سے صاع ہو سکتے اس قوم کو ستارہ عالی کہ
اسے ہمارے رب۔ یہ قوم ایمان لائے کہیں ایسے میں ان سے الگ ہو گئے ہیں اب تو جان لو یہ جا میں اور ظاہر ہے کہ نبی اکو سلیط
در میان سے ہر جانا رب تعالیٰ کے مذاب نظر یہ ہے اسے سوئی لب تو ہی ہمارے اور فون کے درمیان عملی حق فیصلہ کرے کہ
کافر کو پناہ کرے اور مومن کو نجات دے۔ دنیا میں فیصلہ کرنے والے بہت ہیں مگر تو ہے سے بحر فیصلہ کرنے والا ہے خیر
فیصلہ چاہیے۔

فانک من تیات کر۔ سے چند فائدہ۔ حاصل ہوتے۔ پہلا فائدہ: عموماً مومنوں کے سردار قوموں کی ہدایت کا سبب
ہوتے ہیں اگر یہ درست ہو جوں تو قوم پرست ہو جوتے۔ یہ فائدہ اللہ تعالیٰ کے مستکبروں کے حاصل ہوتا ہے اور وہ سرافقا فائدہ
نورا و تکبر ہا بر ایسب ہے اور سبب کہ یہ نبی کے مقابلہ میں ہا تو بہترین خیر ہے ہا گاہ نبی جھٹکنے کی جگہ سے آڑے نہ کی جگہ نہیں۔ یہ
فائدہ بھی اللہ تعالیٰ کے مستکبروں کے حاصل ہوتا ہے اس قسم کے تکبر اور غرور نے شیطان کو پناہ کی ہے۔ تیسرا فائدہ: کسی جگہ
مومنین اور نبی کا شریف نزا ہا ہائے کہ راست کا باعث ہے ان کو بولنے سے نکل جانا اللہ کے مذاب آئے کا زریعہ ہے جب انسان
کے زہد نہ آتے ہیں تو وہ لٹتے۔ انوں سے دور ہونے لگتے ہے یا اس طرح کہ وہ ان کے پاس سے ہٹاگ جائے یا اس طرح کہ
ایسے اپنے پاس سے ہٹا دیتا ہے یہ فائدہ لشغر جھنگ سے حاصل ہوا اور لوگ اپنی قبریں خود کھود رہے تھے۔ رب تعالیٰ
فرمایا لب لو تو زیلو العنبت اللہ تعالیٰ کے مظلوموں سے مسلمان نکل جاتے تو ہم کما کہ مذاب آئے۔ وہ ہے۔
چوتھا فائدہ: ہم مومنوں کو نبی کے برابر بنانا ایمان میں ان کے ساتھ ہا خاطر ہے کہ فائدہ اللہ تعالیٰ کے مستکبروں کے
مائل ہوا کہ انوں نے بہت کسا حکاک کہہ دے کہینے کہ آپ پر ایمان لائے۔ خیال رہے کہ نبی کے ایمان اور مومنوں کے ایمان
میں چند طرح فرق ہے۔ (۱) نبی ایمان ایمان مومنوں کی ہوت کلمات سے کرتے ہیں عام مومنین میں ان ایمان، فیہ لیتے ہیں۔
رب تعالیٰ نے مشیق کے دن انہیں نبوت کتاب و فیہ کی خیر دے دی تھی واذا اخذ اللہ من مشیق اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ
انتیقکم من مکتوب و حکمتہا اس لئے وہ نہ کہے شامل میں آتے ہیں مگر خیر پاک و ستم ہے ہوتے ہیں یہ کچھ صحت

ایزیکم موسیٰ موسیٰ شیم اسامک کے بچپن کے قلم نام (2) نبی کا ایمان عرض ہو آجے موسیٰ کافر تھی۔ اسی لئے ہمارے ایمان کو
 بزاروں اطرات ہیں نفس اشیطانہ اور غیرہ تہاں کے ایمان کو کوئی خطرہ نہیں عرضی جز فرشی نکالت سے محفوظ ہوتی ہے فرشی
 پر لے تو بزار اقلیت ہو اور غیرہ مخرسورج کے نور ہو یہ کوئی آفت نہیں (3) نبی کا ایمان ذاتی موضوع ایمان عرضی یعنی جسے ملاہوا
 ایسے ہاتھ اور قہمی کر تھیں یا جن کو دریل کی رفتاریں۔ لہذا ان کا سوا ایک کھٹا لٹا ہے پانچواں قاعدہ کہ ایمان اگر اقلیت ہے
 ایش سے زیادہ کرادہ جائے۔ دیکھو شیطان حضرت انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کو ہنگامے سے بچا جس ہے اس نے ہار کا
 اسی میں عرض کیا **لا غویبہما جحیمین**۔ **الاعیانک منہم المخلصین** مگر کافر انہاں ان مقدس استیوں کو
 تبلیغ کتا سے نہیں شرفا یہ قاعدہ **لعمول فی ملتنا** سے حاصل ہوا کہ چھٹا قاعدہ: تفسیر بزار صاحب ہے حضرت انبیاء
 اولیاء اللہ وہ نہیں اس سب سے دور ہیں۔ یہ قاعدہ **ولو کنا کفار ہین** سے حاصل ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے
 صاف فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان سے قلم سے بچ کر ہوں اور زبان سے اس کا قرار کریں ہمارے دل میں جو کہ کوئی
 دوسری زبانوں پر ہو گا۔ ساقواں قاعدہ **مردہ کافر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے۔ یہ قاعدہ قداقتورینا** سے منعمتہ شدت
 قریب سے حاصل ہوا۔ انھوں نے قاعدہ حضرت انبیاء کرام فرما کر کہنا سے مصمم ہوئے ہیں وہ بھی ان کے قریب ہی نہیں
 جاتے۔ قاعدہ **بعدا ذننا اللہ لی** ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ نجات کے معنی ہیں بچاؤ اور نفسی جہاں مشکل ہے۔
 لگا کہ انیس لٹہ۔ قول سے ہی ان سب سے بچا لیا ہے۔ نواں قاعدہ: کافر کافر اور مشرک کافر کا بھی اللہ تعالیٰ کے
 ارادے سے ہے یہ قاعدہ **لا انیشاء اللہ** سے حاصل ہوا۔ ارادہ نصیتہ و مشاہدہ امران میں فرق ہر پارہ بیان ہو چکا کہ کافر کا
 کفر اللہ تعالیٰ کی رضا یا اس کے ارادے میں نہیں ہاں اس کے ارادہ اور نصیت سے ہے۔ دسواں قاعدہ: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا
 بندے کی بڑی ذلیلی ہے اس پر توکل کرنے والا ہر شر سے محفوظ رہتا ہے۔ ختمہ فعلیہ یہ قاعدہ **علی اللہ توکلنا** سے
 حاصل ہوا۔ علی اللہ توکلنا توکلنا ہے۔ توکل کی سہ قسمیں ہیں جن کا لہر ہوا چوک۔

پہلا اعتراض قوم شعیب علیہ السلام نے آپ کو بہت سے نکل دینے کی دھمکی کیوں ہی ما میں نکالنے کا یا حق تھا یہ وہاں
 پڑھتے تھے۔ جواب: اس زمانہ میں طوائف العلوی ہوتی تھی پڑشہ کوئی قسم خود بخار کارہ و دانہ ہوتی تھی اس لئے توہمت
 چاہتی تھی کہ اس سے اپنی قسم ہی بھی بعض کھوں کے پودھری نموار جس شخص سے ناراض ہو جائے اسے گاؤں میں رہتا
 حافل بلکہ نامکون ہو جاتا ہے اس لئے وہاں سے لگانا پڑتا ہے یہ دھمکی اسی بنا پر تھی۔ دوسرا اعتراض: بنی قریظ سے سنا ہوا
 کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر آپ کے موٹین نے کفار کی بات بالکل نالی ڈالیا ہوں نے ان حضرت کو نکل دیا۔ جواب
 نہیں وہ شخص منکلی سے کر رہے تھے وہ ایسے ظالم تھے کہ اس حرکت کی بھتہ کر کے جیسے فرعون موسیٰ علیہ السلام کو نکل کی
 دھمکی دیا تھا **واض اقلن موسیٰ ولیدع ربہ** مگر اس کی جرأت نہ کرنا تھا یہ حضرت اللہ تعالیٰ کی امن، حفاظت میں
 ہوتے ہیں۔ **لا تاتقنا تک من الامنین** ہاں جب اس قوم کی ہاں کت کا وقت آیا تو آپ خود مع موٹین کے وہاں سے چلے
 گئے ہر ہاں کت ان کی باتوں پر گز رہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تیسرا اعتراض: جب وہ کفار حضرت شعیب علیہ السلام کو اس
 لگا دینے پر تیار نہ ہوئے تھے کہ حضور انور کو ہجرت کرانے پر تیار نہیں ہو گئے رب فرماتا ہے **الذخیرہ الغنین**

صغرواوائسائشیں جو اب انکار کے حضور اور کو کہ طعنت سے ناسکے کی نہ ہو سکی ہی تھی نہ وہ یہ چاہتے تھے وہ تو نقل کرنا چاہتے تھے۔ پس میں وہ نام رہے اللہ سے اپنے حبیب کو محفوظ رکھ دے آیت کریمہ انحر جہد میں اعراب کے معنی میں تھے، لے اسباب جمع ہے کہ حضور ان تک کی اس کی وجہ سے آپ نے ہجرت کی۔ چونکہ اعراب ارض میں آیت سے معلوم ہو اگر مومنین ایمان میں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں مالا لندہ وہی سے زندہ ایمان اور درجہ ایمان میں سمت یکجہ ہوتے ہیں۔ نبی مایمان مومنین کے ایمان پر ذرا اور اتدہ توں عطا سے مقدم ہو آئے پھر انہوں تک لے کر خود دست ہو لے۔ جو اب اس کا جواب بھی تفسیر میں لڑ رہا کہ صفت کا صفت انسان سے نہیں بلکہ لنعرو جنت تک سے ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اپنی بہت سی سے آپ کو جی نکل رہے تھے اور آپ کے ساتھ مومنین کو بھی نکل رہی تھی مگر جو تک مومنین کا لفظ حضرت شیب علیہ السلام کی وجہ سے خاص لے سکے تھے تھے بارہ اپنے مکر کی وجہ سے اس میں فرق نہ کر سکے تھے کہ نبی اور مومنین سب یکساں ہیں وہ اپنے کو بھی نبی کے برابر کہتے تھے۔ پانچواں اعتراض: حضرت شیب علیہ السلام نے بھی کفر کیا تھا اور کفار نے آپ کو کفر کی طرف لوٹ چاہا ہے کہ موت کیوں رہی کہ کماؤ لعمود فی ملتہ عود کہتے ہیں اصل حالت کی طرف لوٹنے کو نیز شیب علیہ السلام نے اسے مڑا کیوں فرمایا کہ کماؤ لعمود فی ملتہ عود کہتے ہیں۔ جو اب اس اعتراض کے چند جوابات بھی تفسیر میں دینے کے کہ اگر حضرت شیب علیہ السلام نے یہ زبان اپنے مومنین کی جماعت کی طرف سے فرمایا ہے تب تو عود کے معنی لوٹنا ہیں کیونکہ وہ لوگ پہلے کافر تھے بعد میں مومن بنے تھے اب ان کا کفر کا کفر کی طرف لوٹنا اور انہوں نے اپنی طرف سے یہ اسباب وہ اپنے توجہ کے معنی لوٹنا نہیں بلکہ یہ جانا ہیں۔ **عاد بعمنی صلو** بھی آئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اب بھی تفسیر میں شعراء عرب کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں ان کفار کا کماؤ لعمود میں لوٹ آؤ اس کا تصور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کہتے ہوئے تھے کہ ہمارا افرانہ دین ہی اصل دین ہے جس پر ایمان پیدا ہوا ہے جو مومن ہو گیا وہ اصل دین سے پھر کر شیب سب وہ کفر کر گئے تھے۔ اپنے ہی اصلی پیمانے دین یعنی شرک کی طرف لوٹنے کا عود ہائے۔ اس لئے وہ اسے عود میں لوٹنا کہتے تھے۔ **لعمود فی ملتہ چھٹا** **اعتراف**: حضرت شیب علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا **بعاد بعمنی صلو** اللہ تعالیٰ نے ہم کو کفر سے نجات دی اور نجات کہتے ہیں کسی جہنم سے۔ ہونے کو لانا جیسے حضرت ابو نفیر علیہ السلام کھلی کے ہونے میں وہاں کہ شہدائے نبیوں میں جتنا ہے وہ آپ انکفار فرمایا **فنجینہ من الفم** ملا کہ شیب علیہ السلام نے بھی کفر کیا ہی نہ تھا تو نجات کے معنی آپ کے لئے کیوں درست ہو۔۔۔ جو اب اس اعتراض کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ علی میں نجات کے معنی ہیں آفت سے نکلنا اور آفت سے بچنا محفوظ رکھنا تسلی ہوئی کر وہ آیت میں نجات پہلے معنی میں ہے اور نوح علیہ السلام کے متعلق **فانجینہ واولہ** یہ نجات دوسرے معنی میں ہے۔ یہاں اگر آپ کا یہ فرمایا مومن قوم کی طرف سے ہے تو نجات پہلے معنی میں ہے یعنی پہلے ہونے کو لانا اور لوہا کہ پہلے کفر میں گرفتار تھے اللہ نے انہیں حضرت شیب علیہ السلام کے ذریعہ نجات دلائی اور اگر یہ فرمایا آپ کے اپنی طرف سے ہے تو نجات دوسرے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت انبیاء کرام کو ان ہی سے نکلوا گئے کہ محفوظ رکھتا ہے پچھتا ہے۔ لہذا آیت بالکل واضح ہے۔ **سوال** **اعتراف**: اس آیت سے معلوم ہو کہ حضرت انبیاء کرام بھی کفر اور توبہ کے ضلعوں میں ہیں اگر وہ چاہے تو وہ بھی کفر کریں فرمایا **لا یزالن یشاء اللہ** ملا کہ تم انہیں کفر سے نکلوا

گٹھ سے مصوم ہاتھ ہو کہ وہ حضرت سے استعفیٰ نہیں۔ تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے۔ جو لب اس کا جواب بھی
 اسی تفسیر میں گزرتا ہے اگر یہ حکام سونٹیں کے متعلق ہے تب تو بالکل ظاہر ہے کوئی اعتراض نہیں اور اگر حضرت شعیب علیہ
 السلام کے متعلق ہے تو اس کا قصود ہے اپنا مصلوب کے سپرد کرنا یعنی تم خود خود مصوم نہیں بلکہ شخص فضل ربانی سے
 مصوم ہیں اور اس میں ایک نامکمل کو دروسہ نامکمل پر متعلق کیا گیا ہے نہ تو یہ ممکن ہے کہ رب تعالیٰ کی ناکہ چاہے جو نہ یہ
 ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ انھوں نے اعتراض میں آیت سے مصوم ہو کر بندہ کا نقل کر دیا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی
 چاہتا ہے کہ ارشاد ہو **عَلَىٰ اللَّهُ تَوَكُّلٌ كَثِيرٌ** فریضہ صبر کے لئے ہے تو پھر تم مجھ سے روٹیوں سے فریاضہ کیوں کرتے ہو تمہارے
 یہ کام توکل علی اللہ کے خلاف ہیں۔ جو لب اس اعتراض کے جواب میں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ حقیقی جواب فریاضہ تو یہ ہے کہ
 تم لوگ بھی اوقات دیباغ میں جاؤ گے، تکیسوں، کیوں بلکہ چندہ لینے کے لئے ایسوں سے فریاضہ کرتے ہو یہ بھی اس آیت کریمہ
 کے خلاف ہے۔ جو لب حقیقی تفصیل امامی کتاب چنانچہ حضرت اولیاء میں ملاحظہ ہو یہی صرف اتنا کہہ دو کہ لفظ کے بندوں کے
 آستانوں پر حاضر رہیں توکل کے خلاف نہیں۔ وہ حضرت اس رب کی ممتنع بلکہ ذلت کے مستحق ہیں۔ رب تعالیٰ ان
 کے ذریعہ ہم کو سب کچھ دیتا ہے۔ صبی علیہ السلام نے فرمایا **فانصروا لی اللہ** حضرت ذوالقرنین نے فرمایا **فانصروا**
امینون صلیقو۔ رب نے ہم کو کھرا دیا **تعاونوا علی البر والتقویٰ** اور فرمایا **ان تصبر والتمتع صبرکم**۔ یہ
 خلاصہ یہ کہ جیسے ہم کو ایسی سبب التیازہ کہ جو توکل کے خلاف نہیں ایسی ہی روحانی سبب التیازہ کہ بالکل توکل کے خلاف نہیں
 بلکہ بعض اوقات مذہبی اسباب سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر روحانی اسباب سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ پچھلے میں
 شداد فرمایا جہوں میں ذمہ ہیں مصلحتیں ہیں اسے بے نیاز ہیں مگر کسی عمل میں حضور و خود کی نبوت سے بے نیاز ہیں۔ اللہ کی
 روایت حضور کی نبوت کی سب کو ہر جگہ ضرورت ہے بلکہ حضور کی نبوت لفظ کی رویت کا مطلب ہے کہ اللہ کی قدرت اگر نبی کے
 ذریعہ ہم تک پہنچے تو رحمت ہے اس واسطے کہ ہم پر ظاہر ہے۔ بجلی کلچور روئے کے خلاف کے ذریعہ رحمت ہے بلکہ خلاف جان لوگ
 یہ تو یہ بتا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے کفاروں میں کیا ان کے کئے سے اللہ کے دین کی خدمت میں
 کوئی کمی نہیں کی۔ وہ بے بھروسہ کیہ تو اس اعتراض۔ تم نے تفسیر میں کہا کہ مومنوں کو نبی کے ساتھ ایمان میں متعلق ہے
 طریقہ کفار ہے مگر قرآن مجید نے صحت جگہ مومنوں کو نبی کے ساتھ کہا ہے۔ **فَرَأَىٰ فِيهَا** **وَالَّذِينَ مَعَهُ** **لَشَدِيدٌ** **أَوْ** **عَلَىٰ**
السُّكَّرِ اور فرمایا ہے **وَأَنْصَرُوا مَعَكُمْ** **عِزٌّ** **وَمِنْ** **تَمَدِّدِ** **أَقْوَامٍ** **لَّيْسَ** **بِهِمْ** **قُوَّةٌ** **وَأَنْصَرُوا** **مَعَكُمْ** **وَأَنْصَرُوا** **مَعَكُمْ** **وَأَنْصَرُوا** **مَعَكُمْ**
 ہر وہی ایسی ہے جسے سلطان کی کوٹھی میں سے خدمت کا ساتھ رہتا ہے۔ ساتھ ساتھ کہ لایا جیسے ریل کے لوگوں کا کھنٹی کے ساتھ رہتا
 نہیں لینے کے لئے برابر ہی رہا اس کا نام نہیں ہے یا جیسے جانوروں کا پتھر کھرانے کے ساتھ رہتا مگھولیت کے لئے۔
 میں بزم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ روئے میں ہیں جا بجا تعلق والے

تفسیر صحیحاً ہے۔ اس پر لفظ تعلق کا حکم ہے کہ وہ اپنی ہڈی کی طرف خود کو لے کر لو اور وہ لگتا ہے کہ جس پر وہ کھڑا ہوا
 ہے وہ ہتھ سے ہٹا کر یا نہ ہٹا کر دیباغ اوقات کا کفار ہو جاتا ہے مگر کلا چنانچہ کہ اور اس کے ہاتھ ہونے چاہئے گا۔ وہاں آنا
 اس کی طاقت ہے کہ وہ مجبوریت کا شکار ہو نہ ہو۔ حضرت انبیاء و کرام عالم کے لئے پناہ ہیں۔ ان لوگوں میں کی شریعت

وہاں تک لے کر محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ قوم شعیب کا خون سے گناہ گراہم تم کو اپنی ہستی سے نکال دیں گے۔ ایسے تو چاہی ہی طرف
 دیکھ لیا گیا ہے۔ کبھی کھلا کر۔ کی نقلی ہوئی بہت برعکس ہو کر درست ہو جاتی ہے۔ انہوں نے شعیب علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم آپ
 کو ہستی سے نکال دیں گے۔ ہاتھ خالی نہ لے کر ہی یہ بات ان کے متعلق درست کر دی کہ انہیں اپنی زمین سے اٹھنا پڑا۔ انہیں چاہو
 یہ کہ یہ فرعون ہی چاہو کہ انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم تباہ آگے نہ لیا کرتے تو ہم کو اجڑا لگا فرعون نے کہا تھا کہ ہاں اور تم مقررین میں
 سے ہو جاؤ گے۔ رب نے اسے اس طرح ظاہر کیا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابل ہار پائی ہی ہار من کی نسبت ظفر دینی
 اور انہیں رب نے اپنے ہی دیا اور وہ مقررین میں سے ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنی ہر چیز کو رب کے نواہ کرنا اپنے
 میں بلکہ اپنے ہر ہر ہوس کو ریاضت انبیاء و اولیاء اللہ صیغہ ہوتا ہے۔ یعنی ہم کو رب تعالیٰ نے اپنی
 انتظامت بخشی۔ یہ اسی بفضل و کرم ہے۔ ہم اس کو اپنی ہلاکتی صورت میں کرتے۔ گناہ نہ اپنے زور پر ہوس کہلوادے
 گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے رب کے کہہ سونے پر ہوس کو اپنا پیہ ہوئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں میں
 سدا کی خرابی تہ پناہوں کی ہے۔ ہوں یہ وہ عادت میں دل کا نور و ساری نفسانی بیماریوں کا باعث ہے۔ کچھ تو آگ میں کھیر
 تہ خاک میں بھرنا ہوا۔ نسبت 'امہ' مسیحی میں خاک میں ہیں آگ میں نہیں ای لئے ہاں استکبر و اور ارشاد ہوا
 سرداری بل 'امہ' وہ نمبر سے حاصل ہوتی ہے۔ گناہ۔ ہاں تک کہ وہ نواہوں کی سرداری ہو کہ وہ ہاں تک کہ وہ نواہوں کی سرداری
 سے ملتی ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ انہوں نے تم کو اپنی ہستی سے نکال دیں گے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِيُنْزِلْنَا عَلَيْهِمُ سَيْبًا مِمَّا يَدَّبُّونَ ۗ

اور کہا اس جماعت سے جنہوں نے کفر کیا ان کی قوم میں سے اللہ انہیں سے اتنا ہی کی شعیب کی بیگم تم
 اور اس کی قوم کے کا فر سزا دے گا کہ انہیں شعیب کے تابع ہونے کو ضرور تم نقصان

الْخَيْرُونَ ۗ فَآخَذْتَهُمُ الرِّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جِثْمِينَ ۝۱۰۱

تہا لڑائے والے ہو۔ پس پڑے یا ان کو زلزلے نے پس ہر گئے وہ اپنے گھروں میں لوند سے
 ہیں رہیں گے۔ تو انہیں زلزلے نے آیا تو سب اپنے گھروں میں لوند سے پڑے

الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا لَمْ يَكُنُوا فِيهَا ۗ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو گناہ نہ کیے تھے وہ ان میں وہ وہ جنہوں نے جھٹلایا
 وہ گئے شعیب کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے شعیب کو

كَانُوا لَهُمُ الْخَيْرِينَ ۝۱۰۲

شعیب کو ہونے وہ ہی لڑنے والے ہ

جنہوں نے والے ہی تہا ہی میں پڑے ہ

ہر حال سدا کے سنی پہلہ با عرض کر چکے ہیں کہ خدا وہ تھکن ہے۔ جس میں اہل اصلی پو فی بھی مائے چہ غہ کافرانی زندگی ہی رہا کرتے اس لئے وہ خدا میں ہے کھار سو من اگرچہ تھکن میں مگر شند فعلی خدا میں نہیں۔

خلاصہ تفسیر حضرت شیب علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے فیصلہ آسانی کا معرک کفار کی سرکشئی کا یہ حال تھا کہ وہ اس کے باوجود اپنے باقت عام نکار سے یہ کہتے تھے۔ یا مومنین کو اس طرح در نکالتے تھے کہ خیال رکھا اگر تم نے شیب علیہ السلام کا دین قبول کر لیا اور تم میں سے دین میں دستہ آمد خودی اور دینی ہی ہر طرح کے جوئے تھکن وہ خدا میں رہو گے تم سے تھکن۔ باپ خدا سے تھکن ہو جائیں گے کہ تم میں سے خودی دین پہنچو اور اگر ایک شخص کے کہنے سے خلیوں اختیار کر لیا اور آج تک تم تجارت میں تم قابل کر لم بپ کر خریدو اور اس کو خود کا وہ کر نہو گنا چہ گنا تھکنے ہو ان سے یہ کہو کہ خودی ہو جو تھکنے دو اس حرکت پر قائم رہو یا وہم یہ کہ ان کو سخت ڈر لے لے پکار لیا اور اپنے چلا کے لئے زمین پر ان کو اس کو کر نہو جسے پڑ گئے گویا زمین پکار گئے اور اسی طرح پکارا کہ وہ تھے۔ من بھلا تھکنوں کو اس طرح پکارا گیا کہ گواہ بھی من بھینوں میں رہے ہی تھے وہ تو مومنین کو خائب و حاسر تھے تھکن وہ خدا میں وہ بھلا تھکنے والے خودی پڑ گئے حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ تھکنی نے ان پر دوزخ کو فروزا اور کھول دیا اور نکار کرنی سے تھکن گئے تھکنوں میں تھکن کہہ لیتے تھے تو وہیں اور بھی زیادہ گرمی تھی اور تھکنوں سے سانس پانی سے ناپا پھ کھانہ آبی پانی بھی ٹھہرا ہوا پلاتے تھے۔ بھگے بھگے پھرتے تھے۔ شربہ ہوا ہاں کے علاقہ کا سید نظیر بن ابیہل تھکنی ہوا تھی اس کے بچے پھ پھینے کو بیخ ہو گئے۔ حور تھکن ہوا تھکنے جو زم سے انوں سے ہی وہیں پہنچ گئے کہ ان پر لولا صبح آتی پھر زلزلہ بارہ جگہ آگ سے بھڑکا اسی وہ سب وہیں ہی ڈھیر ہو کر رو گئے۔ زلزلہ سے تھکنارت بھی بلوہا گئیں (روح البہین طائون۔ کیر و فیر و وہو گ) اس گرمی میں ایسے بھگے تھکنے جیسے آگ میں تھکنی بھن جاتی ہے اور ہر بھن گئے ہیں کہ ہر حاکم تھکن میں بہت سے پھ شاکہ بے خود رہے ہو سکتے ہیں۔ حور۔ حلی۔ کائن۔ سفین۔ قرنت۔ اب قوم پر عذاب آیا تو اس وقت وہیں تھکن یا شہ قنود بھی پھا کہ ہو گیا اس کی بی بی جو مومنہ تھی اور عذاب سے محفوظ رہی تھی اس نے اپنے باپ کی پھا کہ اس طرح بیان لی۔

ککس	تدعد	دکنی	هلکک	وسط	المجله
سید	القوم	اتاه	المنو	نار	نخنطله
مصلحت	نار	علبهم	نارهم	ککالمضمعله	

فائدہ کے من آیت سے پھند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ قوم شیب یہ عذاب اس طرح آیا کہ صرف کفار پاک ہوئے۔ لیکن مومنین تو وہیں ہی تھے نہ انہیں زلزلہ کاڑ ہوا نہ گرمی نے پکارا۔ یہ فائدہ فاحض تھکن الہو جھنتہ کرمانے سے حاصل ہوا کہ وہیں ہم ہی خیر حورنی طرف سب تھکن۔ مہر میں فرعونوں پر طون انوں و فیر و کھ عذاب آسنو وہیں ہی بی اسرائیل بھی تھے وہ ان سب سے محفوظ رہا۔ تھکن کہ کہ سو سمر افائدہ عذاب کسی قوم پر عذاب آنے والا ہو آپ تو اس کے دلوں سے ہی خوف من ل تھکن۔ پانی ہے یہ سب خوبی دینی کڑی یاد رکھانے کی عطا ہے۔ چہ دیکو حضرت شیب علیہ السلام کی بد و عاقبت کھانے سنی مکران کی بخئی دل اور زیادہ ہوئی کہ وہ کہنے لگے **لئن اتبعتم مشعبیا۔ تیسرا فائدہ حرام عدلی کو بیخ**

کھتا اور حلال روزی بلکہ صدق خیرات میں تمہارا جانا کفار کا طریقہ ہے یہ فائدہ لے کر تمہارا **افانکسروون** سے حاصل ہوا۔
ذیل رکھ کر سوہ لینے میں تمہارا ہنہ کو وہینے میں قہمی نفع ہے۔ اگر چہ پھر اس کے برعکس معلوم ہو گا ہے۔ جو تھا فائدہ
ہو اپنے سن و عمر کو نوئی ملت نہیں دہا پیر اسے بلکہ کی گردش منواتی تہ کروہانا کام نہیں آگے یہ فائدہ بھی **فاخذتہم**
سے حاصل ہوا۔ فتح صدی فرماتے ہیں

ہاں غفل کو ہور آمدگار نہ ریشہ جفا ریشہ روزگار
قوم شعبہ نے اپنے ظہور کا پانی تو اس پر طاب اتھی نے ہر ملت منوالی اللہ تعالیٰ اطاعت تھی کی تہ تہیل وہ۔ پانچواں فائدہ
جب مسیح و یسوع سے پہلے جانا ہے تو وہ اس تمام آگے ہے جو فاسقوں کافروں کے جنوں پہلووں کو بھی ہلاک کرنا آگے ہے۔ انہی
عبارتوں کو بھی چاہ کر دیتا ہے یہ فائدہ **کان لم یغنوا فیہا** سے حاصل ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **والتقوا فتنہ لا
تصیبن النین ظلموا منکم خاصتہ۔** چھٹا فائدہ یہ نصیب آئی ہلاک ہونے تک تو یہ کھریاں کے جاتا ہے۔
رب تعالیٰ کی کسی تیسرے سے لگے نہیں چھوڑا۔ رب کی ڈھیل سے بھارت فائدہ لگتا ہے حتیٰ کہ ہلاک ہو جاتا ہے یہ فائدہ
فاخذتہم کی ف سے حاصل ہوا۔ تیسرے۔ ساتواں فائدہ جن بستیوں پر طاب آیا وہ ہریشہ کے لئے وہ ان کو ہی نہیں
پر بھی آگے نہیں ہوئیں۔ یہ فائدہ **کان لم یغنوا فیہا** سے حاصل ہوا۔ دیکھو تیسرے دیکھو تو قوم اول تو
شعب کی طاب والی بستیوں آج تک لڑی پڑی ہیں مگر فرعون پر طاب مصر میں آگے ہاں سے باہر نکل کر وہ قوم میں
ہلاک کیا لگتا ہے۔ آج بھی وہاں فائدہ لگتا ہے۔ آج بھی وہاں فائدہ لگتا ہے۔ آج بھی وہاں فائدہ لگتا ہے۔ آج بھی وہاں
پر اوشا فرماتا ہے دیکھو کفار سے دور ہوں سے کما تھا کہ اگر تم نے حضرت شعیب کی انجیر کی تو **انکم اذ الخسروون** رب
تعالیٰ نے ان کے جو اب میں فرمایا **الذین کذبوا شعیباً کانوا ہم الخاسرون** دیکھو اب سب نے حضور اللہ کی
شان میں کما تھا۔ **تبت یحسبک** آپ کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو سب نے جو اب را تبت جیلا ہیں لہب۔ یعنی اب سب کے
دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ یہ ہی عمل اس کے عکس کا ہے۔ حضور اللہ کی تعریفیں کے چاہو۔ حقوق بلکہ خالق تسماری تعریف فرماتا
ہے گا بلکہ اپنی زندگی کے مختصر عمر میں حضور کے گیت گاؤ۔ حقوق قیامت تک تمہارے گیت گائے گی۔ کچھ کو اولیاء اللہ کے
آستانوں کی رو تھیں۔

اعتراضات: پہلا اعتراض یہ بھی دیکھ پلے فرمایا گیا تھا کہ **قال الملا الذین استکبروا۔** یعنی وہ ہیں اس قوم کے
تکبر کا ذکر ہوا ہے ان کے کفر کے۔ اس فرقہ بانی کی نیلا ہے۔ جو اب: اگر میں کہنے والوں سے دور سے کفار ہوں میں پہلوں
کے خلاف وہ تو چہ فرقہ ظاہر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام سے وہ کتنا غائب کتنے سوراہن کفر نے کی تھی اور عام لوگوں سے
یہ مشکوہام ظاہر نہ کی۔ اور اگر میں ہی پہلو کے کفار ہوں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ ان لوگوں میں وہ سب تھے۔ تکبر
و غرور اور کفر بلکہ ان کا تکبر و لاف و تصد کفری بہت نہ تھی ہوتی ہیں جن میں سے بدترین کفر وہ ہے جو ہی کے مقابل تکبر کی وجہ
سے ہو۔ یہ کراہیں والا ہے کہ اس نے اپنے کو حضرت آدم علیہ السلام سے بڑا بنا لیا۔ وہ صحرا **اعتراض** یہاں ارشاد ہوا ہے کہ
قوم شعیب علیہ السلام زلزلہ سے ہلاک کی گئی مگر سورہ ہود میں فرمایا گیا کہ وہ قوم چنے سے ہلاک کی گئی ان دونوں میں تصد
ہے۔ جو سب اس کے چند جو اب بھی تیسرے میں گزر گئے کہ پانچواں کفار۔ زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور بعض چنے سے پانچواں چنے

وہاں ہی ان سب کی روایت ہوئی وہ بابت کہتے ہیں کہ کعبہ معظمہ میں صرف وہ نبیوں کے مزارات ہیں۔ معظمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اور مغربی جانب میں شیب علیہ السلام کا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت شیب کا مزار سنگ اسود کے مقابل ہے۔ واقعہ علم از روہ للعالی انکشاف میں ہے کہ سلف شریف میں ستر نبیوں کے مزارات ہیں۔ واقعہ

فائدے کے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ یہ بھی عذاب آئے واقعہ آپ وہاں سے نبی اور سوتلین پہلے ہی نکل لے جاتے ہیں۔ عساکر کی سبوروں میں عذاب نہیں آتا یہ واقعہ **فتولس مہمہ** ہی پہلی تفسیر سے حاصل ہے۔ اور رب تعالیٰ مکہ کے حقیق فرماتا ہے **لو تزیلوا العینا الذین کفروا** اگر مکہ سے سوتلین نکل جاتے تو ہم مکہ پر عذاب بھیجتے۔ لہذا لوہوں کے قدم ان کا زور وہاں کے لئے تعویذ حفاظت ہو گیا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس بستی میں عذاب الہی آتا ہے وہاں سوتلین آ رہا ہوتا ہے۔ ہاتھ نہ نہیں بلکہ وہ جگہ بھر آ رہے ہوتی یہ واقعہ **فتولس مہمہ** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہے۔ اول حضور انور قوم غمور کی بستی پر گزرتا ہے تو صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یہاں سے جلد نکل جاؤ اور اس کو نہیں کلیانی استعمال نہ کرو۔ جن حضرت نے اس پابندی سے آنا گناہ لیا تو وہ آنا چھوڑا اور یہ صحابہ کرام بھی حکم ہے کہ مٹی جاتے ہوئے جب صحابہ کرام کی پالٹ کی جگہ سے گزریں تو وہاں سے تیزی سے گزر چلیں کہ وہ جگہ عذاب کی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ سوتلین سے ان سے کلام کرنا بہتر ہے بلکہ سوتلین کے قبرستان میں جاؤ تو انہیں سلام کرو تو مستانہ ہو اسے سلام کرنا ممنوع ہے جیسے سوناہ اور یہ دوش توی ہے۔ یہ واقعہ **قال یقوم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہے۔ ہمارے حضور ﷺ نے ابو جہل وغیرہ کو مٹی جاتے ہوئے انہوں سے سلام فرمایا۔

نکتہ بعد موت روح کی قوت مست ہوتی ہے کہ مدفن میں چلنے پھرنے والوں کے قدم کی آہٹ مستحب ہے حالانکہ ہزار ہا ہنسن مٹی کے پیچھے ہے۔ قبرستان سے گزرنے والوں کو دیکھنا ہے ان سے ایصال ثواب کی درخواست کرنا ہے تو جو مقبول ہے۔ مذہبی میں مشرق و مغرب کو دیکھتے ہوں ہر جگہ کی کراڑتے ہوں ان کی قوت کا بعد وفات اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ تجربہ سے لگے کے بعد پرندہ کی طاعت بڑھ جاتی ہے۔ بدن سے لگے کے بعد روح کی طاعت و قوت بڑھ جاتی ہے۔ کافر کی لاش کی کوئی عزت و حرمت نہیں۔ غسل نہ کن روٹن سب مومن کے لئے ہے۔ یہ واقعہ **فتولس مہمہ** سے حاصل ہے کہ ہر جگہ بڑھ کر یہ پاک شدہ لوگ سوتلین کے بھائی پر زور اور رشوت اور حکم کسی نے نہ کسی کو غسل دینا نہ کن نہ دفن۔ اسکے برعکس مومن زندگی میں عزت والا ہے اور بعد موت بھی کیونکہ گوشت پاست کی عزت نہیں ہوتی۔ عزت تو ایمان انفرادی و مشفق رسول کی ہے۔ سزا کافر مردار جانور کی طرح ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ نبی قوم کے سچے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ان کی خیر خواہی ہاں باپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ **و نصحت لحکم** سے حاصل ہے۔ ہوا۔ قیامت میں ہمارے اعضاء ہماری شکایت کریں گے مگر حضور انور شفقت فرمائیں گے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ کفار کی موت اور ان کی پلاکت پر مومن کو غم نہیں کرنا چاہئے۔ یہ واقعہ **فکیف یفلس** سے حاصل ہے۔ ہونے کے بعد مٹ جاتا ہے۔ کوڑے کرکٹ کے گھر سے نکل جاتے پر گاؤں گاؤں چوروں کے گھر سے جاتے پر غم کیسا۔

دُشمنی مراد ہے نہ کہ دینی اور سوزی و حزن اور ہمدردی و حزن مراد ہے وہ شعور درست ہے۔ یہ قول بھی درست ہے۔ پانچویں
اعتراف: حضرت شعیب علیہ السلام نے طلحہ کو بی بی اور از مہارت علی القوم الاقرین کیوں مارا شرف فرمایا یا قوم! کتنے
کے بعد متکم فرمایا مگر بھی قصار و مناسب بھی۔ جو اسباب درود ج سے ایک یہ کہ اس سے فہم نہ فرمائے کی وجہ بیان ہو گی کہ
تمہارے کفریہ وجہ سے تم لوگ فہم کے لائق نہیں ہو۔ مومن کی سوت پر فہم ہو تا ہے۔ کافر سوزی کی سوت پر فہم نہیں ہو سکتے
یہ کہ تم نہیں لگاتے سے ہی قوم ہو دینی لگاتے سے کافر قوم ہو۔ کفر کے ہوتے ہوئے سے ہی قوم ہو تا ہے کہ لگاتے نہیں۔ تم
گھاس کو نہ سے ہو جس کا نکل پناہاٹ تم نہیں۔ چھٹا اعتراف: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کے مرنے پر فہم نہ چاہتے مگر
حضور انور نے جو طالب کی سوت پر فہم کیا ہے کہ اس سبب کا نام عام الخیرین رکھا یعنی فہم کامل۔ حضور انور کا یہ عمل شریف اس
آیت کریمہ کے خلاف ہے۔ جو اسباب جو طالب اگرچہ شرعاً مومن نہ تھے مگر دل سے مومن تھے اور بدلہ دل سے حضور انور
نہاں اور مہم کے خدمت گزار ہے چاہتا تھے۔ ان کی سوت سے حضور انور کے ایک جھلس جھلسا سے زمین خالی ہو گئی اور اسی
سبب حضرت خدیجہؓ کا لہری کی حالت ہوئی نہ جو وہ اس سبب کو عام الخیرین کہا گیا ہے لوگ کافر بھی تھے اور حضرت شعیب علیہ
السلام کو ستانے والے سوزی بھی۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ سوزی کافر کی سوت پر خوشی ہونی چاہئے یہ جو اس صورت میں ہے
کہ یہ واقعہ درست ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

تفسیر صوفیانہ: نبی کافر کی زندگی میں بھی اس سے بڑا رہتا ہے جو لوہ اس کی موت کے بعد بھی۔ بخند تعالیٰ مومن کی
زندگی اور موت اور بعد موت بھی سبھی نبی اس سے نہ نہیں پھیرتے۔ زندگی میں مومن کے تصور میں رہتے ہیں۔ دل میں
ایمان میں جن میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ مرتے وقت، حملہ دکھا کر فرار کو آسان کرتے ہیں بعد موت اس کی قبر میں جلوہ گری کر
کے قبر کو منور کر دیتے ہیں۔ عشرتیں رب سے بہشتیوں کے کافر کے لئے نبی کا اس سے نہ پھیرتا ہے کافر اس سے نہ
لئے فرمایا گیا فتولی مہتمم نبی کافر کو تبلیغ فرما کر اس کی خیر خواہی کہ اس سے صلح ہو جاتے ہیں مگر مومن سے بھی صلح
نہیں ہوتے۔ اس کی زندگی موت نہ کچھ سمجھتے ہیں کہ زندگی تقویٰ والی موت ایسی والی لیب کر اتے ہیں۔ اسی لئے
ابلیس نور صحت باہمی ارشاد ہوا کہ میں تمہارے حقیقی یہ کرم کہ چلے میں نبی کو کافر کی پاکت اس کے دل کو فہم سے کچھ
مرد کا نہیں ہو مگر مومن سے تعلق میرا رہتا ہے کہ کائنات کے مومن کی پالاس میں اور نکل ہوتی ہے جناب مہتمم پھیر کے
دل میں۔ وہ فرماتا ہے عزیز علیہ السلام مہتمم نبی کہ دیکھا گیا ہے کہ مومن کی موت کے وقت حضور انور جلوہ گر ہوتے ہیں
جہاں نکلنے والے فرشتوں کو تھلی و ترقی کا مہم۔ یہ ہیں کہ بٹھا کر بٹھا کر۔ یہ وہ کرم ہے جو آنکھوں نے اپنی اپنی آنکھوں سے
دیکھا ہے اور ایشاء اللہ ہم بھی نہیں کے لہذا افکیف نفس کے ساتھ علی القوم الکافرین باہل درست ہے
یا قوم نربا کر بن نصیبوں کی باہتالی بدعتی کلا کر فرمایا کہ تم میری قوم ہو مگر میرا رب لو کہ کبھی کافر رہتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں
کہ ہمیں شہید بندوں کو رب تعالیٰ سنت کی دو نعمتیں دینا پس عطا فرماتا ہے (۱) مومنوں سے اللہ صحت (۲) کفار سے نفرت
بد لوت۔ تولی مہتمم فرماتے سے تھلا گیا کہ حضرت شعیب اور ان پر ایمان والے ان نعمتوں سے موصوف تھے۔ یکم مومن
میں سے کسی نے تو پاک شد مگر خیر تو صرف یہ کہ نہ فرمایا بلکہ نفرت کے لگاتار کے۔ جیسے جتنی مومن کافر کو جہاں لو کچھ کر رہا
تہ کہ کبھی

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَدِيَّةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا آخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَ

اور میں بھیجا ہم نے کسی نبی میں کوئی نبی مگر جتنا ہم نے اس نبی واپس کر ساتھ فقیر اور
اور نہ بھیجا ہم نے کسی نبی میں کوئی نبی مگر یہ کہ اس کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا کہ وہ

الضَّرَاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ ﴿١٥﴾ لَعَلَّ بَدَلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ

میں کے تاکہ وہ عاجزی کریں : پھر بدل دیا ہم نے بجائے برائی کے جھلائی کر
کسی قسم کی زاری کسب کیا : پھر ہم نے بڑائی کی جگہ جھلائی بدل دی یہاں تک

حَتَّىٰ عَقَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً

تھا کہ زبان پر گئے اور کہا انہوں نے جیسے پہلی باپ دادوں کو چارے صفتی اور آرام پس پکڑا گیا ہم نے
کہ وہ بہت پر گئے اور ہم نے جتن تک چارے باپ دادا کو رنج و راحت پہنچے تھے قرآن نے

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٦﴾

ان کو اچانک حالاکہ وہ نہیں شعور رکھتے تھے :

ابھیس اچانک ان کی سختی میں پکڑ لیا :

تعلق میں کیا کہ یہ کابھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق بکوشہ آیات میں پہلی آیتوں کی تعلق اور وہی
اسوں کی طاقت کا ذکر ہوا حضرت نوح صومر صالح ہود شیبہ یونس سلیمان شیلہ کوئی کھانا کہ صرف میں پہلی قوموں پر ہی
مذاب آئے ہوں اس لئے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کے علاوہ اور نہیں نے بھی تعلق فرمائی اور ان کی قوموں پر مذاب آئے۔
یسا ان میں سے چند کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: کجی آیات میں کچھ قوموں کے تفصیلی مذاب کا ذکر ہوا انصاف ساری
پاک شدہ قوموں کے تفصیلی مذاب کا ذکر ہے کوئی میں اصل یہ تفصیلی ہے تیسرا تعلق: کجی آیات میں خاص خاص قسم
کے مذابوں کا ذکر تھا اس آیت کہ میں ادسری قسم کے مذابوں کا ذکر ہے یعنی ظاہری مذاب اور پائلی مذاب ظاہر و صحت
علوم ہوں حقیقت میں مذاب ہوں۔

تفسیر: وما ارسلنا فی قادیۃ من نبی: جملہ نیا ہے اسی لئے اس کا ذکر ابتدائی ہے عاقبتی ہے مگر اس کا تعلق ارسال
تہ نہیں ہے بلکہ ہر ہر صوموں سے ہے۔ ارسال کے لغوی معنی ہیں بھیجا شریعت میں نبی بنانے یعنی ان کی طرف دی بھیجے کہ
ارسال یعنی ہیں۔ یہاں ہی آخری معنی مراد ہیں جنس نبی رہنے والے کسی اور جگہ کے تھے مگر تعلق کسی اور جگہ فرمائی جیسے
حضرت ابراہیم ہود سلیمان یونس نبی جوں کے رہنے والے تھے وہاں ہی کے نبی ہوئے جیسے حضرت موسیٰ اور غیر ہم سلیمان
اسلام نبی جوں ہی وہاں ہی ہوئے وہاں ہی نبی ہوئے مگر نبوت سے پہلے کہ وہ دن باہر رہے یہاں ہی کے نبی نہ کر آئے جیسے حضرت
ساری علیہ السلام کہ مصر میں پیدا ہوئے مصر ہی میں نبی ہوئے مگر نبوت سے پہلے کچھ عرصہ ان میں رہے یہاں ہی کے نبی ہو کر

صدا ہے ہو کہ مسلمان سب کو شامل ہے اور یہ قطعاً سہمی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں، یعنی شریعہ کے کہ علم انبیاء کرام شہوں میں آس اور اسی جگہ میں جہود کے وہ جس اطلاق کی آمد وقت ہو کہ تبلیغ میں آسماں ہے۔ من نہیں میں من و تفریق یا پیمانہ ہے۔ نبی رسول اور مرسل کافرین یا باہیان ہے۔ بلا کہ۔ ہر رسول و مرسل نبی ضرور ہے تو یہ مگر ہر نبی اور رسول مرسل ہے، ماضی نہیں۔ **الاخفنا الملبا بالباسا والضر** اور اس عبارت سے پہلے ایک مختصری عبارت پڑھو ہے **فکنبوا** بخلاف نزلان لیرہ فیو الخف کے معنی پکڑنا ہیں میں مراد ہے پکڑنا۔ غم میں گرفتہ غم میں گرفتہ پکڑنا کہ پکڑنا مراد نہیں جیسا کہ اسکے مضمون سے ظاہر ہے۔ **الا تاملن مال المسلمان** ماکی لئی سے **بما اهلنا** اس سے مراد ہوں گے اہل کے لئے والے کافر یا کلمے۔ وہ نہیں مراد نہیں کہ فن پر تو عطا میں ہوتی ہیں۔ **بما ساہنا** ہے بوس سے یعنی مل و دشواری جاری ہو پس کما ما ہے جیتے ہی کی قطعاً سالی **الضر** حضور ہے حضور سے۔ معنی جلی آفت جیسے بیماریاں اول آزار ہیں اور فیجہ انہ ہوں کی اس سے ملو اور بھی تفسیر کی گئی ہیں۔ **لعلمہم بضر عون** اس فرمانِ مہلی میں مذکور ہے انکے ذکر ہے **لعن** آیت شکر کے لئے کہ وہ بخل تک و شہ سے پاک ہے اس لئے اس کے کام میں یہ گھر میں نعمت کے لئے آیت یعنی اس کے معنی شاید نہیں ہوتے بلکہ ہوتے ہیں۔ ہم کامرچ وہی پکڑا ہوئے نکلا ہیں۔

بضر عون اصل میں **بیتصر عون** کا مصدر تضرع ہے۔ معنی عاجزی و زاری کرنا تو یہ کہ کے معانی حاصل کرنے یعنی ان لوگوں کو مذکورہ جہوں میں مصیبتوں کا بھیجا ہوا ہے تاکہ یہ لوگ عاجزی سے اپنے گڑھ کو گھوڑا کر کے تضرع سے توبہ کریں۔ مومن ظلم اور پرہیزگار بن جائیں گے تاکہ انہیں مصیبتوں میں توبہ کرنا ہے **ثم بدلنا مکان السیتہ الحستہ** اس فرمانِ مہلی میں لہجہ ہے، اور ہر عذاب کا کہ ہے ہر عذاب پہلے عذاب سے سخت تر ہے اس لئے اس کا کہہ دیا گیا ہے ان دونوں قسم کے عذابوں کی ترتیب یہی ہے یعنی کہ ان پہلے مصیبتوں کے عذاب آتے ہیں پھر راحت ملے۔ نعمت کے عذاب خیال رہے کہ مصیبتوں کے بعد راحتوں کا آنا شکر کی طرف بلا آتے مگر جس کی عقل مہربانی گئی ہو وہ اس پر اللہ اتارا ہے۔ چونکہ یہ ہر تکلیف میں مصیبتوں کا عذاب یا نعمتی لئے میں تم فرمایا گیا ہے یہی مناسب ہے **سیتہ** سب سوا سے ہر ناکارہ چیز سوا کھائی ہے۔ جلی آفت ہو یا مل۔ اور ہر راحت طبیعت و عقل کو بھی جلی معلوم ہوتی ہے اس لئے اسے حس کہا جاتا ہے یعنی خوشنما نہیں۔ میں حس سے مراد ہے کہ رستی اور ذلتی مل و دولت کی فریادوں کی ہر وقت ہر وقت جس سے کہتے اور بلائے **لسا** یعنی بد فیو از **تسیر** نزلان **تبدلی** اور **تسیر** کافرین ہم بیان کر چکے ہیں کہ دولت کو بدنا تبدیل ہے یہ حالت و بیعت بدنا تھی۔ چونکہ ان پر پوری پوری تبدیلی ہوتی تھی اس لئے **لعیر** قاضی فرمایا بلکہ یہ لانا شکر اور اپنے خدا رحمتوں کے رشتہ سے قائم رہا ہے اور ذکر دی جاتی تھی یہ نہ ہو تھا کہ بعض تالیف میں اور بعض آراء میں اس لئے میں کلان سیتہ ارشاد ہوا ہے یہ بتا گیا کہ ہر تالیف کی، جہاں اس کی شد۔ راحت عطا کی گئی۔ غرضی کی جہاں سیری کر لئی کی۔ جائے اور ذلتی نیاری کی جائے۔ اور رستی توبہ کی جہاں اس اور فیو غرضیکہ مکان فرما سہ میں بہت سی چیزیں ہیں **حس** حضور ہے فرمانِ مہلی بدلنا کی آیت ہے یعنی انہیں یہ فتنیں چند دن یا چند ماہ کے لئے نہ دی گئیں بلکہ میں تک عطا ہو گئیں کہ وہ خوب پہلے پہلے بہت ہو گئے۔ عطا میں جن کے کہ ہے **عضو** مصدر **عفا** **مضروب** **بضر** سے ہے اس کے معنی اس زیادہ ہوا چاہتا ہے حد تک شکر میں

اعترافات پہ سلا اعتراض جس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی شریف تواری پر لوگ لولا سمیٹوں میں گر لدا ہوتے ہیں پکارا امتوں میں پھینک کر دینے جاتے ہیں۔ نبی تو رحمتوں کرتے ہیں نہ کہ مصیبتوں کر پکارتے۔ یہ سب کا مطلب کیا ہوا۔ جواب: اس اعتراض کا جواب ایسی تفسیر میں مگر دینا کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے۔ فکندہ ہے کہ لوگ جب انہیں حملات میں تہیب مذاب آتے ہیں تو انہیں نبی کی شریف تواری مذاب کا باعث نہیں بلکہ ان کا اعلان مذاب کا سبب ہے۔ دوسرا اعتراض: تو م مشیب اور کس حکم اسلام اور ہمارے حضور انور نبی میں مگر نبی کی شریف تواری پر یہ کوئی بات نہ ہوتی پکارے فرین علی کی عمر دست ہوا۔ جواب: اس آیت کے۔ میں تقدیر کیے بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ مذاب ہی انہوں نے بلکہ اسلام سے شروع ہوا۔ ہمارے حضور انور علیہ کے حلق ارشاد ہوا۔ **ماکان اللہ لعیذبہم و انت فیہم۔** تیسرا اعتراض: یہاں بدلنا ہے۔ **صکان المسینقا الحسنقا** کیوں فرمایا بدلنا کے ساتھ مکن فرماتے کی ضرورت نہ تھی جواب: تاکہ معلوم ہو کہ ہر مصیبت کے مقتل راحت عطا ہوگی۔ بیماری کے عوض حمد حق فریبی کے عوض بیماری اثرانی کے عوض اور زانی نعت کے عوض کثرت کوئی ایسی مصیبت نہ تھی جس کے عوض اس کے مقتل راحت نہ دی گئی یہ بات بغیر مکن فرماتے کے حاصل نہ ہوتی کوئی کہتا کہ ان پر مصیبتیں بھی رہیں اور اس میں۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے انہوں کو شیب کو اچانک پکڑ لیا ہے۔ بے خبری میں مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔ **ان لم یسکن رب مہلک القری بظلمہم و اهلہا غافلون** جس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مفلکوں کو پکڑ کر نہیں لرتا۔ ان دونوں آیتوں میں تضاد نہیں ہے۔ جواب: ہمساری نہیں کہ وہ آیت میں ان مفلکوں کو پکڑ کر لے لی ہے جن تک نبی کی تبلیغ نہ پہنچی ہو یہاں ہے جس اور بے شعور لوگوں کو پکڑ کر فرماتے کلا کہ سب سے علی اور بے حس میں یہ مفلک ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بیمار تو ہی ہوا نہیں ہی چیز کھائے دو بیماری بنتی ہے باطنی مزاج والے کی ہر غذا اظہم بنتی ہے مضر اور اس کی ساری غذا نہیں مضر بن جاتی ہیں۔ پھر اس پر بلا تہذیبی کے بہت میں ہر مٹا ہے شد کی کمی کے بہت میں شد ہی میں مفاصل و ہڈیوں انسان کی و اس میں نور صحتیں غفلت و گھبراہٹ ہے اگر قی ہیں کہ وہ انہیں مصلی انتقال چیزیں مانگے مگر مفاصل و مومس کے لئے ان میں سے ہر چیز اس کہ بیماری اور اعلیٰ و پر ہر نگاری کی زیادتی بخور رہی تھی ہے۔ حضرت صحابہ کرام اور بعض اولیاء مفلک پر بیماری آزاری میں غور کرتے تھے کہ بیماری کس قدر کی وجہ سے یہ آفت آئی اور ہر نعمت و راحت پر خوف کرتے تھے کہ کہیں یہ نعمت و سستی ظاہر نہ ہو۔ ایمان ہو کہ بیماری نیکوں کی جزا ہی تھی اور ہی گئی ہو۔ یہ سب بیماریوں سق آگے ظاہر نہیں دیکھتی اور سوتال کیفیت کی طرف توجہ نہیں۔ کہہ دل کی غفلت اللہ تعالیٰ کا سبب ہے۔ دیکھو قوم شیب علیہ اسلام کو رب تعالیٰ نے وہ قسم کی خبریں بھیجیں۔ اعلیٰ و باہیات اور مست و نعمت مگر وہ مفاصل ہی رہے۔ آخر کار پکڑا کہ وہ سب صوفیا فرماتے ہیں کہ کافر کی ہر آفت اچھا ہی ہوتی ہے خواہ حتی ہی مایات ظاہر ہو چکی ہوں کیونکہ وہ کسی مصلحت سے جانتا نہیں۔ کافر کی موت فحلت کی اچانک ہے اگرچہ وہ اس سال بیمار رہ کر مرے کہ وہ بیماری میں دو اور حکیم کی طرف ہی جاتا ہے اظہم اظہم سے مفاصل و کتاب مومس کی اچانک موت بھی فحلت نہیں کہ وہ ہر وقت بیمار ہے۔ بیماری اور چیز ہے بیماری کہہ لو۔ اس لئے یہاں بھگتتہ کے ساتھ لا۔ شہ و فرمایا صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی یہ آفتیں کے متعدد مختلف ہیں جو متعدد را

ذر حق پالی است چوں پالی رسید
راست می بند و بول آید پاید
ہوں یہ تمہے ذکر حق اور وصل
نہ پایدی نہ وٹے گل وہل

چوتھا قاعدہ ایمان تقویٰ کی: اس سے آسمانی نعمتیں بھی ملتی ہیں اور زمینی ظاہری نعمتیں بھی۔ یہ قاعدہ ابو سکان من
السماء والارض سے حاصل ہے۔ وہ پانچواں قاعدہ: نبی کو جھٹکا اور حقیقت اللہ تعالیٰ مفرشتوں تکوں سبھی کو جھٹکا
ہے۔ یہ قاعدہ کعبہ کے اہل حق سے حاصل ہوا یعنی انہوں نے سب کو جھٹکا ہے۔ چھٹا قاعدہ: بغیر جرم و قصور کے نہ آسمانی
کسی کو ظاہر نہیں دیتا اور جہد لگام سے جرم و معاصی فرماتا ہے۔ جب جرم حد سے زیادہ جائے تب پکڑا ہے۔ یہ قاعدہ دوسرا
کائنات ایک کعبہ سے حاصل ہوا۔ ساتواں قاعدہ: رب کریم ایک دو پارے کے جرم نہیں پکڑتا۔ عادی جرم کو پکڑتا ہے
جو اس کی مہربانی سے غلط قاعدہ اٹھاتا ہے۔ یہ قاعدہ تھوڑا ایک سو نواہن استمراری فرماتے سے حاصل ہوا۔ آٹھواں قاعدہ:
گناہوں کے بدلہ، نعمتیں ملنا ظاہر ہے۔ تقویٰ و طہارت پر نعمتیں حاصل ہوں اور رحمت الہی ہے۔ ایجہل کی دولت ظاہر
حقی حکم الہی کی دولت اللہ کی رحمت۔ یہاں ایک اور تقویٰ پر وحدت آسمانی و زمینی برکات عطا فرماتے کا حکم مری جگہ فلما
نصواما فکر وابہ فتحنا علیہم ابو اب حکل شیء ہوں سر کئی بہ ہر چیز کے درد و آگے کھینے کا کہ ہے۔ یہ برکات
رحمت ہیں۔ دوا روزہ کھانا ظاہر۔

اعترافات: یہ سلا اعتراف ہیں آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و تقویٰ سے زنجی و آسمانی برکتوں کے دروازے کھل
جاتے ہیں مگر دیکھا یہ جاہد ہے کہ اکثر مقلی مومن پریشان عمل رہتے ہیں۔ بد عمل گناہ مزے میں پھرتے آیت کیونکہ درست ہوئی۔
جو اب یہ اس اعتراف سے متاثر ہو جاتا ہے کہ یہ فرماں عالیٰ ان عذاب و آفتی مقبول کے لئے ہے کہ اگر وہاں کے پشیمان
ہجرت یا لڑائی کے طاقت کریں تو ان پر ہجرت ظاہر کے کہ تمہیں بتا دی ہو نہیں۔ یہ ہجرت کے لئے کئی قانون ہیں۔ وہ کہہ سوسی
علیہ السلام نے فرعون سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تو مومن مقلی بن جاوے تو رب تعالیٰ تجھے دروازہ عرسوت تک جو انی و سلطنت کھنڈے
گا ایمان و تقویٰ کے فوائد فرعون کے لئے تھے ہم سب کے لئے نہیں رب تعالیٰ اپنے نبیوں کی زبان کی حاجت رکھتا ہے وہ کہتے ہیں
رب کریمات **لو اقمہ علی اللہ لا یرہی** جو اب اہل تقویٰ کی پہلی تعمیر کی بنا پر ہے وہ مرسے یہ کہ بندہ اس امتحان میں
کامیاب ہو کر درجہ نبی علیہ السلام کے ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ مومن مقلی کو دیناوی تکلیف بھی آسمانی دینی برکتیں ہیں کہ وہ ظاہر کثرتی
ہوتی ہیں کرانہ پچاس مرتبہ۔

مسیحی ترقی تو از کرش الام کہ مبر
مگر حج است و لیکن عریت دارہ
حضرت امام مسیحی کی کہ باہر اسی مسیحیت میں کے لئے مذہبی و عقیقتیں تھیں ان چند روزہ مسیحیتوں سے آئیں۔ تو تانہ علی وہ تانہ
ایسی جا رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت میں ہمیں ہمارے گی۔ دو سر اعتراف: یہ برکت کے بلکہ فتحنا ہیں بار شہ
ہوا اعطینا یوں ت فرمایا اور فتحنا کے بعد عظیم یوں فرمایا ہم کیوں نہ فرمایا وہ فرمایا مومنوں کو۔ جو اب حکم ہے کہ جب
کوئی بڑے سے بڑا ہوئی تو کسی بڑے کے فائدہ کا۔ دوا روزہ پراکھوں دینا جاتا ہے کہ جتنا چاہے۔ وہ وہی حکم دوسرا استعمال ہوا

از زمین پر لطافت پڑ گئی برہمہ صرفت پر دلہ کن
 تکریم کنوں لوگوں۔ یہ دو ہونوں کا نام ہے کہ فلا ایم نے ان کی جان بد ملیں کہ وہ سے کھب کے خود کھاب کے قوی سے عزم
 لڑایا وہ رب تعالیٰ کی خدمت کا ہے صوفیہ فرہاتے ہیں کہ ہوسلی یہ لوگوں میں آہل پرش۔ دسب ہو اکی بھی ضرورت ہوتی
 ہے اور زنجی ملی قلعہ لنگھی کی ضرورت۔ ان دونوں سے تقدیس حاصل ہوتی ہیں یوں ہی امارے لیس کرنا اہل کی زمین
 ہیں۔ سوسہ جونی نگہ کر گیا تعالیٰ پرش میں دونوں کے ادب شری اہل کے کھیت لوہہ طریقت کے پڑ گئے ہیں بشریکہ
 اہل کی۔ امیں لیس۔

أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٥٦﴾

کیا ہیں مطمئن ہو گئے مسلمانوں والے کہ آئے ان کو عذاب پکارا رات میں عذاب کہ وہ سوتے ہوں
 کیا ہستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان پر پہلا عذاب آئے تو آئے جب وہ سوتے ہوں ۵ یا ہستیوں والے

أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ﴿٥٧﴾

کیا ہیں مطمئن ہو گئے مسلمانوں والے یہ کہ آئے ان کو عذاب پکارا صبح کہ وہ کھینچتے ہوں ۶ کیا ہیں وہ
 غیبی ڈرتے کہ ان پر پکارا عذاب دن پڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں کہا اللہ کی کھینچی

أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٥٨﴾

مطمئن ہو گئے اللہ کی تدبیر سے پس نہیں مطمئن ہوئے اللہ کی تدبیر سے سچو نقصان وال قوم ۷
 تدبیروں سے بے خبر ہیں۔ تو اللہ کی عقل تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے سچو تباہی والے ۸

عقل ان آیات کا پہلی آیات سے چند طرح عقل ہے۔ پہلا عقل: پہلی آیات میں گزشتہ کافروں کے عذابوں کا ذکر
 وہاب حضور خورے زندہ کے کفار کو لہذا ہی پکار سے زاریا جا رہے گویا انگوٹوں کے عذاب کے ہوا دیکھوں کہ عبرت دہلی جاری
 ہے۔ دوسرا عقل: پہلی آیات میں گزشتہ قوموں پر عذاب آئے گا ذکر کھاب اس عذاب کی وجہ کہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے
 بے خوفی اس ضمن، مگر وہ رب سے خوف کریں تیسرا عقل: پہلی آیات میں اللہ کے علقہ عذابوں کا ذکر وہاب
 ذمیت عذاب ہے کہ یہ خود ہی نہیں کہ ہم عذاب کی اطلاع دے کہ عذاب بھیجیں ہو سکتا ہے کہ رفت کی نیند تو دیر کے
 میل کو، کہ وقت سی عذاب اجاگات آتا ہے۔

تفسیر افأمن القوی ظاہر یہ ہے کہ یہ بظنیابہ لہذا اس کی حافظ میں بعض نے فرمایا کہ یہ قرآن عالی کی پوشیدہ
 عبارت ہے، مطلب ہے میں نے فرمایا کہ یہ اخذتہم بفتقہ مطلب ہے ان دونوں صورتوں میں حافظ چند مطلب کی
 سوال آیا؟ اللہ نے بے اختیار عذاب کے لئے لگا رہے ہے کہ قوی سے مراد وہ تہذیب و استیلا ہیں جو راتل قری سے
 مراد نہ رہا بلکہ شدہ قویں ان صورت میں یہ سوال کھب دلانے کے لئے ہے یعنی کیا ان ہستیوں کے ہشتہ مطلب ہو

کند تھے۔ اور وہ سکتا ہے کہ قری سے مراد کہ معلم اور اس کے آس پاس کی پشتیں ہیں جیسے خاکے رالغ وغیرہ جن کو منہر
 اور تبلیغ فرماتے تھے، اور ذک طاقت نہیں کرتے تھے یعنی کیلیہ واقعات سننے کے باوجود ان ہستیوں کے باشندے مطمئن ہیں۔
 یہاں نہیں کے مختلفہ پر مذاب آریا لیا سید لانا ہیا کے مختلفانہ پر مذاب نہ آئے گا لہذا اس جملہ کی دو قسمیں ہیں اسطی
 خانہ وغیرہ انہی تالیہ ہم بلکہ سنا بیاتنا۔ فرماں حال من کا منقول ہے یا اس سے پہلے سن پر شہود ہے بیاتنا میں آگاہم ہے
 اور لو نہیں طریقت سے ہو میتہ زلزلہ یا چتر سنا نا ہی سے تا ہو جلیا نا چہری اسباب کے وقت جیسے ہات ٹل وغیرہ ہے بلاکت اس وہ
 تکلیف ہو نہیں لاندہ بازا۔ اس وقت جگہ وہ میں مذاب کہ اس کہتے ہیں یہاں یہ ہی معنی مراد ہیں یہاں یا تا مصدر ہے تو یہاں
 وقت پر شہود ہے اور یہ بیاتنا با طرف ہے۔ لیکن ان کی شبہ جاتی کے وقت یا جانا اتبع ہے ہات کی۔ بمعنی ہاتھ تین تو یہ جاتی کے
 منقول ہم سے حال ہے یعنی اس حال میں اور وہ رات میں آرام کر رہے ہوں اسطی اور ہم نالغون۔ یہ عبارت جاتی کے
 منقول سے حال ہے اگر جانا بھی حال تھا تو یہ دو مرادیں ہیں یعنی حال تھا اور وہ سکتا ہے کہ جانا سے حال ہو تو مل شدہ لفظ
 ہے جیسا کہ علم نور و بخاروں پر پر شہود نہیں۔ خیال رہے کہ جیت وقت معنی شب گزارا کی اور چیز ہے اور سواد مرئی چیز۔
 لہذا ان دو لفظوں میں عمارتیں رات کو انسان بچہ وقت میں کھانا پیتا ہے بچہ وقت ہاتھیں کرتا ہے عمارت لوگ بچہ وہ
 بد معاشیں کرتے ہیں یہ س تمام شب گزارنے میں داخل ہیں بعض لوگ رات کو کوئی کی باتوں دیتے ہیں بعض سز کرتے ہیں
 مگر سوا چاہے ہی کام لایم ہے اگرچہ انسان دوہر میں بھی سوتا ہے مگر کوئی کوئی وہ بھی عارضی طور پر۔ نیزہ کامل وقت رات ہے
 جیسے بعض لوگ رات میں مزدوری کرتے ہیں مگر عارضی۔ معاش کمانے کا اصل وقت دن ہے۔ رب فرماتا ہے۔ **وجعلنا**
**النهار معاشا لئلا یسلنا من فرماتا نماہات ہی مولوں ہے اور امن اھن القری اس فرماں حال میں تصور کا اور مراد
 دکھایا گیا ہے جو کہ رات ترتیب تھا تصور میں لہذا یہاں لہذا تلی بچہ وقت اور شہد ہو یہاں بھی حال قری سے مراد ہے تاکہ ملا لک
 والے ہیں یا نہیں اجزی ہوئی نہ کوہ ہستیوں کے باشندے۔ اھن اسم جنس ہے جو ایک اور بہت سب پر پونا جاتا ہے اس
 عبارت میں بھی ہمزہ سوال کے لئے ہے اور سوال قیہ دلانے والا کھار غضب کے لئے۔ بعض قراء تو اس میں واؤ کے سکون سے
 تیبہ یح والفظ حرف مضعف ہے اور اس تصور دو چیزوں کو تردید کے ساتھ بیان فرماتا ہے انہی تالیہ ہم بلکہ سنا ضعیف ہم بھی
 یا تیمر اور ہستانی قریہ و من کر چکے ہیں۔ لہذا ہے شحوة سے شحوة کہتے ہیں سورج کی تیز روشنی کہ اس کی سیدھی شعاعوں و۔
 لب کلا۔ وہیں اس وقت کو شحوة کہتے ہیں۔ جب روشنی سورج کی تیز ہو جوسے اور شعاعیں سیدھی ہوتے ہیں۔ لہذا ہے شحوة سے شحوة
 اور ہمزہ معنی یہاں مراد ہیں یا بیان اسطی لہذا ان کا ہم بلکہ سنا ہے عبارت جالیہ ہم بلکہ سنا ہے شحوة سے شحوة ہے
 وہی لفظ ہے جن کو لہذا ہے باب لغب اور دو دونوں کے معنی ہیں کھیل کو گھمراں میں بچہ فرق ہے جو ہم ساتھ تیرا دہے جس عرس
 لڑتے ہیں کہ بیچارہ مشطہ کو لہو کہتے ہیں اور متصل وہ مشطہ کو لغب یا ر عس اس کے ہے لغبہ بمعنی غلغلہ یہاں لغب سے
 مراد یا تو ان کے کھانکے مشطہ ہیں قادی لہذا ہادو و ہمزہ میں مشغول ہو کر وہ رات فعل سے داخل ہو جاتے ہیں یا ان کے کلمہ
 عتہ کے مشغل مراد ہیں تو ان کے لئے ذیلو آخرت میں مضربیں۔ غلام یہ ہے کہ انسان کی پروردہ مخلقت کے دو وقت ہیں رات
 اور دوہر۔ رات میں سونا۔ دوہر میں لہذا ہادو اسی لئے کہ دو وقتوں کا کر لیکہ تصور یہ ہے کہ ہم ان پر حد اب اپنے وقتوں میں**

بھی جب کہ یہ بالکل مائل ہوں یا راست اور جب سو رہے ہوں یا دان چڑھے جب یہ اپنے کادو پار میں لگے ہوں چہ نگہ راست میں قریباً سب لوگ ایک ہی ٹھم کرتے ہیں یعنی سہ ماہی لے دیں ناموں ارشاد ہو اسم قابل کردن اور پھر میں گفتگ لوگ گفت نام کرتے ہیں بلکہ ایک تو ہی بھی کہہ کر کہے بھی کہہ اس کے لئے **یعلیون** مضارع ارشاد ہو اور جو چاہتا ہے اٹھا **منواصکر اللہ** یہ نازل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے خاص فطرت کو کہے کر کہے اللہ تعالیٰ معنی میں خلیفہ خیر کرم نام خود ہو اور جو کہ فریب کو کر کہا گیا ہے یہاں اللہ تعالیٰ معنی میں ہے فریاد **مکروا و مکر اللہ** آیت میں پہلا مکر معنی دھوکہ فریب ہے اور مکر معنی خلیفہ خیر ہے کہ اللہ تعالیٰ دھوکہ فریب سے پاک ہے۔ خاص یہ ہے کہ مکر کے معنی میں دھوکہ ہے بلکہ مکر ہے دھوکہ دینا ہے جب یہ ہے کہ کسی ہنڈے کا کسی کی نعمت سے دھوکہ کھائیے رب کی صفت کامل ہے بلکہ کالیج یہاں کرے مرزا ہوتا ہے تو ہی میں بڑا سب دیکھتے تو یہ پچھلے مضمون کی شرح ہے یا انہیں بلکہ خود کہتا کہ اللہ کے تعین و اظہار فرمائیے۔ اولاد مال آید اور اولاد میں ذمیل دیکھا ہے کہ عرصہ دراز تک کھڑا کلاہ کریں مگر خدا سب آئے فلا **یا من مکر اللہ العوالم الغصرون** یہ عبارت ایک پوشیدہ شریک کی جڑا ہے **اذا کان مستورا جمل من هذا** (روح البیان) اسی صورت میں یہ جڑا یہ ہے بعض نے فرمایا کہ یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت کی علت ہے تب نہ جلیب ہے یعنی یہ ظاہر ہے نہ خود لے لے ہیں کہ یہ اللہ کی ذمیل سے مطمئن ہیں چہ کہ لفظ قوم لفظ واحد ہے مگر معنی میں اس لئے اسکی صفت خاسرون میں ارشاد ہوئی۔ خدا اور نقصان کا فرق یہاں بیان کر چکے ہیں مگر ہر مومن اگرچہ نقصان پا کر کہے کہ اپنی زندگی کی تحسینی گزریں گا ہوں میں صرف کہتے مگر خند تعالیٰ خسار میں میں نوبت میں نہیں کہ اچھا ہے۔

خلاصہ تفسیر اسے لوگوں کو کہہ دو تو اس کی ہمت کے واقعات سن چکے تو کیا مہربانی باتیں والوں کو اللہ سے امن ہے کہ بارہو اس سے مطمئن ہیں کہ راست کے وقت جب وہ سو رہے ہوں تب ان پر خدا لعنہ اچانک آجائے یا جب یہ باتیں والے دن اور اپنے دنیاوی کاروبار اور باقی شغلات میں مشغول ہوں اور دن کو عذاب آئے نکلو ہم اور تم بھی نہ ہو تب انہیں ہمارا عذاب آ رہا ہے۔ کیا یہ لوگ ہماری خیر خواہی سے امن میں ہیں وہ ہماری ہی ہوئی نعمتوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا ہماری ذمیل سے ناہانز خاکہ و عمارت ہے ہیں یقیناً کہہ کہ ہماری خیروں سے امن میں اور ہم سے سب خوف وہی لوگ ہوتے ہیں جو بالکل خسار میں ہیں ابھی وقت ہے انھیں کھول لیں گذشتہ قوسوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ خیال رہے کہ بعض بندہ سودہ میں جو دن میں جاٹے ہوں تب بھی سوتے ہیں بعض خوش نصیب بندے وہ ہیں کہ جو راست میں سوتے ہوئے بھی بیدار رہے ہیں فریسیکہ آٹھ کی نیند اور پہل کا وہاں نہ ہو

فائدے کے جن آیات کر کہ سے چند فائدے حاصل ہو سکتے پہلا فائدہ خذل سے رب تعالیٰ کا خوف کل جہاں کے جلال کی حیرت جاتی رہنا کفر خاتمہ کی پہل اور عذاب الہی آیت کی علامت ہے یہ فائدہ الامن سے حاصل ہوا اس کے برعکس دل میں خوف خدا انشاء اللہ خاتمہ پائیے کہ نہ نور اللہ تعالیٰ کے خاص کرم کی علامت ہے جن حضرات سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ مغفرت فرمایا جیسے محزرت صحابہ کرام خصوصاً عشرہ مبشرہ کے دلوں میں خوف الہی وہ سبوں سے زیادہ تھا تب صدقہ پاکر کو رب تعالیٰ نے اتنی فرمایا کہ وہ یہ ہی عرض کرتے تھے ہی میرا ایسا ہے گا میرے پاس کوئی ٹیک عمل ہے ہی نہیں یہ ہے خوف خدا۔ رب تعالیٰ

اس خوف کا رد ہم کو بھی معاف فرمادے آمین! یہ خوف رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے دل بڑی محترم گریں نصیب ہو۔

ترجمہ پڑھنے کی توفیق دے دل مرنے سزا صدیق ۔

دوسرا فائدہ: باکثر اہل ابی لوگوں کی غفلت ہے، وقت آنے پہ سب نہیں اس کو ہمہ ممکن بھی میں ، کہ نہ وہ بیٹا تاکہ وہ
 نبی سے حاصل ہو، اسی فائدہ کا سوسن کمال نہ سوتے میں رب سے غافل ہو، آپ نے فرمایا کہ نہ فرمایا کہ نہ فرماتا کہ نہ
 اس کا حال یہ ہو، آپ نے کہ دل بہ یاد درست بہ کلمہ ہے، فائدہ **ثامنون اور یلمعون** کے ساتھ ہم فرماتے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ
 دونوں میریں کٹاؤنی طرف لوست رہی ہیں۔ چوتھا فائدہ: کافر کا یہ کام ابو صیب یعنی کھیل کو اپنے آپ کو وہاںوں روئے کٹاؤ
 ہو کر کھیل رہے ہیں، یہ کلمہ اس کے مشاغل کا نتیجہ ہے۔ سوسن کا یہ کام حتی کہ سونا یا آنا کھانا پیچھے بھی منبت ہے کہ اس کے نیچے
 اس کے لئے اچھے ہیں، یہ کلمہ اس کے مشاغل کو چھیننے کے باعث و تکلیف ہر چیز میں غور کرے کہ یہ کیوں آئی ہے، ہر اسی طرف
 سے مٹکر یعنی غیبہ بہرہ ہو، یہ فائدہ **فلا یامن مکر اللہ** سے حاصل ہوا ہے، بعض صحابہ اپنے زیادہ ان وہ دولت دیکھ کر
 روتے تھے کہ ہم کو یہ آرام کیوں ہے، یہ غفلت ہے، یہ اراد کی رب تعالیٰ نصیب کرے۔ چھٹا فائدہ: ان وہاںوں سے رب
 غفل ہے، مذہب نہ ہے، دوسرا فائدہ: یہاں ہم انہیں جی رہے سے خوف ہمیں سے فریب چاہئے کہ اس خاصہ پر ایسے غور و ارادہ
 اس سے امن عربتہ، بلکہ کفار کے حصول اور امن ہو، **ما کان اللہ لیبعدہم و انت فیہم** نیک ہے کہ
 ہم ان کا خدا بندہ ہیں، مگر پھر بھی ان ہی تو گوں پر عقاب ہے کہ یہ ہو کہ حدیث مطہرین کیوں ہو، کئے ان کھول سے ان
 نسبت کیوں اکل گئی، دیکھو حضرت انبیاء کریم اور بعض صحابہ سے دوسرا جنت ہو، مگر ان کے دلوں میں اس دوسرے کے بعد اور
 زیادہ خوف خدا ہو گیا تھا، پر ان میں سے سب خوف ہو چلا، سر حال کفر ہے یہ بہت خوب خیال میں رہی جیسے رب کے دوسرے
 عقیب اور پیچھے سے ہر اس سے ہے، خدائی چیز حضور ﷺ ہاں دیکھ کر بھی خوف کرتے تھے۔ یہ خوف فریب کا تقارب نہ دوسرے
 غفل کا رد ہے، ہرگز نہ قدم ساتھ اس فائدہ: چاہا کہ سوت خدا تعالیٰ کا مذہب ہے یہ فائدہ **وہم ثامنون اور یلمعون** سے
 حاصل ہوا ہے، چاہا کہ سوت وہ ہے جس کی پہلے سے تیاری نہ ہو، تیاری کا مشاہدہ ہو، دیکھو حضرت موسیٰ و سلیمان علیہم السلام کی
 وفات انہیں تیاری کے ہوئی۔ انھوں اس فائدہ: ہر چیز رب سے غافل کرے کہ وہ کھیل کر ہے یہ فائدہ **وہ یلمعون** سے حاصل
 ہو کہ رب تعالیٰ نے کفار کے ہر عمل کو کھیل کر فرمایا۔

اعترافات: پہلا اعتراف: **لو امن میں اگر وہ حافظ ہے تو خدائی قدر سے درست نہیں**، یہ کہ وہ حافظ ہے ہر
 اعتراف میں آسکتا، یہاں ہر جگہ ہے، ہر جگہ خدائی قدر سے صحیح میں ہے، ہر جگہ کے عطف میں ہر
 اعتراف کو اور حافظ جمع ہو سکتے ہیں۔ یہاں ہر جگہ خدائی قدر سے صحیح میں ہے، ہر جگہ کے عطف سے تفسیر دیکھو کہ اس وقت میں
 وہ اذیت جزم ہے، سب اس پر کوئی اعتراف میں کہ ہر حافظ ہے، یہ اعتراف ہی کہیں۔ دوسرا اعتراف: یہ بہت تو
 باطل ظاہر تھی کہ خدا کا مذہب اسی سے ہے، خوف تھے ہر اس کے پوچھے میں کیا نکلت ہے، رب تعالیٰ کو پچھنے سے ایک ہے کہ
 سب ہر پوچھتا ہے۔ جو اسد بھی تفسیر میں عرض کیا، اگر اس سوال کا مقصد یہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ بدوں کو تیسرا
 یہاں کفار پر انکار صوبہ سولی کے سوت مشہور ہوتے ہیں۔ تیسرا اعتراف: **باکر ماں**، دوسرا سخن کفار، کہ سے سے تو ان۔

عذاب آسماکنی نہیں دودھ حتی ہو پختہ کھو اس کا نہیں تھا پھر اس میں پر عجب کیوں فرمایا کیا اللہ چاہا اس کے دودھ سے چوبابہ یعنی پر تپ میں لگد اس کو رہے توئی پر عجب ہے جیسا کہ ابھی تو اس میں عرض کیا گیا کہ رب تعالیٰ کے دودھ کے بارہواں سے جو عذوبہ جوف چاہتے۔ رب تعالیٰ کے دودھ پر جو دوسرے اور تین خود چاہتے مگر بے خوفی نہ چاہتے۔

مسئلہ: خوف خدا کی چند صورتیں ہیں اس کی بجز کا خوف ہے ہم انسانوں کو ہے حضرت انبیاء و صلحاء کو لایا، اس سے بری چیز جن سے دودھ منقرت ہو پختہ رب دودھ مخالف کا خوف یہ کھر ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت نے ہر مذہب کو چاہتے لگد بتوارجہ یعنی یہی رحمت زیادہ۔ لگد کا خوف کھر صراطِ سلیبی کہ عمل اس کے خلاف ہو یہ محض بے گناہ ہے یہ خوف تو شیطان کو ہی ہے اس نے کہا تھا **انصاف اللہ** مگر اس زبانی خوف سے دوسرے میں ہو گیا۔ جو تھا **اعتراض** یہاں عذاب کے لئے دو وقت ہی کیوں مترو فرمائے گئے۔ سونے کا وقت رات میں وہ پھر کلا وقت دن میں کیا اور وقت عذاب نہیں آسکتا جو اسبہ اس لئے کہ یہ وقت عموماً خلقت کے ہوتے ہیں اور خلقت میں عذاب بہت سخت عموماً ہو گیا ہے۔ کوشش آئے وقت پہلا ہوں اور تڑپوں وغیرہ کی خبریں پہلے سے دے رہی ہیں کہ خلقت سے معلوم ہو رہا ہے کہ رزق یا سبب آئے وقت ہے اگر لوگ چہری کر لیں پہلا کلا نظام کر لیں ہوں یہ سمجھتیں زیادہ شارانہ ہوں پہا سچوال **اعتراض** لگد عقلی کھو غیرو سے پاک ہے کہ یہ توہ ترین مہیب ہے پھر یہی کھو لگد کیوں فرمایا۔ جو اسبہ اس کا اسبہ بہت پہلے تفصیل سے پہلے پارہ میں **ياضعون اللہ فی قلوبہم** میں کر رہا کہ ہوں جسکی آیات میں مکر۔ معنی مکر کا خوف نہیں ہو تا لگد۔ معنی عقیدہ صحیح ہو گیا ہے کہ بدو جرم کرے اس کو نصیحت نہیں یا اس کی بجز نہ ہو صلت ہے یہ مہیب نہیں لگد مہیب دلوں کی بجز ہے۔

تفسیر صحیحاً **فانہ** بے غافل کا زکی زندگی کا ظاہر ہے کھلا کھینا کھلا کھلا اس کی زندگی ایک شعریں مذکور ہے۔

کیا کہیں انبیب کیا کھر لیاں کر گئے فیہاے کیا لکر ہوئے فاقن علی اور مر گئے یہ زندگی لگد لگد ہے۔ کھت سے زما صرت سے چھوڑنا اس کی زندگی ہے انہیں مہیب کھن آیت میں ذکر ہے۔ رات میں **سوغوہہ ناموونہ** میں کھینو وہیلعبون۔

دن لو میں کھو تھے شب نیند ہر سونا تھے
خوف خدا شرم لیا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

جب انسان حد سے آگے پہنچتا ہے تو اس میں خود تعالیٰ سے بے خوفی پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ کی ہی دہلی داخل سے ملا تھی۔ لگد ہے وہ اس داخل میں اور زیادہ کھو کر آئے اس کا کھر ہے **فلا یامن معکوا اللعالماتو الخسروونہ** یہ مرض سلطان ہو گیا، وہ اس صلت کو برے کھوں میں صرف کر گیا ہے ایسے لوگ باگل خرابی میں رہتے ہیں۔ سو فناء فرماتے ہیں کہ انہیں اس آخرت کی پہا سلی کھو۔ یہ پسند نہیں ہے خوفی آخرت کا خوف ہے دنیا کا کھن سکون آخرت کی بے گناہی ہے قراری ہے اس نے بر کھن دنیا میں خوف آخرت میں بے خوفی کھو رہا ہے دنیا میں دل کی بے قراری آخرت کا قرار ہے دنیا میں خوف سے دنیا آخرت میں پہننے کھو رہا ہے۔ سو لگد لگد ہے۔

چر جس بر گریہ آخر خندہ کھت سو آخر میں مہابک ہندہ کھت

ہر دوسرے کے لیے اثناء اللہ بننا شروع ہوئے۔ سہارک سے دو دفعہ دو اہمیاں پر نظر رکھے جیسے پہلی کا دو ماہوں کے سبزہ کا پیش خیر۔
 نہ ایسے ہی خوف خدا، خشق رسول میں رو ماہوں اعلان کے تعلق نے کا پیش خیر ہو گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان آجرات میں
 رہنے والے کے شہدہ روز کی زندگی میں کی حلالہ کھائی ہے کہ راست میں سونگہاں میں کھیلان کی زندگی ہے اسے مسلمان تہوی
 زندگی لکھا نہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ سونگہاں میں تمہیں قسم کا ہے۔ آگہ کا سونگہاں کا سونگہاں سے قسمت کا سونگہاں کے متعلق
 جاننا بھی تمہیں طرح کا ہے۔ آگہ کا سونگہاں کا سونگہاں سے قسمت کا سونگہاں کے والے بھی تمہیں طرح کے ہیں۔ آگہ کو چنگلے
 والے تمہیں ہیں۔ سورج کا طلوع اوقات میں خاص تکلیف جو سولے نوسے کسی ہیروار کی آوازوں دل دنگلے لائی بھی تمہیں تمہیں
 ہیں۔ دنیوی مصیبتوں تکلیف کسی جانگے دل والے کی صحبت یا اللہ کی رحمت کہ انسان پیدا لئی دل کا پیدا ہو جیسے حضرت
 زاید پھر یہ کہ چار برس کی عمر میں آپ چولہے میں آگ پلٹے دیکھ کر روٹی چھین کر کہیں میں وہ نکلانہ ہوں جس سے اولاً آگ
 روشن کی جاتی ہے تقدیر چنگلے والی ایک نور صرف ایک چیز ہے یعنی اللہ کے صیحب کی نگاہ کریم آسمان کا سورج سوتی آگہ بگاتا
 ہے نبوت کے آسمان کا سورج (شہاد) سوتی اللہ پر چنگلے ہیں۔

مری کبھی ہوئی حالت کا ۱۱ مری سوتی ہوئی قسمت بگا ۱۱

یہ تو سورج و فلک کے سونے میں فرق ہے۔ وہی ہیرواری اس میں بھی فرق ہے کہ کار کی ہیرواری کے ساتھ اعلیٰ حالت میں
 لدا اضروا یہ سکار ہیں اور مومن کے ساتھ کام مہلات ہیں مفید ہیں۔ بلاذ کے ساتھ اور ماہیڑا کے ہونے بلاذ نہیں بنتے
 جو بے پہلو چھانے کا کوشش کھاتے پتار ہو جائے جب اس کے تقدیر پائی پڑتا ہے اور ہر صحتی جو ہے میں وہ کر آگ اڑ کر تھی ہے تو
 اس کا پہلا پلاؤ ہوتا ہے۔ یوں ہی مومن کے اعمال میں انجام رسول کاپالی پڑتا ہے اور حقیق رسول کی آگ جوں میں روشن ہے وہ
 اڑ کر تھی ہے تو وہاں اعمال مہلات میں ملتے ہیں اور مفید آگ جو وہ کر تا شہد کھائی ہے کہ وہ دیکھ میں مسلمان چولہے میں آگ۔ یوں
 حقیق رسول کی آگ اعلیٰ سے دورہ کر رہا کھائی ہے کہ اعصابہ دن میں اعلیٰ اور دل میں سوز گداز ہوتے ہیں۔ صوفیاء
 فرماتے ہیں کہ ہر فعلی چیز عمیل کو ہے نور، جانی رہنے والی چیز کو ہر بے مثل ہے نفسانی چیزیں قتل ہیں، روحانی چیزیں جانی۔ وہ
 فعلی ہراری زندگی کے ہر شعبہ کہ روپائی بنانے آئیں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ تَوَسَّوْا اَصْنَافَهُمْ

اور کیا نہ ساہری کی ان لوگوں کی جو وارث ہوتے ہیں زمین کے جیسے اس کے ماحول کے یہ کہ اگر ہم
 اور کیا وہ جو زمین کے ماحول کے بعد اس کے وارث ہوتے ہیں انہی اپنی بات نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں

بِذُنُوْبِهِمْ وَتَطَبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ

چاہیں جو چاہیں ہم ان پر جو گزروں کے دیکھ اور نہہر گروں اور کھیلوں کے آگے جس وہ نہ سنتے ہوں
 ان کے گناہوں پر آفت پہنچاویں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دے گی کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

و تطبیح علی قلوبہم اس عبارت کی نوعی ترمیمیں بہت ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ جملہ مستتر ہے نیاہ اور اس فلوذا
 لہذا ہے اس صورت میں فہم لایسمعون معطوف ہے اصحابہم پر اور ہو سکتا ہے کہ و تطبیح سے لے کر
 لایسمعون تک ایک ہی جملہ ہو۔ یہ مستتر نہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ جملہ ان لو نشاہر معطوف ہے اور یہود
 قائل ہے (تفسیر خازن و روح البانی) فرضیکہ اس کی تین تفسیریں ہیں اور تین ترمیمیں۔ تطبیح تطاہر ہے۔ معنی
 پچھتاہم رکنا اس کی تفسیر ہم پہلے پارہ میں ختم اللہ علی قلوبہم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ تطبیح انعم اور ان میں
 قدرے فرق ہے۔ کفار کے لئے قرآن مجید میں یہ تین الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ فہم لایسمعون اس کی نوعی ترمیمیں
 ایسی بھی عرض کی جا چکی ہیں۔ اس مسئلے کے متعلق ہیں۔ آسان معنی یہ ہیں کہ ہم ان کفار کے دلوں پر کھو غلط اور غفلت کی
 مراد ہے جس میں فدا لوگ مذکورہ اصطلاح آپ کی تخلیق کو مستثنیٰ نہیں مگر ان کی بدولت ہی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ آپ ان
 کے دل پر ہتھ پڑنے سے فہم کریں۔

خلاصہ تفسیر: ہم ایسی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ ہم آسان اور واضح تفسیر عرض
 کرتے ہیں یہ کفار کو نشانہ لاکر شدہ اور فحش شدہ لوگوں کی امتیاز و مکملت کے وارث بن کر انہیں استعمال کرتے ہیں۔ یہ انہیں
 یہ دل پر ہتھ پڑنے کی کہ اگر ہم انہیں تو کفر کی گارڈی طرح جو ان کے مورث تھے جن کی ذمہ داریوں میں آتے ہیں انہیں بھی اقلت میں دیکھا
 کہ ان میں ہر عذاب مثل فریادوں کے ہلی اور حسرتی گناہوں کی بدولت سے معنی ان کے کھو غلطی کی بدولت سے یہ کہ نہ کہ کچھلی تفسیر
 بھی کھو غلطی کی بدولت سے ہی ہوا کہ ان کی تفسیر یہ بھی انہی پاروں میں دیکھا ہے اسے محبوب غلطیوں کے کفر کی بدولت سے ان کے
 دلوں پر غفلت کی مراد ہے جس میں اس لئے وہ ان مذکورہ غلطیوں کی انتہی آپ کے فریاد قبول کے کان سے مستثنیٰ نہیں لڑا ان
 کے کفار رہنے پر فہم کریں۔ آپ کی تخلیق میں کوئی کوتاہی نہیں۔ قصور ان کے اپنے لہو رہے۔

فائدے سے جس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ جو حرمہ جانیوں مکملت سے عبرت پکڑنا
 ضروری ہے کہ جیسے یہ چیزیں ہمارے مورثوں کے پاس نہ رہیں ان کے بعد ہم ہلکے ہو گئے ایسے ہی ہمارے پاس نہ رہیں گی۔
 ہمارے بعد کوئی اور ہلکے ہو گا تاکہ دل میں خود اور غفلت پیدا نہ ہو۔

چنانکہ دست بردار آہ است ملک بما دست و گروں ہم چہلی بخوردت
 حکایت: ایک شخص شیر کی کھلی کی پوستیں پینے ہوئے بہت خرابے آگرا ہو اور ہاتھ ایک لٹہ والے نے کہا کہ جب یہ کھلی
 اس کے جسم پر نہ رہی جس کی کھلی ہے تو جسے جسم پر کیسے وہ جب اس کی حالت میں چر کر کھلی اتر آئے یہ فائدہ دینے والوں سے
 حاصل ہوا اور سرفراہ ہندو سوں کی موت سے عبرت لے لے کر برابر گناہوں میں مشغول رہنا۔ غفلت دل کی علامت ہے۔ یہ
 غفلت ہی تمام گناہوں کی اصل ہے اس لئے زیارت خود سنت ہے کہ ذکر عبرت پکڑے۔

جانے کہ گروہ میں دیکھو جب صورت کے حال کیسے کیسے ۴ دلوں ۱۰ رہے ہیں پامیل
 کیسے جس کی قبر پر انہوں کی ہڈی ہے ۱۰ پامیل ۱۰ جان ۱۰ نزاکت کھلی کھی
 یہ فائدہ بھی اولم یہ ہند کے قہم ہالے سال سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ مذکورہ ہر وقت اپنی جان اپنے ایمان بلکہ اپنے ہر

حال کو لفظ کے بعد میں جانتے ہو جب چاہے ہم سے وہ نہیں لے۔ ہم کسی چیز کے اصل مالک نہیں یہ تمام چیزیں ہمارے پاس عارضی ہیں یہ قائمانہ لو نہ شاہ سے حاصل ہوں جو تھا قافلوں کی مخالفت اللہ کاسب سے بلا خدا ہے۔ یہ ہر اول اللہ کی رحمت ہے تاکہ وہ نفع علی قلوبہم سے حاصل ہو اسے پچھال قافلوں کے ہمارے ظاہری اعضا اور ان کی قوسوں کی تابع ہیں جس سے وہی رحمت ہو اس کی بات ہمیں طرح سن جاتی ہے اسے رحمت سے دیکھا جاتا ہے مگر جس سے وہی رحمت ہو اس کی بات کان سننے نہیں قبول کاسنتا ہے انہیں اللہ سے رخصتی نہیں اس کی طرف پاؤں رحمت سے چلنے نہیں۔ یہ تاکہ وہ فہم لایسمعون سے حاصل ہو۔ چھٹا قافلوں جس سننے دیکھنے کے ساتھ قبول اور عمل نہ ہو وہ سننا دیکھنا درحقیقت نہ تو سنتا ہے نہ دیکھتا دیکھو رب نفل نے ان سننے والے کو جو سرے نہ تھے فرمایا لایسمعون لکن اہل کیس ارضو ہونک لا تسمع الموتی و فریب وہی موتی سے مراد یہی لوگ کے مراد ہیں اور اللہ سے مراد قبول کا نمانہ یہ آیت ان کی بات کی تفسیر ہے فرمایا ہے صمد حکم عمی فہم لایرجمون اس کی مفصل بحث پہلے پارے کی تفسیر میں اس آیت صمد حکم کا تحت دیکھو۔

اعتراف اصلت پہلا اعتراف جن قوموں پر عذاب آیا ان کی بہتیں بھی آؤ نہ ہو ہمیں وہاں رہنا ہے بلکہ وہاں ٹھہرنا بھی کو جائز نہ ہو انہیں ان بہتوں کے متعلق بیوقوفوں کیوں مراد ہو ان زمینوں کو کوئی وارث ہو ہی نہیں۔ جو اس وقت تھی یہ ہے کہ یہاں عذاب کہہ کے لفظ سے مراد وارث سے مراد ہے ان کے باپ دلوں کی موت کے بعد ان کا ان کی جائیدادوں کا وارث ہو گا انہیں ہر جگہ مقصد ہے کہ ان ملکات عمارت کو دیکھ کر حیرت مٹی چاہتے اپنی موت پر غور رکھنی چاہتے اس صورت میں آیت بالکل ظاہر ہے اور اگر یہاں شدہ قوموں کی زمینیں مراد ہوں تو بھی ہو سکتے ہیں کہ فرعونوں کو مصر سے نکال کر ہلاک کیا ان کی زمینیں عمارت مانگ وراثت نبی اسرائیل کو دیا۔ رب فرمایا ہے واورثنا ما بنی اسرائیل نیز قوم نوح طوفان سے ہلاک ہوئی ان کی زمین کشی دلوں نے مٹی سے اتر کر استعمال کی اگر قوم پر عذاب ان کی بہتیں پر تو ہے اور وہ عذاب ہر طرح عذاب ہو کسی طرح کسی کے لئے رحمت نہ ہو اور عذاب بھی نہیں آسانی ہو سبب وہ حکم ہے جو مستحق نے کیا ہے جو قوم خود مادی بہتیں جو اب تک آؤ نہ ہو نہیں لفظ آیت صمد ہے اس پر کوئی اعتراف نہیں۔ اور سر اعتراف جن زمینوں کیوں مراد ہو ان کی صرف وارثوں کو ہی حیرت مٹی چاہتے وہ سوں کو نہیں۔ حیرت تو سب کو ہی مٹی چاہتے جو اس وقت ہر حال وراثت سے مراد تھی اور وراثت مراد ہے تب تو اس کو لفظ اس لئے فرمایا کہ وراثت لوگ ہر وقت میراث کمال و متاع دیکھتے اور رستے ہیں ہر وقت وہ چلنے کے سامنے رہتی ہے انہیں حیرت کا وہ کہتے ہیں کہ اس لئے خصوصیت سے اس کو لفظ فرمایا اور وراثت سے مراد تو ہی وراثت ہے یعنی کسی کی چیز پر اس کے بعد وہ سوں کا لفظ کہتے ہیں مطلب ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں وراثت لغوی معنی میں بہت جگہ استعمال ہوا ہے۔ رب فرمایا ہے واورثنا الارض نقبوا من الجنة حیرت شاہ لور فرمایا ہے واورثکم دیارہم و اموالہم اپنے حقیق فرمایا ہے نحن الوارثون میرا اعتراف یہی ہے اللہ نے جو قوموں سے رحمت نہیں کیے تھے ان کے پہلے مفصل پر ہم نہیں آتے نہ وہ مراد مفصل وہ بھی نفل آتے ہے اھل الصراط المستقیم اور بھی امام سے ہے یہی بھدی اللہ ہی قوم اور بھی اللہ سے

اور تلو ہو اللہ جامع حکم رسول، امدار شہزادہ، ان نبوتوں میں حضور کی جھانک تھی۔ حضور کی قسم نبوت میں وحدت سنا ہو سخی ہے۔ چنانچہ میں حضور نے سورج میں وحدت، حضور نبوت کے سورج ہیں۔ ولایت سے مراد ان لوگوں کے 'مجلتات' ہیں جو ان کے دل کا نقل نبوت اس سے لازم ہے نہیں کہ ہر نبی کے پاس صرف ایک دلیل یا ایک مجرہ ہو مطلب ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی دلیل اپنے مجرہات لائے تھے، کہا جاتا ہے:

ان لوگوں نے اپنے اپنے مذکورے فروات کر دیے یا یہ کہ **الفصلو الیہدیکم** اپنے اپنے ہاتھ دھو لیے مطلب نہیں کہ ہر ایک نے ایک گھوڑا فرمایا یا ایک ایک ہاتھ دھو کر (یعنی) انہیں رہے کہ قسم نبی اور دشمن دلیلیں لے کر آئے۔ یا سناست اسی لئے اور شہزادہ ہمارے نبی خود دلیل بن کر آئے حضور کے لئے فرمایا کہ **قد جامع حکم برہمان من ربکم** دلیل انکار اور دلیل بن کر آنا میں بڑا فرق ہے۔ حضور آنکھوں والوں کے لئے تو رہیں **قد جامع حکم من اللہ** حضور نور دل والوں کے لئے دلیل۔ آنکھ کو نور دکھاتا ہے دل کو دلیل بتاتی ہے، **فما کانوا الیہ سوا ما کان ذیو امن قبل** اس جملہ کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں، (۱) عالم ارواح میں مشق کے دن وہ لوگ جس چیز کو دل سے جھٹکنا چاہتے تھے کہ صرف زبان سے بولتے تھے کہ **اقرار کر لیا تھا** ان سے انکار کیا تھا، اسے تفسیر ہے، بن کر نہ مانے بلکہ اسی انکار پر قائم رہے۔ حضرت ابن عباس اور مسدئی کا یہی قول ہے۔ اس فریاد کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں رب تعالیٰ نے قسم تو لوگوں سے اپنی توحید کا قراؤن واسطہ لیا۔ استبرک سے نہ زبان سے تالی کہا کرتے تھے، صرف زبان سے کسی نے دل سے پھر حضور کی نبوت کا خود واسطہ لیا، انہوں نے کہا کہ سب کے ساتھ نبیوں سے حضور کا اقرار کرنا **واخذ اللہ میثاق النبین** یہ عہد بنے دیکھا بعض دوسرے جوش ہو گئے، بعض سند سے جل گئے۔ پہلی قسم کے لوگ دنیا میں مومن ہوں گے دوسری قسم کے کافر۔ یہاں دوسری قسم کا ذکر ہے (۲) اگر ہم ان لوگوں کو دو بارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیجے، دیتے تھے، وہ اس چیز کو نہ ماننے سے پہلے دنیا میں جھٹکنا چاہتے تھے یہ تفسیر مجاہد کی ہے (۳) جس چیز کو یہ لوگ علم اہلی میں جھٹکنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آچکا تھا کہ یہ لوگ اسے جھٹکنا چاہتے تھے لیکن اللہ والے نہ تھے۔ انہیں کسب کی یہ تفسیر ہے (عائشان)۔ (۴) نبیوں کے مجرہات دیکھنے سے پہلے جس چیز کو جھٹکنا چاہتے تھے اسے مجرہات دیکھنے کے بعد بھی نہ ماننے (۵) انبیاء کرام کی تشریف آوری کے بعد بھی نہ ماننے جھٹکنا چاہتے تھے (۶) انبیاء کرام کی تشریف آوری پر پہلے دن جس کا انکار کرنا چاہتے تھے آخر تک اسے نہ ماننے جھٹکنا چاہتے تھے (۷) ایک نبی کی تبلیغ کے بعد جس کا انکار کرنا چاہتے تھے اسے بہت سے انبیاء کرام کی تبلیغ کے بعد جھٹکنا چاہتے تھے۔ آخر تک ایمان نہ آئے۔ چوتھی تفسیر قوی ہے اور اس فریاد میں اللہ کے **کذلک یطیع اللہ علی قلوب الکافرین** کا لفظ سے اشارہ نہیں نہ کہ وہ واقعات کی طرف ہے اور ان کافرین سے مراد ان حضور ﷺ کے زمانہ کے کفار ہیں جن کا صبر مرنا ظالم الہی میں آچکا تھا یا ناقصت ایسے کافر جو ظلم الہی میں کافر مریں گے یعنی جیسے گزشتہ کفار کے دلوں پر ہم نے مکر کر دی تھی کہ انہیں دوسروں کی تبلیغ مفید نہ ہو، ہم آپ کے ہم زمانہ کفار یا ناقصت کفار کے دلوں پر مکر کرتے ہیں گے کہ وہ بھی مجرہات دیکھ کر سن کر ایمان میں لائیں گے (یعنی) انہیں ان وجود سے **علی قلوبہم** میں فرمایا **لک علی قلوب الکافرین** فرمایا **وما وجدنا الا اکثرہم من مراب۔ اکثرہم** میں ہم سے مراد ان کافر تھے کفار ہیں یا حضور کے زمانہ کے کفار۔ عہد سے مراد یہ تو خود

اور مردوں میں ہے اور شیطان کے دن رب نے ان سے لیا تھا یا وہ دوسرے مرد ہے جو یہ لوگ صحبت میں جنس جانتے ہیں رب سے کرتے تھے کہ خدا کو اگر تو نے ہم کو اس پر نجات دے دے تو ہم تیرے نبی پر ایمان لائیں گے لکن انہما من ہنہ لئسکو نین من المشاکو رین، تاکہ ہم لوگ یہ مرد یا وہی کرتے تھے اس لئے لاکثیر ہم را شرکوا لہ عمد سے پہلے اظہار میں دے یعنی ہم نے سب سے کنار میں دہا عمد۔ پچھلایض ضمرین نے فرمایا کہ عمد سے مراد تہ قرانی کا عمد ہے جو اس لئے وہ نہیں لوگوں سے لیا اس طرح کہ ان میں نبی اور ان کے مہجرات تھے۔ ان کو ایمان و تقویٰ کا حکم دیا مگر یہ نبی تھے نبی سے (اسلام) اور ان کو سبنا اکثر ہم لغاصقین۔ یا جملہ ہے لکن لو لو لہذا انہی ہے ان اصل میں انما اللہ تودد کر کے ان کا شکر کرنا یا حق دہی میں اس صورت میں لغاصقین میں لام ناقص ہے۔ بعض ضمرین سے فرمایا کہ کہ ان بتاریہ، یعنی انابت و مطنی اکثر ہم میں ہم سے مراد سارے انسان ہیں یا اگر شدت انہیں مکار مرد نہیں کہ کفار تو سارے ہی غاصق ہوتے ہیں نہ کہ ایمانی ہم نے سب سے انہوں کو اگر شدت معنی میں سب سے کہ ہم ہی پچھلایا ہم نے ان میں سے سب کو نہ لیا مگر کلا غاصق بنابت فقی سے، معنی اطاعت سے اٹھل جانا یا ظہرین ہو جانا ہے۔ لکن اصطلاحی معنی اور فقی کے اقسام اور ہر قسم کے اہل بیت یا یہ کی تفسیر میں عرض نہ کیے۔ فقی تنقیح اس کا اور فقی تہود میں تنقیح میں بیخلفی ہے۔

خلاصہ تفسیر: محبوب تمام ان مذکورہ دنیا یا نبی بستیوں کی خبریں ہم بطور قصہ آپ کو سنتے ہیں تاکہ آپ کو تسکین دیا اور تاکہ آپ ان لوگوں کو سنا میں دہا اپنے حالات درست کریں ان کے قصوں سے عبرت چکریں ان سب کے پاس انبیاء کرام مہجرات و اولاد انہما دہ فرمایا تاکہ پچھلے مکران لوگوں کا چہ حل تھا کہ مولیٰ سے انہوں نے نبیوں کو چھٹا ہوا پھر آخر تک جملہ حالت ہی سب پھر ایمان نہ لے۔ لیکن مادہ کہے ان کے دلوں پر تو اللہ نے مہر کوئی تھی ہر لوگ ظلم ان میں خاطر ہو چکے کہ ان پر ایمان لایا گیا تھیں یہ ان کے مقدر میں اعلیٰ ہر مہر نہیں ہے ان کے دلوں پر لکن قرانی ہی مولانا ہے نہ وہ مہجرات سکتے ہے نہ وہ ایمان لاسکتے ہیں ان میں سے اکثر لوگوں میں ہم نے دوسرے فانی میں جانی جو ہم سے وعدے کر گئے تھے وہ پورے نہ کئے اور یہ صحبت میں جنس کر لیتے ہیں وہ پورے نہیں کرتے۔ دیکھا انہ سے قصوڑے ہیں بے وقار اور۔ ہم نے ان میں سے اکثر کو اس دن ناری میں پالنا لہ۔ محبوب آپ ان کی سبہ و ظلم پر غور نہ ہوں۔

فانکہ سننے میں آیت کریمہ چند قاعدہ حاصل ہوئے۔ پہلا قاعدہ حضور چھاپا آپ قرانی کے ایسے محبوب بندے ہیں اور وہ حضور کے دل کی تسکین کے لئے لگژتہ فرسوں کے قہے ساتھ ہے ان قصوں سے حضور کا مہر تندر کمال ملنا ہے یہ قاعدہ نقص علیہک سے حاصل ہے اور صرف قاعدہ تاکہ چہ سادہ قرآن حضور پر ارتداد اور حضور نے سادہ ہی است کو پچھلایا مگر آیات کے مقدمہ مختلف ہیں بعض آیات مقدمہ حضور ہیں۔ امت حضور کی قطعی بعض آیات مقدمہ سو میں ہیں۔ حضور اور سب ان میں عمل قرار نہیں ہم فرمودہ۔ نماز ہے جب تک کہ مسلمانوں کے لئے ہمیں حضور نے انہیں پیش کردہ کرانہیں صحبت یعنی ہے۔ ذوق سہرا شکی آیات امت کے لئے ہیں۔ حضور اور یہ نہ ذوق ہے نہ میراث کے اتمام نماز تہ حضور کے لئے ہے کہ آپ یہ فرض سے فتح جدیدہ نافلتہ لک۔ مسلمان حضور کی تعظیم پر ہیں۔ کہہ کا قبلہ بنا حضور کی خاطر ہے مسلمان حضور کی خاطر ان سے قاعدہ دہا میں یوں ہی اگر شدت میں یوں قوموں کے کہ صحبت آیات حضور کی خاطر ہیں کہ آپ کے

کرتے کہ نذر ابھی ایک طرح کا وعدہ ہے۔ رب فرماتا ہے: **وَلْيُؤْمِنُوا بِنُورِهِمْ**

اعترافات: پہلا اعتراف یہی آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے بعض ملامت حضور پروردگار ﷺ بتائے ہیں۔ دیکھو یہاں ارشاد ہوا **لَمَنْ اٰتٰنٰهَا مَكْرَهُوْا سِرِّيْ** جبکہ ارشاد ہے **كَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبِیَآءٍ** **الرَّوْسِلِ** ہم تو کو سارے نبیوں کی خبریں سناتے ہیں۔ آجوں میں انھار ضعیف ہے ان میں سے کون ہی بات درست ہے۔ جو آپ ﷺ یہاں آیت میں قرآن مجید میں صراحتاً بیان فرماتے گا کہ ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں قرآن مجید کے علاوہ ساری قسم کی وحی میں مشرف نہ جانے گا کہ ہے یا قرآن مجید میں اصلاً "مشاورہ" بتائے گا کہ ہے لہذا انہوں نے تین بار درست ہیں۔ دو سراسر **اعتراف** یہی **نقص** کے ساتھ **علیہم** کیوں ارشاد ہوا **علیہم** کیوں نہ فرمایا۔ قرآن مجید کے قسے تو سب کے سنانے کے لئے ہیں نہ کہ صرف حضور پروردگار کو۔ جو آپ ﷺ کے دو جواب ہیں کہ وہ سب اہل تمہیر میں گزر گئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ صرف حضور پروردگار کو نانا ہے پھر حضور پروردگار کو سنانے بتاتے ہیں وہ مرہ سے یہ کہ دل کی تصکین کے لئے حضور پروردگار کو سنانے جانتے ہیں اور عبرت حاصل کرنے کے لئے دو سوال کو۔ دونوں مقصدوں میں بہ فرق ہے **تَمِيزُ** **اعتراف** یہی آیت میں فرمایا تاکہ ہم آپ کو گزشتہ قوموں کے قسے سناتے ہیں وہ بھی بعض۔ معلوم ہوا کہ حضور پروردگار کے پختہ واقعات سے بہ خبر ہیں کہ قسے سب خبریوں سے سنانے جانتے ہیں مگر تمہارا اعتقاد ہے کہ حضور کی آنکھ سارے اگلے پچھلے واقعات کو دیکھتی ہے **الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل** یہ آیت تمہارے خلاف ہے۔ جو آپ ﷺ کسی سے پوچھ بیان کرنا ہی کی ہے طس کی دلیل نہیں۔ ہم رب تعالیٰ سے اتنے دکھ اور بیان کرتے ہیں تو کیا وہ خبر سے بیان کرنے کی ہمت تمہیں ہوتی ہے ہم رب سے اپنے وعدہ کہتے ہیں تو ہم کو جزا آئے۔ رب تعالیٰ اپنے حبیب کو قسے سنانا ہے تو حضور پروردگار کو لذت و سرور حاصل ہوتے ہیں۔ جو تھا **اعتراف** **بما کتبتوا من قبل** کا کیا مطلب ہے ان لوگوں نے پہلے کب جھٹلایا تھا جس کے بعد وہ ایمان نہ لائے۔ جو آپ ﷺ کے سات مطالب ہم نے ابھی تمہیر میں عرض کر دیئے تھے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عمل سے مراد ہے تو اگر یہی ابتدائی تبلیغ یعنی ابتدائی تبلیغ پر ہیں جنہوں نے ایمان لکھنے لکھ کر دیا تھا انہیں **عزوم** تک جھٹلاتے ہی سب کو ایمان عمل میں ایمان نہ لانے کا کہ ہے اور **فما کانوا لیؤمنوا الا فریبے گا کہ**۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پہلے انکار کرتے ہیں بعد میں ایمان لاتے ہیں۔ بہت لوگ یہ کہ کہ دن ایمان لائے۔ پانچوں **اعتراف** یہی ارشاد ہوا کہ ان میں سے اکثر لوگ جو عہد سے وفا نہیں **وما وجدنا الا اکثر ہم من عہدنا** کہ سارے کافر ہی بہ وقار عہد ہوتے ہیں مگر اکثر فرمایا **یورثہم** جو آپ ﷺ جس امت میں کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر ہم میں ہم سے مراد کفار میں بلکہ گزشتہ امتیں ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ عہد کا شہدہ استوں میں خود سے لوگ تو پورا ہے جو ایمان لے آئے اکثر یہ عہد تھے وہ ایمان نہ لائے۔ اور مرے یہ کہ ہم سے مراد کفار ہیں اور عہد سے مراد وہ ہے۔ جن جو وہ صحبت کے وقت ایمان کے وعدے نہ انصاف سے کر لیتے تھے پھر ٹھیک پکار ایمان نہ لاتے تھے جو کہ اکثر کافر تو ایسے تھے اور بعض کافر وہ تھے جن نے نہ مانا تھے نہ تو راستے تھے اس لئے اکثر فرمایا **تیر بعض** یا صحت کفار و عدوں کے کچے ہوتے ہیں جیسے بعض کفار نئی انصاف اے ہوتے ہیں مگر تم اکثر کفار جو نہ لے پورا ہوتے ہیں۔ چھٹا **اعتراف** یہی ارشاد ہوا کہ **اکثر ہم لغافسین** ملا کہ سارے

خافری ملاقح ہوتے ہیں۔ میں میں منقہ کوئی نہیں پھر اکثر وہم فرمایا کہ دوسرے ہول جو آپ اس اعتراض کے بھی وہ مذکورہ دولت ہیں کہ لکھتوہم میں ہم خیر سے یا انسان مرلو ہیں یا کزشتہ آیتیں کہ ان میں سے اکثر لوگ تو تاق و کافر ہوتے۔ بعض مومن منقہ اور لورہم سے کفار ہی مرلو ہوں تیبہ تاق۔ یعنی کافر نہیں یعنی فوق اعتدالی مرلو نہیں۔ بعض خافر اٹھے نام کہتے ہیں جیسے مخلوقات مختلفہ موت وغیرہ مگر اکثر کفار کہتے ہیں۔ جو نبی اور ابو طالب برابر نہیں اور کتبوں ہی فرعون اور نوحیروں۔ حاتم طالی برابر نہیں۔ لہذا آیت بے شمار ہے۔

تفسیر صوفیانہ: کزشتہ قوموں کے قلعے عقل و دل کی آنکھیں روشن کرنے والے سرمد ہیں یا میرا جو ان واقعات کو سن کر عبرت نہ لے کر اس کی اصلاح نہیں اور کئی نور جن کے دل و عقل کی آنکھ روشن نہ ہو اس کے لئے سرگی آنکھ کی روشنی پیکار ہے اس سے بدعت نہیں لیں بلقی ہی تمام قلعے لائی رو آئیں ہیں حضور ﷺ اعلیٰ تسلیم مطلق و واجب مفید ہوتی ہے جب حکیم کے اربعہ سے مزاج کو ملے۔ اس لئے ارشاد ہوا **لقد نقص علیکم** ہم آپ کو قلعے بناتے ہیں آپ ان لوگوں کو سننا لہذا عقلی کی بار کھلیں ہو عمدی بار کھلیں ہستی باقی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبی کفار کے پاس بھی آتے ہیں اور مومنوں کے پاس بھی۔ تمنا زوں کے پاس بھی نور تک کاروں اولیا اللہ کے پاس بھی عمر آئے کی نوعیت میں فرق ہے۔ کفار کے صرف آنکھوں اور کلاں شہن کی صورت یا اللہ تعالیٰ ہے مگر مومن کے دل و دلچ لکھ جان و لیلان میں ان کے فوٹوش دیکھتے ہیں جیسے بارش چھوڑاں نور خمر اچھی زمین مسند اور فیو ہر جگہ پہنچتی ہے مگر پتھر کے معدہ جذب نہیں ہوتی۔ کفار ہی زمین میں اگر چہ جذب ہوتی ہے مگر فائدہ نہیں دیتی۔ باقی زمین میں کہیں کہیں بارش لگاتی ہے مسند میں موتی **لقد القد جاء تہم** و مسلہم میں اور حم کا نام را ہے اور **لقد جاء حکم رسول** میں دو سری حم کا نام را ہے۔

حکایت: زینہ فرماتے مکہ کی آخری جلد میں ہے کہ لہذا عقلی نے موسیٰ علیہ السلام کو قی فرمایا کہ اسے موسیٰ بنو تمہارے پاس آس کار تے اس کو نامید نہ لو اور دو تمہاری بنا لے اسے بنا دو۔ کلمہ دان بعد موسیٰ علیہ السلام ایک جنگل میں تھے کہ ایک کبوتر آپ کے کندھے پر آ بیٹھا۔ ہوا لکھے بنا اور باز میرے پیچھے پڑا ہے پیچھے سے باز آ کر سر سے کندھے پر بیٹھا گیا۔ ہوا مجھے نامید نہ لو اور اس کو نہ لانا، کر لینے وہ یہی روزی ہے۔ دو مجھے رہ۔ نہ وی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہو کر لے کہ یہ میرا اتھلا ہے۔ آپ نے چھری نہ جاتو لے کر چاہا۔ اپنی راہ کی پوتی لٹ کر باز کو نکلا دیں تاکہ دونوں حکموں پر عمل ہو۔ وہ دونوں بنا دو لے۔ آپ جلدی نہ کریں ہم فرشتے ہیں۔ آپ کا سکن لینے آئے تھے۔ آپ اول خبر کا مایا رہتے۔ آپ نے دونوں دھسے۔ چورس کہ تھا۔ (روح البیان) لکھتے کہ بو عمدی بے عقلی پر اتنا عجیب نہیں۔ قلوب تو ان مسلمانوں پر ہے جو مومن نہ کہ وہ عمدی ہوتا ہیں۔ آج کل تصوف کا صرف اسم اور عرق پوچی کی صرف اسم ہی رہ گئی ہے۔ وقتے عمدی ان مدعیان تصوف میں بھی نہیں دیکھی جاتی۔ (روح البیان) لہذا عقلی تو کتب سے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ قِرْعَانَ وَمَلَائِكَةٍ قَضَحُوا

پھر ہم نے اس کے بعد اس سب کے موسیٰ کو ساتھ لیا جنوں کے اپنی طرف قِرْعَانَ اور ملائکہ کے اس کی

بھائی کے بعد ہم نے موسیٰ کو وہی نشانوں کے ساتھ فرعون اور اس کے دو بھائیوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے

بِهَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۗ اِنَّوَقَالَ مُوسَىٰ لِيُرْسِلُنِي

پس ظلم نہ ہو اسے ان پر میں دیکھ کر کیا ہوا تو سادہ بھائی نے دعا لیا اور فرمایا موسیٰ سے کہ اے نبی

ان نشانوں کے ساتھ کہ تو دیکھ کر کیا ہوا تو سادہ بھائی نے دعا لیا اور فرمایا موسیٰ سے کہ اے نبی

اِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۗ حَقِيقٌ عَلٰى اَنْ لَا تُقُوْلَ عَلٰى اللّٰهِ الْاِثْمَ

جینک میں رسول ہوں جہاں کا لائق ہوں اس پر کہ نہ کہوں میں اللہ پر مکر

میں پروردگار عالم کا رسول ہوں مجھے سزاوار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مکر میں اسکا

الْحَقُّ قَدْ جِئْتَكُمْ بِبَيِّنَاتٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَارْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۗ

حق ہے تم تک کہ میں رسول ہوں اس طرف سے رب کے کتاب کے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اس میں ہے

میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانوں کے ساتھ اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ

ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے ساتھ ہے اور ان کو بھیجے ساتھ جو میرے

ایمان میں بلکہ انہیں ہی رسول ماننے کا کام ایمان ہے۔ اس لئے آپ نے یہ فرمایا کہ میں عمروں کا دور تقریباً جب یہ جانا لاؤنت
 جاؤں بلکہ فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں حقیق علی ان لا اقول علی الفلانا الحق موسیٰ علیہ السلام کا یہ
 فرمایا مل فرعون کے انکار کے، آپ میں تھا کہ اس نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ جھوٹ نہیں بولا
 کرتے جیسے آپ کے دوست میں لاتے نہیں ہوتے ایسے ہی نبی کے پاس جھوٹ نہیں ہو کہ بائبل اور مجاہد کی قرأت میں علی
 سے ہی کے شد سے۔ بائبل تمام قرآنوں میں علی ہے حرف جرم مجاہد کی قرأت کے معنی ہیں کہ مجھ پر وہ سب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی
 کے سوا کچھ نہ کون۔ ہماری قرأت کے مست سے معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ رسول کی صفت ہے اور علی سے ٹیڈوہ مطلب ہے (۲) یہ
 نبی کی اور صریٰ خیر ہے (۳) یہ لاپوشیدہ کی خیر ہے اور حقیق۔ معنی لائق ہے یا۔ معنی حرص (۴) علی۔ معنی عیب ہے اطمینان
 قدس سرہ کا ترجمہ اس میں اپنے پر ہے۔ خیال رہے کہ علی۔ معنی ب آگے۔ کہا جاتا ہے ریت علی القوس یعنی میں
 نے ایمان سے تیر پر بلا۔ قد جنتکم ببینتہ من ربکم۔ اپنے دعووں کا ثبوت ہے۔ ببینتہ میں جلی معنی میں
 ہے کیونکہ آپ اس وقت دو تہا۔ لے کر فرعون کے پاس گئے تھے معاصرینہ پیمانہ کے معنی روشن واضح دلیل مجربہ نبی
 کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں یعنی میرے دعویٰ نبوت کی دلیل یہ ہے کہ میں غلام اللہ نہیں آیا ہوں بلکہ رب کی طرف سے کھلی
 شایاں ہجرت لایا ہوں فالو صل معنی ہنصر لفظی ہے عبارت ایک پوشیدہ شرط کی جزا ہے یعنی چونکہ میں اللہ کا نبی
 ہوں۔ تم پر میری اطاعت واجب گذارتو خود بھی ایمان لائو یعنی اسرائیل کو اپنی اللہ سے متکامی سے آڑو کر کے ہمیں سمر سے
 جانے کی اجازت دے کہ میں انہیں لے کر اپنے آبائی وطن فلسطین بیت المقدس چلا جاؤں یہ کہ ہم اس مقدس شہر میں
 اللہ اللہ عرض کریں گے۔ آپ کا تعویذ تھا کہ میں تیرا ملک چھیننا چاہتا ہوں نہ تیرے ملک میں رہنے کا اور نہ تمہارے
 تیرے سے لظہ تشدد سے منظور اسرائیلیوں کو ہجر لانا چاہتا ہوں اس فرمایا علی میں حضرت حکیم اللہ نے اپنے اختلاف اور یہ لایا کہ
 ذکر فرمایا کہ ہم تیرا ملک تیری حکومت تیری سلطنت میں چاہتے بلکہ تجھے ایمان دینا چاہتے ہیں ہم تجھ سے لینے نہیں آئے بلکہ
 دینے آئے ہیں۔

تھا اصد تفسیر: ہم نے مذکورہ بیانوں کے بعد ایک شاعر نے نبی موسیٰ علیہ السلام کو خصوصاً مجاہد سے کہ فرعون اور
 فرعونوں کی طرف ہی جا کر جہان فرعونوں نے بنائے ایمان لانے کے ان ہجرت کا انکار کر دیا اپنے پر حکم کیا تو تم خود ہی فور
 کر لو کہ ان کا ایمان منسوخ ہوتا ہے کیا ہوا کہ جناب موسیٰ نے فرعونی دربار میں جا کر کہا کہ اے فرعون میں تم سے چاہا اس بات
 کا رسول ہو کر آیا ہوں جو تمام جہانوں کو اپنی بنائے ولا ہے تو سب میں بلکہ رب کا بند ہے مجھے پہچان کر میرے دربار رب
 کو پہچان میں نے آپ کا انکار کیا آپ کو چلو کر آپ کے ہجرت کو جدو کرنا آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے یہ
 لائق ہی نہیں کہ اللہ کی طرف حق کے علاوہ کوئی اور چیز کو نسبت کروں میں حق ہا میں ہی اس کی طرف منسوب کروں تا میں
 صرف دعویٰ نبوت لے کر نکلا ہوا نہیں آیا ہوں بلکہ رب کی طرف سے اپنی نبوت کی روشن دلیلیں لایا ہوں اللہ کو تم پر ایمان لانا
 اور میری قوم نبی اسرائیل کو آڑو کر کے تاکہ میں انہیں ان کے اصلی وطن فلسطین میں لے جاؤں میں تیرا ملک تیرا داران لینا
 نہیں چاہتا تجھے ایمان دے کر اپنی قوم کو تیرے ملک سے لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو میری بات

ہلے کلا تیری جوانی تجھ احسن تیری تدوینی ترغیف مرتدہ تک تیرے پاس رہے گا۔

ذیل رہے کہ حضرت مہتوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے فرزند یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں آنے سے منع کیا تھا۔ وہاں آپ کی اولاد بہت چلی پہنچی حتیٰ کہ لاکھوں ہو گئی۔ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے کئی بادشاہ مصر قائم کیے اور ان کی موت کے بعد اس کا بیٹا مہتوب ابن فرعون بنی اسرائیل کا بڑا حاکم کرنا تھا۔ جس کی موت کے بعد جب ولید مصر کا پلہ شام کا بیٹا فرعون موسیٰ علیہ السلام تھا اس نے، موسیٰ مدنی کیلئے بنی اسرائیل نے یہ دعویٰ قبول نہ کیا۔ وہ وہاں تک تیار نہ ہوا کہ وہ یہ دعویٰ نہ کرے۔ یوسف علیہ السلام کو نام مصر میں لے کر فریاد اقامت لوگ تیارے خریدے ہوئے کی اولاد کو قتل کیا اور یہاں تک کہ تمام ذرے ہو گئے۔ انہیں اپنا نظام بنا کر نصرت و شہاد اور اہل کفر کے گھروں پر لگایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں آزاد کرنا چاہا۔ یہاں اسی واقعہ کے بارے میں (روح البیان)۔

نون اسرائیل یس ۱۰۰ جانا ہے ہوش میں
قز نسا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

فائدہ کے حق آیات کے ساتھ ساتھ فائدہ حاصل ہو سکے۔ پہلا فائدہ یہ کہ وہ انبیاء میں موسیٰ علیہ السلام نے شکر فرمایا ہے۔ آپ پہلے صاحب کتاب نبی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض نے فرمایا کہ حضور انور کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا درجہ آپ تک نہیں ہے۔ یہ حضور انور کے بعد درجہ برہم علیہ السلام کا ہے۔ یہ فائدہ موسیٰ علیہ السلام کا چھوڑا ہے جسے ذکر فرماتے ہیں۔ حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے عجوبے عطا فرمائے۔ یہ فائدہ بھی عطا فرمائے۔ حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ فریاد اقامت والے موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں کہ آپ کو کافر سمجھنے والے حضور انور کی شان تو ہیں۔

دیکھئے عجوبے انبیاء کو خدا نے عطا ہی مجھ میں کے آیا

حضور انور کے عجوبات سمجھو بڑا تو وہ ہیں جو روایات میں آگے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام صرف اہل مصر کے نبی تھے۔ حتیٰ کہ آپ کی نسبت سارے انبیاء کے لئے تھی۔ یہ لاکھوں فوجوں سے حاصل ہوا۔ سارے جہان کے نبی صرف ہمارے حضور انور ہیں۔ تو ہم مایہ اسلام اپنی مملکت میں لاکھوں کے نبی تھے۔ حضرت سلیمان جن دماغ کے پادشاہ تھے۔ ان کے نبی صرف حضور انور ہیں۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ سہاروں کو نصرت سے تعلق کرنی چاہئے کہ جن کے دوست ہو جانے سے بڑی نکتہ بھی درست ہو جاتے ہیں۔ یہ فائدہ بھی فوجوں و ممالک سے حاصل ہوا ہے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر بغیر بغیر بھیجے اور ان کے انکار کے بغیر نہایت ہیجہ کر کے وہ نیچے ہی جرم تھے۔ یہ فائدہ وہاں ہوا اور فاضل نظر فرماتے ہیں۔ حاصل ہوا کہ فرعون سامنا میں دعویٰ تھا کہ وہی اسرائیل کے نبی ہیں۔ کائنات کو تار تار کرنا اور مہتوب ابن فرعون موسیٰ علیہ السلام کا فائدہ مانا اور دیا گیا ہے۔ چھٹا فائدہ یہ ہے کہ فرعون نے اس کی وجہ سے زمین میں لوہا میں لوہا میں قبیلہ مذہب آتے ہیں۔ اس کی فساد میں۔ انہوں نے فرعونوں کو مہلک فرمایا۔ ساتواں فائدہ یہ ہے کہ انبیاء میں رسول کی معرفت پہلے بنی تھے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ فرعونوں میں ہیں۔ یہ فائدہ بھی رسول من ذب العلمین سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پہلی تبلیغ میں اپنی بیعت لرائی۔ ہمارے حضور انور نے پہلی تبلیغ میں فرمایا تھا کہ کیف من ذب العلمین ہذا تم میں ہم کیسے ہیں۔ انہوں نے فائدہ: حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی روایت ماسٹرنگ اس کی دلیل ہے۔ یہ ہے کہ فرعون من ذب العلمین سے حاصل

صرف وہ تجربہ لے رہے ہیں۔ عصارہ و بیضا پھر آیات میں فرمایا کہ غمزدست ہوں جو اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اگرچہ اس وقت تو آپ کے پاس دو تجربے تھے مگر بعد میں آپ کو اور تجربے بھی دیکھے گئے جو فرعون نے دیکھے تھے۔ فرعون انہیں میزک کے خط لکھ کر پہلے سداہ بجزرت مراد ہیں۔ سو سرے یہ کہ یہ دونوں تجربے بہت سے تجربوں کا مجموعہ تھے۔ عصارہ و بیضا پھر لاشعری بن جانا تمام اوقات میں روشنی و تباہی کو ہمیں میں ہلکانے پر ہی بن جانا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام سوتے تھے تو آپ کا ہاتھ چہرہ پر رکھ لیں جانتا تھا چہرہ مرنے سے ہاتھ کے چمٹنے نکلنے تھے اس سے دریا ج ایلہ اور جوہ سے آیات فرمایا اہل روت سے اور ایسے اہل روت کا لعل و ہمتی آگہ پر گئے تو شفا بخشے۔ لہذا نبی میں گئے تو جوڑ دے۔ کھادی کو نہیں میں پڑے۔ تو لٹھا کر کہہ۔ تو جوڑے گوشت، تو جوڑے آگے میں پڑے تو برکت دے کر صدا آوی اس سے یہ وہ جلیں۔ **اللهم صل وسلم وبارک علیہ** پانچواں اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کہہ کر سوال کیا کہ نہ فرمایا من و رب العلمین کیوں فرمایا۔ جو اس لئے کہ فرعون اپنے کو رب کہتا تھا۔ **انما ربکم الاعلیٰ** وہ رب العالمین فرما کر اس کے اس قول کی تردید فرمادی کہ تو مراد ہے کہ یہ کہہ عالمین میں تو بھی داخل ہے کیونکہ تو بھی اور سوال کی طرح لٹھانے پینے سونے جاتے جو غیرہ کائنات ہے جو صحیح ہے وہ عالمین میں سے ہے جو کمال کا ہر طرح عبادت و اہل وہ رب العالمین ہے نیز عالمین تھے سے پہلے بھی تھے اور تیرے بعد بھی وہ ہیں گئے پلٹے پلٹے ہوئے ہے پلٹے والے بعد میں۔ نیز وہ وہ وہ سب کی حالتیں چلتے تھے۔ وہ اپنی مہابت کی بھی خبر نہیں پھر تو وہ رب کیوں نہ تھا ہے۔ وہ رب ہے جس کا رسول میں ہوں۔ میری رسالت اس کی روایت کی، دلیل ہے۔ چنانچہ اعتراض بحقیق کے معنی ہیں انا حق یا سرور اور اس کے بعد علی نہیں آتا چاہئے پھر یہاں علی کہا گیا۔ جو اس کا وہ رب بھی نہیں گزرا گیا کہ یہاں **حق** معنی میں ہے یا علی۔ معنی یہ ہے لٹھا آیت واضح ہے۔ ساتواں اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرعون کو عموماً انکم میں اور اصراف یہ فرمایا کہ نبی اسرائیل کو صرف ساتھ بھیجا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ نبی تو انہما شرعاً پہنچاتے ہیں۔ جو اس کے لئے کہوں کہ صرف ضیاء کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اسلام قبول کر لینے پر انہما کی تبلیغ ہوتی ہے۔ یہ وقت ہول تبلیغ حکومت تھا اور اس نے فرما کر یہ بتایا ہے کہ مجھے تیری حکومت تیرے ملک پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔ میں تو یہاں رہتا بھی نہیں چاہتا اپنی قوم کو اللہ میں لے جانا چاہتا ہوں تو انہیں آواز کر میں انہیں یہاں سے لے جاؤں تو یہاں سے لے کر۔

تفسیر صوفیانہ: سنت ایہ یہ ہے کہ ہر قسم کے گمراہی طرف اس کے مناسب پہلی بھیجتا ہے جس سے وہ لوگوں کو اس سے نا کہ تبلیغ میں آسانی ہو نیز جیسی کہ اس میں ہی ہر جہت سے جھولنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے گمراہی کی کو دیکھیں یہ وہوش کرا کے اسے آپ سے مانوس کر دیا پھر آپ کو نبی بنا کر اس کی بدولت کے لئے بھیجا پھر جس قسم کی چیزیں فرعون کی کرائی کا موٹ تھیں یہی جلد فرعون کے جلاوطن کے نکالت ہی قسم کے مجبورے اس کی بدولت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمائے تاکہ فرعون کو کسی قسم کا فائدہ نہ رہے نہ یہ وہ چیزوں کے بوجہ اور ہر دست پر نہ کیا اوقات عالم فرعون آیا کہ **مرشدہ وہ اعظم و ابہا** نہیں فدا ہی نصر ایلیا میں مندا کا کیا پھر نبی کی شکل ہے کہ پیچھے سے ایسے کاموں سے صلہ نہیں ہوتے تو آگے تل کر میں ہر صحن نظر دیر نہیں اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون تو میرے پیچھے نہ جوں کی دیکھ چکا ہے۔ میری زبان سے کبھی

بھوت نہ لگاؤ تو اس سے یہ نتیجہ نکال کہ میں اللہ تعالیٰ پر بھوت نہیں ہاں وہ سکا جو بھی بچپن میں بھوت نہ لگے وہ رب پر
بھوت ہیے ہاں وہ لگا ہے۔ نبی کی راست بازی حق گوئی اللہ کی معرفت کی دلیل ہوتی ہے اسی لئے آپ نے اپنی معرفت سب
سے پہلے کر لی اس ذریعہ سے وہ نبی معرفت کر لی۔ نبی کی وقت انقطاع افعال احوال رب تعالیٰ کا پتہ ہیں۔ رب تعالیٰ اس
پتہ سے لگا ہے اس لئے نکل انا سے معرفت ہیں۔

انکس ہے شل بن کر، زبان ہے زبان بن کر
وہ آئے اس جہل میں حسن مطلق کی لہر ہو کر

قَالَ اِنْ كُنْتَ حَتَّىٰ بَايَةَ فَايَتْ بِرَبِّاَنْ كُنْتَ مِنَ الصِّدِّقِيْنَ ۗ فَاَقْبَىٰ

کہا اس نے اگر میں آپ سے کوئی نشان تو لوؤ اُسے اگر میں آپ سے ہوں میں سے ہیں جس سے

لو اگر کوئی نشان لے کر آئے ہو تو اگر مجھے ہو تو کوئی نے اپنے لیا

عَصَا ۗ فَاِذَا هِيَ تَنْعَبَانِ مُبِينٍ ۗ وَتَنْزَعُ يَدُهَا فَاِذَا هِيَ بِيْضَا ۗ لِلنَّظَرِ ۗ

دی آپ نے لہا بھی اپنی پس پا کلمہ فرود آسکھن کر وہ کھینچا آپ نے ہاتھ اپنا جس اہل کلمہ پر جس تھا ہاتھ کھینچا اور کلمہ
قوال دیا وہ فوراً ایک آرد باخا ہر ہو گیا۔ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر کھاتا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے ٹھکانے لگا

تعلق **قَالَ اِنْ كُنْتَ حَتَّىٰ بَايَةَ فَايَتْ بِرَبِّاَنْ كُنْتَ مِنَ الصِّدِّقِيْنَ ۗ فَاَقْبَىٰ**
لانے میں شک و تردید تھا اس لئے پہلے بن بوا لہ کلمہ کے لئے کلمہ آگے جنت عبادت معنی سے معنی آگے معرفت میں
یہ اوک پاس سے آئے کوئی کلمہ نہیں اور شکی تک پہنچنے کو لیتا ہوا اسی لئے اس نے جنت کا لیتا ہے۔ معنی نکلتے پہ آپ
نے مجھ سے کو بیعت فرمایا اس نے؟ یہ کلمہ متحد ایک ہی ہے معنی اگر تم رب تعالیٰ کے پاس سے آئے ہوئے نکلتے ہو تو
پوش کر فلت بھانگت من الصادقین کا ہر ہے کہ فلت بھانگت جہاں جنت کی اور اس کی ف
جزا ہے کہ نور ان کن من الصادقین کی جزا ہو شہد ہے جس پر فلت بھانگت نکلت کر رہا ہے (صلیٰ) اور کلمہ آگے
کو کہتے ہیں شکی نے لہا سے اس لئے میں فلت کا اور پہلے بہت گناقت خیل رہے کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی حق گوئی
راست بازی کا دل سے قائل تھا لے کہ وہ آپ کا شروع لہا دیکھ چکا تھا مگر اسے موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ میں وہ جزاں بہت
جیت ہوئی ایسی کہ میرے سا کوئی اور رب ہے وہ آپ ہی کو رب کہتا تھا اور میرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام اس رب کے پیچھے
ہوئے رہا ہیں وہ نہ تو اور بات سے یہ وہم غلطی نہ بن تھا اس لئے اس نے کلمہ کے طریقے سے لگا کر اگر آپ سے ہیں تو
"لو" کہانیے فالق عصا مبارک ایک پاشیدہ شرابی جزا ہے ف سے اشارت معلوم ہو اگر کہ تم نے فرعون کو کلمہ کام سن
اپنے ہاں فوراً اپنی اٹھی جھکی عصا موسیٰ کس کلزی کا قلم قوی رہے جو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جنتی
ارشت اس تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جنت سے آئے تھے وہ حضرت امیادہ کرام میں منتقل ہو گیا اور شہید علیہ السلام تک پہنچا تھا۔

من سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاتمہ اس کا نام پاشا تھا اور ح العلیٰ کو اس ہاتھ دو راز تھا۔ آپ کے قدم کے برابر۔ **فانہاھی**
ثعبان عیین۔ مہلت مطوفے **فالقہر**۔ پاپی شہیدہ شرط کی جڑ سے فہ سے مطوم ہو کر عصا شریف آپ کے ہاتھ
 سے گرتی ہی اور وہاں گیا ہیرا تیر کے۔ **ثعبان صا** ہے **ثعب** سے۔ صغیر پائی ہر تاپا سونے اور ڈا کو **ثعبان** کہا جاتا ہے کہ وہ
 پتہ میں ارا نامیں بلکہ پائی کی طرح نہیں چلتا۔ **روح العالی** بھی **ثعبان** فرما کر یہ بتایا کہ اس لاشی کا سانپ بن جانا قدر
 ظاہر تھا کہ کسی کو اس میں شک اور ترد نہیں ہوتی۔ ظاہر ظہور سانپ بن گیا وہ سانپ۔ ہسنا تو اور وہ مگر حیرت و قدری میں پتہ
 سانپ کی طرح تھا اس لئے، سری ہند اسے **جان فریا**۔ **تقہز حکنانہا جان** مفسرین فرماتے ہیں کہ وہاں ہی ہاتھ لہا سانپ تھا
 جب اس نے منہ چاڑھا تو اس کا پٹلا ہونٹ زمین پر تھا اور پٹلا ہونٹ فرعون کے گل کی پھٹی پر تھا۔ دونوں ہونٹوں میں اسی ہاتھ کا
 قاصلہ تھا۔ پیلے رنگ کا تھا۔ اپنی دم پر لانا کہ۔ اس طرح فرعون کی طرف چلا۔ فرعون کو زہر لگا تھا۔ اس دن اسے چار سو گور
 آئے پھر وہ تیرے وقت تک فرعون کو ہستوں کا مرض رہا اس سے پہلے اسے چالیس دن میں ایک بار پختہ کی ملامت ہوتی تھی
 لوگوں میں اس قدر جگہ ہوئی کہ کئی ہزار آدمی کپلے گئے فرعون چنچا کہ اے موسیٰ! مجھے بچو۔ میں تم پر ایمان لائوں گا۔ نبی
 اسرائیل کو آؤ کروں گا۔ آپ آئیے اسے یاد کر لیں تو کسی ہی لاشی تھی۔ صمدی خانن **سعلی** بیان ہے کہ **یوسف صمدی**
 آپ اور سراجہ حاضر تھے۔ وہی ماہی اسلام لایا۔ مگر آندی تھا آپ نے پہلے اپنے ہاتھ فرعون کو، کھلے فرمایا یہ کیا ہے۔
 پورا آپ کے ہاتھ ہیں۔ آپ نے ہاتھ گریبان یا بائیں ہاتھ میں لایا۔ اسے ہونٹوں سے جی زبان تک رہا تھا اس کا کہ
 یہاں ہے۔ **منوع** کے معنی ہیں چھپا ہوا تھا۔ اس سے الٹے کے معنی آپ ہی سمجھ میں آگے۔ **ید** سے مراد ہاتھ تھا ہے روح
العالی **فانہاھی** **بیشاہ للظفرین** می **دارج** آپ کا ہاتھ شریف ہے۔ **بیشاہ** فرمایا تاکہ مطوم ہو کہ وہ محض خفیہ
 نہیں تھا بلکہ رکھتا تھا۔ **للظفرین** فرماؤں ہاتھ تا میں ایک یہ کہ صرف فرعون ہی کو اس کی شعاعیں محسوس نہ ہوئیں بلکہ
 سارے دیکھنے والوں کو نظر آتا تھا۔ **سرے** یہ کہ اس کی شعاعیں ہیری کی طرح صرف مسنے والوں کو نظر آتی تھیں۔ خود موسیٰ
 علیہ السلام کی جانب شعاعیں نہ تھیں۔ خیال رہے کہ پہلے مجھ میں حقیقت کی تبدیلی تھی کہ کئی سانپیں گئی تھی مگر اس
 مجرہ میں صرف رنگت کی تبدیلی ہے۔ ہاتھ شریف کی حقیقت نہ بدلی تھی۔ تبدیلی حقیقت اور سچ ہے۔ تبدیلی صفت و رنگت
 اور سچ۔ اسی لئے آپ نے صاف لہر پتہ دکھایا اور سراجہ بعد میں۔ غالب یہ ہے کہ یہ مجرہ و سری مجلس میں دکھایا کہ پہلے
 مجرہ کو دیکھ کر فرعون بی مجلس، وہم پر ہم، کئی تھی جیسا کہ ابھی تفسیر کے حوالہ سے عرض کیا گیا۔ یہ دو سری مجلس خواہی وقت
 لگ گئی ہو یا مجرہ وقت کے بعد واقعہ و رسول اعظم۔ اس ہاتھ شریف کی صفت یہ تھی کہ جب آپ پہلے بائیں ہاتھ میں ڈالنے تو ہتک
 بائیں ہاتھ پر جب دو سری بار ڈالنے تو اپنی اصلی حالت پر آجاتا تھا صرف بائیں ہاتھ تھی۔ اسی کو **ید فریا** کیا اور ح العالی مع
 (قریۃ)

خلاصہ تفسیر: جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ فریاد علی فرعون کو دیا ہاتھ مقام تپا تو اسے حیرت ہو گئی کہ میرے سوا اور کوئی
 رب اعلیٰ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو یہ رسول نبی سے ہوتے ہیں مجرہ کیا ہے۔ جیوں ہو کر لاکر اگر آپ اپنے دعویٰ کی تصدیق
 کرنے کوئی مجرہ لائے، تو فرمایا یہ پیش کیجئے۔ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں پیش دو پیش دکھائیں۔ آپ نے یہ سننے خود اپنی لاشی

بوجہ لہوہ ہاتوں کا سارا جینے کا ڈانہ جن کی بلالے کرو ہلاک ہو لکن جہلو گروں کی اس نے پہنالی۔ دامن میں نہ آئی۔ خیال
 رہے کہ فرعون، موسیٰ خدا تعالیٰ کے آقا کے ساتھ سمجھتیوں میں جاو گروں وغیرہم کا سارا الیبتا قتل اس کی عقل میں اتنی بات نہ آئی کہ خدا تعالیٰ
 سہ نیا رہ۔ میں اتنی گفتوں کا پلا نہ ہو کر خدا ایسے ہو سکتا ہوں نہ وہ سمجھتا اس کے چہرے۔

تفسیر قال الملائم قوم جوعون یہ ہلکے تیل ہے جس میں فرعون کے وہ پاروں کی حالت نکلا کر ہے ملا کے نقلی سنی ہیں
 ہر نامر نہ لیا چیر اس ہلکے تیل سے ملا کے اسلحہ میں سراووں کی جماعت جن سے مجلس عریضات دیکھنے والے کی آمد و ول
 رعب سے مراد ہے۔ یہاں فرعون کے وزراء امراء اور اراکین سلطنت مراء ہیں۔ قوم فرعون سے مراد ہیں قبلی لوگ۔ کیونکہ
 اس کے وہاں میں سیلوں یعنی امرا تھیوں کا نڈو نہیں تھا وہ تو صرف ذلیل حقیر لوگوں پر مشورہ تھے یعنی فرعون کے وہ پاروں
 قبلی سراووں کی جماعت نہ تھی اس سے کہا۔ اس میں چند قول ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے بطور مشورہ کہا ہے۔ عام
 قبیلوں سے کہا وہ پار فرعون سے نقل کرنا۔ فرعون سے کہا مشورہ دیتے ہوئے **هذالک لسحر عظیم** یہ قتل ہوا تو
 یہ **هذالک** اللہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے کیونکہ کہ وہ دونوں مجھ سے موسیٰ علیہ السلام نے ہی کہا تھا تھے۔ حضرت
 پاروں تو آپ نے ملانہ کہ وہاں ہا نور رہتے۔ دوسری آیت میں **هذالک سحر** فرمایا گیا کہ یہ دونوں جاو گر ہیں۔ وہاں
 حضرت پاروں کا جانا کہ سب سارا سب فرستے یعنی پھینکا چھپی چیز۔ اس لئے سورہ سے کہ وقت کو سحر کہتے ہیں کہ اسی
 ہی قدر کہ میرا ہا ہے جس سے چیزیں چھپی ہوتی ہیں ظاہر میں ہوتی ہیں کہ میں سحر کو سحر کہتے ہیں کہ میں سحری دھڑکی کہ وہ بھی
 اسی سے پھاڑتا رہتا ہے۔ جادو کا سحر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ظلمت اسباب کے ذریعہ کو کچھ کر کے دکھایا جاتا ہے۔ دیکھنے والے
 کی آنکھ پر پردہ چھا جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ دیکھ سکتا یعنی یہ **عظیم** کہ کہ یہ بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام معمولی جادو گر نہیں بلکہ جادو کے
 فن میں بہت ہی دل دیکھتے ہیں کیونکہ ایسے جادو نہیں ہے اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ خیال رہے کہ یہاں تو فرمایا گیا کہ یہ سمجھو
 فرعون کے وہ پاروں نے ہی۔ فرعون و شعرا میں ہے کہ یہ سمجھو خود فرعون نے ہی مگر ان میں اتنا عرض نہیں کیونکہ پہلے فرعون
 نہ وہ پاروں نے لفظ پاروں میں سے اس کی تائید کرتے ہوئے ہی کہا یا فرعون نے وہ پاروں سے یہ کہا وہ پاروں نے
 ہا سے شعروں سے لیا تھا اس میں یہ تامل نہیں کرنا و عقائد وغیرہ کہیں **هذالک یحکم من لوضکم** اس میں
 موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ آپ دو فرمائیوں نے کہا **لوضکم** سے مراد ہوا اور اس کا لفظ جس تک فرمائیوں کا
 راجع تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام جادو سیکر اس میں کمال حاصل کر کے اس لئے آئے ہیں کہ تم کو اپنے جادو سے ڈرا دھکا کر تمہاری
 سلطنت سے بے دخل کر کے اٹھادیں اور خود وہاں خدا راجع بائت منجلی ہیں۔ اس ضمن پر چند کلمے۔ خیال رہے کہ ان کی وہ
 کہ اس نری بدگفتاری یعنی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اراکین قبلی فرمایا تھا کہ تمہاری امرا تھیوں کو میرے ساتھ بھیج دے ہیں ان میں ان
 نے اصلی ملک فلسطین و شام میں بے سزاں جیسا کہ پہلی آیت میں کفراف بلکہ آپ نے فرعون سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر تمہاری
 قول کرے تو میرا اس بل ملک یعنی رہنے کا جو وہاں ہے جو کہ آخروں تک جو ان دونوں جادو سے پاک ہو جس میں ظلمت نہا گیا
 براہین تہ **فماذا تملون** اس عبارت میں ف حقیقہ کی ہے کہ وہاں مستقامیہ کا نڈو قدم بہت ذرا ہوا اور اپنے صلہ ناموں
 سے مل کر رہتا ہے۔ فرعون و اعدائے فرعون اس عبارت میں تمل یعنی اٹھتی ہیں ایک یہ کہ یہ کلام فرعون کا ہے اور اس نے ان کا

دوست سے لیا کہ نبیؐ میں اس صورت میں امر، معنی مشورہ ہے۔ 2۔ یہ کلام و درباروں کا ہے جو انہوں نے فرعون سے لید نہج کا عہدہ تعلیم کے لئے بولا تھا امر، معنی علم۔ 3۔ یہ کلام و درباروں کا ہے جو انہوں نے ویرا سے نکل کر شعیبوں سے کیا تھی اس شہر کے باشندوں اب تار حساری واسے کہا ہے تب امر، معنی واسے ہے۔ دیکھو تفسیر کیجیے فریہ۔ **قالوا لوجہ** **واخبرہم** تاروا اناقل فرعون کہ ویرا ہی ہیں کہ پہلے انہوں نے فرعون سے مذکورہ گھنگو کی پھر خود ہی واسے۔ عدوی اور ہو سکتا ہے کہ تاروا اناقل شعیب ہی ہوگے ہوں کہ انہوں نے اگر فرعون کو یہ واسے دی تھی قرآءت میں بلوجہ ہم کہ کسرا اور و کے سکون سے ہے بعض قرآءتوں میں جو جھٹکتے ہیں معنی ہرہ ساکن کے ساتھ اور و کے پیش سے جو جھٹکتے ہیں جو جھٹکتے ہیں۔ معنی تاخر کرنا یعنی کہ نہ رہ کر رہا ہے **واخبروہم** جو **لا امر اللہ** اور فرماتا ہے **ترجمی عن تشاہد منہن** یعنی اس فرعون قرآءتی، دنی علیہ السلام سے بچتے کہ۔ انہیں ملتے دے۔ دوسرے جلدوں میں کہا کہ ان کے جلدوں کا جواب جلدوں سے اسے۔ **ولرس فی الملائک حشرین** یہ عبارت معطوف ہے جو جھٹکتے ہیں میں اور لگاتار۔ تصدیق کیا گیا ہے کہ ان میں جمع ہے عدنی اس کی تحقیق میں عین قول ہیں۔ یہ جگہ ہے۔ معنی اقصیٰ (شہر امان) مان اس کا ماضی مصادر سے ہے جیسے مجتہد کی جمع صحائف سفینہ کی جمع صحائف ایسے ہی عدنی کی جمع عدنی ہے۔ عدنی اصل میں عدین کا اسم عرفیہ۔ 2۔ عدنی، اسے ان میں سے عدنی، معنی اقصیٰ حلیت کی جگہ جیسے عدنی کی جمع حشرین۔ 3۔ عدنی کی اصل مدوع نہ ہے۔ معنی مشورہ معطوف یعنی ہا شد کے ساتھ لفظ کی جگہ۔ ہر حال عدنی، معنی شہر ہے۔ معنی اور عدنی ہم معنی ہیں۔ 4۔ ان سے مراد وہ شعیبوں، جو شہر کے آس پاس آباد تھے یہاں فرعون کی سلطنت تھی۔ **حاشا** میں جمع ہے **حاشا** شہر کی دو زبان ہے **حشر** سے۔ معنی جمع کرنا ہی لئے قیامت کو مشورہ و قیامت کے میدان کو محشر کہا جاتا ہے یعنی اسے فرعون مصر کے جس پاس کے علاقوں میں اپنی پائوں پہنچا تاکہ وہ جلدوں کو جمع کر کے جمعے پاس لائیں اور موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔ **یا توک** **بکل** **سحر** **علیہم** اس میں کیجئے تاکہ مقصد کلیان ہے یعنی تو انہیں اس لئے بھیج تاکہ وہ شہر شہر پر کر جلدوں کو لایجے کر ڈا کر جمعے پاس لائیں۔ **علیہم** کہ کہ یہ کیا کہ جی کے پتے ہوئے بڑے ماہر جلدوں کو لائیں۔ معنی نہ لائیں جو موسیٰ علیہ السلام سے معطوف ہو جائیں۔ کل کہ کہ یہ کیا کہ ماہر جلدوں کو چھوڑیں نہیں گھنیا کو لائیں نہیں یہ عیا کو چھوڑیں نہیں۔ یہاں تفسیر مدوع ہیں انہوں نے فرمایا کہ جتنے جلدوں کو اس وقت مصر کے علاقہ میں تھے اتنے جلدوں کو بھی نہیں ہوتے گوہ جلدوں سے علاقہ بھرا پڑا تھا کہ نہ کسی چیز کو حکومت فرماتے۔ اس کی بہت ترقی ہوئی ہے۔ فرعون کو موسیٰ نے لایا جلدوں کو رہی قائم مقامی کے ذور سے وہ نہ ان، ہیں تھا اس لئے جلدوں کو بہت زیادہ ہو گئے تھے۔

خلاصہ تفسیر: موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ دو جھوٹے کچے فرعونوں کو ویرا کے سردار فرعون کے مشیر کلا تئیس یا پانچ فرعون سنبو لے کر موسیٰ علیہ السلام اتنے روز تک وہ مصر سے ثابت رہے اور جلدوں کے حصے اب یہ بڑے جلدوں کو جلدوں میں بڑے ماہر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ قائم رکھو شعیبوں میں اس لئے ہیں کہ تم لوگوں کو قسار۔ ملک سے نکل کر خود میں مطلق کریں۔ بلو اب کیا مشورہ ہے اپنے پھلوں کی لڑکوں اس پر اگر تم بحث کے بعد طے ہے ہو اگر ابھی موسیٰ علیہ السلام سے تم خود کچھ نہ کہو انہیں فرعون کے بھائی، جب ہاروں کو ان کے علی پر دستہ دار اور مصر کے اطراف استیوں میں بڑے جلدوں کو رہے

ہیں۔ اپنی پولیس کو بھیجیوں جلد کروں نوزاد ہمارا کرا لیا جائے کر جمع کریں اور علیٰ صبر میں ہمارے پاس لے جو میں مکر معمولی جلدو کر گزرتا ہوں بلکہ علم جلدوں میں ماہرین کو لادیں۔ واقعہ - مصر کے ملاقات میں یہ اپنی صورت میں بہت جلدو کر رہے تھے ان کے استاد ہوتے ہو آپس میں مہلتی تھی۔ یہ فرعونی پولیس ان کے پاس پہنچی اور ان میں موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی دعوت دی تو انہوں نے اس کے حقیق اپنی حالت مشورہ یاد اور اس سے مصداق موسیٰ کو واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم مصریو! لیکن حقیق کر لیا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کی مخالفت میں بھی مصداق کر آہو تو تم ان سے مقابلہ نہ کرنا کہ وہ جلدو نہیں بلکہ مجھڑا ہے۔ جلدو پیش جلدو کرے گی یہ ادنیٰ ہو شکاری میں کام کر رہے۔ مجھڑا کہ مقابلہ ساری دنیا کے جلدو کر نہیں کر سکتے۔ فریسیک یہ دونوں اپنی میں کی یہ تعلیم لے کر مصر آئے اس کو کر آگے آ رہا ہے۔ (دعوتِ اہلبیان)۔

فائدہ سے بن آیات کرے۔ یہ چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے آخروں میں سلطنت ثابت رہا۔ ثانی: بن میں قیام فریلتے اس سے فرعونی لوگ جو کھا کھا گئے وہ سمجھے کہ آپ باہر گئے تھے جلدو سیکھنے کے لئے۔ یہ فائدہ مسیحو علیہم سے حاصل ہوا۔ تیسرا: تھانی نے حضور ﷺ کو از اول نامعلوم نبوت کہ مسیحی میں رکھ لی تھی۔ سید میں علیہ والی کے ہیں یحییٰ شریف کا ذکاوت ازاد ضرور کہ مسیحی میں شریف لے آئے آپ کی زندگی میں شریف کی ہر اول آمدوں کو دھاری۔ اس میں کسی روز فائدہ مسیحو علیہم کو ایسے مجھڑا ضرور دینے جانتے ہیں جن کا اس زمانہ میں ضرور ہو گا کہ مقابلہ کرنے والے آزا کھل کر کے ان کا مجھڑا ہو گا معلوم کریں۔ یہ فائدہ دیکھیں مسیحو علیہم سے حاصل ہو گا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ذکاوت میں جلدو نصرت ضرور تھا کہ پہلوں کے مقابلہ میں کوئی آگاہ نہ سے مدد تو اسے تو اس کا زور کیسے معلوم ہو جب آگاہی میں پہلوں نہ بچا رہا۔ بلکہ یہ سب اس کی مخالفت کا ہیہ گفتا ہے۔

موسیٰ و فرعون شہید و یحییٰ

اسی و خلقت از انزل آہ پیہ

تیسرا فائدہ: صدی آدی کسی طرح کسی کی بات نہیں آتا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اول خلق میں فرعون سے کہہ دیا تھا کہ تو نبی امرا نسل کو از اول سے میں انہیں لے کر چاہا۔ اس مگر فرعونی یہی کہتے رہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہم کو نکالنا تو خود مصر پر راج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فائدہ یحییٰ علیہ السلام سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: فرعون اور فرعونی لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ان دونوں مجھڑوں سے خوف زدہ ہو گئے تھے ان میں بہت جرات آپ کے مقابلہ کی نہ رہی تھی۔ یہ فائدہ دیکھیں مسیحو علیہم سے حاصل ہو گا کہ وہ لوگ آپ کی ایک بات کے مقابلہ کے لئے ملک بھر کے باہر جلدو کر کے جمع کرنے لگے اگر اس قدر خوف زدہ نہ ہو ہوا صرف ایک جلدو کر کو بولیتے۔ یہ ہے نبی کی ہیبت اگر اس ہیبت کے ساتھ اطاعت ہی نصیب ہو جاسے تو ایمان مل جلدو۔

اعترافِ اخص: پہلا اعتراف نسل از اول ہو گا کہ سواروں کی عصمت نے یہ کھنگولی کہ یہ بڑے جلدو کریں۔ یہ غیر مکر وہ شعرا میں ہے کہ نو، فرعون نے یہ کہا تھا اتنا میں شہادت ہے جو آپ واقعہ یہ ہوا تھا کہ پہلے فرعون نے گھبرا کر اپنے سواروں سے یہ کہا تھا کہ سواروں نے اس کی تائید کرتے ہوئے یہی کہا پھر ان لوگوں نے باہر نکل کر قوم سے یہی کہلے سارے

جیسے کاذر کیا مٹی ڈالنے والے مجرے صاف کاذر کیا نکلنے والے مجرے یہ بیجا کاذر نہیں کیلے بعض مجتہدین نے منسوبہ ظاہری عثمان سے اور بعض کا نسبہ ہا ممکن۔ صحابہ کرام کا مجرہ تھا یہ بیجا اور مری قسم کا چوہ کنگہ یہ مجرہ صرف مری علیہ السلام ہی کا تھا اس لئے انہوں نے صرف آپ سے خطاب کیا حضرت ہارون سے خطاب نہ کیا اس وقت ظاہر یہ تھا کہ ہارون مری میں ہارون ہو گا تو یہ قحطانت فرعون مع اپنے دو باریوں کے تختہ و کر سوں پر قتل ایک طرف تماشائیوں کا گروہ متقابلہ میں اسی ہزار بارہ گروں کا تابع اور اس طرف یہ دو نبی یعنی ماری عدلی ایک طرف یہ دونوں ہمکن ایک طرف۔ فضل الحق ان دونوں کے مشابہ مل تھا اور یہ کھنگو ہو رہی تھی۔ **واما ان نکتون نحن الملقین** یہ عبارت معلوف ہے۔ **امان تلقی** یہ چوہ کنگہ حضرت مری علیہ السلام دیکھنے صرف ایک لاشیٰ دیکھنے والے تھے۔ اس لئے وہیں تلقی کہا اور یہ چوہ کنگہ اور تک ہزار ہا اس کے در سے لاشیٰ دیکھنے والے تھے اس لئے **نحن الملقین** کہا صرف تلقی نہ کہا بلکہ گروں کے اس کا مقصد کیا تھا اس میں کھنگو نہ۔ حقیقہ یہ کہ ایک قوی یہ ہے کہ چلو گروں نے بلور قراض حضرت مری علیہ السلام کا کلاب ٹھونڈا رکھتے ہوئے آپ سے اجازت چلتی کہ اگر آپ اجازت سے ہم چھپنے ہم لپٹا کر تیرہ گھنٹوں اور نہ آپ ہی پہلے مجرہ ظاہر کریں۔ اس لفظ میں شوبہ کی جھلسب۔ روح الاعلیٰ نے بت سی وہ چھپا کر کہیں اس سے ایک یہ بھی ہے اس لفظ سے رہنے اور نہ کو نکل **دو اقال القوالیہ** مری علیہ السلام کا جواب ہے جس میں انہیں اور چلو و کھلنے کی اجازت دی گئی تھی تاکہ اس کا ہلاکت چلو گروں کا ظہر ظاہر ہو۔ لہذا یہ حرام کی اجازت نہیں بلکہ اس کا توڑ ہے۔ چلو توڑنے کے لئے کہنا اجازت ہے۔ جیسے کہ ان کا بصورت ظاہر کرنے کے لئے اس سے نہیں بات چھپنا بلکہ اجازت ہے۔ اگر پہلے عداؤں دیا جائے اور دشمن ظاہر نہ ہو تو جو بعد میں اٹھتے ظاہر ہوئی کہ جب سارا میدان سچائی سے بھر گیا تو ایک ساقی نے ان سب کا صفحہ کر دیا۔ روح الاعلیٰ نے یہ سلی فرمایا کہ بعض احادیث میں ہے کہ مری علیہ السلام نے ایک نبی نداہی میں **انتم القوالیہ والیہ اعلیٰ اللہ یعنی اسے اللہ کے لوا** تم ہی پہلے اور۔ تب آپ نے یہ فرمایا **سبحان اللہ** اس کا ترجمہ ہو کہ وہ لہت لہت کے چہرے آپ کے ہو۔ دو چلو گروں میں فرعون سے مل جانے کے لئے نہیں بلکہ مری علیہ السلام سے داہتہ اس لیے اپنے آگے تھے خرمیہ کہ مری علیہ السلام کی اس اجازت میں رزاقی تھا **فلما القوا سحر والعین المنہم** اس فریبن علی میں چلو گروں کے چلو کے اثر کا کہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیٹ ہو۔ رسول ہانوں نبیوں کی حقیقت نہ بدلی بلکہ ہاتھ پھیری سے لوگوں کی نگاہوں پر اثر ڈال دیا کہ لوگوں کو دیکھتے دوڑتے سانپ محسوس ہو۔ اس طرح کہ سارا میدان ان سولے پٹے سٹیوں سے بھر گیا جس سے مراد فرعون تو لوگ اور تماشائی ہیں۔ دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مری علیہ السلام کو بھی ساقی ہی محسوس ہوئے کہ فرما ہے **یغضیب الیہ من سحر ہم انہا تصع** کہ ان کے چلو سے مری علیہ السلام کو بھی محسوس ہوا کہ یہ ساقی ہیں خود توڑ ہے ہیں۔ یہ میدان، ساقیوں۔ ہزار ہا۔ انہوں نے اتفاقاً ایک میل لپٹا کر ڈال دیا چلو گروں نے اپنے رسول ہانوں کو یہاں تک تھک دیا تھا ان میں کسی تڑپ سے پارہ ہوا یا تھوہو گری یا کر حرکت کرنے لگا اس سے یہ سبہ ڈوئے ہوئے ساقی اور تڑپ محسوس ہونے لگے۔ **واستمر یہوہم** یہی نبیات میں لوگوں کی آنکھوں پر اثر ڈالنے کا ذکر تھا اس عبارت میں ان کے ان کو حیرت کرنے کا ذکر ہے کہ چلو گروں نے لوگوں کو ڈر دیا یہی سلی لوگوں پر ظاہر نہ ہوا اس کا گروہ مری آیت میں ہے۔ **واو جس**

باجل جازیبہ۔ پانچ محل فائدہ نالہ بلادی حقیقت کچھ عیس ہوئی محض نظر بند کی ہوئی ہے ہاتھ کی مٹال ہوئی ہے۔ یہ فائدہ
 مسعود العین الناس سے حاصل ہوا بخلاف مجازے کے کہ اس میں جو دکھایا جاتا ہے واقعہ میں ایسی ہی ہوتا ہے۔ حضور
 انور نے واقعی چاند کو چھانوا ہاتھ لگے چاند کے کہ غلبہ ہو گئے تھے محض نظر بند کی نہیں تھی۔ چنانچہ 1977ء میں امریکہ کے اپنا
 13 میں وہ لوگ چاند کے گننے باجی دون رہے انہوں نے بیان دیا کہ چاند میں ایک تیس میل گہری خندق ہے جو ٹوٹی ہوئی ٹیلوں
 سے جڑی ہوئی ہے۔ خلیا اس فاقہ کو بھی لگے۔ یہ بیان تو ان ارقام جگہ و جگہ سے دہلے ہوا ہے۔ خندق کی یاد دہانی ہوئی نہ نہیں
 تین ہیں یہ سب تالیب مصطفیٰ نے چاند کو ٹوڑنے ہوڑے کا نظارہ ہے جو آج دکھانے کے لیے کرتا یا کر چلو کلیر حال ہے کہ ہم نے
 بعض چاند گروں کو دیکھا کہ خاک، مٹی اور دوسرے بنا کر دکھاتے ہیں پھر لوگوں سے پوچھتے ہیں۔ چھٹا فائدہ:
 حضرت انبیاء کرام کو مجازے اسی قسم کے عطا فرمائے گئے جس چیز کا اس زندہ میں زندہ خود یہ فائدہ ہمیں عظیم سے حاصل
 ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کا زندہ چاند کے زندہ کا تھا تو آپ کو اسی قسم کا مجازہ دیا گیا۔ مسیحی علیہ السلام کے زندہ میں طب کا زندہ کا تھا
 انہیں اندھے کو ڈھوں اچھا کرنا موسیٰ نے زندہ کرنے کا مجازہ عطا ہوا۔ ہمارے حضور کے زندہ میں فصاحت و بلاغت کا زندہ کا تھا
 حضور کو قرآن کا مجازہ خصوصاً عطا ہوا۔ یہ فائدہ تفسیر کبیر نے مستنبط فرمایا۔ ساقیوں کا فائدہ بعض مجازت کام صل
 جادو ہو جاتا ہے مگر بعض کام عقل باطل نہیں ہر سنگ یہ فائدہ اس پر ہوا توقت سے حاصل ہوا کہ جادو گروں نے عصا کے مقابلہ
 میں سانپ تو یہ یہ ٹھوہرے سانپ کے مقابلہ کی باطل امت نہ کی کہ یہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ یہاں تفسیر رس اللہ نے فرمایا کہ
 جادو کے جادو کے زور سے پانی پر چل لیتا ہے جو میں ازلت ہے آگ میں کود جاتا ہے اور مخلوق پر مٹتا ہے۔

اعترافات: ان جادو گروں نے اجرت کے لئے تالیب ہونے کی شرطیں لگائی کہ ان حکیمان عن الغلبین اجرت تہ
 ہم کی ہوتی ہے۔ کہ ظہر کی ڈگر شیبہ کی دواسے مریش کو آرام نہ ہو تو جسے اس میں اور دوا کی قیمت ملتی ہے۔ جو اسبہ
 مسفرین نے اس اجرت اس کے نئی جوب دینے ہیں۔ آسان ترجمہ یہ ہے کہ یہاں اجرت - معنی مزدوری یا اجرت نہیں بلکہ
 معنی ہمام ہے۔ چنانچہ ہم بھی کسی ہم کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ اس لئے اسے بھی اجرت کہتے ہیں۔ جادو گر اپنے سطر فرج نوراک
 تو وصل لپٹے تھے۔ مزدوری انہیں رخصت کے وقت دی جاتی۔ اس بنا پر انہوں نے پوچھا کہ اگر ہم جاب آجائیں تو ہم کو
 انعام بھی ملے گا نہیں۔ دو سرا اعتراف یہاں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو گروں کو اپنے قلب میں شک و تردید تھا
 یہاں ان سے یہ تگ رہا نہ خود سری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے قلب کا یقین ہے کہ وہاں ارشاد ہے وقالوا
 بعد فرعون اننا لنعن الغلبون ہم اور انہ لام کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں قلب کا پورا یقین تھا۔ انہوں میں
 تدارف ہے۔ جو تالیب اس اعتراف کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں بعض جادو گروں کو اپنی کثرت اور سلطان
 جادوئی زیادتی کی وجہ سے اپنے قلب میں کاتھین تھا اور بعض جادو گروں کو عصائی کیفیت سن کر اس میں شک قلب یہاں آیت میں
 شک دل فصاحت کا رہنے اور حسد کی پیش کردہ آیت میں یقین والوں کا تذکرہ ہے۔ دونوں آیتیں درست ہیں۔ تیسرا
 اعتراف یہاں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جادو گروں نے خوشی و رغبت سے جادو کیا کہ انہیں اس پر تمام و اکرام کی حاجت تھی
 فرسوردہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس پر وہی نہ تھے۔ فرعون کے مجبور کرنے سے بدلہ خواست انہوں نے جادو کیا۔ فرما

ب۔ لیغیر لنا خطایانا وما کرہتنا علیہم من المصوٰر انہ قتلنا ہمارے گناہ کثمتے اور وہ جاہلو نشے جس نے ہم کو مجبور کیا۔ آجوں میں فحاشی ہے۔ جو ایبہاں اعتراض کے جواب دو ہیں۔ ایک یہ کہ ان جاہلو گروں میں سے اکثر لوگ تو مقابلہ سے قوت سے محرم یعنی سجدہ اور لوگ بالکل پانوش تھے جن کو پتہ لگا گیا تھا کہ صحابہ جاہلو نہیں بلکہ مجبور ہوئے۔ یہاں کہی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے کہ خوشی، انوں بخا کر ہے۔ سورط میں مجبور لوگوں کا وہ صوبہ ہے کہ سورط کی آیت یہ مطلب ہے کہ تو نے ہم کو جاہلو کیجئے جس کو پتہ نہ ہے کہ مجبور کیلئے ہم نے آج تک جاہلو گری کا جو کرم کیا خوشی سے نہیں بلکہ غم سے مجبور کرتے ہیں۔ لہذا ہمیں صاف کہتے ہیں۔ چوتھا اعتراض غرضوں نے جاہلو گروں کے قصاص نہ کرنے پر یہ کیوں کیا کہ تم قرہین سے ہو جاؤ گے ان کے سوا کلاب تو مرنا نعم یعنی ہل کتنے سے ہو چکا تھا جو ایبہاں کا مقصد یہ تھا کہ تو مجھ سے صرف اولت سائت ہو محرم کو روئے ہی ہوں کا عزت تھی۔ میرے قرب میں تمہاری عزت ہے۔ پانچواں اعتراض ہم نے کہا کہ وہ پہلے رسولوں میں نبی کو نام لے کر پکارا جاتا تھا۔ ہمارے وہین میں حضور کو نام شریف سے پکارا جاتا ہے۔ محرم ایبہاں لوگ اپنے رسولوں مسجودوں میں کہتے ہیں یا محمد اور موالا جابی نے لکھا ہے۔ قوی سلطان ماہم یا محمد ہے۔ ہی حرام وہاں چاہتے۔ جو ایبہاں حضور خور کو نام شریف سے پکارا جاتا ہے۔ لکھا جاتا ہے۔ آیت کے میں لا تعجلوا دعاہم ان رسول ہے لا تعجلوا کا تابتہم اسم الرسول نہیں ہے ہل پڑھنے والے پر لازم ہے کہ جب اس لکھے ہوتے تو پڑھے تو محمد پڑھے۔ یہی علم ان اشعار تک ہیں میں یا محمد ہے۔ بلکہ جن علاقوں میں یا محمد لکھا ہے ہل بھی لکھا کہ ضروری ہے۔

کہ ان دونوں میں ہی رسول اللہ کہنے والے اور لکھنے والے کا نام میں فرق ہے۔ یہی لکھا جاتا ہے۔ پھر پڑھا جاتا ہے۔ یہاں دیکھو

الم الرسول کما یأمر بالکرہی ہنہ فی الف لام صمیمہ فی الف لام واو الف لام واو الف لام ص ص اور لکھنے میں آت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ پڑھنے میں ہم لفظ کلاب مولر من کالف کلم لہوں ہی الیم کالف لام پڑھنے میں نہیں آتے لہذا ہم لکھتے اور سنت ہے پڑھتے کثرت سے نہیں۔ پڑھنے میں اللہ ہی پڑھے۔ کتاب میں پڑھا جانے کی رہبری کے لئے ہے۔ چھٹا اعتراض یہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جاہلو کی حقیقت نہیں صرف وہ جاہلو نظر تھی۔ یہ دیکھو اور شلو ہوا۔ مسعر واہمین الناس نوٹ ضروری۔ اسلامی فرقوں میں سترکہ جاہلو کے منکر ہیں یہ اعتراض اس کا ہے۔ ان کی دلیل کی آیت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جاہلو صرف خیال ہی چیز ہے۔ جو ایبہاں آیت میں اس لفظ ہے کہ فرعون جاہلو گروں نے وہ جاہلو کیا اور انگریزی تمہاں میں یہ ہرگز ثابت نہیں ہوا کہ ہر جاہلو نظر تھی ہو آپے ہم پہلے پارہ کی تفسیر معلوم الناس المسعری تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ جاہلو کی آیت نہیں ہیں جن میں سے خیالی جاہلو اور شعبہ کی حقیقت کہ نہیں اس میں صرف وہ جاہلو ہی پائی گئی ہے۔ باقی قسموں کی حقیقت ہے۔ لیکن اس کا معلوم اسکی لڑکیوں نے حضور ﷺ میں جاہلو کیا اس جاہلو کی حقیقت تھی۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر جب کعبہ کے درختوں کے پھولوں کا لہذا لگانے شہ کے تو یہ وہ شہ نے آپ کو جاہلو کیا ان سے آپ است سخت بنا ہو گئے۔ وہ یہ وہ خبر۔ (از روئے العقیلی)۔ ساتواں اعتراض یہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جاہلو گروں نے تمہاں میں نور حاضرین کو ڈرایا۔ موسیٰ علیہ السلام اس ڈار سے محفوظ رہے مگر قرآن مجید میں دوری بنا ہے۔ واؤ جس فی نفسہ خیفتمہ موسیٰ جس سے معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی خوف ہوا گیا۔ وہ آیتوں میں فحاشی ہے۔ جو ایبہاں اعتراض کے جواب ہیں۔ ایک یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان کے معنوی ساتھیوں

سے حرف ہر ۲۱ اب الفوف صی کو محسوس نہیں ہوا فرعونوں اور قہاشیوں کا خوف سب کو محسوس ہو گیا اس لئے
و استوهوہم فریبا اور ۱۰ صی علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا **لو لو جس فی نفسہما** سوں نے دل میں خوف پھیلایا
 وہ سب یہ کہ قہاشیوں کو تو ان ساتہوں سے ایسے الفوف ہوا اگر موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف ہوا کہ اب میرا بچہ ظہیر نہیں ہو گا
 کہ میرا صاحبی ساپ ہے تاکہ اور ان لوگوں نے بھی ساتہ ہی بنا دیکے۔ لہذا ان دونوں خوفوں میں فرق ہوا۔ آنحضوال
 اعتراف میں جہزہ سنی ہے اس جہزہ کو عقیم کہیں فرمایا اب تعالیٰ کی توبہ شان ہے کہ اس دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں کو حقیر و قلیل
 فرمایا کہ **فمن متاع الدنيا قليل** اور فرمایا **والصالحين في الدنيا في الاخرة الامتاع** تو چند ساتہوں کو عقیم فرمایا
 اس کی شان کے خلاف ہے جو اب جس اعتراف کے دو جو اب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ جلاوا دیکھتے وہاں کی نظر میں عقیم ہے؛
 جلاوا کروں کے نزدیک بڑھایا جلاوا کے فن کے لہذا سے بڑھاتا کہ اللہ کے نزدیک سب چیزیں دنیا والوں کی نظر میں معمولی ہوتی
 ہیں لہذا کہ کے نزدیک عقیم ہوتی ہیں۔ لہذا حکوم ملو میں حضرت عائشہ صدیقہ کو حسرت لگا ہوا سب وقت کے ساتہوں کی نظر میں
 معمولی ہوتی تھی کہ اللہ کے نزدیک وہ عقیم نہ تھا۔ فرمایا ہے **تحتسبنہم ہینا و هو عتال للمعظم** بعض چیزیں اس
 لئے ہر نفس، دنیا والوں کی نظر میں سب ہی عقیم اور بڑی ہوتی ہیں مگر رب کے نزدیک حقیر ہیں دنیا اور دنیا کی چیزیں اور جیسے یہ
 مذکورہ جہزہ۔ دو سب یہ کہ جلاوا اللہ کے نزدیک بھی عقیم اللہ تعالیٰ کا کہ اس کے ارادے سے سب سے جلاوا کروں کو ان میں مانچ نہ
 اس جلاوا کو نسبت تھی موسیٰ علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام کو عقیم ہیں لہذا یہ جلاوا بھی عقیم ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے حضرت
 اسماعیل علیہ السلام کے فدویہ والے نہ کہ عقیم فرمایا **و قدینہم بقیع عظیم** ملا کہ وہ نہ مدد رہے من اذ من کا کہ اگر
 جو خدا سے جناب اسماعیل نے نسبت تھی لہذا عقیم ہوا۔

آفسیر صوفیانہ: فرعون اور فرعونوں نے سمجھا تھا کہ قہیر کی تعبیر سے تقدیر بدل جائے گی تو وہ بولے **لو جملوا و اخذوا**
 حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کو مصلحت دیکھ کر وہ پاپا اور رب قدر نے چاہا کہ یہ مقابلہ فرعون کی ہمت نہ لے جانے جلاوا کروں کو
 ایسا بل جانے کا ذریعہ بنا لگا کہ فرعون کی چھی لٹوش خیرہ ہوا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔

ہونے والا ہوتا ہے جب کوئی کار

مجب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

چونکہ ان جلاوا کروں کو ان کی گلکست کے ذریعہ ایمان ملنے والا تھا کہ لئے انہیں موسیٰ علیہ السلام کے ارب احرام کی توفیق ملی۔
 تو قرآن کی تقدیر پلٹ جانے کا ذریعہ بنی کہ انہوں نے جناب کلیم اللہ سے اجازت مانگ کر جلاوا کر کے جلاوا سے لوگوں کی
 آنکھوں پر تھپا۔ بڑھتے گھر خود جلاوا کروں کی آنکھوں سے پروے اللہ گئے اسی لئے یہاں **لصین الناس** ارشاد ہوا کہ انوں کو
 خوف ملا ہی ہوا نہ خود جلاوا کروں کی سب خوبی کا ذریعہ بنا۔ من اذ وہ سے رب تعالیٰ نے اس جلاوا کو مگر عقیم فرمایا کہ یہ عقیم اللہ تعالیٰ
 تمام کا ذریعہ بنا۔ اس کے ذریعہ بڑھانوں جو کروں کے رنگ آلود لوں پر مصلح ہونے والی تھی۔ فرعون کی کیشیرہ سے جلاوا کر کے عقیم
 گئے۔ موسیٰ کلیم اللہ سے کریم بھی ۱۰۰ مجلس نبوت مسمتت اہم ہوا کا مجموعہ تھی۔

مروزی ڈانٹا جھٹلاتا ہے، جو انصار کلمہ کے لئے ہو، تمنا اس سے دو سانس میں جا، اتنا صبا کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یا ملکیت کی ہے یا قبضہ کی، یادوں کی۔ خیال رہے کہ ایک بار تو اسی میں تائیں آپ سے فرمایا گیا تھا: **القہام موسیٰ** اے موسیٰ ایسا مٹی جھنگو لو، وہ مروزی بار آج فرمایا **اللق عصاک** کیونکہ وہیں سنا ہے، یاد رکھنا حضور و عقائد آج میں مل گیا تھا ہے کہ یہ سانس میں کرکھا بھی سکتا ہے۔ آج سے پہلے جب تخیم اس کے کھانے کو آؤ، نہ سکتے تھے، اس لئے آپ کو آج جھینگے میں بیس روٹیوں کا خیال فرما رہے تھے، کہ عصا بھی سانس ہی سے بنا، کالور چلو کرول نے بھی سانس بنا رہے ہیں، پھر میرا غلبہ کیسے معلوم ہو گا۔ **فادامی تغلب حایا فکون** اس سے پہلے اور ہمارے پر شیدہ ہیں اور عقدا کی طرف نصیب ہے، یعنی **القہام** اور **صلوات حسینا** ما کے معنی ہیں اچانک یہ عرق یا شرطیہ نہیں بلکہ مطابقت ہے، اس سے پہلے کہ وہ وہ ہماروں کا پر شیدہ ہو جائے، بتانے کے لئے ہے کہ آپ نے سنی جلد نعت ہی چرائی، سے **صا شریف پیرا**۔ **تلفظ** ہر جہے نعت سے۔ **نعت اور نعتوں** دو دونوں کے معنی ہیں، بہت سی جلد جلد ٹھکانا، تو یہ نہ چاہا، ویسے ہی لگن جانا، اس لئے یہاں **تاکس یا تبلیغ** ارشاد نہ ہوا، چونکہ جلد کرول نے بہت قسم کے سانس بنائے تھے۔ 'موتے' پختے پھولے، یوں سے دوسوں کے ہانوں کے ہانوں کے، اس لئے یہاں اتنی بڑی مہارت ارشاد ہوئی۔ **حیات نہ فرمایا۔ یا فکون نہ ہے افکے**۔ 'معنی انکار اور قسمت اور موت کا **افک** کہتے ہیں کہ اس میں بہت آہنی کر کے واقعہ کے خلاف بتائی جاتی ہے، یعنی **عصا سانس** میں کرول کی ساری ہتھالی چروں کو ایک ایک کر کے جلد جلد بنیے بنائے لگنے لگا۔ یہ مقابلہ اسکندریہ میں ہوا۔ آپ کے سانس کی وہ دو ہوا میں تھی، **عند** اس میدان میں۔ مشوں میں اس نے ساری میں صاف کر دیا، یہ اسی ہاتھ لہانہ کھولا اور قوم فرعون کی طرف رخ کیلئے ان میں، بلکہ ڈھکی تھی کہ جھکیں ہزار آدمی چکل کر مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے اٹھایا تو پھر لاٹھی کی فاطمی تھی۔ ایک مشورہ کہ **یا ایک** آج قدر زیادہ ہے، اس سے یہ جلد کرول نے سوا چار کر رہے، یہی جلد ہے، تو ہمارے آنکھوں میں سلطان کمل گیا اور وہن کے دونوں میں اللہ کی بہت موسیٰ علیہ السلام کی حکمت و تدبیر کی، بس خیال میں ہوں **فوق العزق** میں واقع خود و یقین ہے۔ **حسن** پہلو، **فراوانی** کی تفسیر کی جن سے مروزی **عصا** کا کلمہ ہوا ہے، 'یا موسیٰ علیہ السلام کی توبت یا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کسی کو وہ اہمیت ہے یا یہ سب کچھ جن کی طرف موسیٰ علیہ السلام، خواہ تہ سے چو کہ **عصا** کے ان سب چروں کو لگتے ہی ان سب کا نبوت ہو گیا تھا، اس لئے یہاں **ف** ارشاد ہوئی۔ یعنی یہ واقعہ ہوا ہے، جن ظاہر ہو گیا۔ جن کے بہت معنی ہیں۔ **سج** کا **انقلاب** چروں کو قبول دینا، وہ ہمہاں بیان کر چکے ہیں۔ **وبطن ما کانوا یعملون** یہ عبارت 'مخوف ہے، فرعون یہاں **بطن** سے مراد ہے، **بطن** کا تصور ہے، چونکہ جلد کرول شہید ہوا، ہزاروں مر رہا ہے، اس لئے **کانوا یعملون** ارشاد ہو، یعنی جلد کرول سے جو کہ تپ کیا کرتے تھے، آج ان سب کا **بطن** دیکھو، ناہا ظاہر ہو گیا، آج گواہان نکل آیا۔ **ولت** پھر چروں میں رہی، آج کھل گئی **فقلبوا** **عصا** **ک** **وانقلبوا** **اصغرین** یہ عبارت 'مخوف ہے، **بطن** رہے۔ **خیال** رہے کہ **غلبوا** **انقلاب** اور ان کی ضمیریں فرعون اور اس کے ماتحتوں کی طرف ہیں کہ وہی لوگ، **قلب** اوئے وہی لوگ وہاں سے ہمارے لئے وہی ذلیل ہو گئے۔ رہے جلد کرول، تو آج ساری فرعونوں پر غالب آگئے اور وہ حضرات اس جگہ سے نہ ہمارے لئے ذلیل ہوئے۔ آج انہیں یہاں ہی ہیں، **اصغرین** 'ممبر' شہادت جیسی تختیں ملیں۔ **عصا** کے مروزی، مقابلہ کا یہ ان ہے۔ **لو** تھے سے مروزی یہاں سے ہمارے کر جانا، ان کا

سوی علیہ السلام کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوئی۔ ان نئی مخلوقیت اور حالت ہے یعنی سارے فرعونی اسی جگہ مطلوب اور سے اور
 یوں سے ذلیل و خوار ہو کر اپنے گمراہیوں سے گھر چلا کر آئے۔ اور جہاد کرو گوں کا یہ حال ہوا کہ **والقی المصعرة مسجلمین** یوں
دفعوا اور شانہ نہ ہو بلکہ اتنی فریاد کیا جتنی جادو گر خود سجدے میں نہ کرے بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے گرائے گئے کہ انہیں
 سجدے سے اٹھانے اور نبی کی تعظیم ہی سے ہی ان کے سر توڑنے والی کے ساتھ تھے اسی نے کہا لیا۔ **المصعرة** سے مراد وہی ستر یا اسی
 جہاد کرو گوں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تھے خیال رہے کہ جادو گروں کا سجدہ یا تعظیم لیکن ٹھنڈے کے شکر کا تھیلہ
 اپنی مخلوقیت کے شکر کا کہ یہ مخلوقیت ان کے ایمان کے ذریعے بنی یا انکسار امامت کا یا انکسار اور ظاہری کا اور یا تو موسیٰ علیہ السلام کی
 طرف انہوں نے سجدہ کی کیا ہیبت انقدر کسی کی طرف پاجنس کلاس طرف رخ ہو گیا اور صری کر گیا یہ سجدہ اور خواہ تہجد رو وقت اُرخ
 و غیرہ تہجد یوں سے آڑوا تھا اسی طرح اس سجدے میں **سبب حاتم** میں **الاعلیٰ** نہ کہا گیا اور اسے اسلام میں بھی سجدے سے مستحکم
 کے ہیں۔ سجدہ نماز سجدہ سو سجدہ و نماز تہجد و شکر سجدہ دعا سجدہ معیت اور بعض وقت سجدہ میں کہہ کر کہ نہ ہو یا ضروری
 نہیں ہا تاہم سفر کے تو اہل ہیں یوں ہی انان نماز میں قبلہ رو ہونا ضروری ہے مگر بچے کے کان میں انان کے سنے یہ مست
 ضروری نہیں **قالوا الصناور ب العلمین** حق یہ ہے کہ ان جادو گروں نے سجدے سے سزا لیا کہ یہ نہ کہا بلکہ سجدے میں
 کر سہ ہوئے یہ کہا۔ **و ان کا علیٰ ایمان** تو اور یہ قول ان کا قولی لیکن یہ دونوں قصہ و قول اپنے ایمان کا انکسار تھا۔ انہوں نے
 سجدے میں پڑنے پڑنے بیچ بیچ کر یہ کہل ایک ہار نہ کہا بلکہ ہار ہار کہا ان کی اس پکار سے میدان کو جگہ لیا کہ اللہ کی شان تھی کہ میدان
 مقابلہ میدان امامت اور میدان کفر میدان ایمان ہیں ایمان لوگوں نے **صفا** کہ **صفا** میں کہا کہ توحید سے نجات نہیں ملتی
 ایمان سے ملتی ہے۔ **الغزوات** انبیاء و کرم تو حید کی دعوت دینے نہیں آئے ایمان کی دعوت دینے آئے ہیں۔ توحید تو شہان اور
 بعض کلمہ بھی مانتے ہیں۔ ان جادو گروں نے لفظ تعالیٰ کو عائین کی روایت سے جہا پڑا نہیں خیال آیا کہ یہ معرفت ایمان کے
 لئے کافی نہیں۔ شاید فرعون کہہ دے کہ رب! **طعن** تو میں ہی ہوں تو فوراً **ہنس** حالت میں کہا کہ **رب موسیٰ و ہرون**۔
 عبارت بدل ہے۔ رب! **طعن** سے۔ شاید فرعون کہہ دیتا کہ میں ہی موسیٰ علیہ السلام کا رب یعنی مہربی ہوں کہ انہیں میں نے
 پرورش کیا ہے تو ساتھ حضرت ہارون کا نام لیا کہ ان کے متعلق فرعون یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ جادو گروں کا مقصد یہ تھا کہ رب
 عائین وہ ہے جسے حضرت موسیٰ و ہارون رب کہتے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا رب عائین ہو جان دونوں کی زبان سے جہا بعض
 لوگوں نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ عائین بھی رب ہے۔ عائین کو روایت سلسلہ سے پالنے سے موسیٰ و ہارون کو
 روایت خاصہ سے اگرچہ عائین میں موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی داخل تھے مگر یہ کہ ان کی شان خصوصاً تھی اس لئے ان
 بزرگوں کا ہم خصوصیت سے لیا۔ عام مفسرین یہ ہی مطلب بیان کرتے ہیں مگر حقیر کے نزدیک پہلی توجیہ قوی ہے کہ رب
 عائین وہ ہے جسے حضرت موسیٰ و ہارون نے رب عائین بتایا۔ ان کے اس ایک لفظ میں سارے ایمان آگئے۔ قیامت
 فرشتے جنت آواز فریاد سب پر ایمان اس ایک لفظ میں آگیا۔

خلاصہ تفسیر: رب جادو گروں نے اپنا پروردگار صرف کو یا اور میدان مقابلہ کو مصنوعی ساتھیوں آڑوں سے مجھوا لوگوں کو
 ڈرا دیا تو ہم نے جنگ موسیٰ کے پاس دینی سبکی کہ رب سو قدر ہے آپ اپنا مملوک مظلومہ عصال اہلس اچنانچہ آپ نے عصال۔

الحق سے حاصل ہوا۔ شاندار جلسہ 'شاندار اور رسد' شاندار عالم وہ ہے جس کا مقصد خدا مت دین ہو پانچواں قاعدہ: معرفت الہی کے ذریعے ہیں۔ ایسا ہی مجبوراً مفہوم ہی ہے کسی کو بے بسی جانتا ہو جسے غلطیوں کی طاقت خدا اولوں کی قدرت اوت کی قدرت نظیر کو مانا کہ ان کی قدرت و طلب خدا اور رب تعالیٰ کی قدرت و طاقت کو اختیار اس کے پیمانے کا ذریعہ ہے یہ فائدہ وقوع الحق اور و بطل ماحکمانہ و اعمالوں سے حاصل ہوا کہ جلد گویا یہ دن چڑھیں۔ کچھ کر سب سے گھرے جو اپنے کو قدر و مطلق بناوے خدا کو نہیں پہچان سکتا اور جو انبیاء و اولیاء کو اپنے جیسا اپنے سے زیادہ مجبور و مفروضہ نہ وہ رب کو سب سے پہچان سکتا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطلق حکم تھا ان فوق ہم قہر وہ ہم موسیٰ اور قوم موسیٰ پر غالب ہیں۔ سو نیکو اسے ایمان نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ انہیں کو تہذیب و تعلیم کی کمر لیا ہے کہ تعلق کو ان کی قدرت 'قوت' طاقت کا پتہ لگے اور تحقق کے کہ جس رب کے بندے ایسے قدر و بے ہیں تو سب کسی قدرت والا ہو گئے جیسا قاعدہ ایمان و اطاعت کے اظہار کے لئے عمل و قول دونوں کا مجموعہ تھا۔ تعالیٰ کو پہچاننا اور اسے سبکدوش کرنا ہے اس آیت میں فرعونی جلد گروں کے وہ عمل بیان کیا ہے۔ ایک سرحد و حدود سے زبان سے اپنے ایمان کا اظہار کرنا یعنی سب سے بھی قصور و عیب و مش اپنے ایمان کا اظہار بھی ان کا یہ عمل وہ سب کو پہچاننا اور معلوم ہوا کہ انہیں پہلے بھروسہ ایمان موقر ان صحابیت صحابہ و رضا مشورت سب سے اظہار فرمایا۔ یہ سب کو اس قاعدہ و موثقیں نے بھی بھی تقیہ کر کے اپنا ایمان نہیں چھپایا۔ دیکھو ان جلد گروں کو فرعون کا ظلم چھپانے کا وہم فرعون کے ہاتھوں مسوم تھا مگر انہوں نے ایسے ہتوک حالات میں تقیہ نہیں کیا بلکہ کھلے بندوں اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ یہ فائدہ قابل امتنان سے حاصل ہوا۔ کیا حضرت علی و اہل بیت رسول ان جلد گروں سے بھی امت و جرات میں کم تھے کہ انہوں نے لفظا و عملاً کے زہروں میں دین حقے قرآن پڑھنے ہوئے دیکھا اور خوف جان سے خاموشی اختیار کی۔ ان کی جرات دیکھنا ہے تو سمر کہ گرامیں خود کرو۔ انھوں قاعدہ و انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کا پتہ ہیں کہ ان کے ذریعہ رب تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کے توسل کے بغیر اور ذریعوں سے خدا لڑنا چاہا ہے تو ایمان نہیں ملتا۔ یہ فائدہ رب العالمین کے بعد رب موسیٰ و ہرون کہنے سے حاصل ہوا۔ نواں قاعدہ و بخیر کے اوسب سے کافر کو ایمان لانا ہے اور بخیر کی بے لونی سے مسرور متقی کافر مرتد ہونا ہے۔ یہ فائدہ القی السحرۃ سجیدین فرمانے سے حاصل ہوا کہ پہلو و قموانہ ذی القی فرمایا وہ سبہ میں گم نہیں بلکہ گم گئے۔ انہیں اور ان جلد گروں کے عمل ہم کو مت سمجھتے دیتے ہیں۔ انہیں بے لونی ہی سے ہاتھ نہ ملے۔ جلد گروں کو سب سے سب کچھ ہوئے ان کے اوسب کافر ہم انہیں تقیہ میں کر چکے کہ انہوں نے اپنا کربد کھلیا مگر موسیٰ علیہ السلام کی اجازت لے کر اس اجازت لینے ان کا بیٹا کر دیا۔ رب تعالیٰ اوسب کی توفیق دے۔ دو سوال فائدہ بارقان ایمان مت ہیں۔ توحید رسالت منورہ لفظ فرشتے جنت و نور و فیرو جس کا ذکر ہے امت باللموم ملانکتہ میں مگر رسالت ان سب کا اصل اصول ہے جس نے صحیح معنی میں رسول کو بیان لیا اس نے اس کے ضمن میں سب کچھ بیان کیا۔ یہ فائدہ و بجموس و ہرون فرمانے سے حاصل ہوا کہ ان جلد گروں نے ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی کا ذکر نہ کیا صرف و بجموس و ہرون پہ ایمان لائے اور شہید ہو گئے۔ مومن بلکہ مومنوں کے حوالہ ہو گئے۔ انہیں نے سوا تہمت سب کچھ مانا مگر کافر رہا۔ نہت اصل ایمان ہے۔ گیارہ سوال فائدہ: بجلت کلام الکتب اللہ کے ہاتھ نیک عمل کرنے پر نہیں بلکہ ہی

حکے سامنے پر ہے۔ وہ بیچوں جاہلوں کو ان کے ایمان لانے کے وقت اور بت شریف میں آئی قحیٰ نے احکام شریفہ نازل ہونے سے پہلے جاہلوں کو صرف موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور شہید ہو گئے۔ کتاب اللہ یعنی توریت تو فرعون کے ادا کرنے کے بعد آئی۔ بت سکتا ہے وہ ہیں جو میں نے شک میں حضور انور کو دیکھ کر ایمان لانے اور فرار شہید ہو گئے انہیں قرآن مجید کی شہرہ کی بنا ہوئی۔ ایک نماز میں پڑھی۔ ایک روز نہ رن رکھا کہ ان کی آن میں موسیٰ عارف بخاری شہید ہو گئے مگر اس کی جملہ نیت نہ لگی کہ کوئی شخص بغیر نبی کو بلانے جانے صرف کتاب اللہ کے ذریعہ سو من بن گیا ہو۔

اعتراضات: پہلا اعتراض: اس آیت کے میں تلفظ کیوں فرمایا تاکس یا تقضم کیوں نہ فرمایا۔ جواب: تاکس پڑھنے کے لئے کہ مصائب تمام چیزوں کو بغیر جاننے کے نکل گیا۔ پہلے میں درگفتی۔ تاکس فرمانے سے یہ بات معلوم نہ ہوتی۔ دوسرا اعتراض: یہاں تلفظ مضارع کیوں ارشاد ہو القضا مضارع ارشاد کیوں نہ ہو ابیہ واقعہ تو یہ ہے۔ ماضی فرمایا مناسب تھا۔ جواب: تاکس معلوم ہو کہ حصالے یہ سارا اسلحہ یکدم نہیں نکل گیا بلکہ چلدی چلدی ایک کر کے لگا۔ اس طرح تلفظے عجیب ہی سلیقہ نہ جانو کہ اور اس میں موسیٰ علیہ السلام کی شان عالی کا پتہ لگا۔ تیسرا اعتراض: یہاں مایا فکون اتنی درواز مہارت کیوں ارشاد ہوئی۔ عصبہم یا حبالہم کیوں نہ فرمایا۔ مختصر ہو گا۔ جواب: یہ جاہلوں کو مختلف قسم کے سلاخانے سے رستے چلنا پھیرنا اور ان سے مختلف قسم کے اڈو پتے پتے سناپا اور روپائی سناپے بنائے تھے۔ پتائے مقصود ہے کہ حصار شریف اس کے یہ سارے سلاخانے نکل گیا یہ مقصد صرف عصبہم یا حبالہم فرمانے سے حاصل نہ ہو گا۔ چوتھا اعتراض: یہاں مایا فکون مضارع کیوں ارشاد ہوا۔ کھولنا ماضی کیوں نہ فرمایا۔ جواب: یہ جاہلوں کو ان چیزوں پر پیشہ جاہلوں کو کہتے تھے ان کا بھی سلاخانے کی کئی کئی طرح تھیں۔ چوتھا اعتراض: آگے ارشاد ہوا۔ اس لئے آگے ارشاد ہوا۔ اوہل ماکان وایعملون جن چیزوں پر وہ جاہلوں کو کرتے تھے وہ آج فائدہ نہیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کے متعلق جاہلوں کا نام نہیں کرنا حضور پر حق پر لید لائن اسم کے جاہلوں نے اثر کر دیا جس کے لوگوں کے لئے سورہ فتح میں نازل ہوئی۔ یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں جاہلوں کا ترجمہ سے متعلق ہوا تھا۔ جاہلوں ہو گیا۔ جاہلوں متعلقہ نہ تھا بلکہ چوروں کی طرح چھپ کر گیا تھا۔ وہاں ایسا اثر ہوا۔ کھوارا ایسا اثر ہوا کہ ان کے جسم پر ہوا جا گیا ہے۔ قرآن و واقعات میں تقاضا پائل نہیں۔ چھٹا اعتراض: یہاں جاہلوں کو کہنے کے متعلق غلبیہ اور انقلابی اور مصروفین ارشاد و احاطہ تاکہ جاہلوں کو نہ تو ڈیل ہوئے تھے انہیں تو ایمان کی وجہ سے عزت مل گئی نہ وہ وہاں سے واپس ہو سکتے۔ یہ فرمان عالی واقعہ کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں فرعونوں کا ذکر ہے نہ جاہلوں کو کہنے کا یعنی فرعون اور فرعونوں کو کسی مطلوب ہونے وہی ڈیل ہو کر اپنے گھروں کو پھرتے تھے وہاں ہی کچل کر مرنا۔ کہیں حد و کھالے کے قتل نہ وجہ ساقولن الاعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جاہلوں نے مجھ کو پہلے کیا اور ایمان بعد میں لانے والا نہ اس کے برعکس چاہئے تھا کہ ایمان پہلے لانے مجھ بعد میں کہتے کہ ایمان عقیدہ ہے سجدہ عمل۔ جواب: جاہلوں کو کایہ سجدہ اطاعت کا تقاضا تھا۔ کاذقین اے موسیٰ علیہ السلام! ہم نے اب تک تو آپ کا مقابلہ کیا اب ہم آپ کے فرمان پر وارہتے ہیں اور سجدہ ہی کی حالت میں اپنے ایمان کا اعلان کیا یعنی یہ کلام مجھ سے میں پڑے پڑے کیا اگر سجدہ مہارت

ہو مائیں میں سبحان وہی الاعلیٰ کہتے۔ آنھوں اعتراف میں یہ جہد کس طرف ہو اور بد مذہبوں اور انبیاء ہند۔ جو اب اس کی تفصیل نہیں دیکھی نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ جلد گرموسی علیہ السلام کے سامنے جہد میں گرسے۔ مائیں اپنا قبیلہ کور بنایا ان پر وہ ضرور ہو گیا پانڈی نہ تھی کیونکہ وہ ابھی حالت کفر میں تھے۔ یہ جہد کھرتے ہجرت ایمان میں داخل ہونے کی طاقت بنایا جب ایک موقع پر کفار نے حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں کو سجدہ کر کے اپنی فریادیں لڑی تاکہ وہ لوگ کفار کے اس قسم کے جہد تمام شرکات سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ تو ان اعتراف میں جلد گروں نے اپنے اس فرعون میں لفظ قتلی کی دو صفتیں بیان کیں۔ ایک وہب العالمین دوسری موسیٰ و ہارون ملائکہ یہ دونوں حضرات عالمین میں داخل تھے۔ عالمین کے بعد ان کے ذکر کی ضرورت نہ تھی پھر کیوں ذکر کیا۔ جو اب اس کے بعد جواب ہیں۔ ایک ملائکہ ہارون شکان۔ جو اب ملائکہ تو یہ ہے کہ وہب العالمین ہونے کا دعویٰ فرعون کرتا تھا کہ یہ لوگ صرف وہب العالمین تھے تو فرعون کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ ابہرہ پر ایمان رکھنے کا اعلان کر رہے ہیں اس لئے وہ موسیٰ و ہارون کہا گیا کہ اب فرعون نے یہ کہہ سکے۔ جو اب ملائکہ یہ ہے کہ وہب العالمین میں توحید کا قرآن ہے اور وہ موسیٰ و ہارون میں ایمان کا قرآن۔ وہب قتلی کو عالم اور عالم کی چیزوں کے ذریعہ پہچاننا توحید ہے اور نبی کی معرفت پہچاننا ایمان ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں کی طرح واحد میں ہیں بلکہ مومن ہیں۔ دسواں اعتراف میں جلد گروں نے موسیٰ اور ہارون دونوں کا ذکر کیا کیوں کہ وہب موسیٰ کے دن نکالی تھا۔ جو اب اس اعتراف میں کہی ہو جو اب ہیں ایک ملائکہ ہارون شکان جو اب ملائکہ تو یہ ہے کہ فرعون کہہ سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا وہب میں ہوں گے کہ میں نے ان کی پرورش کی ہے جب ساتھ ہی ہارون علیہ السلام کا بھی ذکر کر دیا تو اس کا ہند ہو گیا تو اب ہارون شکان یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے جب ہارون علیہ السلام کو نبوت ملی یعنی وہب رویت خاصہ کی حاجی جب موسیٰ کے ذریعہ حضرت ہارون پر پڑی جلد گروں نے کہا کہ ہم اس پر ایمان لگاتے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذریعہ وہب ہے اور حضرت ہارون کا ذریعہ وہب ہے اور اب وہبوں کے ذریعہ ہمارا وہب ہے یہ ترتیب تعویف کی اصل ہے وہب نے انہیں شریعت بھی بخشی تھی طریقت بھی مطلق۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ حضرت انبیاء کا خالق و مالک ہے اور حضرت انبیاء کرام وہب قتلی کے مطہر اہم۔ یہ نے انہیں کو بنایا۔ انہیں نے وہب کو بنایا اس کا ارادہ تھا اگر وہب قتلی انہیں کو پیدا کرے تو یہ حضرت موجود نہ ہوتے اگر نبی وہب کو ظاہر نہ کرتے تو وہ ہم لوگوں کو ظاہر نہ ہو۔ آج کل کئی کئی ظاہر کئے گئے ہارون شکان کے حضرت انبیاء ہیں۔ یہ حضرت مختلف طریقوں سے وہب کو ظاہر کرتے ہیں کسی پر سر سے کسی پر تہ سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان جلد گروں پر وہب ظاہر فرمایا لقبہ قر سے کہ جلد گروں کی مغفولیت ان کے ایمان و عرفان کا ذریعہ بن گئی۔ حق کا ظہر باطل کی مغفولیت ہے۔ حق کا طور جو حق باطل کا طور و تہ اس مغفولیت پر ہزار بار لکھتے ہیں قرآن ۱۰ جلیوں۔ ہاؤر اگر مغلوب ہو کر سجدے میں گرسے۔ پانی کیا تیم گیا۔ سو دن نکلا راست گئی پادش آئی دخلی گئی۔ ایمان آیا طغیان گیا۔ عرفان آیا غفلت گئی۔ مولیا فرماتے ہیں کہ وہب وہ ہے جسے نبی وہب کہیں۔ وہب العالمین فرماتے کہ جہد وہب موسیٰ و ہارون کہتے۔ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لگاتے جس نے مائیں کو بنایا۔ جسے حضرت موسیٰ و ہارون نے وہب بنایا۔ نبی کی زبان ایمان و عرفان کی پہلی ہے جس کی انکار ہم دونوں کوئی نہیں دیتی۔ اسی حضرت

قدس سولہ فرمایا

آپ آہ وہ کے نور میں جم برعات
مشت غالب اپنی ہو نور نور کا اعلا تیرا

موجودہ فرماتے ہیں کہ نبیائیں حق باطل دلائلوں کو لے کر نبی مان میں فرق کرتے ہیں۔ دیکھو جلوہ گروں کے جلوہ کا بلانہ: طلب علم کے ذریعہ خلافت کا دائرہ انہیں دونوں علاقہ تھے ان میں صحابہ چھٹاڑا تھا۔ حضرت آدم لے کوئے کو کوئے کلمہ کو کلمہ اور اخلیا۔ نبی کا یہ فرق ناقصت جاری رہا۔ سچہ سچہ کلمہ قرآن فوٹی و فیروہ نبی کے ذریعہ ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ کس کی مہارت تھی۔ سہ سہ کی تھی۔

قَالَ قَرَعُونَ أَمْتُمْ بِهِ قَبْلَ أَنْ أَدْنَ لَكُمْ إِنَّ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرَتُهُمْ فِي

کہا فرعون نے کیا ایمان لائے تم ان پر اس کے بغیر کرا عازت دونوں میں تم کو جنگ کا پتہ فریب ہے جو
فرعون پر وہ تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تم کو عازت دوں یہ تو بڑا جمل ہے جو

الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ لَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ

مادی کا تم نے اس شہر میں نیکو کمال دو تم اس شہر سے اگلے باشندوں کو پس مغرب جان دو تم ان لوگوں کو
تم سب سے شہر میں پھیلنا سچہ کر شہر دائیں کر اس سے نکال دو تو پ ۶۶ ہاؤ گے تم سے کہیں

وَأَرْجُلَكُمْ فَمَنْ خَلَفَ ثُمَّ لَا أَصْلَبَ تَكُمْ أَجْبَعِينَ ۗ

باتھ تمہارے اور پاؤں تمہارے دو طرف سے پھر اہت صوری دونوں میں تم کو سب کر
تیار ہے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو صوری دونوں میں

تعلق اس آیت کو۔ ناچھلی آیات سے ہر طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں جلوہ گروں کو ایمان کی نعمت
لئے کا رہے اب ان کو صبر و شہادت کا روح لے کر تہیہ ارشاد ہو رہی ہے۔ گویا ایک نعمت آواز کہہ چکے کے بعد دوسری نعمت
کی اطلاع آواز کہہ۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرعونوں کی ذلت و رسوائی کا ذکر ہوا اب ان کی مخالفت پر مبنی
ہاتھ رہے کہ اس قدر ذلت کے بعد ان کی اگلازگی نبھانے بہت ہونے کے جلوہ گروں سے آواز نے انہیں دھمکانے لگے کہ ان
ان کے نصیب میں نور و ذورہ ذلت بلکہ طاقت کس کی تھی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں جلوہ گروں کے ایمان کا ذکر ہوا اب
ان آیات میں ان کی آزمائش و امتحان کا ذکر ہے کہ جتنا کمال ایمان ہو تا ہے اتنی سخت امتحان لایا جاتا ہے۔ آزمائش بقدر
درجات۔

تفسیر: قال فرعون۔ ظاہر ہے کہ فرعون جلوہ گروں سے یہ کلام میرا من مقابلہ میں نہیں ہوا کہ وہیں کا تفسیر یہ ہے کیا تھا کہ
جاو کر جہد میں پڑے اپنے ایمان کا امتحان کر رہے تھے اور فرعون و فرعونوں کو لگ بھگ ہوتے چھوڑ کر ہماگ رہے تھے وہاں تو

میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہے۔ فرعون نے الزام لگایا کہ اس زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اعلیٰ رتبہ کا ہندو سیکھا پھر ان لوگوں کو سکھایا ہے وہ استبداد ہیں یہ لوگ شاکر و دوستی جگہ ہے انہ لکبیر حکم اللہ علیہم السلام حکم البحر کی بات دہریاں کہ رہا ہے لغتہم جو امنا اللہ ہایہ حقائق ہے مکر تموہ کے منہا امر بنعینہ ہے۔ اہل سے مراد ہیں قبلی لوگ یعنی تمہارا اور تمہارے استاد موسیٰ علیہ السلام لکھتے ہیں کہ میں تم سے مرعوب ہو کر مصر و غیرہ کی سلطنت سے دستبردار ہو جاؤں اور تم میری قوم قبلیوں کو اس طاقت سے نکال دو اور خود میں راج کر دو۔ فرعون کی یہ ساری گفتگو اپنے لوگوں پر کیا رہا جب قائم رکھنے کے لئے ہے۔ فسوف تعلمون اس میں دو مشکل ہے۔ تعلمون کا مفہول ہمہ عاقبتہ امر حکم پر شیعہ ہے یعنی تم غریب اپنے اس جرم کا انجام جان لو گے بلکہ دیکھ لو گے اس میں اہل ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

لا تعلمن ایڈیکم و اولیٰ جملکم من خلافہ اس اہل کی تفصیل ہے۔ علی میں قطع کے معنی ہیں لڑنا۔ حقیقی کے معنی ہیں خوب ہی کائنات اس کے معنی ہوئے تمہارے ہاتھ پاؤں خوب ہی کاٹوں گا یا اس طرح کہ صرف پنجے یا ٹوکے نہیں کاٹوں گا بلکہ پورے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا یا اس طرح کہ سترے پھرے سے دیر تک کھنڈا ہوں گا تاکہ تم کو سستی تکلیف ہو۔ رب مصری خوردوں کے حقیقی فرمان ہے۔ وقطن فیہین انہوں نے حیل جو سستی دیکھ کر اپنے ہاتھ دیر تک کھلنے اور خوب ہی ہالے کھلے گوشت پڑی سب کٹ ڈالے۔ کم میں خطاب مراد کروں ہے ہے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام سے قیامت کرنے کی امت نہ تھی۔ خلاف سے مراد ہے دو طرف یعنی ایک طرف کا شمار ہاتھ پاؤں کا دو سری طرف کا پاؤں۔ جیسے کہ اسلام میں ذاکوی مزاجے طماہ فرماتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ پاؤں کاٹوں کی مزاج فرعون نے اکیلو کی اس سے پہلے کسی نے کسی کو یہ سزا دی تھی۔ ثم لا صلیبکم جامعین۔ معطوف ہے اقطن پر نیز کہ ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بہت عرصہ بعد سولی بنا تھا اس لئے ثم ہوا۔ اصل صلیبکم بنا ہے صلیب ہے۔ معنی سولی بنا۔ اس سے ت صلیب جس پر سولی دی جائے۔ سولی دینے کے طریقے مختلف تھے۔ فرعون کی سولی کا طریقہ یہ تھا کہ ٹرم کو کسی درخت سے بانہ بنا دیا تھا جس کو وہ سک سک کر مر جاتا۔ اس نے ان ہلو گروں کو گھوڑے کے درختوں پر سولی دی۔ دو سری جگہ ہے لا صلیبکم فی جنوع النضر بعض نے فرمایا کہ گالے میں پندرہ لڑال کر مارا سولی تھا جسے آج بھی اسی کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

خلاصہ تفسیر فرعون جب اس میدان سے سخت شکست کھا کر ہوا اسی میں ہماگہ گرج بچ کر ہوش نکلا۔ آئے اور اسے پتہ لگا کہ جاؤ گرتوجہ میں گر کر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو اسے اپنی قوم کے سامنے سخت شرمندگی ہوئی تب اس نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے ہلو گروں کو پھر جمع کیا تو اس ہلو موسیٰ علیہ السلام اس مجمع میں نہ تھے۔ ان سے بولا کہ تم لوگ میری رہا ہو۔ میری مہارت کے بغیر تم کوئی کام نہیں کر سکتے۔ تم میری بغیر مہارت ایمان لائے تمہارا ایک قصور تو یہ ہے دو سرا قصور تمہارا یہ ہے کہ تم نے شکست کھانے اور موسیٰ علیہ السلام نے فتح نہیں پائی ہے بلکہ تم نے اس مقابلے سے پہلے مصر میں اس مقابلے کے وقت اسکندریہ میں ایک سازش کر لی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام تم سب کے استاد ہیں تم سب ان کے شاگرد۔ تم نے یہ وہ راستہ یہ

دوسرے یہ کہ اس سعیت میں جٹا لڑا جائے جیسے حضرت ذکریا و یحییٰ علیہما السلام کا نقل ہو جائے من جلدو گروں کا احسان یا پہلی قسم کا تھا مگر فرعون نے انہیں سولی دینے کا حکم دیا اور سولی حرم کا گرا انہیں سولی سے دی۔

اعترافات: پہلا اعتراف: قبل ان اذن: سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر جلدو گر فرعون سے بچ چکے کہ ایمان لائے تو وہ اجازت ضرور دے دیتا اور پھر ان کو کوئی سختی بھی نہ کرتا۔ انہوں نے اظہار اجازت لئے ایمان کیوں اختیار کیا اور اپنے کو بلا کت میں کیوں دلا یہ تو در پر وہ خود بخوشی ہوئی۔ جو اب اس اعتراف کے دو جواب ہیں۔ ایک وہ جو عام مشرکین نے دیا کہ یہاں قبل کا معنی پہلے نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں بغیر۔ قرآن مجید میں قبل بغیر کے معنی میں آیا ہے۔ **قبل ان تصدقتم مسلمة** میں دو سرا وہ جو قاضی نے دیا کہ فرعون کے منہ سے یہ گہراہت میں نکلا جس سے اس کی صورت کی نفی ہو گئی کیونکہ وہ عرضی عدالتی کرتا تھا اور کہ یہ دہانت کہ تم میری اجازت اہل سے پہلے ایمان کیوں بلا سکتے ہو یہ اس لیے اسلام پر جس سے معلوم ہو تا ہے کہ اگر جلدو گر اجازت لے کر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو فرعون ان سے کچھ نہ کہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے عدالتی کی طرف جازت دے تھے۔ یہ جواب فقیر کہہ نہ سکتا تھا۔ **دوسرا اعتراف:** فرعون نے اس سزا دی تھی کہ صرف جلدو گروں کو کیل دی۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو کیل نہ دی تھی۔ وہی حال تھا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو جلدو گروں کا استوکلہ خوب ہے کہ شاکر دوں پر غضب اور استوکلہ خاصوٹی۔ جو اب اس نے دو بار مصالحتاً فرمودہ کیا کہ تم اس لئے اس کے سول میں موسیٰ علیہ السلام کو غضب دینے کا کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے تصور سے اسے نظار چھتا تھا تو آپ کو مہنگی کیسے تہ آگے آ رہا ہے کہ اس کے دو ہاروں نے اس سے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کچھ کیوں نہیں کہتا تو اس نے جواب دیا کہ میں بنی اسرائیل کے بچوں کو اذخ کرتا ہوں۔ **تیسرا اعتراف:** اس نے یہ کیوں کہا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مختلف یعنی مختلف طرف سے نکالوں گا۔ ہاروں ہاتھ پاؤں کٹوانے کی مہنگی کیوں نہ دی۔ زیادہ نفی تو اس میں تھی۔ جو اب غالباً وہ یہ چاہتا تھا کہ جلدو گروں کو چھتے پھرتے رہیں۔ لوگ انہیں دیکھ کر جہرت پھریں اگر ہاروں ہاتھ پاؤں کٹوانے کا ایک ہی طرف سے کٹوانے ہاتھ پاؤں کٹوانے کو اتار دینے چاہئے کہ قتل نہ رہے اس کا نشانہ بچ رہا ہو گا۔ پھر عرصہ بعد انہیں سولی دی۔ اس لئے اس نے یہ کہا کہ آج اسلام میں باکوڑوں کے ایک گروہ کی سزا یہ ہے۔ تاکہ وہ چھتے پھرتے رہیں اور لوگ انہیں دیکھ کر جہرت پھریں فرسید وہ مرودوست دور کی سوچ کر یہ کہہ رہا تھا۔ **چوتھا اعتراف:** فرعون نے جلدو گروں کو یہ سزا دی کہ انہیں قرآن مجید میں مہنگی کا توڑ کرے مگر یہ ذکر کیوں نہیں کہ اس نے سولی سے دی۔ جو اب اس کے متعلق مشرکین کے دو قول ہیں بعض نے فرمایا کہ وہ اس پر تھار نہیں ہو ان کی دلیل یہ تبت ہے۔ **انتموا من اتبعکمما الفلبون** یعنی تم دونوں نے موسیٰ و ہارون اور تمہارے جسٹین غالب رہو گے اور جلدو گر ان کے قبیح تھے وہ مغلوب نہ ہوئے غالب رہے مگر یہ دلیل کمزور ہے بلکہ وقت انسان نقل ہو کر بھی غالب رہتا ہے جس اس کے نقل کا نشانہ رہا ہو جائے۔ امام حسین نقل ہو کر یوں ہی رہے۔ بعض ائمہاء کرام عار کے ہاتھوں نقل ہوئے جیسے ذکریا و یحییٰ علیہما السلام حالانکہ رب نے فرمایا **لا تلجبن انوار سلی** نیز اگر صرف مہنگی دی تھی تو وہ یہ مہنگی موسیٰ علیہ السلام کو بھی دے سکتا تھا۔ عام مشرکین فرماتے ہیں کہ اس نے انہیں سولی سے دی۔ ان کی دلیل وہ آیت ہے **انتموا موسیٰ** قومہ اس کے دو ہاروں نے اس سے کہا کہ تو نے موسیٰ علیہ السلام کو روکن کی قوم کو کیوں چھوڑ دیا یعنی ان جلدو گروں کی طرح

تیرے شمس کیلے سوچنے کے لئے وقت نہ دیا کہ سچی کی بات نہ کی یہ تمامیت عجم تھی، لہذا۔ انا اللہ بنماستقلبون یہ تارا
 منقول یہ ہے اس جملے کے معنی کے لئے۔ ایک یہ کہ وہ بنا سے پہلے و حمتہا بہت با قرب ہر شیدو نہ یعنی تیری سرین
 ہے کہ جلدی ہم کو شہید کر دے۔ ہم اس در ایلا سے نکل جنوں کیونکہ اس طرح شہوت کی سوت مرکز ہم اپ رہی
 وقت اس کی مغرت اس کی ہمت اس کے قرب کی طرف لوٹیں گے۔ جس وقت فرحت نے جلا کر دی کہ وہ منہلی ہی تو
 رب تعالیٰ نے انیس ہمت وہیں کی نفسیں ان کے جتنی کہہ کھلایے وہ یہ نفسیں دیکھ کر دیوانہ وار یہ کہ لٹے کہ جلدی ہم تو
 سولی سے ہم کہ ہمت میں جلا پختہ کیا ہے ہیں۔ لب ہم کو زندگی بابت (روح الطبی اور مسرور ہر سے یہ کہ آخر ہر ہم نے
 رہ کی طرف لوٹنا ہی ہے خواہ اب شہادت کی موت سے مرز یا پھر اپنی طبی موت سے مرز۔

ہو رہا آئی ہے اس کو ہو گا جانا ایک دن سب کو ہے ہونا خلقناکم مادمہ ایک دن
 اب میری تم کو نبی عمر کی ہے کیوں ہوں جب فلا نصیری تو پھر کیا سو برس کیا ایک دن
 ایک عربی شاعر اس کے مطلق کہتا ہے۔

ومن لم يموت بالسيف مات تعددت الاسباب والموت واحد

تیسرے یہ کہ ہمیں شہدوں کو نجات دینا رہا رہا رہا ہے۔ وہیں ہذا اخیر فیصلہ ہو گیا کہ جو تھے نہ ناپ کر لے۔ شعر

الذی دیان یوم الدین و ستائلہ تجتمع الخصوم

پہلی دو صورتوں میں لانا سے مراد صرف جلا کر ہیں اور اس تیسری صورت میں لانا سے مراد جلا کر اور فرعون و فرعون کی دوگ سب
 ہیں۔ (دین اللہ) یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ہم طبی موت سے تو قیامت کے بعد رہ کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہو
 گی اگر شہوت کی موت سے تو مرتے ہی اس دربار کی حاضری میر ہو جوتے کی کیونکہ شہید کے معنی میں مشہور یعنی حاضری
 والا مرکز نوراً آیتانہ ما یہ ہر حاضر ہو جانے والا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہم سو میں مرکز اپ وطن کی طرف لوٹیں گے
 سچی پر وہیں سے اپنے دل میں جا میں گے اسی لئے **مستقلبون** کہ وطن لوٹنے پر خوشی ہوتی ہے نہ کہ فہم خیال رہے کہ
 رجوع کے معنی بھی ہیں لوٹنا وہیں ہو گا اور انقلاب کے معنی بھی ہیں لوٹنا وہیں ہونا لیکن کبھی ان میں فرق یہ کیا جاتا ہے کہ جیسے
 آنے سے پہلے ہی پناہ دور ہے اور کہ بدل کر جانا **انقلاب** **مستقلبون** کہ کہ اشارہ یہ کیا کہ ہم آنے سے سو میں گھر نہیں آکر
 ہاں سے رجوع نہ معلوم کیا گیا ہو گئے اور اب انشاء اللہ جارت میں مبارک شہید ہو کر لے فرعون اپنی فکر کو فریاد سے کام بہت
 ہی تلخ ہے۔ **وما تمقمن الا اناسا بایت** یہ جلا کر دیں کو اور انیا کلام ہے لفظ اس کلا لہذا آیت ہے **تمقمن** ہے
تمقن سے جو ضروب ضروب کا مدد ہے اس کے معنی ہیں تدار اس ہو لے۔ **یراکنا** ہمارا کی ضمیر **سدا** جلا کر دیں کی طرف
 ہے۔ **انسانا** یہ **تمقن** کا مفعول ہے۔ **یا ستول** لے۔ **ان** کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے کوئی جرم قتل کی مراثیں کیا تھ کہ تدار ایمان
 لارہا اگر ایسا تو آج بھی بڑے ہیں کہ کسی شاعر نے کہا۔

لا عیب فیہم الا ان ضیو فہم
 تعاب بنسین الاحبتہ والوطن

خلاصہ تفسیر: جاہد کر فرعون کی یہ دھمکی سن کر لوگ کہ ہم کو تیری دو حکیموں کی پوا نہیں کیونکہ اس صورت میں ہماری موت شہادت کی ہوئی اور ہم اور انظر سے نکل کر اور انظر کی طرف ذرا اٹھنے سے نکل کر اور امان کی طرف تیرے پاس سے بھٹ کر اپنے رب کی رحمت کی طرف جائیں گے۔ ایسی کلیات موت پر پڑاؤں کو ذمہ کیل فرمایا ہوں تاکہ ان کے کہ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا ہے جس سے ہم سزا سے موت کے مستحق نہیں۔ اور اگر ہم صرف یہ کہ ہم نے اپنے رب کی آیات پر آیات کے ذریعہ پر ایمان لائے یہ ایمان کمال ہے جب نہیں یہ کہہ کر وہاں تک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ مولیٰ آپ تو ہم پر میرا رب ہے جس سے ہم لڑنا کجاگ و صاف ہو جاویں اور ہم کو ایمان اپنی اطاعت پر موت نصیب فرمادے۔ یہاں مولیٰ ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون نے اس طرح پہلے دن کے ہاتھ پاؤں کو نواسہ پھر انہیں دیکھنے کے لئے کھلے کھلے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مولیٰ اللہ تعالیٰ نے تم کو نواسہ بنا دیا ہے۔

ساراں چیزوں حق نو بشنا حسند دست و پاور جر مدار ہا شھود العلی

فائدے: ان آیات سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کفر میں بڑا ہی ہے ایمان میں است و جرات ہے۔ دوسرے جاہد کر ایمان لانے سے پہلے فرعون سے کس قدر ڈرتے تھے حکم ایمان لانا ہی کہنے دیکر ہو گئے کہ ان کے دلوں میں فرعون کا کوئی خوف نہ رہا۔ یہ فائدہ لانا چاہے حاصل ہو اور دوسرا فائدہ ایمان کو خوف خدا و حق پر سولہ ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔ یہ فائدہ بھی قالو اسے ہی حاصل ہوا کہ ان جاہد گروں کے سامنے فرعون نے ہاتھ پاؤں کھانا سولہ بتائیں کیا انہیں ان کی مہلتا پورا نہیں ہوئی۔ حق ہر مشکل کو آسان کر دیتا ہے آسان ہر مشکل میں فرق کرنا اور مشکلات سے گھبرانا حاصل کاہم ہے۔

حق ان چیزوں سے آواز ہے۔ شعر

بے خسر کو پڑا آتش نمود میں شق

مقل تھی سو تماش لب ہم اہی

تیسرا فائدہ: موت ہر حال آتی ہے خواہ قتل کے ذریعہ آئے یا کسی اور ذریعہ سے بلکہ روانہ ایمان قتل کی موت وہ سر سے ذریعہ سے موت سے آسان ہے۔ مینوں برسوں استقامت پر ایسیاں رگڑ کر کر جانے چپے سے جانچ منٹ کے قتل سے جان دینا آسان ہے۔ یہ فائدہ منقلبوں کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: کفر اور بد لوگی وجہ سے قتل پر حق تہ طور قاتل عام کو اس پر تو تہ تہ بلا قصور قتل ظلم ہے اور ایمان کی وجہ سے قتل کفر ہے کہ اس سے قاتل کا کفر ہو گیا۔ یہ فائدہ و ماتمق منا سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: سو سن حال کی بچان یہ ہے کہ اس سے کفار نافرمان ہوں۔ یہ فائدہ بھی ماتمق سے حاصل ہوا۔ جو کافروں کو خوش دہن کی کوشش کرنے سے کمال مومن نہیں۔ دیکھ لو حضرت صاحب پر آج تک کفار کفر کر رہے ہیں۔ چھٹا فائدہ: یہ جاہد کر فرعون کے قول کے مطابق شہید کئے گئے کہ لوگ ان کے ہاتھ پاؤں کھلنے کے پھر سولہ دیکھے گئے۔ یہ فائدہ افروغ علینا صبراً سے حاصل ہوا۔ اگر وہ قتل سے بچ گئے ہوتے تو میری زبان کے ایسا مٹی نیا آگے آجاتا کہ فرعون کے درباریوں نے فرعون سے کہا کہ تو نے حضرت موسیٰ اور ہن کی قوم کو کیوں چھوڑ دیا۔ انہیں قتل کیوں نہیں لڑا مگر جاہد کر گئے

ہوتے تو وہ ان کلام بھی لیتے۔ ساتواں فائدہ: نبی کی صحبت ایک آئن میں وہ کلام کرتی ہے جو ہر سو کی عبادت نہیں کرتی۔ دیکھو فرعون نے جلد کر پند سامات میں ہر من مصلحتی 'ماریف' مبارک شہید سب پاکہ بن گئے اگر وہ ساماں مبادت کرتے تو انہیں یہ کمالات حاصل نہ ہوتے۔ آٹھواں فائدہ: بڑے درجے والا سو من بھی اپنے پر بھروسہ نہ کرے۔ اللہ سے استقامت کی دعا کرے جب تک کہ خاطر باخیر نہ ہو۔ جو بلا سے تباہ نہ ہو۔ اللہ سے اس کے مذہب اس کی بے نیازی سے ڈرنا رہے۔ یہ فائدہ **توفان مسلمین** سے حاصل ہوا کہ ان لوگوں کا فائدہ: کبھی اسلام۔ یعنی ایمان بھی آتا ہے۔ یہ فائدہ **مسلمین** قربانے سے حاصل ہوا کہ انہوں نے جہلمے موٹھن کے مسلمین کا کر مرلو سوٹھن ہی ہے۔ دو سوواں فائدہ: جب مصیبت آ پڑے یا آنے کا اندیشہ ہو تب صبری و حاکرے۔ بلا جہ صبر کی دعا میں نہ مانگو کہ جس میں دور وہ مصیبت کی دعا ہے۔ دیکھو جب جلد گروں کو اپنے قتل کا شہین ہو گیا تب انہوں نے صبر کی دعا کی۔ سجدے میں کر کہ صرف ایمان کا ملان کچھ اس وقت صبر کی دعا ماننے کی کہ اس وقت آفت سائنہ نہ تھی۔ گیارہواں فائدہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا احسان لے تو بندے کو چاہئے کہ صبر کی اور احسان میں کھلیائی کی دعا کرے۔ آفت لگنے کی دعا نہ کرے۔ دیکھو اس موقع پر جلد گروں نے صبر کی دعا کی اس آفت کے لگنے کی دعا نہ کی بلکہ صبر علیہ السلام نے اس کے لگنے کی کوشش بھی نہ کی کہ پھر فرعون کو عساکے ذریعہ ڈرو اور حکا کر اسے اس گروا سے بجز رکھتے۔ یہ ہے راضی برضار پنے کی جتنی جاتی تفسیر۔ حضور ﷺ نے شہادت حسین کی خبر دی مگر اس آفت کے لگنے کی دعا نہ کی بلکہ عرض کیا کہ **مولیٰ اعظم حسین صبرا جمیلا و اجورا حمز یلا** خدا لیا میرے حسین کو صبر نبیل اور اجر جزیل عطا کر۔

اعترافات: پہلا اعتراف: فرعون جلد گرنے تو اسرا علی تھے نہ مصری بھروسہ صبر علیہ السلام پر ایمان کیوں لائے۔ صبر علیہ السلام نہ ان کے نبی تھے نہ یہ لوگ آپ کے اسی کہ آپ صرف اسرائیلیوں اور مصریوں کے نبی تھے۔ جو اسیب ہر نبی پر ایمان لانا چاہئے۔ دیکھو ہم لوگ عمری مسلمین ہیں مگر سارے نبیوں پر نظر ایمان ہے۔ امت نہ ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان کی شریعت کے انکام ان لوگوں پر جاری نہیں ہو سکتے۔ گزشتہ انبیاء کریم اگرچہ خاص خاص امتوں کے نبی ہوئے مگر امتوں نے ایمان کی محبت سب لوگوں پر اپنے انکام صرف انہیں پر جاری کئے جن کے وہ نبی تھے۔ یہ فرق خیال میں رہنا چاہئے۔ اسی لئے جلد گروں نے سجدے میں کر کہ **کنا صبرا برب العلمین** اور یہاں **کنا صبرا بربیت وینا** دو سرا اعتراف: جس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ جلد کر قتل نہیں گئے بلکہ اپنی طبیعت سے ان کی وفات ہوئی کیونکہ انہوں نے **کوا توفنا مسلمین** قتل کی موت مانا وقت نہیں ہو تا نیز جب تعالیٰ نے صبر علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔ **لا یصلون الیکما** **بایتنا التما و من اتبعکمما الغلبون** کہ فرعون لوگ وہاں من کشتوں کی وجہ سے تم تک کو اپنے پناہ نہیں گے۔ تم اور تمہارے سارے مٹھن ماب ہا جلا کے آگے یہ جلد کر سوئی ہے دیکھو کہ تو وہ ماب کمل رہے۔ آفت ہی اعتراف ان لوگوں کا ہے۔ جلد گروں کے قتل کا حکم کرتے ہیں۔ جو اسیب نہ وقت ہر موت کو کہتے ہیں خود قتل سے ہوا طبیعتی طور پر۔ فرمایا ہے۔ **یتوفکم ملک الموت الذی اور فرمایا ہے توفتمرسلنا اور فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حسین** موتہا ان آیات کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ملک الموت اور وہ مرے فرشتے صرف طبیعت موت مرے تو ان کو موت

تعلق ہاں آئیے کہ لاجبلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق: جبجلی آیات میں اس مفہم کا ذکر ہوا جو فرعون نے جلدو گروں سے کیا یعنی قتل کی وجہی، پھر قتل کر لینا اب اس مفہم کا ذکر ہے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا یعنی ان سے اور ناکہیرانا اور ان کا پکھ نہ بگاڑ سکتا۔ دوسرا تعلق: جبجلی آیات میں فرعون کے اس علم کا ذکر ہوا جو اس نے دو قبی طور پر جلدو گروں پر کیا اب اس کے اس علم کا ذکر ہے جو اس نے بنی اسرائیل پر دو بارہ شرع کر دیا یعنی ان کے بچوں کا قتل اور بچیوں کو لوندھی ڈھانڈنا جو ایسا خاص اور دو قبی علم کے بعد اس کے عام اور دائمی علم کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق: جبجلی آیات میں جلدو گروں کی دو صاحبواستہت سے لگا کر خطاب لہذا یعنی قتل کی اس حفاظت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے نبی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی فریبی کہ فرعون کی بازیابی صحت نہ کر سکا کہ رب ان سے وعدہ فرمایا کہ **لَا يَمْلِكُونَ لِي جَنْبًا**۔ جبجلی آیات میں فرعون کی بد مانی کا ذکر ہوا کہ اس نے جلدو گروں سے ایسے حکمران کا نام لکھا کہ اب فرعون کے اعلیٰ ہوا ہیں کی بد مانی کا ذکر ہے کہ وہ فرعون سے بدتر تھے یعنی فرعون کی بد مانی کے بعد اس کے ماحول کی گندگی کا ذکر ہے کہ اس فرعون کی بد مانی کی وجہ اس کا ماحول تھا۔

تفسیر: وقال الملا من قوم فرعون۔ ان جر نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ جب جلدو گروں نے جمعہ میں گرا پئے ایمان کا ملاں کی توجہ نہ لیا کہ تا مشائی ایمان لے آئے۔ دیکھو تفسیر روح المعانی خزائن موسیٰ و ہارون۔ اس کے بعد فرعونوں نے فرعون سے یہ کہہ کر خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام مطاہ نبوت کے بعد مصر میں تخریف آکر سیدھے فرعون کے دربار میں پہنچے کسی اور کو نہ تبلیغ کی نہ ملامت کی پھر آپ کا جلدو گروں سے مقابلہ ہوا پھر جلدو گروں کے جہد میں گرنے پر ہم لاکہ اسرائیلی ایمان لے۔ **قال** میں روئے سخن فرعون سے ہے۔ **علا** سے مراد ہے سرداروں کی جماعت۔ **قوم** فرعون سے مراد ہیں قبیل لوگ کیونکہ فرعون لوگ قبلی کہلاتے تھے اسرائیلی لوگ قبلی فرعون نے جلدو گروں کو تو ان کے ہاتھ پاؤں کو تو اس کی دلواری کران چہ لاکہ اسرائیلیوں سے کچھ نہ کہیں پر اس کے اور کھن دولت نے فرعون سے یوں خطاب کیا۔ **اتنذر موسیٰ و قومه**۔ قیل کا متوال ہے۔ **تنذر** میں خطاب فرعون سے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام میں حضرت ہارون بھی شامل ہیں اور **قومه** سے مراد ہیں وہ چھ لاکہ اسرائیلی جو میدان مقابلہ میں ایمان لائے تھے اور دو ہزار ایمان لارہے تھے۔ **قوم** سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے نہیں ہم قوم تھے۔ خیال رہے کہ **اتنذر** سوال یا توجہ کا ہے یا انکار کا یا فرمت دینے کا یعنی اسے فرعون ہم کو حیرت ہے کہ تو نے جلدو گروں کو تو سولی دے دی اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا۔ انہیں قتل نہیں کیا۔ یہ تو ان کو ایسے ہی چھوڑے رکھے گا۔ انہیں قتل نہ کرے گا اگر ایسا ہے تو حیرت ہے۔ **لیفصدوا فی الارض**۔ یہ عبارت متعلق ہے **تنذر** کے۔ اس میں لام انہما جو حاجت کا ہے جس کے بعد ان پر شیوہ ہے۔ **فسلوا** سے مراد ہے یعنی **فسلوا** بھی یعنی فرعون کی عہدت نہ کرنا تو ان کو شرف ہے۔ **روكنا** اللہ کی عہدت پر لگا ہے اور **روكنا** یعنی **فسلوا** بھی یعنی فرعون سے بخلت کرنا تو ان کو بخلت ہے۔ **ارض** سے مراد ہے زمین کی عہدت ہے۔ **فرعون** کی عہدت کی زمین یعنی تیرے ان کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ **لوگاکہ** یہ لوگ زمین سے تیری ملکیت میں **فسلوا** پھیلے تھے۔ **وینذک** و **الہتک** ان بملک کی بہت تر کی ہیں۔ **آسان** فریب ہے۔ یہ کہ **ینذک** مطلق ہے **یفصدوا** پر۔ چونکہ وہ ان پر شیوہ ہے اس لئے یہ بھی نفسی حالت میں

سے پہلے تھی۔ اور (علی)

خلاصہ تفسیر: جب فرعون نے چاہا کہ اس کے ہاتھ چلا کر اسے سولی سے دی تو اس کے دو پارے وہ لے کر فرعون کا دم لوتجرب اور فسوس اس پر نہ لڑتے چلاؤ۔ وہاں کو تو سولی سے دی گئی جو اصل شہادی ہیں جن کی وجہ سے ملو کر ہارنے پناہ کی سے نکلنے تھی من علیہ السلام اور وہی کی تھی قوم تھی اسرائیل تو ان سے چھ نہیں نکلتا تو انہیں یوں ہی چھوڑ دے۔ وہ کان سے کچھ نہ کے گا تاکہ یہ لوگ اہل مدینہ میں شاد چلائے پھر۔ ہلاکوں کی طرح اور لوگوں کو نہ من بنائیں اور تجھے اور تمہارے ہم پر ہنسے۔ یہ بتوں کی عبادت نہ کریں نہ لوگوں کو عبادت کرنے میں۔ ہر تو ان کے متعلق کیا لگاتے۔ فرعون نے ان کی ہمت کٹ کر تاکہ تم لگنے نہ کرو جیسے موسیٰ علیہ السلام کی بیواؤں سے پہلے ہم اسرائیلی ہیں کو بڑھ کر بیٹے تھے بیچوں نہ چھوڑے تھے تھا تاکہ اسرائیلیوں کی نسل ختم ہو جاوے اور ان کی لڑکیاں نہ ہوں ہو کر ہادی خدمت کریں۔ یہی کئی ہم پھر شروع فرمیں گے جیسے ہم پہلے ہیں اور تب تمہارے ویسے ہی آپ بھی یہ طرح غالب ہیں ذرا کچھ عرصہ نہ رہنا ایک ماہ خسی حج خسی بہر ان کی قوم بدھنے دیں گے تاکہ آئندہ یہ لوگ خودی نہ ہو کر وہ جائیں۔ ہم کو ان کی کوئی پروا نہیں۔

فائدہ: اس آیت کو لے کر یہ چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: فرعون حضرت موسیٰ پر ایمان طیار اسلام بلکہ فرعون اسرائیل سے پہلے مد عرب سے ہو چکا تھا اس لئے اس نے اپنے دو پاروں کی ہمت لاکوئی ہو گئی۔ بالکل کو نہ ملے ہمت کسی بیواؤں کی تھی جس میں عرض کیا ہے۔ دوسرا فائدہ: ہر ملی لوگ ملانہ وصلاتہ بلکہ حضرات انبیاء کو لکھنے کی تھی جن میں سے کہ ایک اصلاح لکھنے اور لکھ اصلاح۔ یہ فائدہ بھی حاصل ہوا۔ آج بھی یہ دین شہادی لوگ ملانہ دین کو لکھنے کی تھی اور تین تین کو لکھتے ہیں۔ یہ سنی بڑا ہے۔ تیسرا فائدہ: فرعون صرف اہلی ہی پر مشتمل نہیں کرتا تھا بلکہ اپنے نام کے بتوں کی پر مشتمل بھی کرتا تھا۔ یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ اللہ کے سنی اس کے ہاتھ ہو سکتے ہیں نہ کہ اس کی پر مشتمل کے بت کہ وہ کسی بت کی پر مشتمل میں کرتا تھا۔ چوتھا فائدہ: چہ کہ دو سوں پر غالب سمجھاؤ سوں کو اپنے مطلب جاننا رہتھا۔ نظر نہ رکھا فرعون سمجھتے ہوئے کہ ان میں بڑا نیازہا تھا۔ وہ لانا رہتے ہیں۔

جز کار انبیاء اولیاء است عاجزی محبوب در کھ خدا است

پانچواں فائدہ: یہ دین بڑا ہی بے عقل مانتے عقل دین سے ملتی ہے۔ یہ فائدہ حاصل ہوا مستحق اپنا عہد ہے۔ دوسرا فرعون کے نزدیک اگر جرم، قصور تھا تو اسے علیہ السلام کا ان کی وجہ سے ان کی قوم کا حاکم کر کے لے کر بنا چلا ہے۔ یہ قصور ہوں تو نیز۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دین چلے کہ بتوں کو قتل کیوں کر رہا ہے جن کی رکاوٹ کے لئے یہی قتل کرنے وہ تو یہ دین چلے اور فرعون کا دھوکا میں لے لیا کہ اسرائیلی ہیں کہ قتل کیوں کر رہا ہے۔ یہ ہے اس بنہ یں کی بد کو تھی۔ چھٹا فائدہ: یہ اپنی عزت و آبرو قائم کرنے کو تم رکھنے کے لئے بڑا دھوکا دینا کہ اگر لکھتے پھر بھی اسے عزت نہیں تھی۔ یہ فائدہ بھی مستحق اپنا عہد سے حاصل ہوا۔ دیکھو اب فرعون کا ان بے قصور اسرائیلیوں کو قتل کرنا صرف اپنی آبرو رکھنے کے لئے تھا تاکہ لوگوں میں میری مدافعت میری عزت قائم رہے مگر یہ بھی قائم نہ رہی دیکھو کیا کمال و خوار ہو کر مراد رہا تھا اس پر کبھی پشیمان نہ رہی ہے نہ وہ ہے نہ اللہ رسول کے اور اسے سے نہ۔ یہ فرمایا ہے۔ العز لہ

انہی کے احکام ہم پہلے پارسے کے شروع میں **موسیٰ للمؤمنین** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ اس سے مراد مؤمنین صالحین ہوتے ہیں، خاصاً یہ سب کہ تم لوگ، مؤمنین صالحین، مولا اور اسی حال پر رہو تو دنیا بھی تمہاری ہے اور آخرت بھی تمہاری یا یہ دنیاوی مشکلات حارثی ہیں، قرآن کا خطاب تم ہی ہو۔ **قالو لو فینا من قبیل ان ذہب** یہ دو عرض و مضمون ہے جو اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کی۔ کالوا کے متعلق دو باتیں قابل تامل ہیں، ایک یہ کہ بنی اسرائیل نے یہ فرمایا کہ تو فرعون سے کی تو گت اس موزی سے تو ہم کی انصاف کی کوئی امید نہ تھی نہ براہ راست خدا تعالیٰ سے کی کیونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ جب وہ تعالیٰ براہ راست ہم سے، کچھ نہیں سنا تو براہ راست ہماری کہیے گئے کہ حضرت موسیٰ ہمارے مولا اور آپ کے درمیان ذبح گھیری ہیں، اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ ہماری آپ تک رسائی ہے آپ کی رب تک، جیسے حضور کے صحابہ بارش وغیرہ کی دعا حضور سے گزرتی تھی کہ حضرت جبریل بھی میری ذہن میں آکر دعا میں مانگتے حضور سے آمین کہلواتے تھے، وہ سب یہ کہ یہ فرمایا، بعض اسرائیلیوں نے کی سب قوم کے نمائندوں کو کہ اس لئے اسے ان سب کی عرض قرار دیا اور کالوا فرمایا، **لو فینا من قبیل ان ذہب**، یعنی سب قوم کے نمائندوں کے پاس جاتے رہتے اس لئے اسے مراد ہے بنی اسرائیل کو فرعون کا عقلمندانے رکھنا ان سے طرح طرح کے عقلمندانے کی وصول کرنا ان کو نصرت و شہاد اور دلیل کا سوا پر کھانا نہیں نظر حضرت سے دیکھنا انہوں کے اسی پر لوگ ذبح کرنا تو جنہوں میں کی اس خبر سے کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوا کا جس سے تیرا طبق ہر پورا تو ہوا کہ وہ گناہ کرنے کے چند طریقے ہیں۔ مراد "انما ہم نے دیکھو رو کہ گناہ کی تشریح کرنا دانائے کمال و لوگ ان کو ہمیں دیکھنا ان کے ساتھ سامان نہ ہونے کے کا موش کھڑا ہو جانا، دانائی خوشی میں شریک ہو جانا، ان لوگوں نے مانگے کہ جو مراد طریقہ اختیار کیا یعنی، وہ درگناہ کا ہے کہ **قاتینا** میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت شریف مراد ہے قاتلینا ہے قاتلینا۔ "معنی تہ کی کو بنیائیں تشریف آوری اور ہی شان کی ہوئی ہے اس لئے اسے ولادت نہ کہا بلکہ ایان سے تفسیر کیا، قرآن مجید میں وہ تعالیٰ نے بھی ان پر لوگوں کی تشریف آوری کو بکثرت ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا بنی اسرائیل کا آپ ہی آمد کو **قاتینا** کہا، **ولدت** نہ کہا، بلکہ درست ہے۔ **ومن بعد ما جئتنا** تو ہی یہ ہے کہ یہاں بنی اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہی بن کعبین سے مہر میں تشریف لانا، ذہیل رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت نے بعد اور آپ نے فرعون کی گواہی میں پہنچ جانے کے بعد اسرائیلیوں کو خارج نہ ہو گیا تھا۔ ان کی ولایت بھی تو ہی گواہی میں پہنچی تو اسے من آدم سے من لیا تھا، پہلی "حاجان انہیں آرام کرنے کی چھٹی دن تھا مگر جاؤ گروں کے ایمان لانے کے بعد اس مردود نے ہر اسرائیلیوں کی زوجی ہو گئی کہ وہی ان دونوں نے بنی اسرائیل کا اعلان کر دیا۔ وہ حضرت یہ عرض کر رہے ہیں۔ اس عرض کا مقصد موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے عارضی نہیں، سب جگہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت سے تشریف دیا تو اس سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم پر لب نہ ہو، انہوں نے وعدہ کیجئے کہ فوراً ہو گا کہ فرعون کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا کہ تمہارا عرض کرنے کے بعد فرعون نے بنی اسرائیل کو فرعون کے "فرعون" پر عمل شروع کر دیا اس لئے **لو فینا سفیہ** یعنی ہمیں یہاں درست ہے۔ خیال رہے کہ ایان اور ہی دونوں ہم سہی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں، مگر اسے پہنچنے کے لئے پہلے انہوں نے کہ **قاتینا** بعد میں جئتنا، بعض نے کہا کہ زمانہ اور مکان کی آمد کو ایان کہتے ہیں اور ہی، اجسام و جوہر کی آمد کو بعض نے کہا کہ آسانی سے آتے تو ایان

کہتے ہیں اور ملتا ہے "آئے لو کئی کہا جاکتے (مصلیٰ) میں یہ کوئی فرق نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے **قال عسی و بکم ان یھلک معوکم** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ لب ہے آپ کا مٹی فرمایا تو امید دلانے کے لئے ہے یا اس واقعہ کا قرب بیان کرنے کے لئے۔ کہ یوں کا یہ الہامی عقین دلانے کے لئے ہو تب اس لئے مٹی فرمایا مناسب ہے **یھلک** سے مراد بے عذاب سے پاک کہ اس وقت سے مراد فرعون اور سارے فرعونوں کو کہ ہیں یعنی یہ اسم جنس ہے یعنی امید ہے یا قرب ہی ہے کہ تمہارا رب کھنڈ قتالی تمہارا دشمن فرعونوں کو پاک کر دے۔ **ولیس تغلفکم فی الارض** یہ عبارت مطوف ہے **یھلک** کے اختلاف کے معنی فرعون کے بعد اسرائیلیوں کو طائفہ سلطان بنانا۔ اراض سے مراد زمین مصر ہے چونکہ اسرائیلیوں کی سلطنت فرعونوں کے پیچھے ہوئی لہذا اسے اختلاف کہنا بالکل درست ہے چونکہ مسزور اور سارے اسرائیلی اس وقت موجود نہ ہوں گے۔ بعض تو فرعون کی پھاکت سے پہلے وفات پا جائیں گے۔ بعض مصر کی غارت، سلطنت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ اس لئے مٹی فرمایا بالکل مناسب ہو۔ بعض مضمیر نے فرمایا کہ نبی اسرائیل حضرت اوزار علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کے بادشاہ تھے مگر قرآن مجید کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اسرائیل سلطان ہوئے۔ فرماتا ہے **و اور ثنائ القوم العین کانوا یستضعفون مشرق الارض و مغربا** یہاں تک کہ انہی کو ذلیل کیا گیا تھا کی سلطان ہوئے۔ (مصلیٰ و کبیر و فیروز) لہذا ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ دونوں وعدہ سے اس وقت موجود نبی اسرائیل سے تھے۔ وہ رب نے پورے فرمائیے **فینظرو کیف تعملون** یہ عبارت مطوف ہے **یستغلف** پر چونکہ اسرائیلیوں کے ان اہمل کو دیکھنا انہیں غارت دینے کے فوراً بعد ہو گا اس لئے اشارہ ہوئی یہ بھی خیال رہے کہ کہ نظر کے بہت معنی ہیں۔ فوراً نظر آئے کہ تم دیکھنا انتظار کرنا دیکھنا جانتا میں اس آخری دو معنی میں سے کوئی معنی مراد ہو گی تو غلطی سے معنی سے رب قتالی پاک ہے۔ (کبیر) **کیف تعملون** سے یہ بتایا کہ رب قتالی تمہارے اہل کو بھی دیکھے گا اور اہل کی کیفیت کو بھی۔ اس فریضہ علی کا مقصد یہ ہے کہ تم سلطنت پا کر آؤ تو وہ جانتا ہے کہ رب کے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ یا مقصد یہ ہے کہ تم فرعون سے آؤ تو وہ جانتا ہے کہ تم فرعون سے آؤ تو وہ سلطنت پا کر پڑائی کے کام کرے (ازدواج العالی) تم اس وقت بدترین مخلوق ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اشارہ بالکل درست ثابت ہوا۔

خلاصہ تفسیر: فرعون کے اس مشورہ کی خرابی اسرائیلیوں کو ہوئی تو وہ گھر اگر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر عرض گزار ہوئے تب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو اور خدا بتاؤں اور وہ خوش فرمیں۔ تم تو یہ ہیں کہ اللہ سے دعا کرو اور فرعون کے مقتل اور فرعونی مشینوں اور تقویٰ پر صبر کرو۔ میرے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ خوش فرمیں یہ ہیں کہ زمین مصر فرعون کی ملک نہیں ہے تو عارضی بادشاہ ہے۔ اللہ قتالی کی ملک ہے وہی مالک حقیقی ہے۔ منظر کے بعد غطف کو منگولوں کے بعد یہودیوں میں سے جن ہندوں کو چاہئے اس ملک سے۔ وہ فرعون کے بعد تم کو مالک بنائے گا۔ وہ ساری خوش خبری ہے کہ عالم آخرت کی خوشیوں پر یہ کھڑوں یعنی مومنوں مشینوں کے لئے ہیں۔ دنیا تو بھی مانتوں بلکہ ظالموں کو بھی مل جائے ہے مگر آخرت پاکبندوں کے لئے ہی ہے۔ اسرائیلیوں نے کہ اب موسیٰ فرعون نے تمہاری پیرائش سے پہلے ہم پر بہت تمہارا ہے اور اب جبکہ تم نبی ہو کہ

دین سے اٹار پاس تقریباً ساکے تو پھر شروع کر دیئے۔ درمیان میں پندرہ روز کسی قدر دم کو چین بنا تھا۔ ہم تو اس کے ظہورِ حتم سے نکل آچکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہ گھبراؤ، معتدبہ وقت آتا ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن فرعون کو سخت عذاب سے ہلاک کر دے گا اور اس کے بعد پھر اس زمین کا پلوشہ تم کو بیٹے کا گھبراہٹا ستہ پا کر تم خود مرز بن جاؤ گے وہ تمہارے اہل بلکہ اہل کے اہل دیکھے گا وہ مظلوم تمہارا استحقاق ہو گی۔ نبیل رہے کہ اکثر انسان آرم میں سرخس ہو جاتا ہے۔ نبیل رہے کہ اس واقعہ پر موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے اس مصیبت کے رفع فرمادینے کی دعا کی بلکہ نبی اسرائیل کو صبر کی تلقین فرمائی کہ تم یہ بھی ان کا استحقاق تھا۔ استحقاق ملا نہیں جاتا بلکہ دیا جاتا ہے۔ کامیابی کی دعا کی جاتی ہے۔

فائدے کے بن آیات کر رہے ہیں قائمہ۔ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ اپنے دکھ رو کی شکایت نبی سے کرنا جائز ہے کہ وہ حضرت بلکم پروردگار کا واقعہ اہلیت مثالی اور امراض ہیں۔ یہ فائدہ موسیٰ لقوم سے اور قالوا او فینا سے حاصل ہوا دیکھو نبی اسرائیلی فرعون کا مشورہ ظلم بن کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرمادیا ہوئے مرض کی شکایت تیسیم سے ظلم کی شکایت حاکم سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے رفیق کے لئے من جانبا اللہ مقرر ہیں۔ ایسے ہی ہر مصیبت میں فرمادینے والی سے کہتے ہیں۔ میں محمد صلیب فرماتے ہیں۔

ہر مشکل دی گئی یادو جہ دلیاں دے آئی

دل دعا کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کئی

بلکہ فرعون اور فرعون کی لوگ ہر مصیبت میں موسیٰ علیہ السلام سے فرماد کرتے تھے۔ آپ دعا فرماتے تھے تو مصیبت رفع ہو جاتی تھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے قالو یوموسیٰ ادع لنا ربک بجمعنا علیک من کی تکفیل ہماری کتاب جانا اللہ حق میں دیکھو۔ دوسرا فائدہ ہر مصیبت میں دو قسم کرنے چاہیں اللہ اللہ مصیبت رفع ہو گی ایک تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا دوسرے صبر کرنا۔ تمہارا رب کی یا شکر کی یہ مصیبت کو دور کرنا کہتے ہیں۔ یہ فائدہ موسیٰ علیہ السلام کے فرقان استعینوا اور اصبروا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ ہر چیز کا ایک حقیقی رب تعالیٰ ہے کوئی چیز کا بھی مالک حقیقی نہیں۔ یہ فائدہ اللہ الارض لله سے حاصل ہوا اور کسی زندہ کو کسی چیز کا ایک آن کے لئے مالک حقیقی ماننے وہ مشرک ہے۔ اللہ کے مالک کرینے سے بدلے ہر چیز کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ بیور تھا سے حاصل ہوا۔ اسی لئے بندہ اپنی ملوکہ چیزوں کو فروخت بھی کر سکتا ہے اور عاریت سے لے کر یہ سزا پر دے سکتا ہے یہ سب طلب کے ادا کام ہیں۔ چوتھا فائدہ نہ دنیا یکسو نہ دوسرے کو فرسب کو مل جاتی ہے مگر آخرت کی خوبیوں صرف ایک کاروں کو ملیں گی۔ یہ فائدہ العاقبتہ للمتقین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ عاقبت سے مراد آخرت ہو چنانچہ جو فائدہ نبی کی تکلیف دوسرے کے لئے حاصل ہوتی ہیں۔ انہما میں سے لئے خیر ہی ہوتا ہے لہذا کہ لئے دنیاوی آرام، کھرا دیاں، ماضی ہوتی ہیں۔ اس کا انجام خراب ہی ہوتا ہے۔ یہ فائدہ العاقبتہ للمتقین کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ عاقبت سے مراد انجام ہو۔ چھٹا فائدہ نبی اسرائیل پر فرعون مظلوم زیادہ تر موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے لوہا دین سے لوٹنے کے بعد ہوا۔ درمیان میں اس کے ظلم کو کم ہو گئے تھے۔ پہلے تو موسیٰ علیہ السلام ہی آمد دکنے کے لئے پہلا مصری ہاں صرف اپنا ہم رکھنے کے لئے کہ ہم اسرائیلیوں پر غالب ہیں۔ یہ فائدہ من قبل اور من بعد

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقَصْنَا مِنَ الشَّجَرِ لَعَلَّهُمْ

احد البتہ تحقیق پکڑیں یہ نرے فرعون کی آل کو ساتھ خود مایوس کیے اور کسی سے پھلوں کی تاکہ وہ

مور پھانگ، جو نہ فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے بکرا کر کہیں وہ

يَذْكُرُونَ ۚ فَاذْجَأَتْ لَهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَاهْبِذُهَا وَإِنْ نَصَبْنَاهُمْ

نعیست پکڑیں پھر جب آئی ان کے پاس بھلائی تو کہتے واسطے ہمارے ہے یہ اور اگر پہنچیں ان کو

نعیست مائیں پھر جب انہیں بھلائی ملتا تو کہتے ہمارے لئے ہے اور میں برائی پہنچتی تو

سَيِّئَةٌ يَتَّيَّبِرُ وَإِبْرَاهِيمَ وَمَنْ مَعَهُ الْآرَامَ ظَاهِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَ

کوئی برائی تو بے خالی پختہ وہ ساتھ مرے کھان ان کے جو ساتھ تھے ان کے جو برابر ہو کر بے خالی اگلی نزدیک

تو مرے اور اس کے ساتھیوں پر ہر بد شکونی پہنچے سو ان کے ایسے کی شامت فراشر کے ہاں

لَكِنِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اللہ کے ہے اور لیکن بہت سے ان میں کے نہیں جانتے

ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں۔

تعلق: ان آیات اور پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیات میں ان سمیتوں ہاتھوں کا ذکر ہوا جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر آئیں۔ اب ان نکلت کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ کی طرف سے فرعون پر نازل ہو گئی تھی۔ ظہور کے بعد ظہور کی سزا کا ذکر ہوا ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی یہ خبر بیان ہوئی کہ فرعون کو رب تعالیٰ کو بلا کر فرما لے گا اب ان کی بلا کر فرعون ہوا ہے گویا نہیں کوئی نکل کر پہلے ہو گا اس کے ظہور کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیات میں موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت بنی اسرائیل کی بشارت کا ذکر ہوا ہے اس کی تفسیر کا بیان ہمیں سے شروع ہوا ہے کہ پہلے فرعون پر 'میں نہیں آئیں پھر بلا کر ہوا اور اسرائیل وہاں لے گا۔ سلطان بنے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیات میں بشارت فرعون کا ذکر ہوا ہے اس بلا کر فرعون کا ذکر ہے کہ وہ ایک مہاجر نہیں کیا گیا بلکہ باہمی میں تھیں اور انہیں نے بھلا۔

تفسیر: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ۔ یہ نکل اگلا مضمون نہایت ہی اہم ہے نیز ان افلاک کے خدا اب بھی ہونے کے فرعون کی لوگ مگر تھے وہ جو سمیت کے متعلق کہتے تھے کہ یہ افلاکی چیز ہے نیز حضور انور کے زمانہ کے سمت کے اگلا اس واقعہ کے منکر تھے ان دونوں سے اس نام اور تہمتی سے شروع فرمایا۔ اخذ کے معنی ہیں پکڑنا اور پکڑنا ہے اس کا معنی ہے پکڑنا۔ پکڑنا آفات میں جتنا اگلا شروع ہوا ہے۔ بلا کر اس کی پکڑا لیں کھائی ہے اور مطلق پکڑنا اخذ سے بلا کر اس کی پکڑا لیں بلکہ عارضی پکڑا لیں بلکہ اور اھل دونوں کے معنی ہیں وہاں کہیں دونوں نفسوں میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ اھل مائل غیر مائل

لطیفہ: زمین الٰہی حاتم نے نور عظیم ترقی نے نور الاصول میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ان اہل کتب کے دور میں ایک بار مصر کے کوئٹے میں ایک کتاب ملی کہ وہاں کے نیک و صالح لوگوں نے اسے فرعون کے پاس آ کر رکھا کہ تمہارا بیٹا ہے تو پانی سے وہ پورا اظہار پائیے کہ کون کون کا ہے اس کی پرورش کی گئی۔ سجدہ میں گر کر پڑا کہ وہاں سے وہاں سے تو اللہ ہے کہ تو رب ہے میں۔ عدو ہوں تو تھوڑے ہیں مجبور ہوں۔ میں اس کا فرما کر انہوں نے میری عزت رکھ لے۔ سجدہ میں تھا کہ اس نے پانی کی گواہی سزا دیا اور وہاں سے نیک و صالح لوگوں نے گھر پر پہنچا اور باہر کا تھا پھر وہاں ہی بنا رہا (روح المعانی)

فائدہ سیدنا ابن آریف سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی آفتوں میں تیریں میں بھی مدد مہمیں ہوتی ہیں۔ یہ آفتیں اور حقیقت انسان کو یہ یاد کرنے کے لیے کہ وہ اللہ کے لئے آتی ہیں۔ یہ فائدہ **لقد اخفنا** سے حاصل ہوا۔ ہماری نافرمانیاں ناکھراں آفت آئے کی وجہ ہیں۔ رب فرماتا ہے **ما یفعل اللہ بعد ان یکفم ان شکرتکم** تم اگر تم شکر گزار ہو تو رب تم کو عذاب سے لے کر لے گا۔ وہ تمہارا رب بندہ دشمن نہیں۔ **و امرنا انکونوا من الذین** اللہ کے دروازے سے بد امت نہ ملے اس کیس سے نہیں مل سکتی۔ دیکھو بیلوئی، آفتیں اور عذاب بد امت ہیں مگر فرعون کو ان سے بد امت نہ ملی تو اللہ وہ عذاب دہی عظیم لڑنے کے دروازہ کا ٹکڑا یا ہوا اللہ فرعونوں نے ان آفتوں سے اور دروازہ کھڑکایا کہ انہیں موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے بتایا۔ **خیر لکم ان تقاتلوا** یعنی تم لوگوں کو بھی فائدہ دے دیتی ہے۔ یہ فائدہ **ولقد اخفنا** سے حاصل ہوا کہ فرعون کو یہ اطمینان اور اطمینان بھیجی گئی کہ وہ ایمان لائے یہ رحمت اس لئے ملی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوست کہا تھا۔ اللہ نے حضور انور کی ولادت کی خوشی کی تو سوار کے دن اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور آفتوں سے اسے پالی ملتا ہے۔ سید جانور مگر حضرت ابراہیم خلد مت گارے تیرے وہاں مبارک جانور بنا گیا۔ حضرت سلیمان کا خاصہ برہماری ہوا اور اس کے زور پر لگے بغیر بلکہ سارے کائنات کو ایمان ملا۔ **چونما کونوا من الذین** اللہ تعالیٰ کے قبول بندوں پر کسی نیک عمل کو محسوس جانا کفار کا کام ہے۔ انارے گناہ محسوس ہیں وہ حضرت آدم مبارک ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا **وجعلنی مبرکاً** یعنی مہربان کی مہربانیت لگے ان سے نسبت رکھنے والی چیزیں مہربانیت والی ہوتی ہیں۔ انہیں تو ک کہا تا آج پختہ حضرت یوسف علیہ السلام کی لہجہ یا زور پائی ہے۔ فائدہ **یظہر** اور **موسیٰ** سے حاصل ہوا کہ یوسف نے نہ ہی ایک بار کہا تھا کہ جب سے کہ ظلم سے مسلمان نہ آئے نہ بد لوگوں پر آفت قلم ساریاں آئیں۔ یہ وہی طریقہ ہے فرعون نے مسئلہ: **انذرتنی** یعنی بد امت اور اس کے خاص بندے مبارک **وجعلنی مبرکاً** جس چیز کو مبارک بندے سے نسبت ہو وہ مبارک **انما انزلناہ فی لیلۃ مبرکۃ** اگر کسی مبارک چیز میں محسوس چیزیں شامل ہوں تو اس سے ان کی بد امت میں فرق نہ آوے گا۔ سو بایا موسیٰ کی چیزیں حضرت یوسف سے تو سہاں ہے۔ حضور انور نے اسی کلمہ اور مشاعرہ کا طوائف فرمایا جس میں بد امت رکھے ہوئے تھے۔ مبارک چیزیں مبارک بندوں کو محسوس کن طریقہ فرعون نے ہے۔ پانچواں فائدہ: بیلوئی راحت و آرام کو اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے فائدہ **لقد اخفنا** سے حاصل ہوا۔ انسان کو پھانسی کے پیشہ راحت و آرام کو رب داخل کئے۔ **لقد اخفنا** میں تیریں کو اپنے گناہوں کا نتیجہ جانے۔ **چونما کونوا** ان آیت سے معلوم ہوا ہے کہ یہ نہ تو وہ عذاب فرعونوں پر مسلسل نہیں آئے بلکہ بھی وہ ان میں جھکا ہوتے تھے اور بھی

پھر وہ یہ جانتے تھے کہ وہ ان آفتوں کے آنے جانے پر غور کر کے توبہ کر لیں۔ یہ تاکہ **فانجا جاء تهم الحسنت** حاصل ہو۔ اس وقت ایک حالت کی فکر برسوں کے ذکر سے اٹھل ہے۔ فکر بہت طرح کی ہے۔ لہذا غفالی کی تہ۔ حضور کی نعت اپنے نگاہوں میں غور و فکر کے انعام و آرام میں فکر سب ہی اس میں داخل ہے۔ آنکھوں کا فائدہ و جسمانی بہتری کے لئے ضروری ہے کہ وقت اور جگہ میں بہری ہو مگر وہ طاقی بہری میں مقید نہیں۔ **تایات مسکن حضور کے ساتھ ہیں والذین معہہ فاء ومن معہہ** حاصل ہو کہ رب نے فرعون کو حضرت موسیٰ کا ساتھی نہ کیا کہ چونکہ وہ عہد تک حضرت موسیٰ کے ساتھ رہا۔ ساتھیوں کو مل کر کامی فرمایا۔

اعترافیات: پہلا اعتراف اس میں ہے کہ ہم نے تل فرعون کو قتل کر دیا اور فرعون سے بڑا جلاوت مصر میں اسرائیل بھی تھے اور موسیٰ وہ دونوں ہم سلام بھی۔ نبی اور مومنین کے ہوتے بہتی پر عذاب نہیں آیا کرتے بہر حال حضرت کے ہوتے قبیلہ پر یہ عذاب ہوا۔ جو اسب یہ قانون نہیں ملگ نظر ہوں کے لئے ہے یہ مذہب ملک نہ تھے بلکہ تالیف تھے وہ بھی اسباب کے ماتحت تھے بلکہ جب فرق فرعون کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ وہ دونوں مومنین کو قبیلہ سے الگ کر دیا لہذا **سرا اعتراف** سب معہ میں قتل سالی کی بلا آئی وہی اسرائیل میں ہی بلا میں جتا ہو گئے پھر یہ فرعون کی تہ درست ہو کہ ہم نے تل فرعون کو قتل سے بڑا وہ تہ سب ہی پکڑے گئے۔ جو اسب اس کے چند جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس زمانہ قتل میں نبی اسرائیل کو ذرا غلطی تھا۔ انہیں اس ذکر کی برکت سے قتل کی تکلیف محسوس نہ ہوتی تھی جیسے فرعون و جبل کے وقت "موتوں کے جانور" کہتے ہیں مثل اس لئے ہو جانے کا ذکر لہذا ان کی نظر آوا کا۔ اور سب سے کہ اگر نبی اسرائیل کو قتل سے تالیف ہوئی بھی تو وہ ان کے عذاب نہیں بلکہ ان کے لئے بلندی اور رحمت کا ذریعہ تھی۔ تکلیف اور چیز ہے۔ رب تعالیٰ کی پکڑ کو اور۔ جیسے بچوں کا رخ اس آفت میں اسرائیل گرفتار تھے مگر عذاب میں گرفتار نہ تھے۔ ان کی آفات تھی۔ تیسرا **اعتراف** اس تہ سے معلوم ہوا کہ قتل و فرعون سے صرف فرعون کی اولاد یا اس کے گروا لے ہی پکڑے گئے کہ فرمایا **ولقد اخذنا ل فرعون ذنبا ابی کفار** اس سے بچے رہے۔ جو اسب یہاں **آل** معنی اولاد یا۔ معنی اول خاندان نہیں بلکہ۔ معنی جنہیں پہنچا۔ رب تعالیٰ فرمایا **والذین حکم من آل فرعون** ہم کہتے ہیں۔ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں **آل**۔ معنی است ہے نہ کہ صرف اولاد یا اولاد۔ اس لئے **اولاد ووز وابعہ** نہیں آتا لہذا آپ چہ تھا **اعتراف** زہل ارشاد ہو **الضاموہم عند اللہ** ان کی غمست رب تعالیٰ کے ہاں ہے جس سے معام ہو کہ بعض چیزیں محسوس ہیں مگر حدیث شریف سے معلوم ہو آتے کہ اسلام میں کوئی چیز محسوس نہیں۔ آتہ حدیث میں بتا دیا ہے۔ جو اسب حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو کفار محسوس سمجھتے ہیں جیسے بھس جانور یا کانا آدمی یا دو فرعون۔ ان میں کوئی چیز محسوس نہیں ہے۔ کفر شرک اپنے ہر افعال صحیح محسوس ہیں بلکہ کفار کا ذہن تو عذاب کا ذہن تک محسوس ہے۔ رب فرماتا ہے **فیوم نحصن مستور** مسئلہ: اسلام میں ٹیک نالی لےنا جائز ہے۔ بہر حال یہ گھونٹی لےنا حرام ہے۔ ٹیک نالی ہے۔ یہ کہ ہم کسی نیم لوجیا ہے ہیں۔ کسی نہ پکارا اور شید کو معید۔ ہم نے خیال کیا کہ اچھا نام سنا ہے انشاء اللہ پہلانی ہے۔ حضور شہداء نے ہارشی نماز کے وقت پر اپنی چند رات کر لوڑھی تاکہ یہ پیش کی نالی ہو۔ حضور انور نے ہم سے ہم رکھنے سے منع فرمایا کہ سے

ہام میں برکت نہیں ہوتی۔ حکایت: حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ آپ نے پوچھا: تم اہم یا کم۔ پوچھ کر وہ (اٹھ کر) فرمایا: ہاں۔ پاپ ظالم یا کم ہے؟ اسباب تعلق فرمایا: تم اچھلے کون سا ہے؟ یہ اس کے لڑکے سے پوچھا کہ تم نے پاپ میں فرمایا جانتے۔ تم میں آگ لگ جاتی ہے اس نے جا کر کہا: وہ اچھی آگ لگ چکی تھی۔ حکایت: حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو کسی کام کے لئے بلایا۔ جب وہ آیا تو اس ظالم نے پوچھا: وہ لانا ظالم ابن سرقہ۔ فرمایا: ظالم علم لے رہا ہے۔ تم قصہ تم کو نہیں لراہیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ وہ اس سے تبدیل کر دیتے تھے۔ فرماتے ہیں: ہمارے ان لوگوں نے پاپ لے کر مارا۔

آفتِ جہنم کہ رنجوری بلاغ
دفع آہِ ناہیدہ پہوں چراغ

اس کی بحث: تفسیر روح البیان میں تیموتہ پانچواں اعتراض: اس آیت میں کیوں ارشاد ہے: **اگر اکثر ہم لا یعلمون** اکثر فرعونی نہیں جانتے تھے۔ جواب: اس لئے کہ بعض فرعونی لوگوں نے ایمان لایا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ صحیح نہیں تھا۔ فرعونوں کی برہمنوں کا نتیجہ میں عمرو بن لوطؓ کی طرف سے اس لئے **اکثر ہم** فرمایا گیا تھا کہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں کو یہ ہی آفت کو ظاہر ہی اسباب کی طرف نسبت لے رہے ہیں۔ اپنے کتابوں کی طرف نسبت نہیں کرتے۔ یہ انہی کے لئے ہے۔ لہذا اس سے بخار آئی ہے۔ نہیں لے کر مجھے میرے گناہوں کی نسبت سے۔ خوار آیا۔ تمہیں جازن وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ: خداوند کی کائنات سے ساریاں ہیں خدا مخلوق نہیں کی محبت، نیکوئی، مہربانی کے جتنے آرام مخلوق میں خود مقرر فرمایا۔ مگر تخری میں ساریاں اگر سیدھی چلیں تو رب تک پہنچیں اور اگر تھیں چلیں تو دور تک پہنچنے میں صبر آرام میں شکر، مخلوق میں یہ فکر کہ کون کس سے یہ فرمایا نہیں یہ ایمان رکھتا ہے اور ایمان کا۔ سزا ہے جو وہ دے گا اور رب تک پہنچتے ہیں لیکن تکلیف میں بے صبری آرام میں جتن پرستی مخلوق کو خالق ماننا ہے اور خفا کرتا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرعونوں کو آفت و بایات کی ساریاں اپنے تک پہنچنے کے لئے ہیں۔ **فرمایا اللہم یفکروا** اس سے پہلے انہیں جتن آرام کی ساری ہی اس لئے عطا ہوئی تھی۔ ان ساریوں کو ناپا استعمال کیا کہ راتوں کو اپنا نال سمجھا اور سمجھتے تھے کہ وہ نہیں سمجھتے، ہاروں پانچ اس لئے یہ ساریوں انہیں اور خفا میں لے گئیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قال اور طے وہ دونوں میں حکمت کے ذریعہ (انہما) لفظ لفظاً جانتے مگر طے وہ مذہب شکی، احرام ہے اور قال حکم ہے کہ نہ جہاں وہ ہے نہ انسان، نہ حق، نہ رب، انسان کے لئے ہے۔ یہ ہوئے اللہ و انہما لفظ و کلمتے ہیں۔ جہاں اور انہی کو نہیں سمجھتے۔ انہی انہی نے نہیں دیکھا، نہ جہاں میں ہو باکمل انسان ہیں، ان کی حالت ان کی طرف منسوب ہے۔ انہی انہی ہیں۔ ان سے نیک سزا لینا، نہ ہی ایجاب، ازواج، بعض لوگ جانتے ہیں کہ جہاں، عذاب کو اپنا نہیں کہ اس سے نونہا، یہ اسلامی ماننا ہے۔ انہی انہی میں علم، ہار، ازواج، بلایا، لفظ اللہ وہ کیا ہے جو کہ کرتا ہے اس کا نام اپنا نہیں۔ اسی سے نہایت اس سے بے خواب نہیں دیکھا، انہی انہی نہایت میں ہے کہ کرکٹ کو چھلے گا، وہ کہ یہ حرم اپنا ہمیں اسلام ہے کہ نہ وہ کی آگ کو جو جلی مارا تھا، تاکہ روشن ہو جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لفظ کے مقبول ہونے سے مبارک اور جس وقت باجہاں کی کو ان

سے نسبت ہو چکے۔ وہ مہارک۔ حقاریوں کی ناقصی شہرتی تھو کہ پہلو اور مردانہ۔ جنوں میں تو کیا نہیں طے اور وقت کہ
 ان سے نسبت ہو چکے وہ جنوں۔ قوم شمالی زمین کن کا وہ جنوں سپہ اس کی صد پانچائیس ہیں۔ صوبہ و فرما ہے کہ
 انہوں نے خلاف انکاری بلکہ اس کو اب خود رب تعالیٰ دیتا ہے۔ جو فرعونوں نے صوبہ طے اسلام اور کن کے ساتھیوں
 کو جنوں کہا تو رب تعالیٰ نے ان کو خود کہا۔ **اَلَا طَرَفٌ هُمْ عَسَا فَا لَعَنَهُمُ اللَّهُ**۔ جو حضور اور سے جو اس نے انہیں تو اب تہہ نہ
 تو رب نے کہا۔ **اِقْتَبْتُمْ عِلْمًا لِمَنْ لَمْ يَرْسَبْ لَكُمْ**۔ و توں ہاتھ ڈٹ جاویں۔

وَقَالُوا هُمَا تَأْتِيَانِيهِ مِنْ آيَةٍ لَتَسْحَرَنَّا بِهَا قَوْمًا مَحْنُ لَكَ

اور کہا، جنوں نے مردانہ تم ہا سے پاس کر لی نشان ناکار جا دو کرو تم ہم پر اس کے فدوید ہیں نہیں جی تم ہم
 اور لو سے وہ تم کیسے بھی فتالی کے کہ ہا سے پاس آ کر ہم پر اس سے جا دو کرو تم کو کھرا تم پر

يَوْمَ مِينٍ ۚ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

پر ایمان لانے والے۔ پس جیسا ہم نے اوپر ان کے سبب اور مذہب اور جنوں اور جنوں اور
 ایمان لانے والے ہیں تم جیسا ہم نے ان پر طوفان اور مٹی اور کھجور یا کھنڈ اور جنوں

وَالضَّفَادَ وَالذَّمَائِثَ مُفْصَلًا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

میں تک اور خون لٹائیاں تفصیل کی برقی پس فرج کیا انہوں نے اور تھو وہ
 اور میں تک اور خون جیسا لٹائیاں قرآنوں نے تکر کیا اور وہ

قَوْمًا مُجْرِمِينَ ۗ

قوم قصور کرنے والی۔
 مجرم قوم تھی۔

تعلق میں آیات ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

یہ فرقہ اکثریتی خودی سے ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔
 میں نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ کسی قوم نے کسی قوم سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی
 اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔

تعمیر و قیام و تعمیرات کا نام ہے۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔
 اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی
 طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔

و انک مہما تعط بطک بدوہ

و فرجک تالا صتہی الروم اصیعا

اس لئے کہ تم لوگ اسے نہیں فرماؤ۔ یہ ایک طرح کا سوال ہے۔ اس میں ہر ایک نے اپنی
 اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔
 اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی
 اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔ اس میں ہر ایک نے اپنی اپنی طرف سے شراکت کی ہوئی۔

معنی گومنا پھر لگانا، لہذا اسی سے ہے طواف۔ رب فرمایا ہے **فَطَافْ عَلَیْہَا طَافًا مِّنْ دُبُرِکُمْ** وہم نامون۔
 اللہ نون زاد میں جیسے غفران، قرآن اور فرقان ہیں پائی کی خلیلی کو اسی لئے طواف کہتے ہیں کہ وہ شہوں اور بستوں کو گھیر لیتا
 ہے یہاں طواف سے مراد یا تو حساب سے زیادہ بارش کی وجہ سے یا دریا چڑھ آنے کی وجہ سے یا اس سے مراد طواف ہے یا بیچک
 کی دو حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کی تفسیر سوت سے کی۔ فرمائی ہیں کہ۔ معنی زبان میں طواف سوت کو کہتے ہیں۔ ابو علقمہ نے
 بیچک سے تفسیر کی۔ طافوں اور بیچک پہلے فرمیں ہوں ہی آئی اس سے پہلے نہیو لئے ات جانتے بھی تھے مگر قوی ہے کہ پائی
 کا طواف ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ پائی فرعونوں کے سمجوں پائوں گھروں میں کھڑا ہو گیا تو کھڑے آدمی کے منہ تک
 پہنچا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا ہاں اس لئے، ہاں اس لئے کہ کھڑے رہے پھر عجیب بات ہے تھی کہ ہریت تھ اور روز
 قدر کے منہ تک پائی تھا اسرا نیلیوں کے منہ تک ہاں صاف اور خشک تھے۔ تو یہ یہ عذاب سات دن رہا ہفتہ کے ان سے ہفتہ
 تک۔ **والجراد** یعنی مگرمطوف ہے الطوفان ہے۔ **لو سلطنا** اسفل ہے مٹی میں جو اودھ یعنی ڈی ہے۔ بے بختی میں کھڑی
 کہتے ہیں جرواح جرواد و اودھ ہے۔ دو قسم کی ہوتی ہے۔ بحری (دریائی) اور (فعلی) کی اس کا مزہ یا تو آٹھ ماہہ یا تو نخل ہے۔ طاف ہے
 اس کے نزدیک ضرورت نہیں۔ سمیوں کو سب سے زیادہ نقصان ہی پہنچائی ہے یہ جانور سوت پھریوں کا طاف ہے جس کا یہ حساب
 بندہ ہو جو سوت وہ بڑی ذمہ کی دھرتی ہے۔ انشاء اللہ پیشاب مکمل بیٹے گا اگر بارہ ڈیڑھ لے کر ان کے سر اور ہر بیٹھہ کو دیکھے
 جاویں اس پر تھوڑی سی آس اس کا طافی جو سوت پھرا سے یا جو سوت تو اسستہ کی بیماری جاتی رہتی ہے۔ بحری کھڑی کا کوشٹ
 جڑم کے لئے مفید ہے (روح البیان) انشاء اللہ تعالیٰ کی بڑی تھوڑی کھڑی ہے۔ **والقمل** ہماری قراہت میں قمل کھٹ کے پیش اور
 ہم کے شہ سے ہے ایک قراہتیں قمل کی ہے اور ہم کے سکون سے ہے (روح البیان)۔ معنی کھن (مسی) اور گندہ اور میو
 کو لگ کر سوت پر لگا رہتی ہے۔ مضمون نے قمل کی تین تفسیریں کی ہیں۔ کھن، چھڑی (اکلبسی) اور جانوروں کے خصوصاً
 گائے بھینس کے جسم سے چنی ہوئی اس کا خون چھتی رہتی ہے۔ ہوں ٹوٹو کیڑوں کی ہوں ہو ٹوٹو سر کے پاؤں کی چھڑی کی
 قوت ساہ بہت لی قوی ہوتی ہے۔ وہ ایک دان کی رول سے کوشٹ کی پاؤں کی آہٹ من لیتی ہے اس تک پہنچ کر اسے پھٹ جاتی
 ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قمل غیبت جتہ کرنے والے کیڑے (روح البیان) عام مضمون نے اس کے معنی ہوں کہے جن کی چند
 خصوصیات تیار رکھتا ہے۔ اسے پکڑ کر تھوڑے چھوڑے پھانڈ کنڈر کرنا ہے یہاں شہی نے فرمایا کہ ترش سیب کھانا چاہے یا جو کھانا
 ہوں تھوڑے چھوڑے یا سیاہیاں پینے آ کر آتے۔ 2۔ حملہ عورت کے حلق اگر مملوم کرنا ہو کہ بیٹھ میں لڑا کت یا لڑی تو ہوں پر اس
 عورت کے دودھ یا ٹھونڈا کر کسی انسان کی پھٹی میں رکھو اگر ہوں اس دودھ سے قمل جاسے تو لڑی ہے اگر نہ لڑے تو لڑا کت۔
 جس کا پیشاب بندہ گیا ہو تو اس کے بدن کی ہوں پیشاب کی جلی میں ڈالو۔ انشاء اللہ پیشاب آجولے تک۔ ہر تھی کپڑے میں
 ہوں نہیں پڑتی اس لئے خارش کی بیماری اور ہوں کی زیادتی میں سودا کو شہم پہنچانا چاہئے۔ حضور انور نے عبد الرحمن بن عوف
 اور زید بن حرام کو ہوں کی شہت پہنچانے کی اجازت دی تھی۔ 5۔ حضور انور کے جسم وہاں پر کبھی کبھی نہ بیٹھی آپ کو
 ہوں نے کبھی تکلیف نہ دی۔ 4۔ بس ہوں خراب ہو اس کے پیڑوں بدن میں ہوں نہیں پڑتی ہذا ای یا لہ شہم ہوں نہ لڑا کت
 اسے ہوں نہیں پڑا۔ **والضفاد** یعنی مگرمطوف ہے القمل ہے۔ مضمون جمع ہے مضمون کی۔ معنی میڑک۔ زم میڑک تو

مذہب یعنی ہیں بلکہ مینڈی کو خضرد مینڈک سے قسم کے ہوتے ہیں بعض خشکی کے ہیں بعض تری کے بعض باہل مہموت
 بعض رونے والے تو ہونے ہیں ان کی آواز ان کے کانوں کے نیچے سے نکلتی ہے بعض روایات میں ہے کہ مینڈک اللہ تعالیٰ کا
 دوست ہے تو ذکر کرے اس کی تصویح جہاں اللہ اللہ ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مینڈک گوند لادو کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ
 السلام نے آتش نمود جملہ کی کہ شش لڑا ہوا مینڈک میں حبیب کر گئے ہیں۔ اگر کوئی عورت روایتی مینڈک سے چیر کر
 اس میں شہا تو ہے۔ اگر عورت اپنی شہا سے کھائے۔ تو اسے چہرہ حاصل قائم نہ ہو گا۔ اگر مینڈک کا خون کسی مہموت پر
 دو جائے تو وہاں جان نہ آئے گا۔ اگر کسی بیٹے کو مینڈک سے شہا چھتا ہوں تو وہاں اپنی لی سٹی۔ شہا کو مہموت کے
 رکھ دیا جاوے۔ تو چپ ہو جائیں گے۔ دیگر قصیر روح الہیہ، مینڈک کا نکل تو شہا کے لئے مفید ہے **والدم** مہموت سے
 اصفیٰ ہے۔ یہ فرعونوں سے پانچوں مذہب تھا کہ ان کی ہر چیز میں، فکل تانہ خون لہر مینڈک پانچوں مذہبوں کی تفصیل دینی اللہ اللہ
 شہا سے قصیر میں تو۔ کی۔ ایست مہموت سے لڈو پانچوں مذہبوں کا نکل ہے۔ کیا تہج ہے آیت کی۔ مہموت خشکی (تہج)
 یعنی یہ پانچوں مذہب فرعونوں کے لئے اللہ کی قدرت کی نشانی ہیں۔ با حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عجوبات، مہموت مذہب
 یہ بتایا کہ یہ پانچوں مذہب ان ہیہم میں آئے ہیں۔ آگے چلے اور پھر مہموت سے آئے۔ اس میں مہموت کے کہ ان میں خضرد تھا
 ہو گا تھا تہج طاقت روح الہیہ ان کے فریاد کہ ہر مذہب کے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہو گا تھا۔ مذہب سات دن ریت تھا ہر
 سکون ایک ماہ تک تہج روح اللہ نے فرمایا کہ یہ پانچوں مذہب دس سال میں آئے۔ کتب اللہ میں صرف تہج سے
 روایت کی کہ تیس سال میں یہ مذہب رکھا گئے۔ ہر سال یہ مذہب نہ تو یک دم آئے نہ مسلسل بلکہ فاصلوں سے۔
فاسطکبر و اس فرمانِ علی میں ان مذہبوں کے تہج لڈو کہ ہے کہ وہ لوگ ایسے سرکش تھے کہ ان مذہبوں میں جہاں کہ بھی
 ایہاں نہ لڈو۔ موسیٰ علیہ السلام کے آگے نہ تھے پانچوں مذہب کے سوا کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرنا تھا کہ اگر
 اس کے مذہب دیش ہو گیا تو ہم انہاں قبول کر لیں گے اور نبی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجیں گے کہ پھر مذہب مذہب دیش ہو جائے
 اپنے وعدہ سے بھر جائے ہر سال آگے آیت میں آریات **وہکنا و اقواما مجرمین** یہ ہڈی ہے جس میں فرعونوں کا
 حال بیان کیا گیا ہے۔ نبی فرعون تو مہموتی ہر مہموت میں اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے وعدہ مذہب، عجوبات سے دور را
 راست نہ آئے۔ ہڈی مذہب مذہب اس لئے اس کی حالت بھریں جن آئی۔

خلاصہ تفسیر فرعونی لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کے چار مجرم دیکھے۔ عسلیہ بنی اللہ محمدوں، سخت فحش مال کھانا میں
 کی تہج وہاں نہ لڈو۔ سر تہج سے موسیٰ علیہ السلام سے آئے گئے کہ آپ خواہ تہج مال عجوبات ہم کو سمجھو۔ ہم کے
 لئے دکھائیں ہم اپنے اہل میں ایسے بنتے ہیں کہ آپ نہ ایہاں ہرگز نہیں لائیں گے۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے دعائی سے وہ
 کریم فرعون سخت بڑھوسا ہی ہے۔ اس کی قوم نے ہڈی ہڈی محمد کی ہے تو ہڈی ایسے مذہب ہیں کہ فرعون نے لڈو
 بعد سے لڈو۔ ان ہیہم کی قوم کے لئے غنہ، شہا، اور وعدہ اولیٰ نے لئے غنہ نصبت ہوں میں آپ نے یہ دعائی تہج
 کہ سست پٹنے میں پانچوں مذہب، طوفان آریادہ فرعونوں نے کھوں میں قربا تھا۔ ہم بھریں تہجوں ہڈیوں میں لڈو ہڈی
 چھوٹے۔ فرعون کے تہج گئے تہج لڈو سے شہا تہج ہڈی کوئی فرعونی تہج نہ مکتوب ہڈی ہڈی میں ہم دعا کرنا تھا۔

کیا کر لطف یہ تھا اور اسرائیلیوں کے کہ باطل محفوظ تھے آخر فرعونؑ کی اور فرعونہوں نے موسیٰ علیہ السلامؑ کی دست نہ ٹانگ کر لی ہیں لائے قوم اسرائیل کے آزادی کرنے کا مہذب و مدہدہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے، ماقابلہ، خونخوار واقع ہوا۔ اللہ کی شان کو اپنی شکل ہونے کے بعد ان کے بانوں میں پھل نکھتوں میں، لے پھلتے سے کہیں زیادہ پیچھے ہوئے تو ہونے کہ یہ مذہب نہ تھا بلکہ یہ رحمت تھی اس نے مذہب بانوں نکھتوں میں گھلے ڈالے، یا، ہم تو ایمان نہیں لائے۔ ایک ماہ ایک سال یا کچھ کم بیش آرام سے رہے پھر ان کے مذہبوں کا مذہب جیسے پایا پھلتے ڈھانچے ان پر پال کی طرح چھا گئیں، صوبہ شہر ہوتی پھر سدا صد مہذب علاقہ مصر، گری تو ایک کراؤ پافرٹ لگ ٹیڈ نکھتیاں پھلتا نکھتوں کے کواڑ بگ نکھتوں کی چھتیں فرعونیوں کے کبڑے لگے ان کے سامنے سلطنت تھی کہ کواڑوں اور وہی لٹیں بھی گھاٹیں کھینی اسرائیل سے باطل محفوظ رہے آخر کار فرعونؑ لگے کہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پھر مابزی کرنے آئے۔ ایمان آتی ہی تھا اور علم فہم کھڑے ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام بظاہر میں تشریف لے گئے۔ مصدا شریف سے یہ طرفہ اشارہ کیا اور وہاں چھ طرفہ پھٹ گئیں جہاں سے نئی شخصیں وہاں چلی گئیں۔ سارا علاقہ صاف ہوا کیاب فرعونؑ کو اب ایسے جھوٹے بانوں میں بیٹھے تو دیکھا کہ قدرے دانہ اور بچل باقی ہے بولے بیدار چلے دانہ ہم کو ملتی ہیں ہم ایمان نہیں لائے پھلتے سے بھی زیادہ سرکش اور پے عمل ہو گئے یہ مذہب بھی ایک بہتہ رہا تھا ایک ماہ ایک سال یا کچھ کم بیش آرام سے رہے پھر بتائی نہ ان پر جووں کا مذہب بھیجا تو براصل نہ دیکھا اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام ایک بہت لے پھلتے نہ وہاں مصدا رات رحمت کے ذریعے، وہی کی عقل میں تبدیل ہو کر فرعونؑوں میں پھیل گئے ان کے لیے رحمت 'پہلے' فرعونؑوں کے بدلے خاں سب بگڑ جاتے انے اور فرعونؑی کرتے جھاڑو تاقو و چادر سے دوئیں جھڑکتیں اور پھر اتنی کی اتنی ہی راتیں فرعونؑوں کے سر پہ ٹیجیں، جیوں ہاتھ لیاؤں کے بدلے پھٹ گئیں۔ گھاٹا کاتھتہ وقت دیکھی، جوڑوں سے پھر جاتی آنا، وہاں سے نہ ہو جاتا۔ یہ مذہب بھی ملت دن اور ہاتھ اسرائیلی محفوظ رہے آخر کار فرعونؑی چھ پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں مابزی کرتے ہوئے حاضر ہونے روئے گھٹے چھانے۔ ایمان و تقویٰ کا مدہدہ کیا آخر کار موسیٰ علیہ السلام کو رسم آیا۔ فرعونؑی اس مذہب سے جات چلی۔ جات پاتے ہی بولے کہ واقعی موسیٰ علیہ السلام بڑے جاو کر ہیں کہ انہوں نے مصدا سے رحمت کے ذریعے نہ تو نہیں بگاڑا ایمان نہ لائے پھلتے سے بھی زیادہ ٹیڈ بن گئے۔ ایک ماہ ایک سال آرام سے گھر رہے کہ ان پر سینہ لوں کا مذہب آیا، فرعونؑوں نے کہ وہاں گھاٹا اپنی میں سینہ لوں کی سینہ لوں سے ہمیں فرعونؑی بیٹھا اس کے چ طرفہ ایک ایک اپنے اپنے سینہ لوں سے ہاتھ لگنے کے لئے نہ لگتا سینہ لوں کے ذریعے میں داخل ہوا جاگے گھاٹے کے لئے نہ لگتا اور آخر پچھے سینہ لوں پھلتے۔ میں بائیں ہاتھ کی بڈیوں پانی سے پھرت لکھوں میں سینہ لوں کی سینہ لوں سے آخر کار فرعونؑی چھ پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں روئے پھٹے اور زاری لائے حاضر ہوئے بولے اے موسیٰ اس بار تو ہم مرتے ہو گا کہ یہ مذہب نفع بہ آپ نے، مانی تو رہے ایک بھی ہوا نکھتی جس نے سدا صد سینہ لوں کو ایمان میں پھینکا رہا۔ مذہب وہاں پہنچا۔ یہ تھی یہ آپ وعدے سے پھر گئے پہلے سے زیادہ نصیبت نہ گئے۔ ایک ماہ ایک ماہ بعد آخری بانوں کا مذہب نواں آیا۔ یہ پھلتے۔ یہ مذہبوں سے سخت تھا لہذا وہاں سے نکل جاتی تازہ خاص نونہا پھر نکھتوں کو وہاں لگنے لگا اس طیلانی خون نانا ہاڈی کا۔ ماہوں فرعونؑی یا سے مرتے نہ تو وہاں سے پتہ چباتے تاکہ ان کے دوس سے پیاس بجھا نہیں کھانے سے بھی نہ لگتا۔

اسرائیلی اس عذاب سے باہل محفوظ تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ ایک بیٹ میں قبلی اور اسرائیلی ایک ساتھ لٹا لٹا لٹا کر دے۔ حالت ہوئی کہ قبلی لی جانب خون اور۔ یعنی لی طرف شہر رہا۔ فرعون نے حکم دیا کہ سب یعنی اسرائیلی اپنے مذم میں بیانی شہر رہا کر قبلی کے۔ مذم میں اس لی کر دے۔ نبی معلوم ہوا کہ اسرائیلی کے مذم میں پہلی شہر رہا اور قبلی کے مذم میں کچھ بھی نہیں ہوا، تا قتل اللہ نے قبلیوں کو کاڑھ لیا کہ ان کے مذم میں اسرائیلیوں سے کھلی کر دئی اس سے پہلے وہ اسرائیلیوں کے ہاتھ لٹا لٹا کر لیا ان کو اپنے ساتھ شہر بھیجا اور انہیں کرتے تھے مگر تھپہ نصیب اس لئے ان کی آنکھیں ان سے بند ہو گئیں۔

فائدے کے ان آیات کر۔ سے پندرہ فائدے حاصل ہوتے۔ پہلا فائدہ جس کے دل میں نبی کی عظمت نہ ہو اسے کوئی چیز حتیٰ کہ عذاب الہی بھی ایمان نہیں آسکتا۔ یہ فائدہ **فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ** میں لکھ دے۔ فائدے سے حاصل ہوا۔ دیکھو فرعون اور فرعون لی لوگ اتنے عجزات عذاب دیکھ کر ایمان نہ لائے۔ کیونکہ ان کو موسیٰ علیہ السلام سے عقیدت نہ تھی۔ جب رب تعالیٰ ایمان کی توفیق کسی کو دیتا ہے تو پہلے اس کے دل میں عظیم ہوا تو پھر یہ آکر ہے۔ نبی کے وقار سے خدا تعالیٰ کی اہمیت ایمانیات و عقیدت دل میں جاڑیں ہوتی ہے۔ دو سرے فائدے: **كَمْ مِّنْ شَرِكٍ كَانُوا يَلْبِسُونَ** یہ مذکورہ پہلا فائدہ ہے۔ اور جاہد اور فرعون فرق نہ کرنا ہے۔ یہ فائدہ **لَتَسْمَعُنَّ مَوَاقِبَهُ** سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: یہ مذکورہ پہلا فائدہ عذاب صرف فرعونوں پر آئے تھے۔ نبی اسرائیل ان سے محفوظ رہے تھے۔ یہ فائدہ **فَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَّ** سے حاصل ہوا۔ البتہ یہ چیزیں فرعونوں پر عذاب بھی تھیں اور قبلیوں، سبطوں کے لئے عجزات موسوی بھی۔ اس لئے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عجزات کی تعداد نہ فرمائی ہے۔ اور **لَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَمْصَلُوهُ بِضَاعًا** داتاں فقط پہلوں کی سختی اور پانچ عذاب جو اس آیت میں مذکور ہیں نیز یہاں انہیں آیات فرمائی گئی ہیں۔ **فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ** یہ فائدہ پانچ عذاب پر فرعون پر عزیمت کا فرق و عذاب تھا مگر جتنی ذمیل اسے دئی گئی اتنی کسی قوم کو نہیں دئی کہ پہلے اس پر پہلے عذاب تھا۔ پہلوں کی کسی بھیجی گئی پانچ بارش پہلے عذاب بیسے گئے۔ چہرہ سے عذاب کے بعد اسے ہانک لیا گیا نہ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا مل تھا کہ آپ کو اس نے۔ ورش لیا تھا اس لئے اس کو بچنے کے مستور تھے۔ وہ سب سے پہلے ایک فائدہ توفیق کو اسے موع نہیں دینے کے۔ یہ فائدہ **فَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ** فرماتے سے حاصل ہوا۔ نبی کی خدمت کا فرق بھی لکھ نہ کہتے فائدہ پانچ ہیں۔ ابو خطاب نے ایمان قبول نہیں لیا مگر حضور پھیرا کی خدمت کی وجہ سے وہ اوزن نہیں رہیں گے بلکہ اس سے باہر رہیں گے۔ ان عذاب بھی باہر دیا گیا تھا۔ **فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ** یہ فائدہ پانچ عذاب پر فرعون پر عزیمت تھی کہ اللہ کی فرمائی تینا سے بھی لکھ نہ کہتے فائدہ۔ یہ ہے۔ ابوسب نے حضور و انور کی دولت تھی خوشی و غمی ملتی تھی اسے بھی یہ کہ ان عذاب باہر نہ آپ اور ظمیر کی اشکی سے پانی ملتا ہے۔ کچھ مغاری شریف کتب الرضیٰ چھٹا فائدہ فرعونوں کے لئے ہے۔ وہ عذاب یعنی انوں فائدہ پہلوں کی کسی تو ایک ساتھ آئے تھے۔ پانچ عذاب آگے تھیں آئے پانچ فاصلے سے یعنی لٹا لٹا کر مسلسل جہت آئے۔ یہ فائدہ **مُضِلَّاتٍ** فرماتے سے حاصل ہوا کہ انوں کے حلقہ مضللات نہ فرمائی میں انصاف ارشاد ہے۔ اس سوال فائدہ فرعونوں کے ان پانچ عذابوں میں ترتیب یہ تھی کہ پہلے ان پر طوفان آیا پھر زمینوں پر پھر ہواں پھر میزک پھر خون۔ یہ فائدہ اس آیت کی ترتیب پائی سے حاصل ہوا۔ ان ہی سے ہر ایک عذاب پہلے عذاب سے قوی ہو تا تھا۔

آٹھواں فائدہ یہ کہ ہمیں نبی کے آگے نہ بٹکنے کا اسے کبھی ایمان میں مل سکا، اگر سے بڑھتی ہے۔ یہ قاعدہ
فاسستکبر وات حاصل ہو اگر فرعونی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے نہ بٹکنے تو کافر رہے۔ شعر
 وہ ہے آنکہ من کا ہو منہ بٹکے وہ ہیں لب و مح ہوں نعت کے
 وہ ہے سر ہوں کے لئے بٹکے وہ ہے دل ہو ہوں پہ ٹہر ہے

اعترافات پہ سلا **اعتراض** پہ فرعونی لوگ ہوں مذہبوں کو موسیٰ علیہ السلام کا جھڑپنے ہی نہ تھے پکارا ہوں نے اس آیت
 کیوں کہ **ماہا تانتا تباہیتہ** جو اب: شخص مذوق اور دل گئی سے جینی جن چیزوں کو آپ سمجھتے ہیں مگر واقعہ میں جلا ہے۔
 اس لئے وہ ساتھ ہی کہنے سے **من ایقہ تصدعہ** نہ اور **سراا اعتراض** قوم اوٹو قوم میں ہی قوم فرعون وغیرہ تو اتنے اہتمام
 سے ہلاک نہیں کی گئیں جس اہتمام سے فرعون کو ہلاک کیا گیا اس میں فرعون کی کیا وجہ ہے کہ پہلے اس میں وہ مذہب بٹکے آئے فقط
 وغیرہ پہر پہنچنے مذہب ترتیب وار پہر بہت عرصہ کے بعد ڈیڑا گیا لہذا اتنے بڑے ظالم و کافر کو ذمہ لیا گیا، ہی گئی۔ جو اب اس
 حاصل کی تھی وہ بات جان کی جاتی ہیں۔ 1۔ اگرچہ فرعون بدترین کافر تھا مگر اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بددوشی تھی۔ آپ پر
 بہت ملحق فریق یا طور و عرصہ تک آپ سے بہت محبت کرنا پہلے ان دونوں سے اسے پہلے ملتی ہے۔ فرعون نئی بہت تھامی کر اس
 کے نتیجے میں روزانہ ایک ہزار سے تکسے ذبح ہوتے تھے۔ جب اس کی ہلاکت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اسے خیرات مذکور
 دینے کا مشورہ دیا، چنانچہ اس نے تم کرتے کرتے آخر کار خیرات بالکل ہی بند کر دی تھی کہ اس کے ڈوبنے کے دن اس کے بددوشی
 ظلم میں صرف ایک ہزار ذبح ہوا تھا وہ بھی صرف اپنے گھر کے لئے، اس لئے ان تکسے اس کی خیرات چلنے رہی۔ 3۔ بعض
 روایات میں ہے کہ وہ اکثر مذمت کی تھیں ان میں تو یہ کہہ رہے کہ یہاں گاہ میں اپنی بدگئی اس کی روایت کا قرار کرتے تھے اس سے
 عارضی طور پر ہی ہوا تھا۔ **رب فرما تبتو ما کان التعمدہم وہیستغفرون** اس کا حال ابھی تھیں یہ حدیث
 شریف سے پیش کیا گیا۔ تیسرا **اعتراض** ان مذہبوں کو موسیٰ علیہ السلام کے حجرات کیوں قرار دے دیے گئے کہ انہوں نے
 مذہب آئے مگر وہ مذہب ان کے نہیں کے حجرات میں کہلائے کہ یہاں فرمایا گیا **ہیت معصلمت**، سری جلد اور شلو ہوا۔
ولقد اتینا موسیٰ تسع ہیت بینتہ جو اب یہ واقعہ یہ مذہبیت کا مجموعہ تھے اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے
 حجرات نکلائے۔ خیالی ذکر کہ پائی کا وطن معر میں اس طرح آیا کہ قبیلوں کے گھروں میں پائی قدر آدم کھڑا ہو گیا اور
 اسرائیلیوں کے گھر تک نماز خود دونوں کے مکانات طے چلے۔ لے لے تھے۔ ایک پیش میں شہر رہا ہے مگر قبلی کی طرف خون
 اور اسرائیلی کی طرف شہر یا لہذا پائی اسرائیلی کے منہ میں پائی مگر جب اس پائی کی نقل قبلی کے منہ میں کر دے تو خون۔ کھڑیاں
 قبیلوں کو پہنچان کریں اسرائیلیوں کو ان کی خبر بھی نہ ہو اور موسیٰ علیہ السلام کے اٹھارہ مذہب ہو جائیں۔ یہ ہیں ان کے
 حجرات ہونے کی وجہ یہ نہیں تھیں مذہب تھیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف جانے کی دعوتیں تھیں محض مذہب تفریق
 فرعون کے وقت آیا۔

تفسیر صوفیانہ: اگر انہوں نے ظالم بن جائے تو دنیا کی چیزیں اس کی خدمت میں ہیں، ہر چیز اس کی خدمت کرتی ہے اور اگر نبی کے

تھکتے تھے۔ وہ بھی یہی مراد ہے۔ **پینکٹون** یا غسل پر شہید **مہلہم**، **مواعیلہم**، **تکذہ** اور **سہ** فرعون کو بخرازمونی کی معرفت اس لئے مد تو نہ ہو سکی طرف متروک کیا گیا۔

خلاصہ تفسیر یہ کہ اور وہ ہوں گے آتے لوگوں کے اٹھ جانے کی تحصیل یہ ہے کہ جس میں مذہبوں میں سے کوئی مذہب فرعونوں پر آگیا تو وہ داخلی تہذیب یا کرموں علیہ السلام کی خدمت میں آتے تھے بعض بلا واسطہ اور بعض واسطہ سے۔ اور وہ جس کرتے تھے کہ اب موسیٰ یہ اسلام اپنے اس رب سے جس کو یہ رب کہتے ہیں نہ کہ نے اپنی موت سے تو اس سے بچاؤ رب نے آپ سے، ماقبول فرماتے گا، وہ فرمایا اب اس وہ ہے کہ ویٹے سے، عمارتیں، وہ وہ آپ کے پاس محفوظ ہے اگر یہ مذہب تم سے اور کریں گے تو ہم تہذیب سے دو جدا رہتے ہیں ایک یہ کہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں، اس لئے ظہر شرک سے تہذیب لیں گے۔ دوسرے یہ کہ ہم آپ کی قوم کی اسرائیل کو آؤ لوگ میں لے کر آپ جہنم کا ہیں اٹھائے جائیں۔ اس مذہب ان کی وہ عقلی کلیہ مانا کہ ہم سب ہم ان سے مذہب فرماتے ہیں، ان کو مدعی فرمایا، جاسی طور پر ہوا تھا، کہ وہ باطنی بات کے وقت تک نہ پہنچے ہیں اس وقت تک ہوں، تو وہ مذہب اٹھنے ہی اپنے ہے۔ مدعیان تو ذمہ تھے کہ نہ تو ایمان لائے تھے نہ ہی اسرائیل کو آؤ لوگ تھے۔ خیال رہے کہ وہ قوموں سے ہے۔ یہ مذہب وہ ہے جس میں قوم کو جس مذہب اسلام سے تو باطنی منہ لیا اور قوم فرعون سے خارجی طور پر بیٹ بیلہ جاتی ہی قوم سے تو یہ مذہب نہیں لگاؤ، یہ مذہب یہ وہوں قوموں میں ان مذہبوں کے مقصد پر پیغمبری طرف بھاٹیں۔ قوم کو جس کو مستقل ایمان کر ان پر ایمان لائی قوم فرعون نے خارجی طور پر ہم مذہب کی طرف پھلے کہ ایمان نکلو، کیا کر پورا کیا جس طرح ان کی ہی پہنچائی طرف کی ہوش مستقل جو خارجی مذہب ہم ہو، اگر ان کی ہی جو پہنچائی ہم تھی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ وہ قبیلے کے گزشتہ قوموں نے پہنچاؤ، قرآن میں نقل فرماتے ہیں اگر ساتھ ہی مذہب مذہب مذہب کو کہہ تو ہم کو ان سے بچانے دوتے کے لئے اس لئے، **لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم** اور ان کے ساتھ ہم دوسرے مذہب تو ہم سے اس لئے اور فرماتے۔ یہی فرعونوں کا ہم رحمت کے ساتھ اور کیا کہ **فلما كشفنا عنهم العذاب** وہ ہم سے ہے کہ اس مسئلہ کو ہم ہی آگاہت میں ہی کھولیں، اختیار کیا اور۔ یہ بھی خیال رہے کہ ایمان ہائشہ ہوں ہی اتنی ہی ہائشہ ہائشہ جس کا کلیہ مانا کہ ہمیں خارج مذہب موسیٰ۔ یہ اسلام کو واسطہ بیچ میں تھا اس لئے اس مشرور ایمان پہنچیں اس سے مذہب فرعون سے۔ یہ مذہب ان کے اس مذہب سے۔ یہ نہ تھا کہ وہ موسیٰ پر تھا۔

فانكس۔ ایمان آتوں سے بند تھا۔ حاصل ہے۔ پہلا فائدہ فرعون اور سارے فرعونوں کی اس مذہب سے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قابل ہو چکے تھے، صرف ذہن سے انکار رہتے تھے۔ یہ فائدہ **موسى** اور **عيسى** سے حاصل ہوا۔ یہ مذہب ہم سے تھی لی اور یہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے پہلی طرح انکاری ہوتے فرعون کو سب سے تہذیب میں مذہب اسلام سے ماہی نہیں عرض کرتے فرعون سے باہر فرمایا کرتے۔ دو سہرا فائدہ مسیحیت و انکس کے لئے بزرگوں کے امتداد، حضری دینان سے، ماکر ایمانی اٹھتے، ان کا مذہب، وہ اس سے روکا ہے، وہ ان کے مقابلہ کرنا ہے، پھر فرعونوں کو ان کا فائدہ فرعونوں کی قبضت کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام سے ماکر کرتے تھے، اس سے منع کہ وہ فرعون اور فرعونوں سے بھی مذہب سے، سبیلہ اور ما

حکومت کے نواری ہے حتمی اور حکومت سزا جاتی ہے۔ حضرت انبیاء و اہل بیت علیہم السلام کے محبوب بندے ہیں مگر نبی خدا سے
 ان پر فرشتے انہی فرشتے پر بڑا ہوا انہی کو رسم کو وصول ہو گا۔ ان شاء اللہ من فالذی یقرض اللہ قرضا
 حسنا فیضعہ لہ ما ضاعا فاکثیرا۔ وہی علیہ السلام اللہ کے محبوب بندے یعنی اسرائیلیوں کو نبی کے سوا نبی۔
 ان کے شیخ ان مذہبوں کے پیچھے رہے مگر ان کو اس کی راست نے ان مشوروں پر علم کیا کہ ان سے لہو لہ لیا کہ ان
 مانع و خوف کر لیا۔ وہی مانع اسلام بلکہ ان کے پیشین کیا اب یہ تھے فرموا ان کے آیات اب وہی سے نازل تھے۔
 انہوں نے ان آیات کو بنایا اس ظاہر الانجام کیلئے۔ رب کا نام چاہتے تو اس کے بندوں سے اچھا سوا کہہ۔ خدا مت لائیں
 دست ہے حکمت عزت لائیں عزت شان مذہب ہے فلننقمناک من حقہ رہا ہے۔

وَأَوْثَانًا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَادِنَ

اور راست تیار ہم نے اس قوم کو جو کمزور تھے ہمیں کے مشرقوں کا اور اسی کے مغربوں
 اور ہم نے اس قوم کو جو دہائی تھی اسی زمین کے پر جب وہ کچھ کام لگا کر دیا جس میں ہم نے

رَبِّهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي

کا وہ زمین کو برکت دی ہم نے اس میں اور پورا پورا کھیا فرمایا رب کا تمہارے اچھا اور
 برکت رکھی۔ اور تمہارے رب کا اچھا وعدہ یعنی اسرائیلیوں پر پورا ہوا۔

إِسْرَائِيلَ الَّذِينَ صَبَرُوا وَذَكَرْنَا مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ قِرْعُونَ وَقَوْمَهُ

یعنی اسرائیلیوں کے اس وجہ سے کہ صبر کیا بنوئے۔ اور یاد کر دیا ہم نے وہ جو کرتے تھے قریظوں اور ان کی قوم
 ہلہ اسی کے صبر کا اور ہم نے یاد کر دیا جو کچھ مشرکوں اور ان کی قوم بناتے اور جو

وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٤﴾

اور وہ بچتے تھے وہ لوگ
 چٹانوں اٹھاتے تھے۔

تعلق ان آیت اور پہلی آیت سے یہ طرز تعلق ہے۔ پہلا تعلق یہ کہ آیت میں فرعون کی پلاکت کا ذکر ہے اور اب
 پلاکت کی نوعیت کا ذکر ہے۔ اور یہی ہے کہ قوموں کی بنیادیں ہیں انہی کی بنیادیں ہیں کہ کبھی قوم ہی نہ ہو کہیں نہ ہو اور
 سے جو قوم نہیں بنے ہات تھے۔ عراقی بڑی مجرم قوم کو ایسے ہلاک کیا گیا کہ مصر کی بستی قائم رہی اسے یعنی اسرائیلی

سے کہا گیا یا اس میں ہزاروں لوگ یا وہ ہے کیونکہ اس میں لوگ یا وہ ایسا ہیہ قوموں میں آ رہا تھا۔ دو سرا تعلق: جبیل آیات میں حکام فرعونوں کی سزوں اور آخر خدا ان کی بلاکت کا کہ وہ اللہ مظلوم بنی اسرائیل کی دیواری جزاوں کا کہ وہ رہا ہے تو یہ تصور نکالیں کہ ان کے بعد وہ اس کا کھلیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: گذشتہ کجیل آیات میں ۱۰۷ صلیہ اسلام نے اس وعدہ کا ذکر فرمایا تھا وہ آپ نے بنی اسرائیل سے کیا تھا یعنی زمین مصر کی حکومت اسرائیلیوں کو ملنا **ارض الارض للہ**۔ اب اس وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ہے۔ ثابت یعنی موسیٰ صلیہ اسلام نے اسی حالت میں فرعون اور فرعونوں کی بلاکت یعنی اسرائیل کی حکومت کی فریاد یہ ہے اس عمل میں مانتی تھی پھر وہ سب کچھ آگہوں نے، یہ کیا یا تاکہ یہ گے کہ نبی قیامت جسٹہ نوزع کے متعلق یہ خبریں دیتے ہیں وہ سچی ہیں۔ چوتھا تعلق: جبیل آیات میں موسیٰ صلیہ اسلام کی ہر تہوں کا کہ وہ فرعون کی لوگ ماضی طور پر حاصل کر لیتے تھے کہ ان سے بعد اس عمل جانتے تھے پھر ان کی وعدہ ملائکہ کی وجہ سے آجاتے تھے اب آپ کی اس مسئلہ رکت کا کہ نبی اسرائیل کو حاصل ہوئی یعنی مشرقی مغرب کی حکومت کمال جاتا۔

تفسیر اور ثناء القوم الذین کانوا یتضعفون۔ یہ عبارت یا تو "طوف ہے الحرف فہم" اور وہ لفظ ہے نہ نیا پہلے اور وہ لفظ ہے اور ثناء ہے اور ثناء ہے جس کے لغوی معنی ہیں کسی کی موت کے بعد اور سب نکاس کی الماک کا مالک بننے شروع ارض میں روشہ داری شرط ہے یعنی اسرائیل ملک مصریہ کے مالک بننے فرعون کی بلاکت کے بعد اس لئے اور روشہ داری ہو اعلان نہیں فرمایا۔ قوم نے مرانی اسرائیل میں یہ کہ لفظ قوم لفظ "واحد ہے معنی" معنی اس لئے اس کی صلت اللہ بنی اسرائیل کی یہ لفظ فرعون پر مسلط ہوا بلکہ ہر دن سے طریقوں سے اسرائیلیوں کو یہ کہائیں اسرائیل کے نام بتاتا اس لئے **کانوا یتضعفون** ماضی استمراری ارشاد ہے کہ ان کے بچوں کو قہر کرنا تھا ان کی صورتوں کو اور وہ ان کے ناموں میں لگا تھا میں لگا تھا صبروں سے صلت نہ ملے اور سخت ہم لیتا تھا ان پر بھاری ٹیکس بریگاد فریووں کے علاوہ تھے اس ایک طرف میں وہ سب باتیں ذکر فرمادیں۔ اس طرح بیان فرماتے ہیں اللہ کے لفظ کرم کا کہ اس لئے ایسا ہی اسرائیل نے فرمایا بلکہ اتنی دروازہ عبارت ارشاد ہوئی تاکہ یہ گے کہ کمزوروں، ایلیوں کو زور عزت دے دینا اب تعالیٰ کی قدرت کا تصور ہے۔

مشرق الارض و مغربہا۔ عبارت اور ثناء کا اور استعمل ہے اس کا مکتا معلول القوم قہر ہے کہ ہر دن کاشترق مغرب جہاں کہ وہ ہے اس لئے قرآن مجید میں ان میں بھی لفظ فرمایا جاتا ہے اور جہاں کہ مشرق و مغرب اور کھرب ہیں وصل بھی کر سورج کا طلع و غروب پات جاتا ہے اس لئے مشرق و مغرب کے نسبتاً مشرق ہے اس لئے اور جہاں کہ سمت ایک ایک زمین ہے اس لئے اسے مشرقی مغرب اور جہاں کہ اس میں کھتو ہے کہ یہ ارض سے کوئی زمین مراد ہے اور کون سے بنی اسرائیل اس کے مالک ہے یہ سچی ہے وہ مصر سے نکلے جانے کی اولاد۔ اس کے متعلق مغرب کے پہلے قول ہیں۔ ۱۰۷۔ ارض سے مراد زمین مصر ہے اور وہ بنی اسرائیل کی مایہ اسلام کی زندگی میں ہی لگے ہوئے لوگ مصر میں پہنچے اور پورے مصر لوہاں کے علاقے کے مالک ہوئے۔ یہ قول ہے اور شیخ ڈاکٹر حضرت یسٹ بن سعد سے روایت فرماتے ہیں۔ ۲۔ ارض سے مراد زمین مصر، شام دونوں ہیں جن پر فرعون کا قبضہ تھا وہی لفظ اول اسرائیل اس کے مالک ہوئے۔ ۳۔ ارض سے مراد صرف زمین شام ہے۔ یہ قول ہے حسن لفظہ ذی بن اعلم کہ ارض سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کے مالک یہ لفظ اول اسرائیل نہیں ہونے

بلکہ ان کی اولاد ہولی انہوں نے قوم ممتاز کو پیدا کرنے، بلکہ جسے ایمانوسوی علیہ السلام کی وفات کے بعد عرصہ بعد سے اس سے
 مرو ساری رو سے زمین بنی ہے۔ اے اٹلی اے اے۔ ہاں ہوتے زمانہ سلیمان میں یہ تھا کہ حضرت سلیمان تمام رو سے زمین سے پیدا تھا
 ہو۔۔۔ اٹلی اے اے ایہ خاں، فیہ (خبر) سے اقول قوی بنی ہے بلکہ قرآن مجید میں دو سری تہذیبوں کے متعلق ارشاد ہے، ا
کم تر کوا من جنت و عیون اور اسی بیوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ کذلک و اور ثہا قوما
آخرین۔ ان آدمیوں سے عدم ہونا ہے کہ فرعون لوگوں کے ہلکتے تھے، عمارت بنی اسرائیل نے جسے ایمانہ ایس
 اسرائیلیوں اور فرعونوں نے اپنی نیا خانہ کو ان کی اولاد کو نیز قرآن مجید نے دو سری جگہ فرمایا **و نزلنا من علی الذین**
استضعفوا ان وہ سے ترجیح اس کو ہے کہ یہ بنی اسرائیلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات شریف میں مہمیں، اٹلی
 ہونے اور فرعون کی ساری امانت کے مخالف ہونے، ازکیہ و معنی (جناب حکیم کی اطاعت سے بنی اسرائیلیوں کو نوازا، انہوں
 جہاں کی نعمتیں، اٹلی۔ بنی اسرائیل سے صرف انہیں نہیں بلکہ انہوں کو نوازا ہے۔ **السی ہو تکفایہا۔**
 عبادت یا مکتب ہے مشارق، عبادت بنی اسرائیل، عام مفسرین نے اسے ارض کی صفت کہا مگر بعض نے کہا کہ یہ مثالی ہے
 معاصرہ کی صفت ہے یہ لہذا ارض کی صفت ہے تو صرف اور صفت کے درمیان فاصلہ ہو چکا۔ کاغذ بنا یہ درست
 نہیں ہے۔ **نہی لے اہم ہندو ابوہا العماقتہ صلائی** (مفسرین اس ارض کی صفت مانتے ہیں وہ کہ
 سکتے ہیں کہ عمارتیں ان کا بنی ہیں زمین سے مراد ہے زمین بیت المقدس تو برکت سے مراد ہے عمارت انبیاء مراد
 وطن ہوگا وہیں اس سے عمارت ہو جائے اور ارض زمین شام مراد ہے تو برکت سے مراد ہے انہوں کے پھل فروٹ پھلتے تھے
 فیہ اور ارض زمین مصر مراد ہے تو برکت سے وہ زمین و زینت عمارت پھلتے تھے اور مراد ہوئی، فرعون نے وہیں عا
 رنگے تھے۔ **رب فرماتا ہے حکم تر کوا من جنت و عیون** اور وہ سکا ہے کہ برکت سے مراد حضرت ایوب علیہ
 السلام کی اولاد کی قوم ہے اور مراد مصری زمین بھی ہے، چہ سے مبارک ہے۔ اسے فرعون نے جس قدم اس مرتب سے اٹل
 ہے۔ **و تمت کلمتہ ربک العحصی** عمارت، مطلوب ہے اور شاپر۔ ماد قرآن مجید میں اس خط کی ت
 سے صرف یہاں ہی آیا ہے۔ **پہلی ہر جگہ طے نوبت سے آیا۔** یہاں تمام متعلق نقصان کا نہیں ہے بلکہ معنی ہے بارہ نکالنا ہے آ
 ہے۔ طے رب سے مراد اللہ جل جلالہ ہے وہ بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جس کی صفت ہے جس نے فرمایا کہ وہ اللہ کے قلوب
 مذہب تھی اس رو سے ہے تو وہ مدہ مراد ہے، **اے علیہ السلام بنی اسرائیل سے نیا قاتل ایلہک عدو کم و**
یستخلفکم فی الارض یہ خبر بنی اسرائیل سے کہ وہ قاتل اور قاتل ہوا ہے اس کے لہذا رب فرمایا کہ ایلہک مدہ ہے
نزیلنا من علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم امۃ و نجعلہم الوریثین ایلہک اے
 اس خطات ربیک احسنی بنی ثقیل نزع اور اسے اے امیتہ رب الذین حاربنا بحوری۔ **اے علی بنی اسرائیل**
 یہ صفت ہے اٹلی بنی اسرائیل سے نقصان کے نہیں بلکہ کہہ مٹے گئے ہے یعنی اللہ کا پناہ دہ بنی اسرائیل پر لازم ہے وہ
 وہ خود اپنے فروعی ہاں ہے کہ اور یہ کہ ان کی امانت کے مخالف ہو گئے۔ **بعاصیر و ای عمارت** متعلق ہے اٹلی
 اس میں ہے کہ اور اسد رب سے مراد ہے بنی اسرائیل اور فرعون کی عیبتوں پر عرصہ تک ممبر کہ لایا ہے اٹلی

سے ملتا ہے پھر اور تاثر لگائیے درست ہوں جو آپ پہلے درخت سے شری درخت حلوئیں ہے جس میں درخت قربت ضروری ہے آپ بلکہ یہاں اس کے معنی ہیں کسی کی موت کے بعد اس کی چیزوں تکلیف جانا۔ لہذا اس میں قربت کی ضرورت نہیں۔ **دوسرا اعتراض:** اس آیت میں اتنی دراز عبارت کیوں لکھی ہوئی۔ **القوم الذین کانوا یستضعفون** صرف اللہ ہی ذاتی اسرائیل فرمایا کا کافی قندہ و مختصر بھی تھا۔ جو آپ ذاتی دراز عبارت میں رب تعالیٰ کی قدرت کلمہ لاھم لاشن بیان ہے کہ وہ کھڑوں کو قوی کرنے کے عملوں کو تکلیف کرنے پر جا کر اور بنانے پر قادر ہے جس سے کہ مطر کے کھڑے مسلمانوں کو تسلی ہو اور وہ بھی اللہ کی رحمت کے لیے لوہا ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا مقصود تھا کہ اسرائیلی بذات خود ضعیف و ناتوان نہ تھے۔ نبی زبوتے چاہیں نہیں ہو کہ آتے بلکہ انہیں کھڑے کھانا یا قندہ فرعونوں نے اپنی مملکت سے انہیں ضعیف بنایا تھا۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر کے ملک نہ ہوئے بلکہ زمین فلسطین کے ملک بنائے گئے تھے کیونکہ فرض کے حلقہ ارشدہ ہوا ہے کہ **فہا ہرکتہ** یعنی زمین فلسطین کو فرمایا گیا ہے **الذی ہرکتہ** انہوں نے خود یہ دلیل من کی ہے جو کہتے ہیں اسرائیلی مصر میں نہیں پہنچے تھے بلکہ فلسطین میں پہنچے تھے جو اس آیت سے کہ وہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ حیات شریف میں ہی مصر میں رہیں آئے اور وہاں آج وہ کسی کا یہاں نہ رہے۔ زمین مصر اس لئے ہرکتہ والی تھی اور جب کہ یہاں یوسف علیہ السلام کی قبر شریف تھی۔ دوسرے لولادہ محبوب وہاں ہی قبروں میں کجا خواب ہیں بلکہ زمین فلسطین کو بھی مبارک ہی ہے کہ آیا کہ وہ قرآن کلمہ انبیائے کرام ہے حتیٰ کہ مقام علیل المرن میں سترتزار نبی آرام فرمایا۔ فقیر نے زیارت کی ہے اس قول کی چند دلیل ہیں۔ اس میں بنی اسرائیل کو اس زمین میں فرعون کا وارث فرمایا **ولورثنا القوم** ظاہر ہے کہ فرعون مصری کا بولہ تھا۔ اس کی پرورش بنی اسرائیل کو مصری میں ملی۔ 2۔ یہاں ارشدہ ہے کہ ہم نے اسی قوم کو اس زمین کا وارث بنایا جو ہم کھڑے رہی جاتی تھی جو وہاں تھی ظاہر ہے کہ کھڑے اور وہاں سے لوگ بیکینی بنی اسرائیل تھے جو فرعون کے زمانہ میں تھے۔ فلسطین فتح کرنے والے تو ان لوگوں کی لولادہ تھے جنہوں نے قوم ملحقہ سے جنگ کر کے فلسطین پر سلطنت کی۔ 3۔ یہاں ارشدہ ہے کہ آپ کے رب کا پہلا حدیثی اسرائیلی پر ہوا اور ظاہر ہے کہ وہ بنی اسرائیلی اور وہ بنی اسرائیلیوں سے وہ وہ فرمایا **فما عسر ذکما ان ینہا کمدو کمدو یستخلفکم** کہ ان کی اولاد سے 4۔ یہاں ارشدہ ہے **ایما صبروا** یعنی بنی اسرائیل کے میری وجہ سے ہم نے ان کا وعدہ چوراکر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ میرا نبی اسرائیلیوں نے کیا تھا کہ ان کی اولاد نے انہی کو اس میرا بدلہ ملا۔ 5۔ یہاں بنی اسرائیل کے ملک بنانے کے ساتھ فرعون کی عمارت بانیات کی چہی کا ذکر فرمایا **وہرنا ما کان یصنع** جس سے معلوم ہوا رہا ہے کہ جو چیز فرعون کی چلائی تھی اسی کی زمین دنیہ کا بنی اسرائیل کو تکلیف بنایا گیا۔ 6۔ سری ایک ارشدہ ہا کی ہے **ونریبنا من علی الذین استضعفوا**۔ و

نری فرعون و ما من وجسوا منہم ما کانوا یحذرون

شام و فلسطین: شام و فلسطین پاہل ٹہ ہے۔ ملاتے ہیں۔ شام کا وارث لولادہ و حلقہ ہے۔ اور فلسطین کا وارث لولادہ عمان۔ ان میں سوز سے چند گئے کاراست ہے۔ حدیث شریف میں شام کے بڑے فضائل آئے ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ ہر تیس شام کی طرف ہجرت کر جائیں گی۔ ان ہمسار کے عمرو بن وہب سے روایت کی کہ

سارے نبیوں میں رہنا یا شہنشاہی نہیں ہر کئی تھی۔ اسراج (نبی) کہ محمد نے عبدلقد نے حور سے روایت کی کہ میں نے ہند گھر ساتھی میں عرض کیا کہ حضور میرے لئے کوئی شہر تیار کر میں جس میں رہوں۔ فرمایا تم شہنشاہی میں رہنا نہ کی بہترین زمین ہے۔ وہی آخر میں ایک سو گھنٹے پہنچ جائیں گے۔ ان صاحب کو لکھنؤ میں اس وقت سے روایت کی کہ میں نے حضور انور کو فرمایا کہ شہنشاہی کو اختیار کرو کہ وہ لکھنؤ کی چھائی ہوئی تختی زمین ہے۔ حاتم نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ ایک دن لکھنؤ آیا تو اسے لکھنؤ کے تیس دنہ شہنشاہ کی طرف بھیج دیں گے۔ ابو ترند کی نظر پڑی لیکن حاتم نے زمین حاتم سے روایت بھیجی روایت کی کہ ہند کہ ہے شہنشاہ نے فرمایا۔ عرض کیا کیا کیا کہ۔ فرمایا وہی فرشتے کہتے ہیں چاہئے ہے۔ سارے میں ہیں اسلئے شہنشاہ میں حضرت امیر ایہم علیہ السلام کو لکھنؤ سے شہنشاہی میں قیامت قائم ہوئی غریبوں کے لئے کہ زمین شہنشاہی میں ہے۔ زمین میں جس جس کے سامان ہیں۔ زمین منورہ بود کہ عطر کے بعض طبقے عرش اعظم سے افضل ہیں۔ شہنشاہ کو شہنشاہی کہتے ہیں جو یا تو یہ ہے کہ اسے سامان نوح نے بلایا ہے کہ وہ عطر سے جانب شہنشاہی میں واقع ہے جیسے کہ جانب زمین اسی طرف ہے یا یہ کہ وہاں پیمانہ مثل ثلثت کے واقع ہیں یعنی سرخ سفید مٹی کی طرف۔ شہنشاہ کا حدود اربعہ ہے۔ عریض مصر، اذیت اور قبر حور علیہ السلام، من چار حدود کے درمیان کی زمین شہنشاہ ہے۔ چوتھا اعتراض: نوحی کھد سے التی بود حکمت الارض کی صفت نہیں ہو سکتی کیونکہ عارض اور الٹی ہے اور زمین سے عطر ہوا اور حور صوفی صفت کے عطر میں کوئی خاص نہیں ہوتا ہے۔ جو اسب: بعض صاحبوں نے فرمایا کہ اسی صفت ہے مشرق و مغرب کی۔ بعض نے فرمایا کہ یہ صفت ارض کی ہے مگر مغرب مابقی نہیں موصوفہ صفت میں ایسی کھد صفت ہے کہ لکھنؤ مشرق و مغرب ارض کے کھد ہے ہی تو ہیں۔ نیز مغرب مابقی انہیں عارض کی طرف ہے یا چوتھا اعتراض: یہاں ارض ہوا۔ یا صاحب و اس سے معلوم ہوا کہ لکھنؤ اور اسی ارض کی طرف ہے مگر یہ کھد میں نہیں آتا کہ لکھنؤ کے دورے کسی کے میرا ہے مگر یہ موقوف نہیں ہو گا صاحب و فرمایا کہ یہ درست ہے۔ جو اسب: بعد کا ظہور اسباب سے ہو گیا ہے جس کا باپ کے سبب سے اسی ہی ارض کی طرفوں کے ذریعہ اسی صفت تھا اور اس کے ذریعہ ہمارا ذہن رہتا ہے سب ارض اور وہاں ہیں مگر ان کا ظہور نہ کہ وہ اسباب سے ہے۔ چھٹا اعتراض: یہاں ارض ہوا کہ وہ صفت اس سے معلوم ہوا ہے کہ خود صفت مذہب آیا جس سے صحت بھی پیدا کر دیا گیا تھا کہ صحت محفوظ رہا اور حوریں باہر نکل کر ہلاک کیا گیا۔ جو اسب: فرعون صفت عمارت، عمارت کی برقی کسی نہیں مذہب سے نہیں ہوئی بلکہ حور۔ تیسرا اعتراض: یہ کہ فرعون کا مذہب ہے کہ اس کا عارضی مذہب نہیں اس لئے عمارت ہو گئی۔ عمارت کر کے نہیں ہو گئیں۔ سو اسب: اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ نبی اسرائیل نے فرعون کی عمارتیں نہیں برقی ہو رہی ہو گئیں مگر وہی آیت اور روایات سے معلوم ہوا ہے کہ نبی اسرائیل نے فرعون کی عمارتیں برقی کر کے استعمال کیں۔ ان میں عارض ہے۔ جو اسب: فرعون کی عمارت کہ زمین اسرائیلیوں نے برقی مگر عمارت عمارت نہیں رہتے۔ لکھنؤ دونوں آیتوں سے درست ہیں اس لئے یہاں عارض بود یعرض بود یعرض فرمایا گیا اور روایت کے حقیقی مشرق عارض و مغرب ہوا لکھنؤ ہوا جس سے معلوم ہوا کہ زمین کے اطراف نبی اسرائیل نے برقی اور فرعون صفت ان کے والیں کھنچنے سے پہلے ہوا کوئی نہیں۔

ذکر ہے اب اسرائیلیوں کی حالت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے گویا تصور کا ایک رخ دکھانے کے بعد دوسرا رخ دکھایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ بحر قزقم میں فرعونی ماہی مچے گئے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہ تھے اس ارشاد ہے کہ یہی بحر قزقم سے اسرائیلیاں نکل گئے کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ دریا ایک لوگوں کے محل ٹھکانے کا قیامت مثالی قائم ہو جانے کے دنیا کے سمندر سے وہی محفوظ رہنے کا اس کے ہاتھ میں کلاسن ہو گا اور نہ دنیا سے لے کر وہاں تک۔ چوتھا تعلق پہلی آیت میں لفظ غفلتی کے ہی اسرائیلی پر اذیت کا ذکر ہوا البتہ ہی اسرائیلی کی سرکشیوں اور اسلحہ فراسریشوں کا ذکر ہے تاکہ حضور مجاہد اور مومنوں کو قتل ہی جانے کے اسرائیلیاں پہلے سے ہی سرکش ہیں۔ اپنے ہی کی موجودگی میں سرکشی سے باز نہ رہے وہ آپ کے زندہ میں ان کی سرکشی جب بہت تھیں۔ لطفیکہ ایک یہودی نے حضرت علی سے کہا کہ آپ لوگ آپ ہی کے بعد انہیں میں ازبے۔ ابھی تو تمہارا نبی کھپائی بھی لنگ تھیں ہوا۔ جب آپ علی نے بدست جو لوگ دیکھا کہ تم اسرائیلی تہا اپنے ہی کی موجودگی میں بجز بڑے تھے جبکہ تمہارے چچوں بحر قزقم کے پانی سے خشک تھیں ہوتے تھے۔ اس پر اسرائیلیاں بہت شرمندہ ہوا (ہا راگ)

تفسیر: وجوز فابیننا اسرائیل البحر ظاہر ہے کہ یہ جملہ نیا ہے جس میں اسرائیلیوں کے حصول نہ قصہ کا آغاز ہے جہاں زمانہ ہے جہاں ہے۔ معنی آگے بڑھ جائیں گے بعد ہندوی کرنے کے لائی گئی تو معنی ہوئے پہلا بیچارہ لگانا۔ بحر سے مراد ہے بحر قزقم جنہوں نے اس سے مراد لیا اور پائے نکل انہوں نے سخت غلطی کی کیونکہ تفسیر روح المعانی اور روح البیان۔ قزقم ایک بستی نام ہے جو کہ مشرق اور مصر کے درمیان ہے اس کے نام سے اسے سمندر کا نام۔ بحر قزقم ہوا (روح البیان) ہے۔ کرمنا نجدی عرب بحر قزقم سے فریوہ ہے واقعہ حرم کی جس کو ہم نے بعد گوہر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی خوشی میں روزہ رکھا۔ تک یہ روزہ عاشورہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ (خازن) اسلام میں بھی پہلے یہ روزہ فرض رہا۔ ابھی سنت ہے اس خوشی میں

فاتوا علی قومہ عبادت منطوق ہے جہاں ہمارے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی اسرائیلی کے پار ہونے پر پیش آیا یہ لوگ فوراً مصر واپس نہ آئے بلکہ شہم یا کسی اور طرف روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دوری تھے کہ ان لوگوں کو مقام ریلنگ یا مقام ریح میں جو سمندر سے قریب ہے ایک قوم ملی یہ لوگ یا تو کھلی تھے جن سے جنگ کرنے کا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا یا واقعہ ہے یا قبیلہ احمد بن عبدالمطلب کو ترجیح دی یہ لوگ احمد بن عدی ابن عمرو بن سہلی اواد تھے۔ اسلانی خازن 'جہاں ہی غیرہ (غیرہ) یعنی اسرائیلیوں کو لوگوں پر گزرتے تھے کہ ان کی ہمتی دور ان سزا نہیں دلائی تھی وہی تھی وہیں ٹھہرے نہ تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ میں آیا ہے کہ یہ مراد ہے اسرائیلیوں کو سزا نہیں جاری تھی کہ ان کی ہمتی پر گزرتے۔

یعضکون علی اصنام الہم عبادت صنم ہے قوم کی۔ **یعضکون** بنا ہے کھتا یا کھوف سے۔ معنی ٹھہرا یا کسی جگہ جم کر بیٹھ جائے۔ ای سے پہلے اذکار میں روزے دار کا مسجد میں اگر ٹھہرے گا وہاں سے نہ نکلتا۔ یہاں لکھتے ہیں کہ مراد یا تو جنوں کی عبادت ہے یا قائم رہنا ہے یہ اس ساری قوم شامل تھا اس سے مراد جنوں کے سامنے ان میں اگر کچھ جانتے ہیں کہ ان کے خاص پندوں یا عقائد اصنام بنے تھے۔ ہمتی صنم اور وہ سن بھی ہم سن ہوتے ہیں۔ کبھی صنم جہدیت کو کہتے ہیں اور وہ نونون وغیرہ کو یہ بت یا رکھے تھی یا رکھے کے چتر کے جیسے یا جنوں کی کا میں (اسلانی) یہ جہاں سن کی پہلی بیاد تھی معنی اسرائیلی اور ان

طر میں ایک ایسی قوم پر گزروں سے دو ہزار بیسی ہجرت کا نام لیا جھڑے کے ساتھ ان کے پڑے دو فریو امن دارے بیٹھے تھے تو قالوا
یموسیٰ ان یہ ہے کہ یہ قول ان سارے اسرائیلیوں کا نہیں ان میں ستر حضرت تو خاص لوگ ایمان سے تھے۔ حضرت یوشع
 علیہ السلام کا ہونہ میں ہی دو سنا انکو تفسیر یہ کہ انکو انکووں نے یہ کہا تھا ان کے **قالوا** اور انکووں ان کی شریعت میں ہی کو نام
 لے کر پکارنا ممنوع ہے۔ **قالوا** **یموسیٰ** کہہ **اجعل لنا الہا کما الہم الہتہ** اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے
 ہیں۔ ایک یہ کہ تیسے ان لوگوں نے اپنے لئے بت پرستوں کے چھڑے معہ بتوں کے ہیں آپ بھی ہمارے لئے کوئی الہ بنا دیجئے۔
 پانچ آپ کا سر ہلو ہے۔ اور دوسرے یہ کہ آپ ہم کو کسی چیز کی پرستش کی اجازت دے دیجئے۔ تو یہ آپ کی ہر عبارت ہمدردی
 ہے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ ان کا یہ کلام کفر و ارتداد نہیں ہوا اور نہ موسیٰ علیہ السلام ان میں ارتداد کی سزا
 دینے اور وہ اپنا الہ لانے کا حق دیتے۔ دیکھو آگے چل کر نبی اسرائیل نے چھڑا چھڑا ان میں دہ کی طرف سے سخت سزا دی
 تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کوئی بت ہمارے لئے تو بوجہ فرمایا میں جسے ہم قبلہ بنا کر سنا ہے ہمیں اور اس کے نزدیک وہ بت تعالیٰ کی
 عبادت کریں اور انکو بھی بتوں انہوں نے خود کوئی صورت دی اور نہ بتوں کو اس کی پرستش شروع نہیں کر دی بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے اس کی
 اجازت چاہی۔ **لما ظہری** کا قول تفسیر خدا نے نقل فرمایا کہ ان کا یہ قول وہ کی تو عید میں شک کی بنا پر نہ تھا اس لئے آپ نے
 اس کا جواب نہ دیا کہ اگر انکو فرمایا۔ **قال انکم قوم تجهلون** یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے۔ آپ کو نہیں پتا
 تھا کہ ان کے طور پر بت یا تیب کے لئے ہے۔ **تجهلون** فرمایا۔ **جاملون** نہ فرمایا کہ نہ موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کی
 سرکشیاں نہ ان میں بار بار کیجئے تھے اور آئندہ بھی دیکھیں دیکھیں اس لئے تھے وہ لوگ جاہل سنت نبی کرتے ہی رہتے تھے۔ **تجهلون**
 کا مفعول ان لوگوں نے فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ عقاید اہل انہوں میں ہر طرح کی حماقت کرتے تھے۔ انہی فرعونوں کا
 انجام ان پر عجب الہی دیکھ سکتے تھے خود اپنے پرانہ تھی کی کرم تو انہوں میں سب سے پہلے پادشاہ اپنے تھے۔ فرعونوں کے شرک اور
 فرعون پرستی میں ان کو معلوم تھی ہی یہی خبر تھی کہ ان پر اس بت پرستی کی وجہ سے عذاب آیا پھر خود ہی اس بت پرستی کی اجازت
 مانگ رہے ہیں اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہو گی۔ **لطیفہ** تہذیبی رہنے پر عادت ہو وفاقہ قریش فرمایا کہ جب حضور و انور شیخ
 فرود زمین میں مع صحابہ کرام تشریف لے گئے تو راستہ میں مشرکین کے ایک دست پر گزر رہا جس پر مشرکین اپنے ہتھیار ڈالنا تھے
 تھے اس وقت کی پرستش کی نسبت سے اس دست کا نام ذات اولاد تھا حضور کے ساتھ ہلے پار رسول اللہ! ہمارے لئے یہی
 کوئی ذات اولاد راست مقرر فرمائی ان لوگوں کی طرح حضور و انور نے ارشاد فرمایا **سین** ذات اہم نے مجھ سے کہہ دیا اسرائیلیوں
 نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ان انہوں کی طرح ہمارے لئے بھی کوئی مجبور مقرر فرمائی پھر فرمایا تم لوگ یعنی مسلمان قبیل
 استوں کے نقش قدم پر چلنے گئے انہوں نے **خاندان انہو** **لا متبر ماہم** **فیہ** اس فرقان مانی میں ان مشرکین کے مقابلی
 برائی ان کے اعمال کے نقصان ملا کر ہے **ہو** **لا** **تذرا** **الذالمین** **الاتبار** اور فرمایا ہے **تبر** **نا** **تبتیر** **اربع** **دور** **یہ** **شد** **سو** **نہ** **یا** **وہ** **کو**
 تم کہتے ہیں دیکھو اس سے مراد ان بت پرستوں کے باطل عقیدے ہیں یعنی جن عقاید میں یہ لوگ مبتلا ہیں ان کے لئے عذاب
 نہیں۔ حضرت سید نے لوگ اور ان کے عقائد سب کچھ بڑا دہلاک ہو جائیں گے ان کے بت انشاء اللہ ہمارے ہاتھوں ہی توڑے

ماہم فیہ اور ماکانوا یعملون میں کیا فرق ہے۔ جو اب جن کے فرق ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے کہ حبر کے معنی ہیں ہلک و بھار، باطل کے معنی ہیں: بیکار، بے فائدہ، ماہم فیہ سے مراد ان لوگوں کی بد عقیدگی ہے۔ اور ماکانوا یعملون سے مراد ان کے اعمال ہیں۔ یعنی ان کی بد عقیدہگیوں کے لئے ہلاکت ہیں۔ اور ان کے اعمال زیادہ ہیں۔ جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ چونکہ یہ عقیدہ کی بد اجرام ہے، یہ عملی اس کے بعد ہے۔ اس لئے بد عقیدگی کے متعلق سخت لفظ فرمایا اور بد عملی کے لئے بالفاظہ۔ لفظ یہ فرمایا۔ درست ہے۔ چنانچہ اعتراض: ایمان فطری جو شیطان کے ان مآقا اور ایمان بعد موت۔ ان کے ذریعہ نبیات کیوں نہیں ملتی۔ دنیا میں آکر ان ایمان حاصل ہو وہی ذریعہ نبیات ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جو اب اس لئے کہ ان دونوں ایمانوں میں نبی کو واسطہ نہیں۔ شیطان ایمان میں برکات اور استراحت سے ایمان مآقا حضور بعد موت آنکھوں سے دیکھ کر ان لئے ان سے نبیات نہیں۔ دنیا میں ایمان ہی کی زبان سے ہے یعنی ایمان بالذہن لفظ بالذہن کلایہ ہے۔ اگر کوئی دنیا میں ساری ایمان حاصل کرنے سے تعلق نہ رکھے شیطان کی طرح تو اس کی بھی نبیات نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے سنت پہلوی سے شفا حاصل ہو جانے کے بعد جسم میں شفا سے نکو روی راتی ہے جس کی وجہ سے معمولی سی ہوا ڈراسی ہو پر پہلی فصلان دیتی ہے اور شفا سے ہاتھ دینے پر انسان ہر طرح قوی ہو جاتا ہے۔ حاکم ہوں تو فیہ کا مقابلہ کر لیتا ہے ایسے ہی مرض کھڑے کر کے دینے پر وہی شفا ملتی راتی ہے کہ اور اسی بے اختیار ملی پر انسان تک جاتا ہے۔ اسرائیلی موسم تو ہو گئے تھے مگر ابھی تک ان میں کھڑے بعد اولیٰ شفا سے اور ضعف پاتی تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ ان صحت پر دستوں کو دیکھ کر باہل گئے اور کفر کی طرف راضی ہو گئے۔ چونکہ حکیم مطلق جناب کلیم انہ ساتھ تھے اس لئے انہوں نے سنبھل کر اپنے ہاتھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس کفر کی اجازت چاہی مگر کیا نہیں اس لئے درست ہو گئے انسان کو چاہئے کہ مرتے دم تک کسی کمال کی نگاہ میں رہے تاکہ وہ کھیلنے پر ہمیں سنبھال دے۔ نہ معلوم کب اور کس طرح شیطان ہم کو بھلائے۔ موانا فرماتے ہیں۔

وہ را بگویی کہ ہے در ایسے سطر ؟

ہست بس پر تفت و خوف و خطر

جسے پہلے بڑی بھیل میں اگر بچہ اپنے مہلی کی انگلی چھوڑ دے تو تم ہو جاتا ہے۔ دنیا ایک سیل ہے اگر تم مرشد علی غدا میں چھوڑ دے تو گمراہ ہو جوں۔ موانا فرماتے ہیں کہ فرعونی چلو گروں نے موسیٰ علیہ السلام سے بازو کرنے کی اجازت مانگی تو ان کے لئے چلو درست بن گیا کہ وہ اس میں شکست تھا کہ ایمان والے ہو گئے۔ ان اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کفر و شرک کرنے کی اجازت مانگی تو ان کے لئے یہ اجازت مانگا۔ اللہ کی رحمت ہو گیا کہ وہ لوگ اس سے بچ گئے۔ اتباع اور اجازت شیخ بڑی چیز ہے۔ مانا شیرازی کہتے ہیں۔

سے پہلو دیکھیں کن گرت چہ مغل گوید

کہ سادک بے خبر نہ بود زراہ و دم حرطہ

یا اکثر اقبال کہتے ہیں۔

اگر ہو حقیق تو ہے کفر بھی مسلمانی

ہے۔ **یقیناً تو باپ** یعنی اراشلو ہوا تاکہ پڑنے کے وہ ہرگز تک ہمدردی سے اپنے جن جن کو کراہت و ملامت نہیں کرتے۔ اس میں اگر کوئی پستلیان کی باتیں ہے کہ اسے کانہوں نے نبوی قہی کرینی اسرائیل کا ایک بچہ چاہو، ریحی سلطنت کا تارک دے گھوڑا لاکس میں کے کسی بچے کو پڑھا سہی۔ وہوں کا بچہ نہ پڑھے اور کہیں میں بگڑ پڑا ہے تھی نہ۔ وہی جانتے تھے اس لئے **ابناہکم فریبا۔ وجمالکم: فریبا۔ ویستعینوننا حکم** یہ عبارت معنی **باپ یقیناً تو** صرف لڑکیوں کا زعمہ و سائز کوں کا نہ ہو نا میں باپ کے لئے عذاب ہو آپسے اس لئے اسے بھی عذاب کے سلسلے میں میں فرمایا ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ یہ لڑکیاں نہ ہوں اور قصیوں کی خدمت کریں۔ اس لئے یہاں عبارت نہ فرمایا بلکہ سہ فرمایا کہ رندہ پھونڈے کی طرح جن بچوں کا آگے چل کر ورتیں ہناتلو **فوالکم بلا عن رب حکم عظیم**۔ یہ بطل طیرہ ہے اس لئے وہ کھینچا ہے۔ گھر میں اشارہ ہوا کہ گزشتہ بار سے ہمیں مصیبتوں کی طرف ہے یا ان تمام مصیبتوں کی طرف نہ پستلے کو رہا ہے۔ پہلی صورت میں بڑا معنی نعمت ہے اور سہی صورت میں معنی نعمت کا عداد و نولوں پر لا جانا ہے۔ وہ فرمایا ہے **وبلونہم بالحسن والصفی** غصہ یہ ہے کہ بڑا معنی آزمائش آج ہے۔ آزمائش نعمت سے بھی ہوتی ہے اور نعمت سے بھی۔ عظیم صفت ہے بڑا ہی اور سن و رقم اسی بڑا کی پہلی صفت ہے یعنی ان مذکورہ مصیبتوں میں جنہارے رب کی طرف سے تمہارا پیشی اتھان تھا۔ یا ان نعمتوں میں نجات میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بعض فضل و اہم تمام میں بددلی پر کر کو اور اسی کی ملامت کرو۔ تم بڑا معنی ہے کہ وہ رب تعالیٰ تمہارے ایسے غصہ ہوا کہ تم سے اور تمہیں کی اپنی مافخری کر۔

خلاصہ تفسیر: رب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بہت مہاری اور رحمتی کی پہلے ہی درخواست کی اور پہلے آپ نے طاقت کی بنا پر کفر اور تکبر کا انجام دینا پھرا نہیں تھا۔ تعالیٰ کے وہ اولادت باور لائے ہوئے ہیں جنہوں نے معصیت سے ہونے چاہئے فرمایا کہ اسے جو قہر آگیا میں تمہارے لئے مہاری اندھ کو خدا ہوا میں تمہارے لئے کوئی اور خدا کا شاہش کروں۔ اس کے کہ وہ اولادت تمہارے شکر ہیں۔ اسی لئے اسے اسرائیلیہ آج تم کو زندہ بھر رہی ہو گی ہے کہ تم کو اولاد انبیاء کیلئے تمہاری خاطر سے تمہیں وہ ڈوبو۔ تمہارے لئے مستور و چول تمہارے گھلوں تمہاری گئی کوچوں میں جمیل پر عذاب آئے تم محفوظ رہے۔ رہنے فرمایا کہ اسے اسرائیلیہ باتم ہوا یہ احسان بھی بڑا کہ تم فرعونوں کے ہاتھوں گرفتار تھے۔ وہ تم کو طرح طرح کے عذاب دیتے تھے حتیٰ کہ تمہارے چھوٹے بچوں کو تمہارے سامنے ذبح کرتے تھے۔ تمہاری بچیوں کو زندہ چھوڑتے تھا تاکہ وہ جو جن ہو کر ان کی خدمت گدہ بنیں۔ ہم نے تم کو ان سے نجات دی اس میں تمہاری آزمائش ہے کہ دیکھیں تمہیں ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتے ہو یا نہیں۔ تمہارے ہاں سے کہ ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرو۔ تم بجائے شکر کے اپنی مافخری کرتے ہو اور اس قدر جلدت برستی کی کوشش کرتے ہو۔

فانکرے: اس آیت کریمہ سے چند ایک خاصہ حاصل ہو سکتا ہے۔ پہلا خاصہ یہ ہے کہ وہ خداوند نہیں ہو کھائش کرے۔ بظاہر اسے اور جس کا خدا ہونا ہادی کھائش پر موقوف ہو بلکہ خدا ہے جس کی رحمت ہندوں کو کھائش کرے۔ یہ فائدہ ایفیکم سے حاصل ہوا کہ لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ **اجعل لنا الہا اہلہ**۔ لے لے خدا ایفیکم۔ آپ نے ایفیکم فرمایا۔ اور فرمایا **وهو فضلکم**۔ ہے اس کی رحمت کی کھائش۔ دو سرے خاصہ یہ ہے کہ وہ ہاں کی اولاد ہو یا غنیمت کا باعث ہے۔ فائدہ

وہو فضلکم سے حاصل ہوا۔ یہ یحییٰ بن اسرائیل کی بزرگی کا سبب ہے تاکہ وہ اگلے بیعتوں علیہ السلام تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے ہم قیام کی یہی آج سید حضرت افضل ہیں کہ وہ حضور انور کی اولاد ہیں بشرطیکہ موسیٰ ہوں۔ لیکن یہودیہ نے پندرہ سو سن رہا ہے نہ سید۔ تاہل لود کنعان نبی کے بیٹے تھے مگر یہ تعلق ہونے سے میرا اتفاق نہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی فضیلت نہیں جانتی رہتی۔ مگر نبی پڑھیں تعزیر کو مرقی رہا ہے۔ یہ قائم بھی فضلکم سے حاصل ہوا۔ یہ یحییٰ بن اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام سے کتنا کہ اہل کے لئے کوئی وب عیاش کو سخت نکلے قاضی بر آہ نے سخت جواب فرمایا کہ اس کے باوجود نبی اسرائیل مائیں سے افضل رہے۔ نبی فضیلت کو کفر مانتا ہے۔ دیکھو کشتی نوح میں کہ وہیں انہوں کو بیکہ تھی مگر کافر بیٹے کنعان کو بیکہ نہ تھی۔ چونکہ قافا کفر کا خیال دوام کفر نہیں۔ اور وہ کفر زنا کفر اور خیال کفر میں فرق ہے۔ پہلی دونوں چیزیں کفر ہیں اور خیال کفر نہیں۔ یہ قائم وہو فضلکم سے حاصل ہوا۔ یہ یحییٰ بن اسرائیل نے کفر و بت پرستی کا خیال کیا مگر انہیں مائیں سے افضل فرمایا اور افضل ہی رہے پانچوں قافا کفر و عیاشیوں سے جو نہ کسی کے ہاتھ سے بنے نہ رائے ہمارے۔ اور وہ نہ جو سب کو ہاتھ کوئی اسے نہ ہاتھ سے قائم الفیو اللہ بغض سے حاصل ہوا۔ قوم نے کہا تھا

اجعل لنا الھادئ لئلا یضلوا۔ لکن نبوت بلکہ خاص ولایت بھی نہ کب سے حاصل ہونے لگی کہ ان کے لئے۔ یہ عطا رہی ہے۔ حق یہ ہے کہ ولایت کسی وہی میں کسب اور نظر کو دخل ہے مگر ولایت مفضل میں کسی چیز کو دخل نہیں۔ حضرت مریم پر انشائی وہی تھیں بغیر کسب کے اور حضرت آدم میں بر خیا طم کے زریعہ وہی ہوئے۔ وقال النبی عند معلوم من الکتب ہاں یہ وہاں کہ کسی نبی کی دعا سے اللہ نے کسی کو نبی بنایا۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام۔ چھٹا قافا کفر کی نعمتوں کو یاد رکھنا عبادت ہے۔ ظلو قول سے یاد رکھنے کا عمل ہے۔ یہ قائم الفان حبہ تکم سے حاصل ہوا کہ اس سے پہلے انکسروا ہم شیدہ ہے۔ اب تک نبوت نبی اسرائیل کی یادگار میں عاشورہ کا روزہ سنت ہے۔ لہذا حضور کی ولایت معمرانہ فیہ کی یادگار میں متاع عبادت ہے۔ دو چیزیں یاد رکھنی چاہیں پانچ روزہ اور وقت اگرچہ بہت پرانا ہو مگر اللہ کی نعمت اگرچہ بہت پہلے ہو چکی ہو کہ ان دونوں سے دل میں نکھر نہیں پڑا اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق ملے گی۔ دیکھو نوح عمو صبر کی نماز میں قراۃ تہمت کر آئے۔ اگر مسلمانوں کو اپنا روزہ اور وقت یاد رہے کہ جب وہ کفار کے قلب کی وجہ سے ان دعوتوں میں لوٹتی تو اڑتے لڑتے نہیں زیادہ سکتے تھے۔ لہذا آج رمضان میں بہت عبادت کی جاتی ہے کہ یہ کہ اس مہینہ میں قرآن کی نعمت ملی۔ ہرگز میں قربانی ہو کر نالوں کی جاتی ہے کہ یہ کہ اس مہینہ میں حضرت ابراہیمؑ اسامیلؑ اور اسماعیلؑ میں کھریا کی نعمت ملی۔ ساتواں قافا کفر و اجتناب کرنے والوں کو آل کہا جاتا ہے۔ یہ قائم من آل فرعون سے حاصل ہوا کہ فرعون نے نہیں پوچھا کہ فرعون کو آل فرعون فرمایا کیلئے لہذا ہر حق مسلمان آل رسول ہے اس معنی سے۔ آسمانوں قافا کفر و بلوک کا دل باپ کے سامنے نقل اللہ کی بڑی آزمائش ہے جو اس آزمائش میں پورا رتے اس کا بارہو ہے۔ یہ قائم بلاہ من ربکم عظیم سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے اسرائیلیوں کے بچوں کے عمل کو بلاہ عظیم فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کے لئے فرمایا انھذا لھو البلو المبین فور کہ حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر اللہ کے پہلے کتابت ہو گا جن کی کو میں علی حضرت تین دن کے پاس سے تیرے نقل کے گئے۔ رضی اللہ عنہما انھیں۔ تو اس قافا کفر و اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی بلاہ عظیم یعنی بڑی آزمائشیں ہیں اس آزمائش

میں کوئی کوئی اور لڑتا ہے۔ تاکہ وہ بھی پلاؤں میں رہم عظیم سے حاصل ہوا جبکہ ذاتِ عظم سے مراد نبیؐ ہے۔

اعترافِ اخصائیت: یہ سارا اعترافِ نبیؐ کے ہاں نسب کوئی چیز نہیں۔ اخصائیت اہل سے ہے۔ رب فرماتا ہے: **لَا تَكُونُوا كَمَنْ عِنْدَ الْعَمَلِ تَكْتُمُونَ**۔ بد عمل سید سے تنگ اہل ولا غیر سید افضل ہے۔ جو آپؐ نے لکھا ہے۔ لولا ہی ہو مائتہ کی خاص رحمت ہے۔ تمہاری چیزیں کروہ آیت میں خطاب اکتاف عرب ہے کہ کفر کے ہوتے نسبت حضرتؐ نہیں آتی۔ یا اس آیت کا مستند یہ ہے کہ لولا رسول اپنے کو اہل سے ہے نبیؐ نہ ہوتے بلکہ وہ رسول سے زیادہ نیک ہیں کہ وہ نہ بتائی اسرائیل کو مائین سے افضل کیوں فرمایا گیا جب کہ وہ بیت پرستی کی خواہش بھی کر رہے تھے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب الاکرام المقبول فی طہرۃ نسب الرسول دیکھو۔ دو سراسر اعترافِ نبیؐ اسرائیل فرشتوں سے ہمیں سے بھی افضل تھے کیونکہ مائین میں تو یہ حضرت بھی اہل ہیں۔ جو آپؐ اس اعتراف کے دو جواب ہیں۔ ایک ظاہری ہے اور دوسرا حقیقی۔ ظاہری جواب یہ ہے کہ یہی مائین سے فرشتے اور انبیاء قاری ہیں۔ حقیقی جواب یہ ہے کہ نبیؐ اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے اسرائیلی انبیاء بھی داخل ہیں لولا واقعی انسان رسول مدد فرشتوں بلکہ رسول فرشتوں سے بھی افضل ہوئے۔ محمدؐ انہیں حال بالکل درست ہے۔ یہ سراسر اعترافِ نبیؐ اسرائیل حضور ﷺ اور حضرت علقمہ راشدین کا طہر زہرا عائشہ صدیقہ اور امت محمدیہ سے بھی افضل ہیں کہ ان میں سے سب اہل ہیں۔ جو آپؐ اس اعتراف کا جواب ہم نے سب تحصیل سے پہلے بارہ میں دے دیا ہے کہ مائین سے مراد اس زمانہ میں موجود مخلوق ہے۔ حضرت بعدش دنیا میں تشریف لائے۔ حضور ﷺ افضل الخلق ہیں لولا حضور کی امت افضل الخلق۔ **جملتکم استھو سطا۔**

وہ میں سب سے تو بڑا تھے سے بڑی خدا کی ذات
قائم تیری ذات سے سارا نظام کائنات!!

چوتھا اعترافِ نبیؐ لولا ہی ہو اخصائیت کا باعث ہے تو چاہیے کہ مدد سے انسان افضل ہوں کیونکہ سب آدم علیہ السلام کی لولا ہیں لولا تو ہی ہیں۔ جو آپؐ واقعی انسان اور سری مخلوق سے افضل ہے۔ **ولقد کر منابش ادم خلیل** رہے کہ یہی حقیقت انسانیت کا کرہ ہے کہ لولا نبیؐ کا یعنی انسانیت افضل ہے ملکیت سے یہ اخصائیت مانتے ہیں۔ لولا تو ہم ہونے کی وجہ سے مطلقاً انسان کو وہ سری مخلوق پر حاصل ہے پھر ان اشرف میں بعض کسی نبیؐ کی لولا ہیں کہ دوسرے لوگ کی لولا نہیں جیسے نبیؐ اسرائیل کہ بتوہ علیہ السلام کی لولا ہیں اور سب لوگ نہیں سب آج سید حضرت جو حضور انوری کی لولا ہیں اور سب لوگ نہیں۔ اسی نسب کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے افضل ہیں۔ فرض کہ مطلق اخصائیت اور خصوص اخصائیت میں فرق نہ پانچواں اعترافِ نبیؐ **یسومونکم اور یقتلونکم** اسی طرح **یستحبونکم** میں ہے۔ مائتہ کہ یہ واقعات تو پہلے ہو چکے تھے مگر اب انہیں مائین سے معلوم ہوا۔ جو آپؐ بھی گزشتہ واقعہ کو نہیں نہیں کرنے کے لئے مائین سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے **احمد فوقہ داس** خبر لایا **نیسے انی لعصر عمر لیا بیتہ انی لاری فی المنان انی اذبحک** یہ سب مائین ہیں جنہیں مائین سے بیان فرمایا اور اردو میں لیا مائین سے مائین میں دیکھا کہ میں لکھاں تک جا رہا ہوں لکھاں سے یہ کہ رہا ہوں۔ چھٹا اعترافِ نبیؐ اس آیت میں لکھاں کا مقابلہ نہاں سے کیوں فرمایا۔ یا تو نہاں کے مقابلہ میں نہاں فرمایا جائے نہاں کے

تابلہ میں درج کر کے دیکھیں۔ یہ اس فرق کی بنا پر ہے۔ جو آپ میں لہجہ ہم پیکہ بیان کر چکے ہیں کہ فرعون بنی اسرائیل کی اولاد میں لے کر ذرا پہلے زکات کا ذکر ہو گا جو اس میں لکھا ہے۔ پر جو چیزیں اور فرعونوں کی خدمت کریں۔ یہ وہ نون باتیں ہیں۔ فرعون وہ جانتے نہادین جانتے رہتی تھیں۔ نہاد فرما نے میں ہمہ دستگی کی طرف اشارہ ہے کہ فرعون اپنی باتیں میں رہتی طرح کا ہم رہا۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ عطا دینا جو اس کی رہنمائی طلب بہترین عہد سے اور اس کی عطا سے نفاذ کے معجزات انبیاء کرام کے آستانے میں مگر غیر خدا کا خدا بنا کر اس کی عطا سے امتیاز حاصلت و جہالت ہے۔ نبی کے آستانہ پر غیر خدا کی عطا ہی محرومی ہے۔ نبی سے خدا کا لوگ خدا سے بھی بڑا ہو گا۔ شعر

محمّد زوی فہم خدا خدا یا تو خلق سستی را

غیر کے دو لڑے ہیں وہ عقل زمت و عمل کی بدگامی میں رہی ہے اس قسم کے سوئے لٹنے میں مضیہ و محبت کی برقم لے جا کر اہل روئے کے سوئے خریدوں کے ورے شکر و کفریت سازی و ست پرستی کا ٹھکانہ ہے جسے سونے چاندی کی دکان سے بڑی گوشت کا ٹکڑا لہی کلہا پیسے سوئے اس لئے آپ نے فرمایا **غیور اللطیف** و حکم حضور اقدس سے کتاب نے طلب کیا حضور سے کھلایا گیا کہ میرے پاس وہ نہیں جو تمہارے ہو اگر میرے پاس تمہاری ماگی بیچ جاتی تو اب تک بیٹھا ہوا ہوتا۔ طلب یہی ہے کہ میں رہت لائی ہوں میرے پاس طلب کھلی ہے لیکن میں رہت کے سوئے ہیں۔

شریعت کا تقاضا ہے کہ جس قدر وہ بے اصلاحت تیار ہوں اسی قدر بندہ کا شکر زیادہ ہے کہ شکر نعمت کی تہ ہے۔ اس سے نعمت نصرتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔ **لئن شکرتکم لازیدنکم صواباً** فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے سب لوگ نسبتہ و نون ہونے والی نعمتیں ہیں۔ دیکھو نبی اسرائیل کو یہ نعمتیں راہی حاصل تھیں۔ فرعونوں سے نجات تھی نعمت تھی۔ پہلی نعمت لی وہ ہے وہ اس لذت میں عیاشین سے افضل ہوئے۔ دوسری نعمت ہے وہ اس لذت میں وہ بے گروہوں نعمتوں کو بھگت کر کے پڑھیں گا۔ انکار ہوئے تو اب وہ اسرائیل پر تہی خلق نصرت سے اللہ نعمت کے قوائے سنبھالنے کی توفیق بھی بخشے۔ سب تعالیٰ بھی دے کر نفاذ ہے۔ بھی عین کہ نہ وہ کو چاہئے کہ ہر قسم کی آزمائش میں ہوا ان سے ہی نکل جائے۔ نبی اسرائیل کو رہنے سمجھتوں راستوں سے آزمایا۔ وہ اس آزمائش میں آخر کار نکل ہوئے۔ اس کا نتیجہ آنے کا ہے۔

وَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَا بِعِشْرِينَ مِيقَاتٍ سَرِيَّةَ الْأُرَجِيِّنَ

اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہم نے ان کو سارے سفر میں کے تیس دنوں کا وعدہ کیا اور ان کے

ان کو تیس دنوں کے تیس دنوں کا وعدہ فرمایا اور ان میں سے ایک دن کو اس کے سب کا وعدہ پوری

لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

کا پاسی دوست سے اور فرمایا موسیٰ نے بھائی ہارون سے کہ تم میری قوم میں میری جگہ لے لو اور اس کو سنبھالو اور

چاہیں اور اس کا کیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح

سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۳۰﴾

کوہ راستہ کی ضلالت و گمراہی کے

سزا اور مفسدین کی گمراہی کوہ گمراہی کے

تعلق: اس آیت اور انجیلی آیات سے چند طعن تعلق ہے۔ پہلا تعلق انجیلی آیات میں اسرائیلیوں پر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص نعمت کا ذکر فرمایا گیا یعنی فرعونوں سے انہیں نجات دینے اور اب ان کو دوسری اہلی نعمت مظاہرینے کا ذکر ہے۔ ثانی انہیں تو بہت مظاہرینے کی تہمید لیا، اور دروغ فرسانے کے بعد نعمت خاصہ مظاہرینے کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق انجیلی آیات میں ان خستوں کا ذکر اور فی اسرائیل کہہ روات عطاہ میں۔ مظاہرین سے محفوظ رکھنا ان کے دشمن قبیلوں کو ان میں جتلا فرمایا اب ان خستوں کا ذکر ہے جو ان لوگوں کو ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ عطاہ میں لینی رب تعالیٰ سے قرب خصوصاً اور اس سے ہم کافی کہ نبی انہوں میں کی سلامتی فرمیں انعام ہے۔ ہمارے حضور کی معراج ہم سے رب تعالیٰ انعام عظیم ہے۔ نبی پر انعام است کے لئے باعث کفر ہے اور است پر انعام نبی کے لئے باعث خوشی ہے۔ دیکھو حضور انور مہرام حرمت مطہر کے گو اپنی امت کے بظاہر کو باہر شاہی شان میں غالب ہے۔ کچھ فروش ہوئے۔ تیسرا تعلق انجیلی آیات میں اس کا ذکر ہے کہ انہوں نے سنی اسرائیل کو تمام جہانوں پر بزرگی دی۔ اب اس بزرگی کی ایک وجہ کا ذکر ہے کہ ان کے نبی کو عظیم نعمت بتایا جو اسرائیلیوں کو عظیم نعمت کی قسم دیا۔ تو انہوں سے نسبت کو چھانڈ دینی ہے۔ چوتھا تعلق انجیلی آیات میں ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو علم دیا کہ ان مذکورہ خستوں کا شکر یہ لو کہ اس میں سب فرمایا جا رہا ہے کہ خود موسیٰ علیہ السلام شکر یہ ادا کرنے کے لئے کوہ طور پر جاتے تھے۔

تفسیر: **وَوَعظا موسیٰ ثلثین لیلۃ** حضرت انبیاء کرام کو تو تین طرح کی ہوتی ہے۔ ہوتی روزانی، ہوتی مقامی، ہوتی ہم پڑھتی، فرشتہ ہوتی، ہوتی رہتی ہے۔ ہوتی ہوائی، ہوتی ہے ان کی خواہش ہوتی مقامی اور ہوتی کلام کسی جگہ پر جا کر کیا جاوے۔ ہوتی مقامی ہے۔ جیسے: **وسی علیہ السلام** کو طور پر جا کر خاص کلام فرمایا۔ یا حضور انور کو معراج میں قاب توہین میں دلا کر کلام فرمایا۔ **فأوحی الی عبدہا وحی**۔ موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ ہوتی ہوائی ہے کہ یہ جملہ نبی ہے **لقد آتانا کواہباً**۔ یہ ہے ہادی قرآن میں **وعلما کواہب کواہب** سے ہے یعنی باب منافقہ کا خاص جس کے معنی ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے سے اپنی چیز خود لیا۔ ان موقع پر سب نے موسیٰ علیہ السلام سے توہین دینے کا وعدہ لیا اور ان سے تیس دن روزہ کا احکام منہاں طوہر دیا گیا کہ اب کریم کو موسیٰ علیہ السلام نے ایک چیزوں کا وعدہ کیا۔ **لقد آتانا وعظما** باب منافقہ سے ارشاد ہوا اور معنی ایک قرآن میں **وعلما** ہے۔ **وواوہ** پر فقرے ضرب کا معنی ہے۔ تو معنی باطن، اطمینان پہنچنے سے قطعاً کچھ ہونے کی خبر دیا۔ **وواوہ** کہتے ہیں اور نقصان، وجہ کی خبر کو عیب۔ اس کا معنی **وعلما** آپ باب فضل سے۔ موسیٰ علیہ السلام نے۔ اسکی پڑسی تھیں ہم پہلے بارہ میں لکھے ہیں کہ یہ **ہاے موسیٰ**۔ معنی پال اور سات۔ معنی ساگوں کی کھڑی کر عملی میں سات کو ہوا سے مایا آپ۔ **وواوہ** معنی سے اس کا معنی۔ **وواوہ** معنی ہوا سے ہے۔ معنی تیز حرکت ہے۔

رسالت دلا ہوئی۔ ریاست و سیاست عقائد بنی۔ حضرت پارون نبوت میں اصل تھے رسالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ ان کے آپ نے بسبب پارون اور ریاست و سیاست میں اپنا عقیدہ بتلا دیا وہ نبی ہو کر نبی علیہ السلام نہیں ہو سکتے اور نبیوں کا وہی واسطہ ہے ان کے حضرت پارون و قرآن مجید نے وہی علیہ السلام جو وزیر فرمایا۔ صرف موسیٰ علیہ السلام کو انجیارات اور کتاب دلا ہوئی صرف ان سے ہی وہ اپنے کام فرمایا۔ عقلی ہی بات خیال رہے۔ **فی قوم منہم من اعلم فی العلم** کے قومی سے مراد امت ہے کہ نبی یا مراد نبی علیہ السلام کی ہی امت تھے۔ کسی قوم مراد نہیں کہ اس امتی سے نبی اسرائیل حضرت پارون ہی ہی قوم تھے۔ قوم امت قسمی ہوتی ہے۔ کسی عقلی چیز کی ذوق و ذیلی ذوق و غیرہ کا ایک امتی سے امت نبی کی قوم ہوتی ہے۔ **واصلح**۔ **مطوف بن اعلم فی العلم**۔ یہ عبارت اصلاح سے، یعنی درست رکھنا پارون سے زبان نبی سے۔ جیسے منہم عقائد درست و اصلاح یہ نکتہ نہ پائیں۔ بسبب میری موجودگی میں ایک نکتہ ان کا اصلاح کرنا پیشہ تیسرے چاہے کیا کریں ان کے اعمال، درست کرتے رہنا یہ خارجیوں میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ تمہارے کہے کے اور بیٹے درست ثابت ہو سکتے۔ **ولا تتبع سبیل المفسدین**۔ یہ عبارت **مطوف بن اصلح** پر نکیل سے مراد اسے مشورہ ہے۔ مفسدین سے مراد اسرائیلی ہیں نبی کی طریقت میں شرکاء نہ ہو، وہی علیہ السلام ہر بار اذکار لیتے تھے۔ ان شرکین دنوں کا ہر اسوہ سامری تمہارے ان پارون ان میں نہ شریعت نہ ہے۔ ان شرکین سے عقل نہ لیا۔ پوری باتوں کو انہی لے کر لگاتے ہیں اس سے بد نصیحت سے محفوظ رہنا ہے۔ ان ہی علیہ السلام کا عقیدہ اصل درست تھا۔

خلاصہ تفسیر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے ڈوبنے سے پہلے نبی اسرائیل سے صبر و برد فرمایا تھا کہ بس تم لوگوں میں ہر ایک کو جاننے کا نام کہو۔ بس تعالیٰ اپنی کتاب دلا کر اسے کلام میں کہنے نہ کہنے کے حکم تفصیل دلوں میں ہوں گے فرعون کی طاقت سے بھر دے بسبب آپ قوم کو لے کر طریقت تمام شام میں پہنچے تو اپنے وہب سے اس کتاب کے حقیقی دعائیہ تہجد سے علم دیا کہ آپ حضور جن میں نور ہوں ہیں ان کا ہیل کریں تب ہم آپ کو قوت دلا دیں گے۔ ان دنوں انہی ان دعائیہ تہجد میری بیٹھی اور فریاد پانچ موسیٰ علیہ السلام۔ بس ہر حکم طور پر پہنچے وہی تمہیں روز وصال کے طریقہ پر رکھے کہ نہ وہاں میں کچھ کھلیا نہ راستہ میں۔ اسٹیل دن رات نہ روزہ نہ کچھ (دعویٰ انہی ان) بسبب ہمیں ان پر وہ ہے کہ اور آپ خاص پکارا طور پر حاضر ہونے کے قابل ہیں۔ خیال آتا ہے شلیہ میرے منہ سے منک آدمی ہوا اور میں وہ بار خداوندی میں جا رہا ہوں۔ یہ سچی کہ سواک سہلی۔ پھر سزا پہنچے تو فرعون بھی آیا کہ اے موسیٰ تمہارے منہ سے وہ خوشبو کیوں جاتی رہی تو پہلے آئی تھی۔ عرض لیا کہ سہلی میں نے سوال کر لیا۔ فریاد وہ خوشبو ہم کو منگھو حضرت یہی ہے بسبب اس روزہ اور وہو کہ پھر نبی خوشبو تمہارے منہ سے یہاں پہنچا ہے۔ آپ نے اس روزہ اور رکھے اس طرح چاہیں دن کا پکارا پورا لیا۔ پانچ دنوں روزہ شروع کے روز سومین ذی الحجہ کو پلے اور فریاد۔ اسی دن قوت دلا ہوئی یعنی دوسری ذی الحجہ کو خیر بخش مکتسب و مفسرین نے فریاد کر کے قوت دلا دیا مفسرین نے فریاد ہی نام اس نے مکتسب پہلے پارون میں عرض کر چکے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے طوری طرف پہنچے وقت آپ پہلے بسبب پارون کو تمہیں بدانتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ میری فریاد ہوئی کہ تم میرے بسبب ہوا کہ میری امت نبی اسرائیل راستہ ہی خیال رکھو۔ وہ میرے یہ کہ ان لوگوں کے عقائد درست رکھنا ہے کہ نہ وہاں ہمیں نہ

ہوتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ جواب: اس قدر اب بھی تحریر میں گزر گیا کہ اگر کوئی یہ نہ کہے کہ یہ آخری اس تمیز میں شمار ہیں بلکہ یہ اس میں نہیں کے ماہر ہیں جن سے مل کر چائیس اعداد پر ماہر اور سچا چھوٹا اعتراض حضرت مسیح علیہ السلام نے جناب ہارون علیہ السلام کو اپنا طیفہ کیوں بناوا۔ ہر نبی مستقل ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کا طیفہ نہیں ہو سکتا یہ نہافت نہیں۔ جواب: یہاں نہافت یہ ہے کہ نبی بلکہ ریاست و ریاست میں قہری یا آپ مستقل نبی تھے اور ریاست میں موسیٰ علیہ السلام کے اس وقت کے خلیفہ تھے۔ چنانچہ اعتراض: حضرت ہارون علیہ السلام ہی ہیں اور نبی جیسے امتلائی کرتے ہیں ہر آپ نے کیا فرمایا اصلاح، مگر اس کی اصلاح کرو۔ جواب: صرف ایک کے لئے جیسے اہم علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ **ولکن لیطمئن قلبی**۔ افسوس یہ کہ سزا کوئی اعتراض: نبی بھی کسی فرد کی اطلاع نہیں کیا کرتے ہر آپ نے ہارون علیہ السلام سے یہ کیوں فرمایا کہ **ولا تتبع سبیل المفسدین** جو اسب یہ فرمان مائل اور سر۔ وگوں کہ سائنس کے لئے ہے۔ جیسے رب فرمایا آپ۔ **یا ایہا النبی اتق اللہ**۔ یا فرمایا آپ۔ **ولا تتبع کس حلاف مہین** مست مذکر کما تسمی سے ہوا ہے سنا کی اور تو۔ انھوں نے اعتراض: موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ روزے میں سواک زراعت سے کہ موسیٰ علیہ السلام نے روزے میں سواک کی تو آپ تعالیٰ نے اس سے اس روزے کو اور خواہے ہر اسباب سے باز کیا ہے۔ (شاخ)۔ نوٹ: نام ثانی کے ہاں روزے میں دو پیر کے بعد سواک کرنا ممنوع نہ کہ وہ نام ابو طیفہ کے روزے کا کہہ سکتا ہے بلکہ ہر وضوئی سنت ہے۔ یہ اعتراض حضرت شاخ کا ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جوابات ہیں۔ یکم: الزامی اور یکم حقیقی۔ الزامی خواہت یہ ہے کہ پھر چاہتے کہ سواک روزے کی تو نہ دلی واکر یہ مذہب آپ کا بھی سیکھیں۔ 2۔ چاہیے کہ روزے میں سواک کر لینے سے اس روزے بطور عذر دیکھتے ہیں مگر یہ مذہب آپ کا بھی نہیں۔ 3۔ چاہیے کہ روزے میں سواک بروقت ممنوع ہو مگر آپ کا مذہب یہ ہے کہ دوسرے کے بعد ممنوع ہے ان سے پہلے یا کہ کہتے ہیں۔ 4۔ چاہتے کہ روزے میں سواک باکل حرام ہو مگر آپ کا یہ مسلک نہیں۔ آپ وہ پیر کے بعد جائز مانتے ہیں مگر عذر وہ جواب حقیقی ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے تھا کہ سواک کر لینے پر دس روزے اور کھانا جائیں۔ اس وجہ سے ان کا چاہا چائیس دن کا پورا رہا۔ انہیں غور پر عارضی زیادہ صبر رہے ورنہ سواک کرنے سے روزہ اور انی ظوف نہیں جاتی رہتی۔ 5۔ تو بعد وخلق ہونے سے پیدا ہوئی ہے نہ کہ انہوں کے میل سے یہ ظوف صبر علیہ رہتی ہے سوال: وہاں کہ ظوف اور بخیر میں بڑا فرق ہے۔ بخیر منہ کی بو اور چھاری اور انہوں کے میل سے پیدا ہوتی ہے۔ ظوف وہ بعد وخلق ہوا ہے یہ کہہ سے منہ سے مسمون ہوتی ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیات: موسیٰ علیہ السلام اس سفر میں جانتے وقت رب تعالیٰ کا ذکر کرنا ممنوع تھے حضرت ہارون نے حوالہ اپنی قوم کر گئے۔ اس کا نام یہ ہے کہ تمیں ان کے بعد قوم چھڑا رہتے ہو گئی مگر ہارون حضور ﷺ نے اپنی امت سے اسے دور کرنے اور **عن اللہ خلیفتی علی امتی**۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ ان سے آپ کی امت سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ یہ سب علیہ السلام نے حضرت جعفر علیہ السلام کی روایات کرتے وقت انہیں اپنے بیٹوں کے حوالے کیا ہے۔ اس کے لئے حدیثی ہو گئی مگر اسے اس پر مبنی بیٹوں کو بھیجا ہے بیٹا میں نے انہوں کے حوالے کیا کہ فرمایا۔ **فان اللہ خیر حافظا**۔ اس میں نہ

حلاہ تو رعد و سون بڑھو جو کہ اسوی اس کے حلق میں ایک قول ہے۔ خیال رہے کہ اس کلام فرماتے طلبہ یہ ہیں کہ پہلے رب غاموش تھا آج جناب کلیم اللہ سے کلام کیا پھر غاموش ہو گیا۔ رب تعالیٰ غاموشی سے پاک ہے۔ بلکہ وہ ہے کہ سو سے علیہ السلام کے کھن شریف سے جناب انھارے گئے جس سے وہ کلام قدیم کہے نہیں لیا جو بیٹھ سے بن بیٹھ رہنے لگا۔ اس کی کیفیت معلوم ہے، اسوی **قال رب لونی انظر الیک** عبادتِ اعمال کی بڑا ہے۔ اس میں لونی کا اور مراد مقبول پڑھی ہو ہے۔ **جمعا لیک** فلانک **انظر** جو لب ہے لونی کا۔ خیال رہے کہ لنت تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبیوں کی دعائیں نقل فرمیں کہیں تو اس لئے کہ عورتوں کو بھی یہ دعا لگائیں کہ عکس یہ نبی کی ماہے جیسے وہ بنا علیہما لنت انفسنا اور

سین اس لئے کہ دو سرے دو گہ یہ دعا لگائیں۔ یہ دعائیں نہیں مانگ سکتے۔ جیسے **رب انزل علینا نورا من الصماہ** یہاں وہی علیہ السلام کی یہ دعا اور سہا کو روکنے کے لئے نقل فرمائی گئی کہ کوئی یہ دعا نہ پڑھ لے اور نہ کرے۔ ہی لئے وہی علیہ السلام نے یہاں وہ دعا حکم کے معنی عرض کی کہ وہاں کلوپ گما۔ ہوں ہی لونی اور انظر دونوں دعا حکم کے معنی آئے۔ دو اہم نور نظر دونوں کے معنی ہیں۔ دیکھا مگر دو اہم ہے نظر خاص کیونکہ دو اہم خواب خیالی دل میں اللہ انظر فیہ رب کو کہا جاتا ہے مگر نظر صرف آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے **و انما ناسکنا کنارہ فرماتا ہے انہی لونی فی الصماہ** لنت لونی اور انظر دونوں ایک نہیں۔ یعنی اسے میرے رہنا مجھے اپنی ذات اپنا عمل اور اہل کلمہ کے دل میں اپنی تکمیل ہے۔ جبکہ اس میں مراد دل یا خیالی علیہ اور نہیں مانگتا بلکہ آنکھ لکھنا اور اپنا ہاتھوں کے جیسے تو نے صرف کھل سے جواب انھار تو میں نے یہ آنکھ قدیم بن لیا۔ ایسے ہی میری آنکھ سے یہ وہ ہمارے تاکہ میرا دل کی کھول کیونکہ جس کلام سنا سکتا ہے اس کلام لونی بھی لیا جاسکتا ہے (اسوی) اس میں محظوظ ہے کہ جناب کلیم نے دیر داری اور لونی کیوں۔ حق یہ ہے کہ محض شوق اور شوق ہی میں ہی کہ آپ اس کے کلام سے ایسے محظوظ ہوئے کہ سچا لنت۔ تو خیالی فرمایا کہ جس کے کلام میں ایسی لذت ہے اس کے یہ اور میں کیا لطف ہو گا اس لئے بے تکلف یہ عرض روئے۔ اس کے علاوہ نور تو بہت جلتا ہے جن کا نقل کرنا بھی اچھا نہیں۔ یہاں دو باتیں پڑھیں رہنے ایک یہ کہ لنت والے کبھی کانٹوں کے دروازہ کی دعا کہ لیتے ہیں تو نہ وہ لنت ہوتے ہیں نہ رہنے کی دعا اور نہ کہ ہے۔ دیکھا اس کے اور بھی کی۔ ما کانٹوں کے دروازہ کی دعا ہے۔ اگر ہم یہ دعا کریں تو لنت اور جو لوگوں۔ نہ ان کی شان و درواہ ہے۔ دو سرے یہ کہ لنت اور محنت مہلوات کے بعد خوبی حاصل ہو اس میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اس بار کلام اس بہت محنت سہا نہیں کہ بعد مہلوات انھار کے بعد میرا ہوا اس کی بہت لذت آتی تہہ پڑا کہ لنت کی تہہ ہے کہ جناب کلیم کی یہ دعا بھی محظوظ رہے اور میں بھی تھی لنت محبوب تھی۔ میرا رائیوں نے لنت کہ لنت ان نومن لکحتی نری اللہ جہرۃ وہ سوی علیہ السلام پڑھ لنت ہی کی وجہ سے قائلہ انقب آلیا ایک ہی لنت تکلف جہوں سے تکلف ناخیر نہ تھا ہے۔ **قال لونی لونی** یہ تہن لونی وہ مروض کلاہ ہے مگر یہ لنت اور لنت کلاہ ہے کہ اس سے شان ہمیں پڑھ چکا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تو نام نہیں لکھیں بلکہ فرمایا کہ قرآن لکھ سکوے پھر یہ بھی نہ فرمایا کہ لکھی نہ لکھ سکوے بلکہ فرمایا کہ لکھی نہ لکھ سکوے تو لنت ان دوام و جملگی میں پھانسا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ **ولن یتمنوا بانہا بما قدمت لہم** یعنی انہی لنت موت کی ہرگز نہ۔ عین سے کہ ہاں اس رتہ ہی میں۔ ورنہ قیامت میں تو وہ لنتاں موت کریں گے۔ یہ لکھ

تیسری شوق کی حالت میں جس کرپینے کو۔ وہی مجھے اپنی ذات اپنا پہلی پردہ رکھتا ہے۔ اس طرح کہ دکھانے والا تو ہو نور
من آنکھوں سے ہے، دیکھوں۔ رہنے فرمایا کہ اس وقت تم مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ اس بنائش ان آنکھوں سے ہمارا پردہ کرنا
مکن نہ ہے کہ یہ عیب کا خون۔ کوئی اس کی جگہ کو یہاں نہیں حاصل سکتا۔ آگے تو اس کے ہاتھ سے ہوتے سورج کی تاب نہیں
لائی تھی وہ جاتی ہے۔ تو ہمارے سامنے کیا ضرورے کہ اس کا ہر حصہ ہے کہ ساتھ ساتھ پہاڑ طور بازین جو بہت مشہور طاقتور
ہے تم اس پر نظر کرو ہم اس پر لگی دانتے ہیں مگر یہ پہاڑ لگی پر نے پر اپنی جگہ ضرور ہے تو ہم تم کو بھی اپنا پردہ لرو ہے
کے چنانچہ وہ سب موسیٰ نے اپنی جگہ صفات میں ایک جگہ کی جگہ سی پہاڑ پر ڈال دیا وہی موسیٰ علیہ السلام کی نظر تھی تو زبان
بہتر کا کہ اور تو پہاڑ پست کر گئے۔ ہر تیلیا اس طرح کہ رت میں تیلیا اس طرح کہ اس میں شگفتہ دیکھنے کو ہر موسیٰ علیہ السلام
ہے ہوش ہو کر کر گئے۔ چارہب عرصہ کے بعد انہیں ہوش آیا تو ان کے مبارک منہ شریف سے نہ پڑا لفظ نکلا وہ یہ تھا کہ سواۃ
دکھائی دینے سے پاک بلکہ تو ہم فکر کے اعلا سے دور اپنے شعر

قول میں تو آتا ہے ۔ مجھ میں نہیں آتا

پہاں گیا میں تری پہاں گئے ہے

ایسی ایسی عالمی بات ہے میری تو یہ۔ میں بھی یہ سمجھ کروں کہ میں پہلا سو من ہوں جس نے یہ نگارہ کیجے۔ تعین کیا کہ تو کسی کو
دکھائی دینے سے پاک نہ ہوں تو اس تعین کو ٹھانہا ہے۔ مجھے اس تعین کا حق تعین حاصل ہو گیا۔ نوسہ روایت
میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اس کلام الوقت آیا تو آپ نے غسل کیا اعلیٰ لباس پہنا۔ وہ ابلیس نے سات سات
کوس رو کر دیا۔ اندر میرا کہ یہ اس طاقت سے شیطان پہاڑ لیز سے کوڑبہ نکل دینے تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے
والے فرشتوں کو بھی تپ سے الگ کر دیا۔ آپ پر آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ آپ نے سب کا ہاتھ فرمایا۔ عرض کو
دیکھا۔ اس پر ہم پلنے کی تواضعی چارہب سے ہم ظاہری کی (روح الہیہ) خواہن ہر طرف دیکھا کہ آپ نے ہر دو حالت
میں کلام کیلئے آپ نے ہم تن کو شہن کر بردہ کئے۔ یہ کلام ظلیہ ہے کلام زبان پر بردہ میں ہوا۔ بعض روایات میں ہے کہ
تمام زبانوں میں کلام فرمایا۔ (روح الہیہ) بعض روایات میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد اپنی قوم میں واپس
گئے تو ہو گئی آپ کو دیکھا ہے ہوش ہو جاتا تھا۔ بلکہ روح الہیہ نے یہاں فرمایا کہ چالیس دن تک موسیٰ علیہ السلام کے سر شاگ
کی یہ حالت رہی کہ جو آپ کو دیکھا جاتا تھا اور آپ سات کوئی سے جو تھی کہ کچھ لیتے تھے تو ہمیری رات میں (روح الہیہ) اس واقعہ
سے پہلے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طاقت وراثت پہاڑ سے بھی زیادہ تھی کہ پہاڑ کے ٹکڑے اڑتے مگر آپ کا کوئی مفسر ضلالت
ہوا۔ مثل فرسبہ ہوئی۔ یہ آگے بہتوں بخاری نہ ہو سکے۔ صرف عارضی طور پر فنی تھی یہ ہے طاقت کیسی۔

دیدار الہی

دیدار الہی کے متعلق میں قول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دنیا میں آنکھوں سے دیدار الہی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یہ ارکان بھی نہ واقع
ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر کہا کہ دیکھا دیکھنے کے بعد بے ہوش ہو گئے۔ قول شیخ ابراہیم کوہلی کہ ہے۔

بے نوری میں ہاتھ لگتے بیٹھیں اور انہیں دو محسوس نہ ہوتوں مستن بدل الہی نکالیا پھینکا۔ اسی گجرات میں ایک دست فخر کے پھول پر زیکٹر گزر گیا جس سے اس کی ذریعہ پائل ٹوٹ گئیں مگر وہ نہ رونا نہ چیخا۔ حالت کے بے ہوش پھیل گیا۔ پھولس نے زیکٹرواٹ کو پکڑا تو یہ مست ہوا کہ اسے چھوڑ دو کسی بلور کو متخلف ہوگی، وہی جھے نہیں ہوتی۔ اس مست اہم سائیں بے صف ہے۔ میں نے اسے دیکھا نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ایلیا۔ آنکھوں کا فائدہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی ضد پر ہی فرما آتے اور چہ وہ قانون سے دور ہوگی، جا رہیں۔ یہ فائدہ فلما تخلصی دینے سے حاصل ہوا۔ دو گیمو وی علیہ السلام نے قانون سے وراہ کی خواہش کی یعنی چہ اور الہی جو خلاف قانون ہے۔ لا تدرکک الا بصائر۔ مگر رب نے ان کی بات قبول کی اور انہوں نے اسے اقرار کر لیا کہ آنکھ دیکھنے کی خواہش نہ کروں، اللہ وہ حضرات رب کے احکام تو قانون سے دور اور ان کے لئے تو رکن پر عمل و اہم ہاتھ ہیں۔ لیکن اپنے ذہن کو اپنے کو آگ نہرو میں ڈالو۔ اپنے وہی بچوں کو بے تاب اور جنگل میں چھوڑ دو اور خود تو ان کی خلاف قانون و عامیہ ہی قبول ہوتی ہیں۔ اس کی تعمیر و مدینہ ہے۔ لو اقسام علی اللہ لا ہرہ۔ تو اس فائدہ تو چہ سے پہلے رب تعالیٰ کی حمد سنت انبیاء ہے۔ یہ فائدہ وسیب جنک سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے پہلے وسیب جنک عرض لیا ہے ہی وہ اس حاصل ہے کہ دعوات پہلے مہ الہی بلکہ رو و شریعت سے توبہ کرے پھر مامانگ۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہی وسوال فائدہ نبی اپنی امت میں بیٹا صاحب ایمان ہوتے ہیں۔ پھر امت ولس اللہ کے دوسن بلکہ ان کے صدقے، دوسن ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ انالو المسلمین فرانس سے حاصل ہوا۔ نیز نبی اور امت کے ایمان میں کی طرح فرق ہوتے تو آپ۔ اس کی تحقیق ہم تیسرے پارہ میں آنورہ انزل من الرسول بما انزل الیہ فی تمہیر میں کر چکے ہیں۔ وہاں علامہ کو۔

اعترافات: پہلا اعتراف اس سے موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نبی کو حکیم اللہ ہونے کا اور جب کیوں عطا ہوا۔ اس میں ان کی کیا خصوصیت ہے۔ جو سید مشرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ نعمت بقدر مشقت لگتی ہے۔ جب موسیٰ نے راتوں رات میں مشقتیں بہت زیادہ برداشت کیں۔ آپ کی قوم پر تپ کی وجہ سے بہت آزمائشیں آئیں۔ بچوں کا ذہن و غیرہ۔ اس کا جواب بھی ان کو خصوصیت سے یہ عطا ہوا کہ مگر حقیر کے ذہن پر یہ جواب کچھ ضعیف سہ ہے۔ زیادہ مشقتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اٹھائیں۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ **واذا قبضت الیہم وہب بکلمت فاتمہن۔** ہمارے ہمتور نے یہ مشقتیں راتوں رات اٹھائیں۔ وہ تو یہاں سے باہر ہیں حق یہ ہے کہ پورا حق ہے جس پر جیسا کہ ہم وہ جاہ سے۔ دوسرا اعتراف موسیٰ علیہ السلام نے عطا الہی تو عطا نبوت کے وقت بھی ساتھ جیسا کہ سورۃ ط میں ہے۔ اس وقت چہ اور کاشقی آپ کو یہاں نہ ہوا۔ آن کیوں ہوا۔ جو سید ذیالی نے کہ اس وقت کلام اچانک ہو افتاد و ختم ہو گیا تھا۔ اس پر پائیس دن عبادت لڑا کہ ہر لفظ کلام فرمایا گیا تھا۔ ان اوقات اور روزِ حاضر کی وجہ سے لذت زیادہ آتی۔ عبادت سے لذت زیادہ جاتی ہے۔ بہت سی نعمتوں کا جو لطف مومنین کو اسے عطا ہوا۔ اور حقان اور اس تمامت کو نہ توہرے لفظ بہت بھرنے کے لئے ہی آتی جاہ کی۔ بچوں میں سموت بنتی اور توں کا سن جو ان ہی سے زیادہ ہو گا کہ ان پر عبادت کا سن بھی ہو گا جیسا کہ ہم نے اس تمہیر میں پہلے تحقیق کی ہے۔ آج پانچ شریعتی مسئلے کے وہ عقائد خواتین میں تو مزہ آتا ہے وہ خلاف شرع و عقین و نعمت خواتین کے وہ عقائد نعمت میں نہیں آتے۔ ہر کوں کے آستانہ کی رو کی رو کی رہتی میں ہوا لذت ہوتی ہے وہ اور ان کے پانچ روزہ میں نہیں ہوتی۔

معراج میں حضور خود کی آنکھوں کو وہاں سے و وادہ میں تیرہ جنت میں ہر جنتی کی آنکھ اس کو زوری سے پاک کر دی جاوے گی۔ اس عالم کو اس جہان پر تیاں نہ کہ بعض لوگوں کو یا اس دنیا میں اولیٰ و اعلیٰ کو ان کی شکلوں میں کچھ لیتے ہیں فرشتے کہ وہ اور بھی برحق ہے مگر اس کی کیفیت کا علم نہ دے اور اس کی عملی بحث انشاء اللہ سرور انجمن ہوگی۔ یہاں بطور اقتصاد یہ کہ عرض کیا گیا نہ علوم میری عموماً کہہ کر بیان کرے اور سورہ انجم شریف کی تفسیر لکھتا دیکھے پھر بیان نہ ہو۔ رب تعالیٰ تو تین دن اور قبول فرمائے۔ وہ سوال و اعتراض بھی اس علیہ السلام کی جنت پر دیکر کاندھ کا ہر قسم کا ہی مصوم نہیں مگر میں تھوڑے کس سے کی کہ عرض کیا قسمت الیک ہے تو پہلے سے کہتا ہے ہوتی ہے۔ جو اس پر نہ دیکھی تو پہلے سے کہتا ہے ہوتی ہے حضرت انبیاء و اولیاء کی تو پہلے سے کس نے یہ بھی ہوتی ہے آپ نے اس جرات سے تو یہ کی یعنی اسے مولیٰ آپ تمنا ہے، ارکی جرات و ہمت کبھی نہ کروں گا۔ تو یہی بہت تفسیریں ہیں۔

زادوں از گنہ تو یہ کنہ! ماروں از اطاعت استغفار !
 گنہ کے لئے چند شرمیں ہیں (۱) رب تعالیٰ کی طرف سے نہایت بڑا (۲) معافیت یا بڑا اس معافیت کے گنہ میں ظلمی نہ کرنا ہے صحیح طور پر۔ کھتہ ان کے بغیر گنہ نہیں وہ تاہم معافیت کے گنہ میں ظلمی کی تو غلط ہے اگر یا نہ رہے تو نسیان یعنی بھول ہے تاہم رب تعالیٰ نے وہی علیہ السلام کو آواز دے دیا کہ اسے منع کیا تاکہ تہہ اور نہ مانگتا پھر اگر یہ گنہ ہو تو اس پر عقاب آتا نہیں یہ ظاہر و کھلیاں جاگے گی اور عموماً اعتراض موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں کہا کہ میں پہلا مسومن ہوں پہلے مسومن تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ وہ پہلے ہی ہیں۔ جو اس پر اس کے وہ جواب بھی تفسیر میں گزرنے لگیں کہ یہاں اولیت انسانی مراد ہے یعنی اپنی قوم میں یہ مسومن میں ہوں اور لوگ میرے بعد بلکہ میرے تابع ہو کر مسومن ہوں گے وہ مراد یہ کہ میرے جملہ جلی کو کہ گرامیوں کے واسطے سے پہلا میں ہوں آپ سے پہلے کسی نبی سے نہ رہے کام فرمایا نہ جلی کہاں اس صورت میں اولیت سے حقیقی اولیت مراد ہے۔

تفسیر صوفیاتی: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی مگر حضرت موسیٰ کلام کے طالب تھے حضور ﷺ کلام بلکہ منتظم کے بھی مطلب اس لئے کہ دونوں کلاموں میں کئی طرح فرق ہے ایک فرق یہ کہ

کلام لینے کو جاتے تھے خود، موسیٰ تسلیم گھر میں خدا کا کلام آتا ہے
 وہ سہ سے کہ موسیٰ علیہ السلام گئے تھے حضور ﷺ کے پاس گئے تھے۔

خود اور معراج نے قبضے سے ہونا ہے جیسا

ایسا جانا اور ہے جن کا جانا اور ہے !

تیسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام سے صرف کلام ہوا۔ محبوب ﷺ کو کلام دیا اور کھلیاں پر کلام سنا۔

ابن یعقوب کو اللہ نے صورت بخش یہ عیسا کی کلیم اللہ کو نعمت بخش

ہر نبی کو کوئی رحمت کوئی نعمت بخش یہی سزا ہے کہ بے پردہ زیارت بخش

ہے۔ یہ اس کی طرف سے ہے۔ یہ لوگ تھکی مگر خوب لگا کر سنے۔ انہوں نے ایسا ہی کر لیا
 تاکہ اللہ شان نبوی کسی کو زیادہ نہ پہنچا
 کہیں ہوش این آرائی میں غائبہ وصل ہے تھے
 وہاں شد مائن سے ایسا وہ نجات

تو ہاں میں فانی رطوبت افراتوا
 اپنی تو یہ آگس کہ نعت لہو غرض
 اسے خوب انظر طور تمہاری غالی۔ اسل سے بند تو من تو غرض فریادے انظر توں فریادے سچا پوچھو یہ کہ سوس طیارہ اسلام ہے
 اہتمام سے طور ہے گئے اور مشورے لگے ساری ایساں ہائے وہ علی برتے اور وہ سب بیکہ وہب تعالیٰ کی طرف سے۔ پتہ ہے کہ
 وہی طیارہ اسلام نے لے لیا تو یہ اور نے لے لے لیا تو آپ کے لے لے کر آج پہاڑوں کی گلی بنیہ واسطہ ہے اور لہلہا۔ مگر میں یہ کہ
 حضرت وہی طیارہ اسلام ایک گلی صفت کی تلب نہ اسے سترہ رتور نے میں ہالت نظارہ کیا پلگ کسی۔ جیسی صفا رخ البصیر

و ما طلی

سوی زہق رشتہ بہ یس۔ تو صحت تو میں اکت لی عمری و نسما
 صوفیہ فرماتے ہیں کہ شغل و جتن ہے جو خالی لوٹاک سے ملا کہ یہ پہنچا کہے سوزا غرض ہے۔
 جسم خاک از مشق برلاک شد کہ در رقص تہ و چلاک شد
 شغل میں طور نہ مانتا طور ست و فر سوی ست
 بعد قیامت کہ طور امر اللہ صحت پوی آیت اللہ قدس رشتہ میں دیکھے مائیں گے دیکھو وہاں وہاں یہی مقابہ ہو گیا ہے
 اسلام نے اپنی صورت و نہوی ہتھیار ہے۔ یہ طیارہ اور مانتا عرض لیا اپنی جس میں حکم ہے تو یہ اور نہ کرے مشورہ اور
 نے عمران میں اپنی انجمن کی ایساں بشریت آکر اور وہ۔ نورانی ذہن اس کا مرضی دی۔ یہ سوال ہے جواب یہ اور مانتا کہ
 اپنے ذہن وہی طیارہ اسلام کو لہجہ ہدیہ اور لیا یہی لگے وہی طیارہ اسلام صحت مصطفیٰ کے متعلق نماز کم کرانے کے ساتھ ہار
 ہا حضور اور لہجہ لکھتے ہیں کیجیے رہے۔ وہاں انہا ہے ہیں۔

مصطفیٰ تہیہ وہ۔ نجات
 انطس در وہ ہر حوت نجات
 اللہ تعالیٰ ہمارا سلی پر تہیہ نجات و صحت میں۔ فائیدہ اس حال مصطفیٰ ہے جن کو دیکھتے تو انکو جیساں لہجاس نے تہ
 تہ اسے اس آس میں۔ ہاں سے نکالنے سے تو انہیں سے نکالے گے تہیزہ صرف طامی اعضاء کا طس لہجاس اور۔
 سرسہ اور سلی اعضاء لاسہ اور وہ آئینہ تہ انہاں ہو۔ تعالیٰ کی نجات نگاہ وہاں صفت سب ہی اہم۔ اس۔ طیارہ۔

قَالَ يٰمُوسَىٰ اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِى وَبِكَ اَمْنِى قَدْ خَتَمْتُ

بِكَرَامَتِى اے کوئی ہے نیک میں نے میں جان کر اور لوگوں کے ساتھ، بیخامات کے پہنچے اور ساتھ ملا کے کہ ہے ہاں
 فرمایا ہے کوئی میں نے، تجھے لوگوں سے بھیجا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے قرآن جو میں نے

اس کے سنی ہوئے ہیں لیکن ان میں نے تمہارے ساتھ جتنی باتیں ملتی ہیں ان سے ہم لوگوں کو شریعت میں یہ ایک خاص درجہ ہے جو خاص بندوں کو حاصل ہے۔ یہ نہایت قسم کا اپنی قسم کا ایک نکتہ ہے کہ حضور کا ہوا ہے کہ آپ کا نام شریف "مصطفیٰ" ہوا۔

ذات ہوئی انتخاب و صف ہوئے لا جواب نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کوئیوں اور!

حضور کی ذات سارے صفات سارے اعلیٰ سارے اعلیٰ مطلق ہیں یعنی اپنے ہونے کے بعد اس میں بزرگی دینے کے سنی لفظ ہیں اس لئے اس کے بعد علی آیا موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتلو صرف انسانوں پر تھا فرشتے اس سے خارج تھے اس لئے کہ وہ

رب کے رسول بھی ہیں اور جہاں رب سے کلام بھی کرتے ہیں اس لئے **علی الناس فریاد علی الخلق** میں فرمایا (تفسیر روح البیان) آیا میں لوگوں کو کہ انسان ساری مخلوق میں افضل و لائق کہ منجبتی اور موسیٰ علیہ السلام ان انسانوں میں

سب سے افضل لہذا آپ مخلوق میں افضل ہوئے۔ **الناس میں الفہام محمدی ہے اس سے مراد یعنی اسرائیل ہیں اور اس زمانہ کے سارے لوگ** کیونکہ آپ حضرت ہارون سے افضل تھے کہ تو رت کا نام بھی عصابہ ٹیڑا آپسی ٹوٹے حضرت ہارون

آپ کے پیچھے آپ کے دوڑتے تھے اس سے پہلے کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت ثلیل اللہ اور محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے افضل نہ تھے۔ یہ ایسا ہے جیسے نبی امیر اکمل سے کہا **یا یوسفی فضلتکم علی العالمین۔**

مسئلہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ حضور چھوڑا افضل المرسلین سید الخلق محمدین میں بعد خدا حضور ہی کا درجہ ہے۔
لا یمن اسماءکم ان حد بعد از خدا بزرگ توئی تقدہ تھو

وہ میں سب سے تو بڑا تم سے بڑی خدا کی ذات

قائم ہے تہی ذات سے سارا تمام کائنات ا

مگر اس میں اختلاف ہے کہ حضور انور کے بعد درجہ کس نبی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ حضور کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ہے مگر ترجیح اسے ہے کہ حضور انور کے بعد درجہ ہے حضرت امیر الیم طفیل قند کا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے والا کل اللہ لفظ

اسیے مقام پر بیان ہوں گے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں انسان سے سارے انسان مراد ہیں اور جزوی فضیلت ہر ایک آدمی میں تعلیم ہی کی عظمت صرف موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی کہ آپ کے سوا کسی نبی نے زمین پر نہ کرنا نہ تعالیٰ سے جہاں اس کا نام

نہیں کیا ہو سلسلی و بسکلاسی۔ ہماری کراؤہ رسالت حق ہے ایک قرأت میں ہے **یوسالسی واحد ادراج العالی** رسالت صدر ہے صدر اگر چہ واحد حق دونوں پر پورا جاتا ہے مگر کلف نوع بیان کرنے کے لئے حق بھی کہا ہے جیسے شریعت

ہست قسم کی جو نہیں۔ یہاں۔ معنی اسم مطلق ہے یعنی کبھی ہوئی خبر اس سے مراد ہے شریعت کی آیات کیونکہ ہر آیت ایک علیہ و بیہام ہے اس سے مراد تو رت کی تھیں۔ **کلام** سے مراد ہے جہاں اس پر رب تعالیٰ کا کلام فرمایا ہے اس سے کلام

کہا گیا وہی حکم یا کلام کا فعل معنی ہے یا مفعول۔ کیونکہ آپ سے پہلے کسی نبی کو کتاب نہ دی تھی بعض کو بھیجے، اپنے گئے کتاب دالے پہلے نبی آپ ہیں نہ آپ سے پہلے کسی نبی سے جہاں اس کا نام ہوا اس لئے **یوسالسی اور کلام** فرمایا گیا۔

لیکن رہے کہ **یوسالسی** میں سب سے پہلے نبی اسے موسیٰ میں۔ نے تم کو اپنی تو رت "اپنے جہاں اس کا نام کے درجہ انہوں سے افضل کیا کسی سے جان لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی عزت و عظمت تو رت اور کلام پر لکھی گئی ہے۔ یہ خیال رہے کہ اس

تھا ہے ہوش ہو جا تھا پتا نہیں پھر تمبہ نہ وقت تمبہ اپنے چہرے پر غائب رکھنا ایک دن آپ کی زوجہ نے عرض کیا کہ میں آپ کے دل پر اسے محمود ہوں آپ نے غائب لگایا تو آپ کے چہرے سے سورج کی سی شگاہیں نمودار ہوئیں جس کی آپ نے آپ نے انہیں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تو انہیں دعا کریں کہ میں جنت میں بھی آپ کی وہی رہوں فرمایا انگریزوں کی آمد نہ تھی تو میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا کہ عورت اپنے سختی غلام کے ساتھ ہوگی (روح البیان) اسی لئے حضور ﷺ کی ازدواج حضور کی وفات سے بعد کسی سے نکاح نہیں کرتیں **وَلَا تَنْكِحُوا حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا**۔

فائدہ کے جس آیت کریمہ سے یہ نہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر ایسی مہربان ہے کہ اس مخلوق میں انہیں یہ سزا دیتا ہے فائدہ انہی اصطفتیہ تک سے حاصل ہوا تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ وہی میرا ہے کہ وہ لاکھ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسے ہونے فرمایا کہ اسے میرے علم میں نہ تم کو نہ نہ وہ درجت سے نوازنا ہے یہ کام نسل کے لئے ہے اگر وہ حضرات کسی قوم کی شفاعت کریں تو یہ ممکن ہے کہ وہ ان کی شفاعت قبول نہ فرماتے ان کا دل سیلا ہے۔

تو جو چاہت تو ابھی میل مرے دل کی دھتیں کہ خدا دل میں کرنا نبی سیلا تیرا
 اگر حضور چاہیں تو ہم جیسے کندروں کا دریا پھر لگوا دیں ہم جیسے نازوں ناستوں کو شقی بنا دیں۔ شعر اعلیٰ حضرت .
 ایک میں کیا مرے صیدا کی حقیقت کتنی مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اٹھا تیرا
 دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کوئی خصوصی درجہ عطا فرمایا جس سے وہ حضرات وہ سبوں سے ممتاز ہوئے۔ یہ فائدہ انہی اصطفتیہ تک سے حاصل ہوا پتا نہیں موسیٰ علیہ السلام کو تورات اور اپنی ہم کمانی سے نوازا مگر شیلا رہے کہ حضور ﷺ کی اس میں شان نرالی ہے۔ تیسرا فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب ہادون علیہ السلام سے افضل ہیں کہ آپ سلطان ہیں اور حضرت ہادون وزیر اعظم قرآن مجید میں سے **وَذِيوَاتٍ مِّنْ اٰهْلِ بَيْتِكَ اِلَيْهِمْ** بلکہ آپ بلکہ حضرت نضر علیہ السلام سے بھی افضل کہ وہ حضرت بھی انہیں میں داخل ہیں یہ فائدہ علی انہیں سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: موسیٰ علیہ السلام پہلے صاحب کتاب اور صاحب شریعت ظہر ہیں گزشتہ بعض نبیوں کو بھی عطا ہوئے یہ فائدہ ہر صلتی سے حاصل ہوا کہ رسالت سے مراد تورات شریف کی آیات ہیں اس سے مراد صرف نبوت نہیں کہ نبوت تو آپ سے پہلے نور نبیوں کو بھی عطا ہو چکی تھی۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کوئی خصوصی درجہ عطا کر کے اسے چاہنے کے وہ اس درجہ کو سنبھالے نعمت مانا اور حج ہے اور نعمت سنبھالنا یہ نور یہ فائدہ **فَعَزَّزْنَا مَا تَمَنَّاكَ** سے حاصل ہوا ایک تفسیر۔ ۶۰ میں کو چاہتے کہ اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کرے مگر حق یہ ہے کہ .

دل پہ کدو یا قرا نام کہ وہ در در تیرے لئے ہی ہیں میرے دل سے طہر :-

سلاحتی ایمان و عمل ہی عہد والے سزا کے کرم سے وہ سختی ہے سزاوار ہے منزل دور نہ راست ہے خطر سے قدم قدم پر ڈیکھتی ڈانڈتی ہے جس نصیحت سے یہ سب کچھ بل حلال کے پار سو مہینے تہ تمہیں کہ نعمت نہانے لگی۔

محمد سے کوئی جلت مست پر ہونا ماننا شکر نہ پہنچنے تلے ہوتے ہیں استدھانے کے لئے اس قید سے یہ ناک
 آپ تارہ نہیں ہے۔ سب ہیں ہمیں ہائیں۔ لیجے اور اہل آگے لگے حضرت علی اسلام نے آپ کو اپنا شکر، میں نے
 دیا اسی لئے زنی شرط لگا لی یہ سہ ہجرت من لفظ تعالیٰ قتل خیال ہے کہ حضرت علی اسلام ہدایت مسرت لفظ
 نور صلی ہیں۔ بیت الرضوان میں حضور نور سے بیت لڑ چکے ہیں انشاء اللہ اس کی تحقیق ہم سورہ الحج شریفہ کی
 آخری آیت لی قسیر میں آیت نے فرما کہ تعالیٰ نے اسی زندگی نور تہنیتی جنتی وما ذلک علی اللہ
 بعزیز۔ یا تجراں اعراض: رسالتہ صدر ہے جو واحد خود تہن - یہ ہوا جائے یہ رسالت من کرنا
 ارشاد ہوا کہ وہ آپ اس واجب بھی شہیر میں گزرتا کہ سب صدی کی نہیں چلی کرتا ہوں کہ تہن ایجا جائے
 سہ جملستہ جملسات یا صرقتہ صرقتہ - ہیں۔ آیتوں کی ہمت ہی نہیں ہونا ہمتوں ہیں یہ کہ
 ظام ایسی نہ ہمت کا تھا اس لئے وہ واحد ہی لڑا آیا۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ نے اس تہ دن برمی کو اسی تہ کسی ملل تہ لئے منتخب فرمایا تھا دنیا میں توفیق
 اس تہ آیت اس انتخاب کا تصور ہوا کہ دنیا ہی تہیہ اللہ لہ رسالت و امام کے لئے منتخب فرمایا گیا تھا اس
 کا تصور طور نے اس وقت - ہوا اور حضور محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو اپنے ہوا اور خاصوں کے لئے منتخب فرمایا تھا اس کا
 تصور صحابہ کی رات ہوا اصطفتیک فرمائے میں دو باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ اس سہی ہمارا یہ انتخاب
 تہ نہیں بلکہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ سہارا انتخاب تہ ہوا ہے نظام کے لئے نور تم تک رہت ہو ہوا یہ
 تہ سہارا انتخاب کے علاوہ لی چیز ہے جسے کیے عطا ہو یہ تہ کسی اور ہی کا حصہ ہے ہم نے نور تہ رسالت
 ظام و غیرہ عطا کیا اسی کو قبول کرنا ہی پر قناعت کرو۔ سہارا شہیر میں اس کی طاقت شامل کی گئی ہے ہاں اس
 آیت کا شہیرہ لدا کر تہ تم لہ ذہیب ہوا اور بھی دیا گیا ہوا۔ لکن شکرتم لازیدنکم شہیرہ روایتی
 آیت کا ہوا ہے وہ روایتی آیا ہے رب کا ہوا فرما ہے للذین احسنوا الحسنی و زیادة تک لداوں
 سے لئے ہمت کی ہے اور زیادتی بھی۔ روایتی آیا ہے رب کا ہوا جو فضل اس کے فضل سے سہ کا لدا رہا
 سہی تم اپنے ہی شہرہ لدا کر لگے شہیرہ ہی سورہ شاکرین کی قناعت میں داخل ہو لدا روح الہیما تہ زیادہ۔

وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَنْوَارِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ

اور محمد پر فرمادی ہم نے واسطوں کے تجلیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور عطا اور تفصیل ہر چیز کی ہر واسطے

ہر چیز کے لئے تجلیوں پر ہی کہہ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور فرمایا ہر چیز سے

كُلُّهَا بِقُوَّةٍ وَأَمْرٌ قَوْمَكَ يَأْخُذُ وَإِيَّا حَسْبًا سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ

ساتھ طاقت کے اور تم کو ہر چیز پر ہی اس کے قریب ہی دکھاؤں گا میں تم کو گھر ہر کاروں کا

مصلوب سے لے اور اسی قوم کو حکم دے گا اس کی الجھی ہاں اختیار کر رہے ہوں کہ میں دکھاؤں گا یہ گھر ہر کاروں کا

تعلق اس آیت کا پہلی آیت سے پند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اب موسیٰ نے تم کو اپنی رسالتوں سے جان بیاپ ان رسالتوں اور بیانات کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے یعنی دور رسالتیں کیا تھیں تو بت شریف کی آیتیں کہو یا یہ آیت گذشتہ آیت کی تفصیل ہے۔ دوسرا تعلق پہلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اب موسیٰ نے تم کو اپنے کام سے جان بیاپ ایک کام واقعی طور پر عقائد طور پر ہو اور سرالہام واقعی بتو تو بت میں آپ سے کہا گیا تھا کہ تم کو اپنے کام کی حفاظت کرنے کو یاد دہانی کی کام کے بعد تحریری کام ہوا کہ بت ہے۔ تیسرا تعلق پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ ادا کر اس پتھر کو مشغول سے پکڑو اب اس مشغول سے پکڑنے کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ اس کلب کو پھینک دو جس سے تم اس **فخذوا بقوتہ**۔ چوتھا تعلق پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم کرنے کا تھا کہ **کن من الشکرین** اب اس شکر کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے کہ تو اب بھی تو بت پر عمل کرو اور اپنی قوم کو بھی عمل کا حکم دو **وامر قومک** ہر چیز پر نکتہ لاکر یہ طے ہوتے ہی بت ہاں کہ یہ بت کہ لوگوں کو پڑا یہ ہی جاوے طہرین کا حکم ہے کہ تخلیق ہی کی حد۔

تفسیر: **وکتبنا لہ ما ہر وہ** کہ یہ بت نہ لیا بت لہذا اس کا لہذا بتا ہے اور وہ نکتہ ہے کہ **قال یموسیٰ** مطوف ہو اور لا مخالف ہو چو کہ تو بت موسیٰ علیہ السلام کہ ایک م اور کھسی ہوئی لی وہ قرآن مجید کی طرح تہلیل علیہ السلام کی زبانی حسب توقع حسب ضرورت نہ دکھائی اس لئے **کتبنا** ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ تو بت کی تحریر ایک تو بت محفوظ میں ہوئی وہ وہ لکھنا آسان ہے۔ پہلے سے پہلے ہوتی ماری آسانی کتاب اس میں عسی گنیں ہیں **موقر انم جید فی لوح محفوظ** اور ایک تحریر تو بت کی تختیاں میں ہوئی یہ ہماری لکھ کر شہد ہوئی لوگوں کو تم ہوئی دوسری کو حفاظت کی اس تحریر کے علم چھنے کی تو اور موسیٰ علیہ السلام بتتھے کا خانہ ایسا ہی وہی اور سری تحریر مراد ہے جیسا کہ فی الاوانج سے ظاہر ہے۔ تحریر حضرت جبریل علیہ السلام نے بلکہ نہ تو بت کی ہی اس قسم سے کہ جس سے ذکر لکھا آیا تھا تو بت کی سر سے روشنی کی گئی اخذ نہ جان اس کے متعلق اور کئی روایات ہیں۔ یہ طے یہ تحریر بت تعالیٰ کے حکم سے ہوئی تھی اس لئے **کتبنا** ارشاد ہوا یعنی ہم نے نفس۔ قرآن مجید ستا کیسویں رمضان کی شب یعنی شب قدر میں ماوراء النوح محفوظ سے نقل کر کے پہلے آسمان پر بیت العزت میں لایا گیا۔ **فرما اب شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن** اور فرمایا ہے **انا انزلنہ فی لیلۃ القدر** یہ پہلے آسمان پر بیت العزت سے جنس میں حضرت اور فرمایا **انما انزلنہ فی لیلۃ القدر** ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو سینے کے لئے یہ کتاب لکھی وہ نہ عمل کے لئے تو سارے نبی اسرا بتل کے لئے لکھی گئی تھی یا یوں کہو کہ قوم کے لئے عمل کے واسطے عسی موسیٰ علیہ السلام کے لئے عمل اور طہریم معلوم فیہ اسرا و اب یہ جہش کی تفصیل کے لئے لکھی گئی لہذا **لہ** فرمایا **واصل** اور بت ہے یا یوں کہو کہ یہ اور است تو موسیٰ علیہ السلام کے لئے لکھی گئی ان کے واسطے ان کے واسطے سے دو رسوں کے لئے کہ کتاب کے علم ہی کے لئے ہیں اس لئے قرآن مجید کے متعلق کہیں ارشاد ہے کہ **لہ** محبوب ہم نے۔ آپ پر ہی انما ہے اب مسلمان ہم نے ہم سب پر یا تم سب کی طرف انما مختلف نسبتیں مختلف اعتبار سے ہیں **فی الاوانج** اس کا معنی **کتبنا** ہے اب ان میں بت ہونے کی معنی حقیقت اس میں بہت متشکوہ ہے کہ یہ تفسیریں کس چیز کی تھیں۔ سخی تھیں اور کئی بڑی تھیں اس کے متعلق علامہ کرام کے بہت قول ہیں۔ (۱) حسن بصری فرماتے ہیں کہ لکھائی کی تھیں (۲) عسی فرماتے ہیں کہ

بمذہب زہد کی تفسیر (3) - حیدرآباد حیدرآباد کے تفسیر (1941ء) میں جرح کرتے ہیں کہ رموی تفسیر 9، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ یوں لڑی کی تفسیر (18) حسب کتابت ہے کہ چڑکی تفسیر ان تفسیروں میں توہم اور میں بھی معتقد ہے، اختلاف عہد ہند ان عباس فرماتے ہیں کہ سات تفسیر 2- فراموش ہے کہ صرف وہ تفسیریں ہوں جو ابھی ہوا گیا ہے جب **فقد صفت قلوبکم** میں وہ وہ ان گلوب مع فریاد 6- حسب فرماتے ہیں کہ کل دوس تفسیر 4- معقول کہتے ہیں کہ نقل و تفسیر 9- واقع ابھی کہتے ہیں کہ جب توہم لڑی ہے تو سزاوت فاروق تفسیر 4- توہم شریف صرف چار صاحبوں نے منطقی صوفی علیہ السلام 3- یوحنا ابن نون - حضرت حبر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خازن روح اللطیف و نوحہ و اعلم مشرین فرماتے ہیں کہ ان تفسیروں میں لہائی صوفی علیہ السلام کے قتلے برہم دوس ہاتھ تھی (روح البیان، خازن و یوحنا) مگر امتیاز یہ ہے کہ ان اوہم میں بحث نہ کی جاوے ان پر کوئی صوفی نہیں وارد نہیں ہوئی (تفسیر کبیر) توہم شریف میں مستخرجیں تفسیر محمدہ چیزیں مستقیم تفسیر ایک توہم من کس شیء موعظتہ اس عبارت کی ترکیب ہے کہ اس میں صحت اندوہ ہے، بصیرت کے لئے نہ **کس شیء کتبنا** اصمیل سے موہو بیان ہے **کس شیء** کا اور **کس شیء** سے مراد حکام شریف ہیں جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عمل فرمایا، یعنی اسرائیل بھی یعنی ہم نے توہم پر یہ ظلم شرفی لکھا، ان سب سے لئے وقت و بصیرت تھا، روح البیان) خیال رہے کہ توہم شریف سے پہلے آملی صحیفے لکھنے کی جہتوں پر آئے مگر ان میں دیکھیں اللطیف بائیں دوس تفسیر 4- ہاتھ شرفی اصمیل توہم شریف میں آئے ان میں عبارت 'معلات جرموں پر ہر اس میں دیکھا سب کچھ تھا، تاکہ **من کس شیء** سے معلوم ہو رہا ہے توہم شریف میں وہ صوفی ہم جہت قس کو **وتفصیلاً لکس شیء** اس عبارت میں تفصیل 'موظف ہے **موعظتہ لکس شیء** ملاحظہ ہے تفصیل کے - تفصیل کے معنی ہیں ہر چیز کو ٹیکہ ٹیکہ بیان فرمائیے، مثلاً فعل سے - معنی بدلتی ٹیکہ کی یہاں **کس شیء** سے مراد سارے اوقات عالم ہیں اس سے مراد ہم شریف نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کا ذکر تو پہلے **من کس شیء** سے ہونا چاہئے، تفصیل و سورہ اشارت ہی تھی جو صوفی علیہ السلام اور ان کے کرم سے خاص علماء ہی سمجھیں ہر ایک نہ سمجھے۔

روایت: لڑی - وہ اصل الفاظ میں اور طہرائی حضرت محمد امینؐ پر تفسیر سے روایت کی کہ تفسیر ابن فرس اور لقب اہل بیت ایک ساتھ منہا، اور میں مقام ضعیف پر گزارا، وہاں کتب احبار خمر کے اور حرد و کما لہر بولے کہ ان زمین میں مسلمانوں کی ایسی ذریعہ ہوئی کہ ایسی کسی نہ ہوئی تفسیر بولے کہ یہ علوم ضیہ سے ہے جس میں کیسے معلوم ہوا حسب بولے زمین کا کوئی پتہ نہ ہو تفسیر جس پر واقع ہو سکا، والے قیامت تک کے واقعات توہم میں نہ لکھے ہوں - سو ہند توہم میں موجود ہے، روح البیان) اس روایت سے پتہ لگتا کہ توہم میں معلوم ضیہ کی تفصیل تھی صرف شرفی اہم ہی نہ تھی - تحقیق خیال میں ہے **فنعلمنا بقوة** یہ عبارت 'موظف ہے **کتبنا** اور ف - ملاحظہ اس کے بعد **لمرنا** **قلنا**، یہاں ہے - خدیش خطاب صوفی علیہ السلام سے توہم نہ لکھنے سے مراد ہے اس کے انکار پر عمل کرنا اس کے اشارات میں غور کرنا ممکن ہے کہ اسے منطقی مراد ہو چکے توہم کے احکام بہت سخت تھے اور سارے کے سارے عدم تھے تھے نیز اس نے اشارت سے پاری تھے اس کا منطقی لہجہ صوفی مشکل تھا، وہ وہ سے فرمایا **ایقو** اور خطاب کیا گیا صوفی علیہ السلام کو

اصطفاً فی تکمیل النعمان سے دلوا الفسقین تک اس پر موسیٰ علیہ السلام سے خوش اس کے (نصیحہ بلوان) مقال کہتے ہیں کہ تورات کی ابتدا میں یہ تھا کہ میں اللہ و رحمن و رحیم ہوں میرا شریک کسی کو نہ بناؤ لیکن نہ کو نہ مانو۔ اس پہلی کی تائیدی نہ کرو۔ (دورِ اہلبیوت)

فائدہ۔ اس آیت لہر سے چھ فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآن مجید تورات سے زیادہ افضل زیادہ مہم ہے چنانچہ سورہ (11) تورات لکھی گئی قرآن مجید پر ماحول انازل ہوا پڑھنے سے وہ فائدہ حاصل ہوا ہے جو لکھنے سے نہیں حاصل ہوتے (2) تورات ایک مہم آئی قرآن آہستہ آہستہ تیس سال میں (3) تورات کی آیات شان نزول کوئی نہ تھا قرآنی آیات کے مختلف شان نزول ہیں کہ سب سے انعام کی آیتیں حضرت صحابہ سے کسی واقعہ پر ہوئی جیسے حبیبی کی حضرت عائشہ صریحہ کے ہارم ہو سنے پر انزل ہوئی تاکہ تاقیامت لوگوں پر ان حضرات کا مسلک رہے (4) تورات شریف صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی قرآن ساری نسل کے لئے (5) تورات شریف ایک خاص وقت تک کے لئے آئی قرآن مجید پورے کائنات کے لئے (6) تورات میں صرف انعام باطلوم نہیں تھے قرآن میں شفا بھی ہے ہر مرض کی دوا بھی۔ رب فرما ہے **وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً حَلٰلًا وَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ** قرآن مجید میں سورہ کہ از بھی ہے کہ بغیر کچھ ہوئے ہر طرح کی بیماریوں کو شفا دیتا ہے **فَرَمٰنًا بِتَوٰی اٰیٰتِہُمْ تَفْہِیْمًا مِّنَ الدِّمَاحِ** (7) تورات میں عمل کرنے سے دوا فاسقین کی حکومت بخود ہوا قرآن پر عمل کرنے سے ساری دولتیں پر حکومت کا مادہ ہوا **وَعَدَ اللّٰہُ الذّٰلِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَسْتَحْفِظُوْہُمْ فِی الْاَرْضِ** غیر مذکور تورات کی ترتیب اس کاغذ پر کتاب کی طرف سے ہوا اگر قرآن مجید کی ترتیب حضور نور سنی تاکہ حضور کے علم خیب کا پتہ لگے کہ وہ میں جیسے ہوئے اور محفوظ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی ترتیب کے مطابق کیا ہے۔ **وَصَلٰوٰۃٌ مَّوْعِظٰتٌ تَفْصِیْلًا وَّ اٰمُرٌ قَوْمِکُمْ مَّعَہٗ** حاضر سید الانبیاء افضل الرسل ہیں ویسے ہی حضور کا قرآن افضل الکتب ہے۔ دوسرا فائدہ: کتاب اللہ صرف نبی کے لئے آئی ہے پھر نبی کے ذریعہ لوگوں کی تحریر سے امت کا ملتا ہے یہ فائدہ **وَصَلٰوٰۃٌ مِّنَ اللّٰہِ** سے حاصل ہوا اگرچہ نبی نے ان کتاب کا مشاہدہ ہے اور تخلیق کتب کا سہارا۔ تیسرا فائدہ: کتاب اللہ کی حفاظت نبی کے ذریعہ سے ہوئی ہے نبی سے مشروط پکارتے ہیں تو ان کتاب محفوظ رہتی ہے یہ فائدہ **وَاِنَّمَا اِنشَاۃُ فِیْہِمْ قُوٰۃٌ** سے حاصل ہوا اسی کے نبوت مشروخ ہوتے ہی کتب مشروخ ہو جاتی ہے ہمارے نبی کی نبوت مشروخ نہیں تو قرآن مجید بھی مشروخ نہیں۔ چوتھا فائدہ: کتاب اللہ پر عمل نبی کے علم سے فرض ہوتا ہے جس آیت پر عمل کرنے سے نبی روک دیا اس پر عمل لازم ہوتا ہے یہ فائدہ **وَاٰمُرٌ قَوْمِکُمْ مَّعَہٗ** حاصل ہوا قرآن مجید میں ایسی آیات موجود ہیں جن پر عمل نہیں ہوا تاہم اس لئے کہ نبی سے منع فرمایا قرآن مجید کے بعض احکام پر عمل سب پر فرض ہے **یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** بعض احکام پر عمل پتہ تو وہ ہیں یہ سب نہیں ہیں **وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا** بعض احکام پر عمل صرف بہتر ہے جسے قرآن کی تحریر احکام پر عمل صرف جا رہے احکام سے خارج ہونے پر اشارہ کیا ہے تمام فرقہ نماں نے کئے تورات کا کتب اللہ ہونا یہ نبی کی طرف ایک زبان سے ثابت اس پر عمل نبی کے لہان سے ہے۔ اس کی تیسرے حکم پہلے بارہ میں **مَّا نُنصِخْ مِنْ شَیْءٍ مِّنْ اٰیٰتِہِمْ** میں لے رہے ہیں پہلے نبی پر عمل فائدہ تورات شریف کی تھیں انھم روشنائی تحریر یا کھدائی سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے تھا سے انسانی

رب فرمایا ہے فلما سکت عن موسیٰ الفضب اخذ الالواح وفي شعثها اعلىٰ ورحمته للذین
 هم لربهم یرجون۔ کچھ لوہے کی پلٹ میں مراد لیتے اور مت ہی رہ گئی تفسیل نہ ہی مگر قرآن مجید میں تفسیل تھی ہی
 اور ہی تھی۔ میرا اعتراض یہاں آیا ہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے کہنا یا اخذہ بقوۃ اور قوم وہم اور یا اخذوا یا
 حسنها بیان میں فرق نہیں ہے۔ جو اب جس اعتراض کا جواب ابھی تھی میں آیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساری تورت کا
 علم حاصل ہے، یعنی اسرائیل کو انہم تورت کا یہ فرق ظاہر فرمانے کے لئے بیان میں فرق ہوا۔ جو تھا اعتراض نہ سارا شاہدہ اور
 یا اخذوا یا حسنها تورت کی اچھی باتیں لے لو گی تورت میں کچھ باتیں بری بھی تھیں اگر تھیں تو احسن کی قید کیوں
 لگائی گئی۔ جو اب یہ اسے صحیح کا مفضل نہیں بلکہ احسن کا مفضل ہے تورت شریف میں سارے انہم اتنے تھے مگر بعض بہت
 ہی اتنے بعض انہم رویت تھے بعض رخصت بعض بار بعض مقب بعض واجب بعض فاضل بعض افضل ہے۔ عالم سے
 قصاص لیتا جا رہا تھا۔ مگر کرنا مگر وہ لیتا جا رہا مگر بعض نے فرمایا کہ احسن، معنی احسن ہے (تھی صلی) ہے
 ولذکر النماکیر اور المعانی نے اس کے اور بہت وہ لہت ہے ہیں۔ وہ لہت کافی ہیں۔ پانچوں اہل اعتراض
 اور لہوہ اس اور یکم۔ قاعدہ صریح تورت نہیں۔ صلی یکم چاہتے لہوہ لے کے اب انہم کا مشاعرہ۔ جو اب۔
 اس لفظ کی تین قراءتیں ہیں صاور تکم ث سے۔ معنی میں تم کو وارث بنانا کا صلی صلی یکم چاہے بغیر وارث کے
 (سائیں) ہماری قراءت صاور یکم ہے۔ اور وی سے اس کی چاروں میں ہم اپنی تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہ لفظ اور وی سے
 نہیں بلکہ وی سے ہے۔ یہاں میں دوا زادہ ہے۔ یہ وی ولا نہیں ہے بلکہ ایک کوشش کھینچ کر پڑھا گیا ہے جس سے وہ محسوس
 ہو تا ہے۔ یہ ہے مختلف فیہ میں ہا کوشی کر پڑھا جاتا ہے وہی محسوس ہو تا ہے۔ چھٹا اعتراض: تمہارے لکھ لکھ شی
 عیش ہر حج سے مراد ہے سارے علوم فیہ فرمت سے مفسرین نے شکل شی سے مراد لے ہیں وہی انہم یعنی تورت میں
 سارے شرعی احکام تھے نہ کہ سارے واقعات عام۔ لہذا اس سے تمہارا ماہریت نہیں ہو تا۔ جو اب لکھ شی سے عام ہے
 قرآن مجید کے عام کو مشورہ سے ہی خاص نہیں لڑتے چاہئے کسی مفسر کی اپنی رائے وہ مفسرین اس تخصیص کے لئے نہ کوئی
 آیت پیش کرتے ہیں۔ نہ حدیث حوالہ۔ لہذا ان کا یہ قول قابل قبول نہیں نیز سارے احکام کا ذکر تورت میں لکھ شی سے
 موعظتہ میں ہو چکا اگر تفصیلاً لکھ شی میں بھی وہی مراد ہوں تو آیت میں ہے قاعدہ غرار ہو گی لہذا یہی بات
 درست ہے کہ من کل شی سے سارے شرعی احکام مراد ہیں اور تفصیلاً لکھ شی سے سارے واقعات عام
 ہو رہے ہیں۔ مراد یہ لکھ شی میں غرار ہو۔

تفسیر صوفیانہ: کتب فقہ ایک ہوتی ہے مگر اس کی عبادت ہدایت مختلف ہے یا غوامن کے لئے ہوتی عبادت ہیں ساری
 عبادت امیر مومن کے لئے۔ سیاسی انتظامی احکام عام اور سلاطین کے لئے۔ اس کے رموز علماء کے لئے اس کے امر اور خاص
 لوایہ کے لئے اس کے اشارات نبی کے لئے ہیں فریضہ شریعت دلیل و اقوال کے لئے طریقت اول و اقوال کے لئے حقیقت
 روحانی لوگوں کے لئے معرفت سرواں کے واسطے اس چاہی اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ من کل شی موعظتہ
 نبی اسرائیل کے لئے تھے اور تفصیلاً لکھ شی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاص احکام کے لئے کتب ایک ہے مگر

اس نے مغان تکلف پر اس مغان نے حاصل کرنا تھا اس تکلف میں سمندر کا پانی سے لے کر بے نموبلی سے موتی خاص خواہ میں سے لے کر خود قیودہ جسموں پر دعوت لے لے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن کے لئے طلب حاصل یا حسن ب طلب آخرت اسن۔ پر طلب مولیٰ نور بھی اسن۔ مایق کو چاہتے کہ طلب مولیٰ میں رہتے ان کے ارشاد ہوا **یاخذوا بما سہا بہا** اور طلب آخرت ہمہ زار طلب دنیا میں گئے لوگ ایک اور رخ ہے وہ ہیں غائبین میں سہا بہا سے متعلق ارشاد **ساور یحکم فلا یفسقین** خالص آخرت کی طلب جنت ہے اور خالص مولیٰ کی یکہ **فرم مقصدی** **عن علی** کے حاکم نے فرماتے ہیں ۔

یہ طویل و الجبونی در طلب ارض ہر اے سر کوئے تو برکت تو پیام
نیست بزوں و لم ج تلف کاست دوست چہ کم حرف اگر با ندو کو ستہم

یعنی اس محبوب تمہاری یاد دہ سے میں نہت نمود قصور طوبیٰ مومن سب کچھ بھول گیا میری اول لی تھی ہے تھی وہ روز کاست کلاف تہ ہے اس سے ہا ہر نہیں کہ مجھے استہ لاول نے اور مجھ یاد کر لیا ہی نہیں اس میں گویا کبھی رہوں کتاب کند نو یاد لوری کی مشہور ہے جس ہا ہر ہی اندوہی کے ہاتھ میں ہے نور چھا کادو است کے ہاتھ میں اس کی کوئی جگہ ہے کہ افسانے کو چھاننے کے لئے است چلانے کے لئے ہے اور چھاننے کے لئے اسی کی مدد یا اطلاع سے فرمایا گیا کہ درست کو مشہوری سے چلا دینی اسرا میں سے ہی کہا گیا کہ اسے چلا کر پڑھنے کی کویت میں فرق ہے پھر متناہل ہمدی اس میں اتنی ری مشہور ہا ہے۔ پہلی دہ کہ نیچو والے کو صرف وہی نہیں چھاننا بلکہ کھینچنے والے کی طاقت و قوت چھاننا ہے اس ہی کتاب کند خوارب تک نہیں چھاننا ہی لازم و پانچا ہے اس لئے فرمایا **فمنعنا بقوہ** یہ کہ قوت موسوی سے لوگ رب تک نہیں کے باہر سمجھ کر کتاب کو استہ میں جو کتاب شاکر وہی مگر استہ چھاننے کے لئے شاکر وہی چھاننے کے لئے۔

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن

مفسر یہ جبرون کا میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو موزر کہہ لے ہیں زمین میں بظہر حق کے اور دیکھتے

اور یہاں آیتوں سے انہیں پکڑوں گا جو زمین میں ناحق اپنی قرائت چاہتے ہیں اور اگر سب غائباناً

يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا آيَاتِنَا سَبِيلَ الرَّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ

جس کو ہر نشانہ کو تو نہ ایمان لائیں گے وہ ان پر اور اگر دیکھیں وہ راست چاہتے کا تو نہ یائیں وہ اسے

دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر چاہتے کی اور کبھی اس میں چھاننا پسند نہ کریں اور اگر گواہی کا راستہ نظر

سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْعَقْبِ يُتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا

راست اور اگر کبھی وہ راستہ گواہی کا تو نہ چاہتے ہیں اور راستہ نہ اس سے چھاننا نہیں نے غصو کی طاری آیتوں کو اور کبھی

پڑے تو اس میں چھاننے کو اور اگر چاہیں اس لئے کہ انہوں نے ہمارے آیتوں میں غصا میں اور ان سے پہلے جبر چھاننا اور

یہاں یہ عبادت ہے اور جب اس کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں عبادت ہے یا عبادت نفس کلمہ کے لئے بھی
آداب اور ذرا آتی کے لئے بھی **فرض الارض** لڑنا ہے۔ بتایا کہ یہ لوگ رہتے تو ہیں زمین میں مگر ان افعال کو آدابہ عمل میں لگایا
بست ہوتے ہیں تو آسمان میں پہنچ کر وہ نمازیں انک **لن تعزق الارض ولن تبلغ الجبال طولا**۔ طبعی جہت سے
ہو آداب۔ اللہ رسول کے مقتل علیہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے **ماتوا بھما** یہ عبادت ہے اللہ کے مقتل اپنے نو ہونا یا نماز کو
بدلو کے ساتھ ہے یہ عبادت ہے پہلے اور تکبیر پانچ ہیں تیسرا تکبیر حق ہے اس لئے بغیر اہل حق اور شاہد ہونا خیال رہے کہ عبادت کے
تعمیر میں رب تعالیٰ اس کے ال وہ افعال کو تہمت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ صرف اہل حق رب کی طرف سے ہو آدابہ اس
لئے **سافر فربا یا یا وانیر واکل بیتہ لا یومنون بھما** یہ عبادت ہے **مطوف** ہے **یتکبرون** پر وہ عبادت ہے کہ
ہے جس نے تکبیر کی شرح کر دی **یروا** اس وقت سے مراد ہے آنکھوں سے دیکھنا اور ممکن ہے کہ وہ طائفہ جانا معلوم کرنا ہو
تو دیکھنا مناسب اس میں اہل حق ہو چکے ہیں عبادت ہے وہی چہ اہل حق ہیں وہاں عبادت کے لئے بھائی یا یا یا یا ہے
یعنی ان تہمتوں پر ایمان نہ لائیں گے یا ان تہمتوں کے اذیت و سب پر ایمان نہیں لائیں گے **وانیر واسبیل الرشدا**
یتخذون صبیلا یہ عبادت ہے **مطوف** ہے **وانیر و** اس عبادت میں ان کی یہ عقیدہ کی فکر تھا اس میں ان کی یہ عقلی
تذکرہ ہے۔ اناری قراءت میں رشد کے پیش دشمن کے سکون سے ہے۔ عزہ اور کسائی کی قراءت میں رشد و نور دشمن کے فتنہ
سے ایک قراءت میں رشاد و تہمتوں کے معنی ہیں وہ اپنے **سقم سقم مقام تہمتوں** کے معنی ہیں عرض بعض نے فرمایا
کہ رشاد و تہمت سے دو معنی ہیں اور رشاد فتنہ سے پر احتیاط ہے (روح المعانی) **اسبیل الرشدا** یہ عبادت ہے اور وہاں
اصلاح ہے یعنی یہ لوگ اگر بد آئی اور خدا ہی کا راستہ آنکھوں سے دیکھ لیں تب بھی اسے اختیار نہیں کرتے ان کے دل یہ راستہ
قبول نہیں کرتے **وانیر واسبیل الفی یتخذون صبیلا** یہ عبادت ہے پہلے **وانیر و** **مطوف** ہے اس میں انکار
اور سزا عمل مذکور ہے **اسبیل غی** کے معنی ہیں گمراہی کا راستہ اس سے مراد ان کے کافرانہ مشرکانہ اہل ہیں یہ خدا ان کے
اہل کے ساتھ یہ عقیدہ کی ہوتی تھی اس لئے اسے گمراہی کی راہ قرار دیا جس مسئلہ کو انسان سچی سمجھ کر کہے وہ گمراہی ہے یعنی اگر یہ
کافر کوئی راستہ گمراہی کو دیکھتے ہیں تو اسے سب سے حرکت اختیار کر لیتے ہیں بلکہ اسے خدا ہی کا راستہ اور رب کا راستہ سمجھتے ہیں
ذلک بانہم کذبوا بآیاتنا عبادت میں ان کی مذکورہ عقیدہ کیوں بد عملوں کی وجہ بتائی گئی ہے یعنی اللہ کی یہ
حرفیں اس لئے ہیں کہ وہ اناری تہمتوں کو سمجھتے رہتے ہیں آیات سے مراد ہیں وہ عقلی اہل جو اسلام کی حقانیت کے کفر کے
بھولے ہوئے پر رہ رہی آتیں ہیں اور وہ سکتے ہیں کہ اس سے آیت تہمت یا قیامت تہمتیں مراد ہوں اور روح المعانی و خازن
و غیرہ) مگر قوی ہے کہ یہ عقلی اہل اور انبیاء کے ہم کے معجزات ہیں یہ عقلی آیات سے مراد آیات کتاب نہیں
لہذا اس میں **انیر و** **وکانواعھا منقلین** یہ عبادت **کنید و** **مطوف** ہے فقط سے مراد یہ وہ آدابہ ہے غیر
وہ ثابت یعنی وہ اہل جو کہ آیات الہی سے ہنر ہے کہ وہ رب یہ غلط ہے عقلی کی نہیں بلکہ یہ تو عقلی ہے **والنیر کنید و**
بایمتنا و لقاء الاخرہ یہ نیا نیا ہے جس میں ان کی مذکورہ حرکتوں کا نتیجہ بتایا گیا ہے **جب النیر کفر و انکار** کے
ساتھ آئے تو اس سے افس و جن سے سب مراد ہوتے ہیں کیونکہ وہ نزع سب جن و افس کے لئے ہے اور جب **النیر ایمان** و

ہے۔ نیک اعمال کا ثواب دوسرے کو بخشا جاسکتا ہے ایسے کلمہ کا ثواب دوسرے کو نہیں بخشا جاسکتا ہے۔ تو اپنی بھرتی ہے۔
 فائدہ بھی ہر چیز کو نالامتناہی عملوں سے حاصل ہو اگر شیکہ روز صرف کسی ٹک کی حرکت کسی بھی دوسری
 بھی عملی ہو۔ پار حوالہ فائدہ کسی کلمہ کو کوئی مسلمان اپنے نیک اعمال کا ثواب نہ بخشے اگر بخینے کا تو پیسے کا نہیں یہ فائدہ
 حسب استطاعت عملیہم سے حاصل ہو اس لئے اپنے نیک اعمال ہی مثلاً ہیں تو دوسرے کے اعمال نہیں ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ خود کرنے والوں کو آیات ایہ میں خود کرنے کی توفیق نہیں ملتی تو چاہئے
 کہ غیر تکبر کو ثواب دیتا ہو اگر میں جانتا ہوں کہ بت سے متواضع اور مگر ہمزان لوگ بھی کلمہ ہے جس تو یہ آیت کیجے درست
 سوتی ہے۔ جواب: آیت کا مطلب یہ ہے کہ تکبر ہی توفیق دہانہ کی طرف سے دے کے جانتے ہیں کہ ان کے دل اور حوتو جس
 ہوتے پھر تکبریں سہارا اپنے ماتحتوں کو ایمان سے دے سکتے ہیں جیسے شیطان کو یہ لوہا دست رب کی طرف سے پھانگ ہوئی پھر
 شیطان دوسروں کو ہکا بکا کرنا ہے یہی عمل کلمہ کے سہارا اور ماتحتوں کا ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کہ کلمہ کے ثواب کی مقدار
 ساتھ بغیر حق کیوں ارشاد ہوا تکبر تو یہ حق ہی ہو تب جو اسب: حق والوں کے مقابل تکبر باحق ہے نہ کہ باحق والوں کے مقابل
 تکبر باحق بلکہ باحق تو ہے یعنی حضرات انبیاء کرام اولیاء اللہ سونہن کے مقابل تکبر کلامیہ کون سے لوہا پھانگنا
 ہے کیونکہ وہ حضرات حق ہیں فرماتا ہے اسے نولوہا پھانگنا لاشعور صا" میہ ان جملہ میں یہ ہے تو تکبر کلمہ ہے کہ کلمہ باحق
 ہیں ان کے مقابل تکبر حق ہے۔ لہذا بغیر حق فرماتا بلکہ درست ہے۔ تیسرا اعتراض یہ کہ کلمہ کے ساتھ فی الارض
 کیوں ارشاد ہوا جو اسب: اس میں ارشاد ہے "یہ بتاؤ کہ زمین سب سے زیادہ بھرا آکسار والی ہے اور سب سے بچی ہے کہ پانی ہوا"
 آگ آسمان وغیرہ سب اس سے لٹے ہیں تو ہی تو چاہئے کہ تکبر نہ کہے کہ اس کی اصل بھی معنی ہے "خود کار ملی ہونے والا
 ست اور دستاکی بن زمین پر چمکے کیوں کرتا ہے۔"

اے برادر پر حقیقت خاک است خاک شو پیش از آنکہ خاک شوی

چوتھا اعتراض اس آیت کریمہ میں تین جگہ انہی دو ارشاد ہوا ایک کے بعد لایومنوا بہا ارشاد ہوا دوسری کے بعد لا
 یتخنو صبیلاً ارشاد ہوا تیسرے کے بعد یتخنو صبیلاً ارشاد ہوا ان تینوں میں کیا فرق ہے۔ جواب: پہلی جگہ ان
 کی ہر معنیہ کیوں فائدہ ہے دوسری جگہ ان کے نیک اعمال قبول نہ کرنے کا کلمہ ہے تیسری جگہ ان کے برہہ اعمال کرنے کا
 کلمہ ہے فرشتہ ان کے تین جرم میں طرح ذکر فرماتے گئے۔ چوتھے ایمان نہ لانا تمامہ عملوں کی اصل ہے اس لئے اس کلمہ
 پہلے ہوا دوسرے صیوب کلمہ میں فرمایا گیا پھر اس کا فائدہ اس آیت میں دوسرے معلوم ہوا ہے کہ توبہ پر ایمان نہ لانے کی
 وجہ بیان ہوئی آیتوں کا اٹھنا اور کلمہ اور ارشاد ہے "وانیروا صکل ایتہ لایؤمنوا بہا اور آخر میں ارشاد ہوا اذ لک
 بانہم کتبوا بہا متنا سب اور سب ایک ہی ہے اس کو دور کہتے ہیں۔ جواب: پہلی آیت سے مراد ہے کتب لکھنے کی
 آیتیں اور آخر میں آیات سے مراد ہیں حضرات انبیاء کرام کی ذات ان کی صفات ان کی کلمات۔ مطلب یہ ہے کہ جو کلمہ کفار
 نے اہل سے ایمان کی صفات ان کے کلمات کلمہ کیا اس وجہ سے وہ آیات قرآنیہ وغیرہ پر ایمان نہیں آسکتے کہ تم پر ایمان
 تم پر ایمان کلامیہ ہے یہی کلمہ ساری چیزوں کے انکار کلامیہ ہے لہذا حقانی ان کے آسمان سے جدا نہ کہے۔

یہ نہیں لگا کہ ہم حکمیں سے انہوں کو بیروں سے لے لیں کہ ہم انہوں سے حکمیں کو پھیریں گے۔ طلب واضح ہے کہ اپنے حکمیں ہم آئیں تو انہیں کی کیا نسل، دماغ آیت تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر سب کے پاس سورج کی شعاعیں صبح تو پھینکیں ہیں طالع عاروق شیخ شامی، صبح تک نہیں پہنچتا۔ یہ بعض حکمیں قرآنی آیات سے لفظ تک نہیں پہنچتے۔ یہ اسوئل و نمونہ بعض متنبین لفظ تک پہنچ جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے غم نہیں پہنچتے جیسے بہن ظاہر ہو کر تو سن کے بہ بی بی چلتے ہیں یہی صورت حال ہے۔

• ایف تا صحتیں ایف ہی !! ہو سکتا ہے کہ صحتیں نہیں جات

صوبہ فرماتے ہیں کہ جیل رشہ تن صراط مستقیم ہے اور سب تک پہنچانے اس کی علامت ہے کہ ۱۱ اولیاء اللہ اس دلوں چلتے ہوں۔ رب فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیہم ۲۱ ان کی منزل مقصود سب تک پہنچا ہے اور سب فرماتا ہے اللہ میں علی صراط مستقیم ۱۱ اس میں کھن ہا یہ حضور محمد مصطفیٰ ہوں اور وہ رب فرماتا ہے انکے المرسلین ۱ علی صراط مستقیم ۲ ان لوگوں میں جس نسل ہوں وہ سب تک پہنچا ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔ غلط پلٹ سنا رہے ہیں یہ ایک رنگ ریل گاڑیاں لڑی ہیں طقم یہ جگہ کہ انجن غلط ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ خُلَيْفَتِهِمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهَةً خُورًا

اور بنا ہوا قوم نے موسیٰ کی پیچھے سے ان کے اپنے نمونوں سے بھلا لینا ایک جسم کو جس کے لئے آواز تھی

اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم اپنے نمونوں سے ایک بھلا لینا دیکھتے تھے جان کا راجہ لائے کی طرح آدو کرتے

الَّذِينَ يَرَوْنَ آلِهَةً لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يُهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوا وَكُتُبًا

سب سے نہیں دیکھا انہوں نے کہ جنگ وہ ہیں کلمہ کرتا ان سے اور نہیں ہر اپت دیتا ان کو راستگی بنا یہ ان لوگوں

کیا نہ دیکھا وہ ان سے بات کرتے اور نہ انہیں بگھڑتے دیتا ہے اسے یا اور وہ

ظُلُمِينَ ۚ وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن

تھے اس پر سب کو اور تھے وہ ظلم اور سب کو لایا انہوں نے بل اور دیکھا انہوں نے کہ جنگ گواہ ہو گئے وہ

ظلم تھے اور سب کو گئے اپنے انہوں پر اور کچھ کہ ہم کچھ لے لے اگر بنا اور

لَهُمْ يَرْحَمُنَا رَبَّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

تو جو ہے انہوں کو کہ گواہ سب لایا اور نہ تھے ظلم کو تو اپنے ہو جاؤں گے ہم نقصان والوں میں

ہم ہر سب کو نہ کرے اور میں نہ کچھ تو ہم ہر سب کو

تعلق جن آیات کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام بطور نبی جانا ہی انہیں دیتے ہیں، انہوں نے انہوں کو لاکر وہ اسباب بتایا ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے ان کی قوم نے کیا کیا تو انہی کے اعلائی کے ذکر کے بعد قوم کی بدکرداریوں کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: باب تک قبیلوں کے پیشے میں چنتے ہوئے اسرائیلیوں کی آزادی کا تذکرہ، اب ان کی بد حالی پر اپنی بدکرداریوں کا تذکرہ دیا ہے کہ انہیں یہ آزادی دیا۔ آئی وہ گمراہ گئے تو یہاں دعا و نصرت کے بعد اس نصرت کی باخبری کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق: بھی پہلی آیت میں فرمایا کہ حکمیں تو ان کو تھیں تھیں اب یہ سے خود مروج ہیں ان میں خود نہیں کرتے اب اس کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ وہ کھوئی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی آیت کی طرح بھی ہے۔ پت سے ہر کے گویا پہلی آیت میں ایک عوی نکھر کر خدا اس کی دلیل ارشاد ہے: "ری ہے۔"

تفسیر: واتخذ قوم موسیٰ۔ یہ آیت اس لئے لکھی ہے کہ انہوں نے اتنا خدا کے معنی میں نہ سمجھا۔ اسانا مقید نے میں کی کہ پتہ کھائی، ہاں فی اعلائی کے معنی میں ہے کہ وہ آگے اس کا مقول جہاں خدا اور پتہ آگے چلائے، اور صرف سامری حکمرانوں کا قریباً سارے اسرائیلیوں نے اس کی اس کا ہمیں بد کی تھی نیز وہ اس حرکت سے، انہی سے اس لئے ساری قوم کی طرف یہ کلمہ منسوب کیا گیا قوم، ی سے حرمت کی فہمی قوم بنی بنی اسرائیل ہے نہ کہ مذہبی قوم کیونکہ گنہگاروں کی بدکرداریوں سے مراد ہے جسے مراد آدمی مومن خاص کر بنی مذہبی ام قوم نہیں ہو سکتا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ اپنی ماری اسرائیلی گنہگاروں کی دستکش میں پتہ تھے اسی لئے آپ نے بعد میں صرف حضرت ہارون کے لئے دعا کی اور بعض اور بعض نے فرمایا کہ قوم مراد ہے بعض نے فرمایا کہ اکثر لوگ اس شکر گشتی فرمایا ہو گئے تھے یہ کلمہ محفوظ بھی ہے لہذا یہ قوم سے مراد اکثر قوم ہے یہ وہ حراقل قوی ہے اور تیسرا کلمہ غلبت وغیرہ خیال رہے کہ سامری کا نام، موسیٰ تھا اس کی ہاں سے ایک چاروں پر پتہ تھی جس کا نام ساموئیل تھا یہ حرام تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی پرورش ہانے حضرت جبریل کو مقرر فرمایا اس لئے ان کا نام موسیٰ جبریل سے اور لقب سامری اللہ کی شان ہے کہ فرعون کے گمراہ پرورش ہانے والے موسیٰ تو بنی اور کلمہ، اور حضرت جبریل کی آغوش میں پرورش ہانے والا موسیٰ کا لقب بن ہوا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انما لموع لم یخلق سعید من الاذل

فموس النبی رہا جبریل کافر

دیکھو تیسری صلی یہ مقام بہ حال گنہگاروں کے اور موسیٰ جبریل یعنی سامری تھا قوی قوم کی اس کی بدکرداریوں کی حرکات سے راضی من بعدہ من حلیم۔ یہ دونوں چار چاروں تعلق ہیں اتنا خدا کے پہلا ہے یہ وہ سامریں۔ حقیقت کا بعدہ کے معنی میں بعد ازاں حلیم سے حلیمت کی یا حلیم کی جیسے قلمی میں تعلق ہے حلیم کے معنی میں زبور و متنی دعا اور انجیل کے لئے یہ سب لوگ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ زبور و فرعونوں کا تھا اور اسرائیلی ایک شہری کے ہاتھ سے ان سے انکسائے تھے۔ فرعون سے ایک دن پہلے۔ تاکہ فرعونی لوگ اپنے اس زبور کو چھیننے کے لئے اسرائیلیوں کو بھیجیں اور وہ بحر قزح میں غرق ہوں۔ بعض نے فرمایا کہ فرعونوں نے سو دینے کے بعد سمجھا کہ ان کا مارا زبور رکنارہ پر پتہ تھی اسرائیل نے انہاں۔

معدوری کا یہ حال ہے تو وہ شخص ہے جن کا ہوا بے لگا ہے، دو لگا ہے یہ لڑی مونی ہوتے ہے جسے بے عمل، بے لگا ہے جسے کہتے ہیں۔ خلیل رہے کہ لہ عثمانی اپنے مذہبوں سے لگا ہی کر آتے اور ان میں ہوا ہے یہی کتابت اور بواسطہ انبیاء کرام صلی اللہ علیہم وسلم پر مزید اکتاف اللہ تعالیٰ ہی ذاب خصوصاً **اتخذوه وکانوا ظالمین** یہاں **اتخذوه** میں ان لفظوں استغناء کی ساری حرکتوں کا وہ بہت دور ہو گیا ہے۔ لہذا یہ بھی کہتے تھے اس کے آگے بہت بھی جانتے تھے اس لئے ان کے لئے کہتے تھے کہ

فانے نبوت ہی تھے، اروع الہیاء) ذاب وہ لوگ تھے اس کے آگے مجھ سے میں گرجا تے اور ذاب وہ چپ ہو جاتا تو یہ کہ گانے، یہاں تا پہنچتے تھے (روح المعانی) یہاں عالم، معنی مشرک و کافر و عاصی ہے **کانوا** لفظ معنی ساوا داب یا یعنی معنی میں ہے یعنی وہ کافر ہو گئے یا کافر تھے ان کا ظلم ایک قسم کی خدمت کمزوری کا تھا کہ کھڑا بنانے سے پہلے ان میں سر شجرت پہنچی تھانہ وہ خاص لے انہوں نے، دوسری ماہیہ اللہ سے کما تھا کہ ہمارے کوئی معبود ہے اور کھڑا بنانے اور کھڑا بنانے وقت وہ مشرک ہوئے اور کھڑا بنانے کے بعد یہ کافر ہوئے۔ معجزاتی کر کے شروع کیا کر کے ظلم، معنی سر شجرت مشرک بنا، سو

لماسقط فی ایدہم اس فرمانِ عالی میں ان بھائیوں کے دوسرے حال ظاہر ہے یہاں عیب و اذیت خاص طور و استعمال ہوا ہے اس کی اصل عبارت میں **سقط فی ہم و ایدہم** شرمندہ و ظلم آدمی اپنا باقد منہ سے چاہتا ہے اس لئے کہ وہ دانت اس کے ہاتھ کی لٹکیوں پر ٹانگے کے لئے واقع ہوتے ہیں۔ **فی** بمعنی علی ہے اس کی ایسا **سقط** کا ظلم لازم ہے

ہر حال **سقط** صرف کفر و مجسول بنا گیا یا کافر **فی ایدہم** اس کتاب کا ظلم کر دیا گیا ہے **مرین** یعنی جب نہ راست شرمندگی ان کے ہاتھوں پر واقع ہوئی، ان کے ہاتھوں سے ان کے ہاتھوں کو چیلنا یعنی وہ شرمندہ ہونے اپنے ہاتھ چیلنے کے لئے اپنے گناہ

تحت نام ہوتے۔ اس فرمانِ عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ چیلاری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہاں سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے ہو گئے تھے قرآن نے ان کے ناموں کو وہاں سے لے کر لیا ہے اور انہیں مفسرین نے فرمایا کہ یہ حکم و نزول قرآن سے پہلے عرب میں مشورہ تھا اس لئے اس عبارت کی توجیہ میں مت و شامی مفسرین کی کئی بعض نے کہا کہ **سقط** **سقاط** سے بنا ہے۔

معنی ہے کہ بعض نے کہا کہ **سقط** سے **سقط** ہے اور عربوں میں زمین پر پھینکی ہوئی ہے بعض نے کہا کہ اس کا کوئی مصدر نہیں ہے نہ کہ وہ ہے۔ افعال غیر مضر فی میں سے ہے **درون المعانی** **ووراوا انہم قد ضلوا**۔ عبارت **سقط** ہے **سقط** پر اور دوسری ضرب ہے یہ سے مراد ہے وہی نہیں۔ **ضلال** سے مراد کفر ہے یعنی انہیں نہیں ہو گیا۔ وہ

انہی میں حرکتوں کی وجہ سے کافر ہو گئے **قالوا انکم لم یروا حمتار بنا و یقر لنا لکنکم من الضالین**۔

یہ کہہ کر شروع ہوا ان کے لئے۔ قول سے مراد یا تو انہی نے کہا ہے کہ تم نے اپنی زبانوں سے کہا کہ تم سے پہلے وہ تھے کہ تم انہی میں آقا کو مجرم ظالم پر پلٹے، تم آتے ہو اس کا تصور معاف کہ آتے **خاسرین** جانے **مخسر** ہے، معنی یہ کہ انہوں نے اس میں اصل پر نہیں بھی جانے اور پھر کافر بھی ظالم ہو چکے اور یہی ہوتی انہوں نے دل میں چاہا زبان سے آقا کو کافر

کہہ رہے تھے۔ **حمتار** ہے کہ انہوں نے کہا کہ تم نے کہا کہ تم سے کہتے ہیں کہ تم نے کہا ہے کہ یہ مس کفر موسیٰ علیہ السلام کی توجیہ توری سے پہلے ہی ہو گیا تھا آپ کی وہاں کافر تو آگے ہو رہا ہے اور یہ خود غرض ان میں سے بعض نے کیا نظر توجیہ

روح المعانی **ضلال** و توجیہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ، وہی علیہ السلام کی وہاں سے ہو اور ان میں سے یہ کہا کہ آتے ہیں۔ **توجیہ** اللہ

کے خلاف ہے وقتہ و رسول اہم۔ ہر عمل میں کو اپنی حرکتوں پر شرمندگی ہوتی۔ تو یہ لے دو رکعتیں ہیں۔ دل سے اپنے کلمے پر شرمندگی اور زبان سے مولیٰ کے الفاظ **اور اول انھم قدامہ** اور اس کی شرمندگی کا ذکر ہے کہ **قوالوں** میں زبانی الفاظ کا ذکر اس میں لے لوگوں سے یہ کہا گیا کہ اللہ کی عبادت پر تو یہ ہر پاسی علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ اللہ کے نبی کی ہی تو یہ ہے کہ کو ان میں یہ یہ ذلیل رہے کہ ان کی یہ تو یہ قبول ہوئی اس لئے قرآن مجید میں بطریق تزیین کے ذکر کی گئی لکن اللہ تعالیٰ اس میں کلمہ کا اظہار کرتا ہے اور کفارہ میں فرق ہے جیسے روزہ رمضان میں تو نہ اتنا تو یہ بھی کہہ اور کفارہ کے ساتھ روزہ بھی رکھے چنانچہ فرعونی جہاد کا راز تھے محرم تو نہ تھے ہی نہیں ہر کفارہ نہ ہو لیہ لوگ مرنا تھے۔ ان پر کفارہ لازم ہوا۔

خلاصہ تفسیر موسیٰ علیہ السلام تو طور پر تورت لینے رُوب سے کام کرنے کے اور حرم قوم موسیٰ نے یہ غضب کیا کہ ان کی غیر سوادگی میں اپنے اس زیوروں سے گھرا ہوا یا ہر فرعونوں سے حاصل کیا کفارہ صرف ۲۰ تا ۳۰ جگہ تک تھا کہ اس کا ہم کلمہ کا تھا مکمل گوشت و پوست وغیرہ کا مجموعہ پر اپنے جان نہ تھا بلکہ جاندار تھا چنانچہ وہ چھڑے کی طرح نواز لگاتا تھا یہ لوگ جب بیچ بیچ کر اس کی پستلی کرنے لگے۔ انہوں نے یہ نہ سوا کہ وہ چھڑا نہ جان سے کھٹک کر آئے صرف بے معنی قرار دیا اور جہاد نہ تھا کہ اور سوال تو یہ ہے کہ اور جہاد تو ہے وہ بیحد ہے وہ بعض جہاد سے اس وقت میں سے تہ لوگوں نے ہر طرح سے اسے ۱۰۰ بڑا کیا کہ یہ وہ لوگوں کے سامنے سجدہ میں گر جاتے جب خاصوش نہ تھا اس کا طواف کرنے لگتے اس کے آگے چاہتے گوتے گھٹتے تھے اپنے گوتے تھے وہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے نہ خاتم یعنی خاص و کافر تھے پھر جب انہیں اپنے گہرے سخت شرمندگی ہوئی اور وہ سمجھے کہ ہم تو گمراہ ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام کی وہ انہی سے پہلے کہ ان میں بعض لوگ شرمندہ ہونے لگے موسیٰ علیہ السلام کی وہ انہی کے ہند کہ سبھی تو یہ کہ گئے تو بولے کہ اگر رُوب تعالیٰ ہم پر رحمت کرے ہم کو نہ بخشے تو ہم باطل تہا ہو جائیں گے کہ ہماری دینا بھی بڑا ہوا ہلو سے کی اور آخرت بھی۔ فرمنا کہ وہ وہیں الفاظ تو یہ کرنے لگے۔ خیال رہے کہ موسیٰ جبریل یعنی سامری بڑا لاکھ بھی تھا اور نبی اسرائیل میں مانتا ہو گیا۔ اس نے سب اسرائیلیوں سے کہا کہ اپنا فرعونی زیور میرے حوالہ کرو انہوں نے حوالہ کر دیا اس نے چھڑا لیا اس کے منہ میں وہ مثل ذلیل جو حضرت جبریل کی کھوڑی کی ٹاپ سے مس ہوئی تھی اس سے سونے کا چھڑا اصل چھڑا میں کیا نہ وہ وہ کر آوا کرتے لگتا سامری بولا کہ خدا یہ ہے اس کی پستلی کرو سب اس کی پستلی میں گرفتار ہو گئے۔ اسے سجدہ کرنے لگے اس نے آگے چلنے کو نہ لگانے جانے فرم کر کے لگے اس کا چور لواتھ ہم پہلے بارہ کی تفسیر میں عرض کرتے ہیں۔

فانکہ۔ جن آیات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ حاصل ہونے پہلا قانکہ حضور ﷺ کے صحابہ جب موسیٰ علیہ السلام سے صحاب سے نہیں افضل ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام صرف پانچ دن ان سے عقاب رہے تو یہ سارے ہی رت پرست ہونے کے عرصہ صحاب رسول اللہ ﷺ میں حضور انور سے پدارت بخودیں پر چوسے قائم رہے۔ دیکھو صحابہ میں حبشہ کے اصحاب یوں ہی اور شرفاء مومنین جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے تھے یہ قانکہ **واتخذ قوم موسیٰ** سے حاصل ہوا تھا قوم موسیٰ میں خود۔ ۳۰ صحابہ قانکہ وہ دیکھا کہ انہوں نے دیکھا کہ اس سے راضی ہو سب جرم ہے۔ یہ قانکہ قوم موسیٰ فرمانے سے حاصل ہوا ہے کہ چھڑا صرف سامری نے بنایا تھا عرب نے سامری قوم کو بنانے دیا بنایا کہ کلمہ کو لوگ یاد رکھتے تھے اس سے راضی یہ ہی حال

نیکوں کا ہے کہ تیشی کرنا کہ انہوں سے راضی ہو ناسب تھی ہے۔ تیسرا فائدہ کوئی شخص کو اور رسول ہونے سمیت یا نبی ہونے نیز اپنے ظہور عمل پر بلائی ہو کہ رسول کی صحبت اختیار کرے کہ یہی صحبت انہوں کی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ بھی قوم موسیٰ فریساہ سے حاصل ہوا کہ بنی اسرائیل حضرت یسوع علیہ السلام کی ولادت سے اکثر بنی اسرائیل میں آئے موسیٰ علیہ السلام کے برسوں کے ساتھی تھے انہوں نے فرعون کو ڈوبے خود جلوا کر دیں کہ سجدے میں کرتے دیکھا اور بت سے بھڑکے دیکھے مگر سامری کی چند روزہ صحبت نے انہیں رہا کر دیا مگر انہوں اس سے ہمت چکڑیں۔ چوتھا فائدہ یہ کہ انہوں کے تہذیب و تمدن کی حالت دیکھ کر انہوں نے اپنی زندگی پر رکت سے حقیقت بدل جاتی ہے۔ دیکھو حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی چلپ کی خاک نے سونے کے چمڑے کو بچ بچ کا چمڑا بنا دیا یعنی سونے کو گوشت بڑی کھل پیل میں تبدیل کر دیا اور اس میں روح ازل دی یہ فائدہ عجلا جھلسا سے حاصل ہوا انہارے حضور کلام اسیر اعظم ہے انسان کی کلیا پختہ ہوتا ہے۔

چونکہ ان است نام اور پتہ ہا ہا! گرائی تر ہو از ہرچ ہا ہا
 پانچواں فائدہ کہ ہر مہربانی کمالی مگر مسلمان کے قبضہ میں آجولے تو مسلمان اس کے مالک ہو جائیں گے۔ یہ فائدہ من جلیہم سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب نے فرعون کے ذہنوں کا مالک بنی اسرائیل کو قرار دیا۔ چھٹا فائدہ اس مٹی کی برکت سے سونا بنتا ہے۔ چھٹا فائدہ کہ انہوں اور اس میں زندگی پیدا ہوئی یہ فائدہ جھلسا اور نہ خود لو سے حاصل ہوا کہ خود لو کا تے کی آواز کو کہتے ہیں نہ کہ کلمہ غیرہ تو نیز کلمہ حاصل چھڑے کو کہتے ہیں نہ کہ چھڑے کے ہمسر کو۔ ساتواں فائدہ یہ جو منہ نعلی صوفیوں اور انہوں نے غیرہ میں ریاکاری کا پتہ بنا دیا جو عمل کرنا ہر کسی کی شکل بتاتا ہے کہ یہ انہیں بت پرست اسرائیلیوں کی نقل ہے وہ لوگ چھڑے کے آگے گاتے پاتے تھے۔ مسلمان کو سکون و اطمینان پہنچانے حضرت صاحب کرام حضور انور کی بارگاہ میں ایسے لوگ بہ سکون سے بیٹھتے تھے مکان علی دو سہم الطیر گویا ان کے سروں پر چڑیاں ہیں جیسا کہ اعلیٰ شریف میں ہے حضور انور کی مجلس شریف میں سکون و وقار محبوب و احترام تھا۔ تیسرا روح ابلیس (اس جگہ روح ابلیس نے بعد از قس تو قلی وغیرہ پرست گھنگلی کی ہے مگر ان کی یہ گھنگلی نعلی و نعلی و قس کو رو بہ کے متعلق ہے بعض دل و اسے صوفیوں کو قالی الرسول کے درجہ میں ہیں جن کو وہ غیر امتیازی ہے۔ ان کا حکم یہ کہ ہے رب تعالیٰ ایسے دل و انہوں کے متعلق فرماتا ہے **وَأَسْمِعُوا مَا نَزَّلَ الْإِسْرَافِيلُ تَرَىٰ عَيْنُهُمْ تَغْفِيضُ مِنَ الصَّعِقِ** اور فرماتا ہے **تَقْشَعْرُ مِنْهُ جَلُودَ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ** ان بزرگوں کے لئے قوال ایسی ہے جیسے مریض کے لئے دوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قوال اور فرود و دل کی دوا ہے جیسے دور و نصیب ہو وہ یہ دوا اپنے سہاروں پہ ہمہ اس کی عمل بحث جان الحق حصہ اول میں کی ہے۔ آٹھواں فائدہ کلام ہی رب تعالیٰ کی صفت ہے اس کا نثار کلمہ ہے یہ فائدہ لایک کلمہم سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے چھڑے کی گویا کی نعلی فبائی اس کے کلام نہ کرنے سے اگر رب تعالیٰ بھی کلام نہ فرماتا تو وہ بھی اللہ نہ ہو کہ نوال فائدہ کلمہ پہنچانا اپنے کو مجرم کلمہ رب تعالیٰ سے متعلق کی درخواست کرنا انہارے اسلام میں تو یہ ہے کہ گزشتہ دنوں میں صرف یہ کلمہ تو یہ ہے۔ یہ فائدہ **وَالْحَمْدُ سَلَطَ قَالُوا لَنْ نَسْبِرَ حَمْسًا** سے حاصل ہوا دیکھو طاری۔ اسرائیلیوں نے یہ سب کچھ کیا مگر تو یہ کہ لئے انہیں اپنے نعل کے لئے پیش کرنا ہوا۔

سپلا اعتراض: یہ زور فرعونوں کا تھا نہ کہ اسرائیلیوں کا اسرائیلی قوموں سے عاریہ ہو گیا کرتا ہے۔ بجز حلیہ ہم
 کیوں اور شکر ہو۔ جو اس پر: مسخرین نے اس اعتراض کے مست جواب دیئے ہیں قوی طور آسان جواب ہے کہ اگرچہ یہ زور ہی
 اسرائیل کے لیے وقت و جہاز سے تھے مگر فرعونوں کی طاقت کے بعد اسرائیلیوں کی ملک میں گئے یہ تاکہ قرنی کفار کے مل کمال
 ہو تاکہ قرآن کریم ان تمام چیزوں کے متعلق فرماتا ہے **و اور وثعنا قوماً اخرین**۔ یہ جواب تفسیر کبیرہ نے دیا۔ دوسرا
 اعتراض بنی اسرائیل نے شکی کا جو ثابت کیا کہ زور فرعونوں کا ہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنا اہل و عیال اور کھو کر سے لے کر معامل
 ہے۔ جو اس پر: اس اعتراض کا جواب تفسیر روح المعانی نے دیا ہے کہ یہ جو سونے تھا بلکہ یہ تھا شکی سے مراد تھی خوشی طون
 نور افقی خوشی فرق فرعون کی سلسلہ اسرائیلیوں کی تھی زور مانگنے میں بہت عظیمیں تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ فرعون
 لوگ اپنے زور و مصلیٰ کرنے کے لئے اسرائیلیوں کا بیچہ کریں۔ مگر حکومت پر انہیں پائیں اور اس زور سے ہلاک کے جائیداد نہ
 ممکن تھا کہ فرعونوں کا بیچہ نہ کرنا۔ اس رات اسرائیلی فرعونوں کے ہاں نہ مت کے لئے نہ جاتیں بلکہ مصر سے روگرد ہو
 جاتیں فرعونوں کو رات بھر اٹھیلنا رہے کہ وہ اپنی شکی میں مصروف ہیں یہ سب کچھ حکم رب تعالیٰ سے کیا گیا۔ تیسرا
 اعتراض: اسرائیلی زور فرعونوں سے مانگ کر لائے تھے اور عاریت لائے ہوتی تھے جس کا یہ مانگتے وہاں مانگ نہیں
 ہو حضور انور نے ہجرت میں حضرت علیؑ کو ساتھ نہ لیا ان سے فرمایا کہ ان خوشخوار کفار کی مانگتیں میرے پاس ہیں تم وہ لوگ کہنے
 آہو اور لذت قرض تو خرابی کا لہجہ ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام نے یہ زور اسرائیلیوں کے پاس کیوں نہ دیا۔ جو اس
 پر نہ تھے فرعون نے اس سے ڈب کر ہلاک ہو گئے تھے کہ ان کے بچے جو عرض تک ختم کر دینے گئے تھے وہی یہاں لائے نہ رہا بلکہ
 کفار کا تھوڑا کہ بل ہو گیا ایسے حشو کہ بل کے مسلمان مانگ ہو جاتے ہیں حضور انور زور و مصلیٰ بنی قریظہ لوری تفسیر کے بلوں
 کے مانگ ہوئے کفار کہ زور سے قرض ان کی مانگتیں لائی گئی۔ کافر حلیٰ کمال نیست اور جزا چھینا اور جو زور انہیں حشو کہ
 بل مسلمان کو ملتا ہے۔ چوتھا اعتراض: یہ جہاز صرف سامری نے بنایا تھا مگر رب نے فرمایا **اتخذ قوم موسیٰ** مدی
 قوم نے نہ بنایا تھا مگر یہ فرماں کیونکر درست ہو گا۔ جو اس پر: اس اعتراض کے چند جواب ہیں (۱) ایک شخص کا نام مدی قوم ملی
 طرف نسبت لیا جاسکتا ہے جیسے کوئی ایک چمکن ایک کام کرنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ چمکن یہ کرتے ہیں (۲) یہاں بنانے سے مراد
 ڈھانکا کرنا نہیں بلکہ اسے صبور بنانا کی پرستش کرنا ہے سب نے کیا اور اسی بنایا تھا صرف سامری نے مگر بنایا تھا سب نے
 چنانچہ سب نے اپنے بچے لایے اور اس کے حوالہ کیا بنانے میں اس کی مدد کی اس کے اس حکم سے راضی ہوئے لہذا سب کو بنانے
 والا قرار دیا گیا۔ چوتھا اعتراض: یہ جہاز چاہے جہاز تھانہ اس میں زندگی پیدا ہوئی تھی بلکہ جہاز کا جسم چاہیے آج کل
 بعد تو ہے۔ جہاز متعلق کی پوری گاہ کا جسم ہا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اس کی تاک میں سامری نے اپنے سوراخ کئے تھے
 کہ اس میں ہو اور اہل ہر نر تعلق ہوا اس سے پہلے ہی تو اور تعلق تھی۔ نوٹ: یہ اعتراض معتزلہ کا ہے جو عموماً جہازت و کرات
 کے منکر ہیں لیکن بائبل میں ہی کہ سوسمتی ہیں (۱) تفسیر کبیرہ (۲) تفسیر میں بلکہ تفسیر ہے قرآن کریم
 نے اسے جلی سنی جہاز فرمایا جہاز کا جسم جہاز نہیں کھاتا۔ نیز اسے جسے فرمایا جہاز کا جسم جہاز کا جسم نہیں کھاتا۔ نیز
 پہلی کی توڑ کو خور نہیں کہا جاتا۔ خور خاص گائے کی توڑ کو کہتے ہیں نیز سورہ ط میں ہے کہ سامری نے موسیٰ علیہ السلام سے

عرض کیا قبضت قبضتہ من اثر الرسول فنبتہا میں نے حضرت جبریل کے آثار قدم پر سے ایک مٹی مٹی لے لی تھی وہ میں نے اس بچڑے کے منہ میں ڈال دی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سدا کر جس میں مٹی بھر مٹی کاغذ کہ ناک کے سوراخوں تک پانچواں اعتراض: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مٹی بھر ناک جڑے ہی ہوا گوشت پوست پڑیاں زگیں وغیرہ سب کچھ بن جانے بچڑے میں یہ سب چیزیں ہوئی ہیں۔ جو اسبند: یہ تو بیٹیاں قرآن سے بھی نکلتی ہیں اور مٹی اناکل سے بھی۔ حضرت عزیر کہہ مائل ہو چکا مگر آپ کے سامنے وہ پورا اگو حجاب حضرت امراہم کے پر بند۔ آپ کے ہاتھ پر اصل چیزیاں بہنے حضرت مریم کے سامنے مجوز فلک خدا آپ کا ہاتھ نکلنے سے سبز بھور بنا اور فروراس نے بھل دیئے آج سر کراہیں جوں اور چاہائی قابل عقل بن جائیں۔ حضرت اسکا مٹی بکھر نہ دینا ہے یہ تو کھداتے تھے حاصل چڑیا بن جاتی تھی یہ سارے واقعات قرآن مجید میں سراج مذکور ہیں نہ عقلی ہر طرح قادر ہے۔ چھٹا اعتراض: قبور اولیاء انبیاء بھی نہ کسی سے کام کریں نہ کسی کو ہا ہتہ میں وہ بھی سامنی۔ بچڑے کی طرح ہیں تم ان پر کیوں سر جھکاؤ ہے۔ جو اسبند میں کہ وہ اب ہیں ایک لڑائی دو سرا تحقیق: جواب لڑائی تو یہ ہے کہ قرآن مجید کعبہ علمہ مصفاہ ہوا پڑا آپ ذمہ منجہ خود خدا تعالیٰ نہ ہم سے کام کرتا ہے نہ رورواست ہا یہ بتانا ہے تمہاری تعلیم کیوں کرتے ہو۔ جو اسبند: تحقیق یہ ہے کہ کھنگھ بچڑے کو خدا ہیہود ماننے والوں سے ہے فقیر دو سری چیز ہے۔ خیال رہے کہ وہ تعالیٰ رسولوں فرشتوں کے ذریعہ ہم سے کام کرتا ہے جیسے ہاشد کا پانچ ایسوں کے ذریعہ ہم سے کام کرتا ہے۔

ساقوا ل اعتراض: ساری قوم نے بچڑا بن لیا لایا اکثرے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سواہ جبکہ باروں کے سامنے ہی پہلے جو اسبند میں یہ قول ہیں صحیح قول یہ ہے کہ اکثرے چہ جاتھا توڑے لوگ اس سے کھنڈ رہے تھے۔ وہ فرمایا ہے **ومن قوم موسیٰ استمہدون بالحق ویمعدلون** جس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں قوم موسیٰ کی ایک جماعت تھی یہی تفسیر کیرا نیز توبہ کے لئے بھاریوں کو غیر بھاریوں کے ہاتھوں نکل کر لایا گیا کہ سب نے پرستش کر لی ہوتی تھی کہ یہ کہہ تے تھے انھوں ل اعتراض: **فسرین سقطوا یدہم** کے معنی کرتے ہیں وہ لوگ شرمندہ ہونے اس لئے معنی تویہ ہیں کہ کر لایا گیا ان کے ہاتھوں میں اس کو شرمندگی سے نیا تعلق۔ جو اسبند: قرآن مجید نے یہاں عرب کا ایک خاص مخلورہ استعمال فرمایا ہے وہ لوگ نہ ہستہ شرمندگی کے لئے یہی مہارت استعمال کرتے ہیں اس میں **فویمعدن علی** یعنی جب ان کے سروں کے ہاتھوں ہر گز نے کہ شرمندہ تویہ ہا ہا سر جھکا کر اپنے ہاتھوں پر دکھ لیتا ہے یا یہ لفظ سقط سے نہیں بلکہ سقط فیرو سے ہے۔ ویلہ ہادی تفسیر ہوم نے لکھی کہ ہر ماہ عرب کا مخلورہ استعمال ہوا ہے۔ نوا ل اعتراض: میں آیت کریمہ میں بچڑے کی الوہیت کی نفی کی وہ دلیل لڑشہ ہوئی اس کا کوئی سے کام نہ کرنا اور کسی کو ہا یہ نہ نہ نہ غلط تعالیٰ لوگوں سے کام نہیں کرتا نہ اسبند: یہ بتانا ہے ہم نے اس کا کام بھی نہیں سنا چاہئے کہ وہ اللہ نہ ہو۔ جو اسبند: رب تعالیٰ بواسطہ فرشتہ نہیں سے اور بواسطہ نبی ہم سب سے کام بھی فرماتا ہے اور ہدایت بھی دیتا ہے۔ بچڑے میں یہ کئی کئی اس آیت کی تفسیر دے آتے ہے کہ **دموا الحق والذین ینمونن دونہ لایستحبون لہم** اگر رب ہم سے کام نہ فرمائے ہم کو ہدایت نہ دے تو ہم سب گمراہ ہو جاویں حضرات انبیاء کریم اللہ تعالیٰ کی ہستی میں کی الوہیت کی دلیل ہیں رب ہوا ہے جسے حضرت انبیاء کریم

رب کہیں۔ دو سوال اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ چھڑا کلام بدایت نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ نہیں تو حضرت انبیاء کرام ہم سے کلام بھی کرتے ہیں ہم کو بدایت بھی دیتے ہیں تو چاہئے کہ وہ حضرات کہ ہوں۔ تو سب؟ یہ کہہ کر کاغذیہ ہے کہ چھڑا تو تم سے بھی بدتر ہے کہ تم ایک دوسرے سے گنکھو بھی کرتے رہتے ہو اور ایک دوسرے کو راست بھی بتاتے رہتے ہو۔ جنوں میں تو یہ بھی قوتِ دلالت نہیں وہ بت تو تمہیں سنیں کہ وہ ان سے بھی گمراہ ہیں پھر تمہارے مہر دیکھتے ہیں گئے یہ مطلب نہیں کہ جو کلام کہہ کر اللہ کھلے وہ خدا ہو جائے۔

تفسیر صوفیانہ یہ چھڑا اور جڑوں کا مجموعہ تھا فرعونی سوچ اور حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے ٹاپ کی خاک۔ یہ خاک بڑی ہی حیرت انگیز تھی اس خاک کو سامی منافق نے استعمال کیا کہ یہ چھڑے کے منہ میں ڈالیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خاک نے اپنا ذکر کیا کہ سونے کو کوشہ پوست و فیروزہ بنا دیا اور اس میں زندگی پیدا کر دی مگر اس کی زندگی سے نئی اسرائیل کے دل مومے ہو گئے یعنی چھڑے کی زندگی لوگوں کی موت کا باعث بنی کہ نہ سونا فرعون کا صحت یافذ تھا اور اس خاک کا استعمال کرنے والا کلام منافق تھا اس لئے اس سے لوگوں کو بدایت نہیں ملتی مگر بنی۔ اگر یہ ہی خاک شریف موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر استعمال کرتے تو وہ سب اس کی برکت سے مارے بلند بن جاتے جس سے پتہ لگا کہ قرآن بعد بیٹ نمود حیرت انگیز میں مگر ان کے ذریعہ ظہور میں ملے گی اور شریں ہیں ایک یہ کہ معظم عالم دین ہو عالم بے دین نہ ہو دوسرے یہ کہ حلاہ بہ علم کی قدرت خراب نہ ہو اگر ان دونوں شرطوں میں ایک میں فرق ہو تو وہ پر حمانے کا قرآن مگر کھلے گا بے دینی اس کے وہ خدا نصیحت سے لوگ دین سے ہٹ جائے ہو جائیں گے لہذا چاہئے کہ ظہور عالم دین سے سکھو اس چھڑے کی آواز سے لوگوں کی محفل باری ملی کہ کھٹا ہے یعنی تو لاسن کر اسے خدا لیا بیٹھے انہوں نے یہ غور نہ کیا اگر ہر آواز دینے والی چیز خدا ہو چلوے تو ہر پاسی اور ہر جگہ خدا ہو چلوے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے پر ان کی آنکھیں کھلیں اور لوانہم قد ضلوا بری اور اچھی سمجھتیوں کا اثر حیدر اہت بلکہ جانت و بدعات پر بھی پڑا ہے۔ صوفیہ فریاد ہے کہ سامی کے چھڑے اور حضرت صلح علیہ السلام کی اونٹنی میں بڑا فرق ہے اگرچہ وہ اونٹنی بھی نبی کا چھڑا تھی اور یہ چھڑا بھی حضرت جبریل کی کراہت مگر وہ اونٹنی حضرت صلح علیہ السلام کی تہمت ان کی تہمت کے لئے تھی۔ مگر یہ چھڑا نبی کے مقابلہ میں بظاہر کیا تھا اس لئے چھڑا کی تعظیم کفر ہوئی اور اونٹنی کی تعظیم ایمان۔ لہذا کافر و مزم نام پائے۔ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں مگر مزم کی نسبت نبی سے ہے لہذا کی نسبت جنوں سے ایسے ہی جو علم قرآن بعد بیٹ کے ذریعہ حضور کی اہانت کہہ کر سامی کا چھڑا ہے جو حضور کی تہمت کرے۔ وہ اونٹنی صلح علیہ السلام کی ہے۔ مسقط علیہ ایڈیہم کے معنی یہ ہیں کہ ذلی گنی بدایت تہمت ان کے ہاتھوں میں یعنی اور رب نے بدایت بخشی۔ چونکہ چھڑا یہ اور خدا کے مقبول الفاظِ عربی نہیں ہیں، اور فرشتہ، خدا کی مخلوق ہیں اس لئے اسے سزا قریبائینی کرنا پڑے کہ اچانک یہ بدایت آئی تھی آہنگی سے نہیں۔ اس لئے نزول نہ کہہ کر لے یا پکڑنا لکھا تھا۔ سو سب اس لئے قس ایڈیہم قریبائینی جب انہیں رب کی طرف سے بدایت دی گئی اور منافق نے اللہ کے الفاظ اللہ کے لئے قول میں وہ شرمندہ ہوئے اور زبان سے انہوں نے یہ الفاظ کہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي

اور جب لوٹ کر اپنے قوم کی طرف آیا تو اس کے ساتھ غصہ اور غم تھا۔ اس نے کہا: "بہتر نہیں تھا کہ میں تم کو چھوڑ کر لوٹتا۔"

هِن بَعْدِي أَيُّ عَجَلَنَّةٍ أَمَرَ تِكْمًا وَالْفِي الْأَوَّاحِ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ

میرے بعد میری قوم کی طرف سے جو عجلت اور ہراسہ ہے۔ اور وہاں وہاں تنہا رہنے والے اور بے گناہ لوگوں کو اور اپنے بھائی کے سر کے بال

يَجْرُهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعَفُونِي وَكَادُوا يُبْقِتُونَنِي

اپنے بھائی کے بال چھیننے کے لئے میری طرف اپنا سر تکیا کرتے تھے۔ میری قوم نے مجھ کو کمزور سمجھا اور میرے لئے

فَلَا شَيْئَ بِي الْأَعْدَاءِ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۗ قَالَ رَبِّ

میرے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ دشمنوں کے لئے اور نہ ان کے ساتھ جو ظالموں کے ساتھ ہیں۔ کہا: "میرے رب! میرے

اغْفِرْ لِي وَإِلَىٰ رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٥٠﴾

کو بخش اور میرے بھائی کو اور داخل کر کے میری رحمت میں اور تو ہی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" اور وہاں وہاں

تعلق: ابن آیت فاجعلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں فی اسرائیل کہ چھوڑا تم سے اور وہاں
اب اس مدحی علیٰ اسے یاں فی تمہ ہادی۔ تو باوجود کہ ذکر کے بعد اس کی سزا کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت
میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نرمی اور اہل ان کی نرمی طبیعت سے فی اسرائیل۔ تیسرا تعلق: ہارون علیہ السلام
ان کے ساتھ ہے۔ چھٹا تعلق: یہ آیت یالیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت گیری آپ کی نسبت خدا کا ذکر ہے کہ
آپ کے تکیف آتے ہی سادہ شرف نہ ہو وہی سیدھے ہو گئے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ آیت میں حضرت موسیٰ علیہ
السلام نے طعن کیا ہے کہ ہارون نے میرے بھائی کو اسرائیل کی قوم کے پیچھے رہ گیا ہے اور اب وہاں علیہ السلام کے پاس
تس اور وہی قوم میں رہنے کے مشاغل ہمارے تو کیا ہمارے ہم لفظ کے ہارون کے ہارون کے آتے کے واقعات ہارون و ہارون
تس کے لئے تھے امتثال حق و حق میں نہیں ہوتے امتثال زیادہ غصہ میں۔

تفسیر: ولما رجع موسیٰ الی قومہ۔ یہ یا نہ ملے ہارون اور وہاں آتے آتے سے مراد ہے تو اس شرط سے کہ وہاں

آپ قوم سے مراد ساری وہ قوم ہے جو آپ کے پیچھے لائیں جس وہ مکی قحی ان میں حضرت اہل ان علیہ السلام بھی تھے ان میں بہاری بھی تھے اور اس سے مخلوق رہے وہاں حضرت اکی۔ لہذا قوم سے مراد ساری نبی اسرائیل ہیں چونکہ آپ اس وقت سے وہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ نہ گئے اس لئے **والی وطنہ الی بیتہ** فرمایا نیز انکا حضور مکی قوم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے قوم کی کا ذکر **الخصیبا لیسفا** یہ دونوں راجع کے کامل موسیٰ سے ملتا ہیں **والخصیبا موسیٰ کا** مل ہے اور **یسفا** عقبین کا مل۔ **خصیبا** بنا ہے غضب سے **یسفا** بنا ہے اسف سے اسی سے **یسف** حضرت عاتکہ صدیقہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا **فان ابا بکر وجن لیسف** اس میں لکھتا ہے کہ غضب اور اسف میں کیا فرق ہے اس کے متعلق یہ قول ہے۔ (۱) غضب ہر فسر کو کہتے ہیں مگر اسف سخت فسر کو کہتا ہے **الخصیبا** ہے **تسبیل** کا غضب اور اسف دونوں بالکل ہم معنی ہیں لہذا **یسفا** کا یہ ہے **خصیبا** کی (۲) غضب۔ معنی فسر ہے اور اسف۔ معنی غم خیال رہے کہ غضب سے غم ہو گیا اور بھی غم سے غضب یعنی اپنی قوم پر آپ کو فسر بھی تھا اور ان کی حرکت سے غم بھی (۳) ہاں حضرت کے عمل پر غضب ہو گیا ہے اور اپنے سے اعلیٰ کے عمل پر اسف یعنی رنگ و غم موسیٰ علیہ السلام کو نبی اسرائیل کی حرکت پر فسر ہو اور اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ پر غم ہو (۴) معانی کیر۔ **عازان وغیرہ** (۵) **عجزا** یعنی ہنر و علموں پر آپ کو فسر آیا اور موسیٰ کی سختی سے آپ کو غم ہو گیا اس کے برعکس۔ لہذا **تسبیل** نے اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کے تین حکمت بیان فرمادیں۔ دل کامل **خصیبا** اسف۔ **زیان** شریف کامل **قال** **بئسما خلفتمونی** یا تھہ شریف کامل **والقی الا لواح** یہ کہ دل بادشاہت باقی اعضاء رہا اور دل میں محبت ہو تو ذہن سے اتفاق آنکھوں سے نظروں طرح کی تلقین ہے اس لئے پہلے دل کامل بیان اور پھر زبان و ہاتھ کہنا چاہئے اور شاہت **قال** **بئسما خلفتمونی من بعدی** اس فریاد میں دو اشک ہیں ایک یہ کہ اس میں غضب گھڑے کے بہاریوں سے ہے اس صورت میں ماہ۔ مولا ہے اس سے مراد ان کی پرستش ہے معنی یہ ہیں کہ یہ ہیں وہ کام اور تم نے میرے پیچھے میری غیر موجودگی میں گئے **خلفتمونی** تم نے میرے پیچھے گئے **من بعدی** میری غیر موجودگی میں۔ یا یہ غضب ہے حضرت اہل ان اور ان کے ساتھی موسیٰ سے جو اس پرستش سے محفوظ رہے **تھا** **صدور** ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم نے میری غیر موجودگی میں میری نجات بری طرح کی کہ تخلیق نہ کی۔ بہت پرستشوں سے نرمی رہتی آپ نے غور پر جاتے وقت حضرت اہل ان سے کہا **قالا** **خیر ہر ونا خلفنی فی قومس** تفسیر کیر نے دو سری توجیہ کو ترجیح دی ہاں نے پہلی توجیہ کو (روح المعانی وغیرہ) یعنی اہل ان اور موسیٰ تم نے قوم کی فطرت بھی دیکھی تھی کہ فرعون سے نہبت پاتے ہی ایک قوم اور عجزا ہو گئے دیکھا تو یہ **اجعل لئالہا کمالہم الہتھا** موسیٰ اہل ان کے لئے بھی ایک معبود بنا دیا جیسے کہ ان کے لئے معبود ہیں اور میری تخلیق بھی دیکھی تھی کہ میں نے اس طرح انہیں سید عالم کا ہر تم نے انہیں پرستش کرنے کی (۱) عازان۔ نبی کی خلافت و جسم کی آواز ہے ہوقی اور ان کی موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر حضرت اہل ان وغیرہ کو فقی طیف کہا تھا آپ کے بعد وہ ان کی طیف ہی شیخ علیہ السلام ہوئے تھے یہاں وہ فقی خلافت کھڑے کرے جو چند روزہ تھی۔ **اجعلتکم لہر ویکم** اس میں غضب عجزا پرستشوں سے ہے اس میں الف انکاری بلکہ عکب کے سوال کا ہے اس عبارت کی ترکیب میں بہت لکھتے ہیں روح المعانی نے فرمایا کہ اصل عبارت یوں تھی **من اجعلتکم عجا لہر ویکم** یہ کہ قبیل کے بعد عن آپ کے معنی کیا

تھے اس چیز سے جلدی کی جس کا نام کو رب نے مہربانیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خطاب ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو طور سے وادی میں لے گیا تو سامری بولا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی تو تم کو کھڑا میں دکھانا ہوں اس کی ہدایت کرو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ میں **عجلتکم**، معنی تو مکتبم ہے یعنی کیا تم نے اپنے رب کا حکم سمجھ لیا ہے۔ خیال رہے کہ جلت اور سرعت دونوں کے معنی ہیں جلدی اور رفت سے پہلے کسی کام کو کرنا جلت ہے اور رفت میں بھرتی سے پہلے اپنا سرعت۔ اسی لئے اکثر جلت کی برفائی کی جاتی ہے اور سرعت کی تحریف ایک شاعر کہتا ہے کہ

تجلیل کار شیا میں بودا

مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی جلت، معنی سرعت آجاتا ہے کہ **عجلت الیک رب لترضی** میں تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ **عجلتکم**، معنی سبقتم ہے اسی لئے اس کے بعد عن نہیں آیا بعض نے فرمایا کہ **عجلتکم**، معنی **تروکتکم** ہے اور امر و ترکم سے مراد ہے ایسا نہ کہ تو ہی کا حکم یعنی کیا تم نے اپنے رب کا حکم بہت جلدی سمجھ لیا ہے کہ پائیس دان کے اندر تم لوگ مرتبہ پھرتے کے پکڑیوں بن گئے **والقی الاطوار** عبادت مطہر ہے **قال یشجعہ قوی** یہ معنی ہے۔ اس کا مائل ہو یا ضعیف ہے **القی** بنا ہے **القاعہ**، معنی ڈالنا پٹنا پھینکانا۔ اطوار جمع ہے لوج کی۔ معنی تختی اس سے تورت شریف کی تختیاں مروڑیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تختیاں تھیں جو ہاتھوں میں اٹھائی جاسکتی تھیں اگر ساتھ سزوات کا وزن ہو تو اسے پانچینے کی کامورت ہوتی ڈالنے میں دو اٹھل ہیں ایک ہے کہ آپ نے بھرتی سے رکھیں جو جس میں پانچینا معلوم ہو (لا روح الضعیف) پانچینا کسی قاعدہ کے حقیقی دور سے یہ کہ واقعی آپ نے ہاتھ سے کر لی اور میں مگر تو ہیں کے لئے نہیں بلکہ جوش غضب میں ہے القیاری طور پر یہ کام مروڑا وہ خودی میں اور غضب حمل اللہ کے لئے قیاساً سامری یہ غضب آیا کہ اس نے پھرتا ڈالنا کیوں ہے یا قوم پر کہ انہوں نے پانچیاں۔ یا ہارون علیہ السلام پر کہ انہوں نے لوگوں کو پر عقل سے منع کیوں نہیں کیا۔ تیرا احتیال زیادہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے موسیٰ علیہ السلام بہت ہی تیز مزاج تھے حتیٰ کہ سخت غصہ میں آپ کے سر کی ٹوپی اٹھ جاتی تھی (روح المعانی) خیال رہے کہ گرا سینے سے تورت کے ساتھ جسے اٹھائے گئے جن میں تفصیل **کل شی** تھی اور علم غیب قاصد ایک حصہ پائی رہا جس میں وعادہ صحت، طہل و حرام قضا غازن، مدارک، بیضوی۔ روح المعانی وغیرہ پر یہ بات خوب یاد رکھی جائے تورت آئی تھی تو اس میں علوم غیبیہ اور تفصیل **کل شی** بھی تھے مگر جو باقی رہی تو اس میں صرف اہم تھے۔ **واخذہا من اخیہ یجرع الیہ** عبادت مطہر ہے **القی الاطوار** جس میں موسیٰ علیہ السلام کے دو سر ہل کا ذکر ہے اس میں تورت سے مراد ہے سر کے پل پہنچا لیں **العیبہ** سے مراد ہیں حضرت ہارون علیہ السلام جو آپ کے بھائی تھے آپ سے تھیں سال عمر میں زیادہ تھے مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کا آپ سلطان تھے اور حضرت ہارون جو زیر میں صرف سر کے پل پکانے کا ذکر ہے مگر سروط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ہارون کے سر کے پل بھی پکڑے اور داڑھی بھی **قال ابن ام لاناخذہ بلیقہ و لا یواسی** خیال رہے کہ اس عمل میں بھی حضرت ہارون کی توہین مقصود نہیں بلکہ جس جوش اور جھجکاہٹ میں آپ نے تورت کی تختیوں ڈالیں اس جوش میں حضرت ہارون سے یہ سلوک کیا۔ یجرع ہمال تہ اخذتہ کے قائل ہے۔ یہ بنا ہے جو سے، معنی کھینچنا کھینچنا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے کہ

طور پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے دی تھی کہ چھڑا سازی سامری نے کی ہے مگر آپ نے حضرت ہارونؑ سے یہ سنی کی اس الزام میں کہ وہ ہارونؑ تھے انہیں ان حرکات سے روکائیں تھیں۔ روح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حجاب میں قوم کو ڈرانا مقصود تھا کہ وہ یہ عیال کچھ کر اپنے کفو سے تعلق نہ رکھیں مگر جب حضرت ہارونؑ پر یہ حجاب ہو رہا ہے تو پھر چاہئے کہ نہ وہ لوگوں کا کیا حال ہو گا یہ تو یہ بت ہی نہیں ہے حضرت ہارونؑ آپ کے اپنے بھائی تھے بھائی بھی بڑے اور نبی بھی انہوں پر حجاب اور سونے کے لئے جہت ہو تا ہے **قال ابن عباس** عبارت میں **قال** فاعلم حضرت ہارونؑ میں علیہ اسلو و اسلام ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں اس لئے اس کے معنی ہو سکتے ہیں کہ آپ حضرت موسیٰ سے عمریں بڑے ہیں اس لئے معنی ہو سکتے ہیں فرمایا ہے کہ تو پوزر ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سلطان اس لئے معنی ہو سکتے ہیں عرض کیا قرآن مجید میں یہ **قال** ایسا ہے جس میں تین اشکال ہیں ان سے پہلے آپ شیعہ ہے اور ام کے بعد حکم اصل میں یہاں **لنسی** قاعدہ کی قرابت میں ام حکم کے معنی ہے ایک قرا میں ام حکم کے معنی ہے حضرت ہارونؑ جناب موسیٰ کے حقیقی بھائی ہیں وہ کلام عرب میں ہے کلام پر ماہر بنت۔ یہ عربی لہجہ ہے بعض نے فرمایا کہ ان کلام میں ہے یا کہ یا رضایا یا رضت، یہ عربی ہیں حقیقی بھائی مگر صرف اس کلام لیا کہ وہ اس کے نام میں محبت کے جوڑ مارنے کی تاثیر ہے اس نام سے دل میں محبت و رافت ظہور جوڑ مارنے لگتا ہے خاصہ فتح ہو جاتا ہے اور دیکھتے ہیں بھائی کو اس جانا بلکہ میا جانا کہا جاتا ہے مجید رسول کلام محبت کا سرچشمہ ہے کسی مسلمان سے لڑائی میں کہ وہ اسے صرف رسول کے معنی دیکھو پھر کیا نظارہ ہو تا ہے کیونکہ میں کے عینت و درود ملا ہے حضور کے سینہ سے قرآن و ایمان ملا ہے بلکہ رب تعالیٰ کو مہربان کرنے کے لئے حضور کلام اکسیر ہے۔ اس نام کی تاثیر ہے ملانا نام مبارک میں دو نام ہیں جس سے دونوں ہو مندرجہ جاتے ہیں حضور تھوڑی کو ناطق سے اور تھوڑی میں بعض کو بعض سے ملاتے ہیں حضرت سینہ کے سلئے جب شیر غرا کر آیا تو آپ نے تیرے کہ **اللہم ولی رسول اللہ** (مکمل) صرف اس خطاب سے ہی موسیٰ علیہ السلام کا ہوش فتم ہو گیا **القوم استضعفونی**۔ یہ ہے **قال** اصل متولہ قوم سے مراد چھڑا کے کہ ہاری اسراہیلی ہیں نہ کہ موشین۔ چھڑا ہی بہت زیادہ تھے موشین بہت قوتوں کے استضعف کے معنی ہیں کسی کو کتور بھنا فواد اور واقع میں کتور ہونا نہ ہو حضرت ہارونؑ واقع میں بہت قوی تھے کہ اللہ کے نبی تھے مگر ظاہری اسباب عصمت و تقوا چھڑا موشوں کے پاس زیادہ تھا اس لئے انہوں نے حضرت ہارونؑ کو کتور محسوس کیا **وکانوا یقتلوننی** یہ عبارت مستطوف ہے **استضعفونی** اور کتور کھینچے لاجب بیان کر دی ہے یعنی میں نے انہیں بہت ہی سختی سے روکا تو وہ میرے دشمن بن گئے نہ کہ میرے قتل کے وہ پہلے ہو گئے **فلا تسمت بی الاعداد** **تسمت** باب شہادت سے جس کے معنی ہیں دشمن کی عصیت پر نوشی یا طعن۔ بعد اسے مراد چھڑا بہت اسراہیلی ہیں اگرچہ وہ لوگ حضرت ہارونؑ کے عیب و قرابت دہرے مگر کتور شرف کی وجہ سے آپ نے انہیں دشمن کہا یعنی اسے بھائی میرے ذریعہ دشمنوں کو نہ خوش کروا انہیں طعن دینے کا موقع نہ دیا انہیں بھڑے نہ چننا کہ وہ سمجھیں کہ حضرت ہارونؑ کے بھائی بھی ہوں پر بغاوت ہو گئے۔ بھائیوں میں چل گئی اس سے میری کاروں کی نظر میں اور بھی کم ہو جاتا **ولا تجعلنی مع القوم الظلمین** یہ عبارت مستطوف ہے **لا تسمت** یعنی اسے بھائی مجھے حجاب میں ظلم قوم کا ساتھی نہ بناؤ کہ ان کے ساتھ مجھ پر بھی حجاب کرے۔ خیال رہے کہ یہاں ہر ای صرف حجاب میں مراد ہے طعنے و افعال میں

ہر اس امر میں پایہ مطلب ہے کہ آپ مجھے غائبین میں سے نہ سمجھیں کہ میں نے تلخخ نہ کر کے اپنے پر علم کیا اور نہ بت پرستوں نے بت پرستی کر کے اپنے غلوں پر علم کیا۔ بھلاہذا اللہ یہ نہیں ہے (سوائے کبھی جعل، یعنی سمجھنا بھی آپ کو سبب فرماتا ہے) وجملاوا المملکت والذین ہم عباد الرحمن۔ اب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال اور حضرت ہارون کے احوال کا ذکر فرماتے گا کہ ہر وہ آپ نے ہی کا نام لیا کہ میں ام ابی اس امانہ کے نتیجے کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں غلام بنتے ہی حضرت موسیٰ کا حال بتل میں تبدیل ہو گیا ہے غضب کے رحمت کا اور باجوش مارنے لگا پانچو لرشہ اول۔ **قال رب الغفوری ولاغی۔** یہ موسیٰ علیہ السلام کا فرمان بلور ہوا ہے۔ آپ نے حضرت ہارون سے کوئی وعدہ نہ کیا بلکہ انہیں اپنی دعائیں شامل کر کے ان کو سبب بھی دے دیا اور ان کے زخمی دل پر مرہم بھی رکھ دیا اللہ کا نام زخمی دلوں کا مرہم ہے۔ اصل حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

لہ بہ یات باء مرغ عزرا انه کہ بہت مرہم زخم عد
فرنگہ اللہ نما کی دعا مرہم زخم بکھرتی ہے رب فرماتا ہے ان صلواتک مسکن لہم حضور کی دعائوں کو پیو
سکون ملتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس موقع پر نہ آپ سے کوئی کلمہ ہوا نہ حضرت ہارون سے حضرت انبیا کرام کا دعا حضرت فرماتا
است کو نصیب ہونے کے لئے ہوتا ہے نیز۔

عابدان از گنہ تو بہ گنہا عارکان از عبادت استغفار
نیز اس دعا سے تمام قوم کو بتا دیا کہ آپ اپنے بھائی پر ناراض نہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ نے یہ دعا بلند آواز سے مانگی، حضرت
ہارون نے بھی سن لی اور قوم نے بھی۔ جسے من کر حضرت ہارون کو قتل ہوئی دشمنوں کو باہمی بغض کا موقع پر رونقی آواز سے دعا کرتا
اچھا ہے۔ ماہ جلات میں آہستہ رب فرماتا ہے ادھوا لربکم تضرعا وخفیة۔ وادخلنا فی رحمتک۔ یہ
عبادت مطلوب ہے الغفوری پر اور یہ دو سری دعا ہے۔ رحمت سے مراد کوئی خاص رحمت ہے یا بلندی درجات یا خصوص
قرب ہے اور نہ ایمان عارفان نبوت کتاب الہی کی حلالہ تمام الہی کی عزت تو آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھیں۔ اس دعائیں اپنے
اور حضرت ہارون کے لئے ایک ہی ضمیر سے دعا کی گئی **ادخلنی وادخلنی فی رحمتک**۔ اس سے بے انتہا مہربانی ظاہر ہوتی ہے و انت
لوحم الرحمن۔ یہ دعا آہستہ ہے کہ دعا کو جو بھی پر ختم کیا تاکہ پتہ لگے کہ دعا کے بعد جو رحمت اللہ ہے یعنی اسے اول
رحمت سے بعد رحمت درگم کا نیکر ہیں۔ میں باپ بغض و دست اخلاص و اقرار رب رحمت ہوتے ہیں مگر تو قوم را بھلاوں سے
بدا کر رحمت والا ہے کہ سب کی رحمتیں محدود ہیں۔ تھی رحمت غیر محدود اسی لئے ہم تجھ سے یہ دعائیں کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر یہ کہ قوم کی چھوڑتی ہی کامل ہے من لیا اور موسیٰ علیہ السلام کامل ستو آپ طور سے اپنی قوم اسرائیلیوں
کی طرف غصہ میں برہے ہوئے سمجھتا ہے ہونے لڑنے کیونکہ اس واقعہ کی اطلاع انہیں طور پر ہی مل چکی تھی آپ نے کلام
کا فرمایا من قوم سے خطاب کیا فرمایا تم میرے پیچھے جو کام کے دو رحمت ہی رہے ہیں والے سو من اسرائیلیوں تم نے میرے
پیچھے میری بیعت بڑی بری طرح کی کہ میری طرح بت پرستوں کو تبلیغ نہیں کی۔ کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے جلد بازی
کی کہ میرے دلہن آئے اور تمہیں نیا یہ فرمایا اور سخت غصہ کی حالت میں تورت کی حقیقتیں اہل دین اور راجح اپنے بھلی

سے معلیٰ ہوئی۔ انہیں قصاص دانا نہ رب نے ان چیزوں کا حکم دیا صرف دنیا میں انہیں شریک کر لیا۔ ایسی حالت میں چھوٹے بڑے کافرین بھی اللہ جانے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام سے ہمیں تین سال بلا سے تھے مکہ کو اللہ ہی بخیر آکریا اور بعلیہ السلام نے اپنی بے قصور بوی یعنی رحمت کو سو کوڑے مارنے کی حکم کھلی جب حد رست ہونے تو رب نے فرمایا **وَخُذْ بِلِصَّةِكَ مِنْ فَنَاءِ غَاظِ رَبِّكَ بِمَا لَمْ يَحْتَسِبْ**۔ آپ انہیں جھاڑو مارو جسے توڑو۔ اس سختی پر عذاب نہ فرمایا۔ چھ سال کا عرصہ تھا کہ نام میں عجیب نام تھے اس نام سے دل میں محبت جوش مارتی ہے کیونکہ میں نے بچپن میں اپنے دادا دادا چاہا ہوا تھا ہے اس دادا کی یہ نام تھے۔ یہ قائد بنام فریاض سے حاصل ہوا۔ یہ کہ حضرت ہارون نے جناب موسیٰ کا قصور دیکھ کر اپنے لئے انہیں نام لکھی کی طرف نسبت کی تھی تو انہیں کہنا نہیں کہ نام لیا اس وجہ سے کہ میں کافر زیادہ ہے بلکہ رضائیں رب تعالیٰ کی رہنا ہے۔

حکایت: حضور غور کے زمانہ میں ایک شخص کی جان کی حکومت آئی تو اس کی زبان سے کلمہ طیبہ نہ نکل سکا تو لوگوں نے بارگاہ نبوت میں یہ باہر اصرار کیا۔ حضور انور شریف صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہی کلمہ پڑھانے کی کوشش کی مگر زبان سے کام نہ لیا حضور انور نے پوچھا کہ کیا یہ نماز روز میں سستی کرتا عرض کیا آیا کہ وہ من کا ہے ہی پانچ تھوڑا فرمایا کہ یہ اسپنڈ ہاپ کانا فریاض تو نہ تھا تو کوں نے کہا بلکہ بافریاض تھا۔ فرمایا اس کی ماں کو بلا ڈرو آئی ملاحظہ فرمایا کہ وہ کافی نور سے پوروسی تھی حضور انور نے فرمایا اپنے اس بیٹے کو معافی دے دو پوری میں معاف نہ کروں گی اس نے مجھے بہت ستایا ہے مجھے طمانچہ مارا کہ کانا فریاض فرمایا اچھا لکڑیاں اور آگ لادو ہم اسے جلاؤ گے اس پوروسی کے سامنے۔ کیونکہ تو اسے معاف نہیں کرتی پوری حضور میں نے معاف کیا میں نے معاف کیا میں نے اسے تو ماہیت میں دکھا دو مل دو چاہا اس لئے نہیں کہ یہ میرے سامنے آگ میں جلے بلکہ یہ کانا تھا کہ مرنے والے کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا مداح البیان کو دستہ صہلی جس کی رحمت اور ناز پر معمول ہی ہے اپنے بچہ کو آگ میں نہیں چلے دینی تو رب راہم الراحمین ہے امید ہے کہ ہم آنگاروں کو آگ میں نہیں جلائے گا معافی ہوئے گا۔ حدیث تیرا ہی کہتے ہیں۔

لطف خدا بیشتر از جرم ماست

دلا طبع مر از لطف ہے نہایت دوست

کہ مر سرحد و لطف ہے نہایت نو

(درد البیان)

ساتواں قاعدہ: جب عداوت ہوں تو رہن کا لہرو ہو تو تبلیغ نہ کرنا گوشہ نشینی اختیار کر لینا بھی جائز ہے یہ قاعدہ **وَكَاذِبًا يَقْتُلُونَ نَفْسًا** سے حاصل ہوا۔ یہ کہ ہارون علیہ السلام نے جب عداوت گزرتے دیکھے تو گھڑا پرستوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور آپ کے اس عمل پر اعتراض نہیں کیا۔ آٹھواں قاعدہ: بر عہد و بدعہ رب کی طرف سے کسی کسی کو مٹا ہے دیکھو قوم اسرائیل حضرت ہارون علیہ السلام سے نہ دینی لکھنے کے مقابلہ میں آئی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی مرعوب ہوئی کہ آپ نے ان کا کیا پوچھا اور انچھان کے سامنے جلاوا گھروہ خاموش دیکھتے رہے انہیں حکم دیا کہ اپنے کو قتل کے لئے پیش کرو تو سب ہی گردنیں پیش کر کے بیٹھ گئے جیسا کہ پہلے پارہ میں گزرتا ہے یہاں یہ حکم اعلیٰ ہے۔ صلواتے حضور بکر عہد موسیٰ کے دل میں لب تک ہے بلائے بے بلور نامہ پاک سن کر کلاپ جانتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضرین کے موقع پر پہلے سلام شریف میں

بڑے بیوں کے حواس کم ہو جاتے ہیں لہذا تعالیٰ حضور کا رب ہر مومن کے دل میں نور بھی زیادہ کرے۔ علماء کو چاہئے کہ بیشک حضور کی شانِ اہمیت کو غائب کریں تاکہ دلوں میں مثبت پیدائش اور اسی مثبت پر ایمان کی بنیاد قائم ہے۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عبودیت کا تجربہ بھی دیا تھا تو القیت علیہ کہ معتصمی اور رب کا بھی جو یہ سبیل مذکور ہے مگر یہ دونوں تجربتوں کی حیات شریف تک تھے حضور کے یہ دونوں تجربے لب تک ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ نواہل فائدہ اسلامی بادشاہ حکام سپر اسٹوڈنٹس کی ہر گز یاد رکھی کہ آدمی حضور نور کا ظلیف ہے ہر شخص خود کسے کہ میں نے حضور نور کی اجمعی مخالفت کی یا یہی مخالفت کی۔ خود بھی ٹیکہ بہا اور اپنے پیلی۔ یوں یا حقروں کی اصلاح بھی کی تو جہاں ظلیف ہے اگر ان باتوں سے ناغہ رہا تو یہ ظلیف یہ فائدہ ہنسنا مختلف مقنونی سے حاصل ہوا۔ و سوال فائدہ: نہ عالم بھی کئی ہاڑز ہے اور فاس بھی مکرمت یہ ہے کہ ابتدا اپنے سے کہ یہ فائدہ رب المغضوبی و لانی سے حاصل ہوا۔ حضرت ظلیل نے دعا کی رب المغضوبی و لانی و المؤمنین یوم یوم القیم و الحساب کیا۔ ہوا۔ فائدہ: نہ عالم کے تو لب میں سے یہ ہے کہ شرع بھی کہسے رب تعالیٰ کی حمد سے اور ختم بھی کہسے حمد پر وہ طرفہ حمد ہو گا۔ میں عرض دعا ہو۔ یہ فائدہ وید اور آخر میں گفتار حوالہ حمین فرماتے سے حاصل ہوا لہذا جو انہی کہسے جو فلسفہ مذہبی کے مطابق ہو۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے رب سے مغفرت مانگی تو رویت زامت سے اس کی حمد کی کہسے یہ دعا کی جلد سے تو انکار اہمیاں کہا جلد سے۔ ہوا۔ سوال فائدہ: مرتد کافر مومن کے دشمن ہیں اگرچہ دشمنی و قرابت والے ہی ہوں۔ یہ فائدہ فلا تمشمتی الاعداء سے حاصل ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے مجاہد سے اسرائیلیوں کو دشمن کہا ملا کہ وہ لوگ آپ کے ہم نسب تھے۔ تیر سوال فائدہ: جیسے مل باپ کو اپنی اولاد کی اسمانی تکلیف سے دکھ ہو تاکہ وہ آپ سے یوں ہی مئی کو اتنی کے گناہوں سے رشتہ روٹانی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ فائدہ اس آیت سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کوئی اسرائیلی کی مجاہد سے کچھ کہتے ہی صدر ہوا۔ فرمایا ہے عزیز علیہما عتتم جیسے روح کو جسم پر غصہ کی تکلیف کی خبر ہے یوں ہی حضور کو اتنی کے ہر دکھ و دور کی خبر ہے۔ انہی ۲ فرمودائی ۱۹۷۱ء میں امریکہ نے پانچویں روز پندرہ ستمبر میں تین آدمی ہیں چاند زمین سے دو لاکھ چھتیس ہزار میل سے مگر وہاں سے امریکہ والے ان کے دلوں کی محرک کی تو ان میں رہے ہیں ان کے لباس میں سورخ ہو گیا وہ سورخ تھے انہیں امریکہ سے دگایا اور دیکھا کہ تصادم کپڑے میں سورخ ہو گیا۔ آسکین ضلع اور سی ہے۔ یہ ہار اور سائنس کی طاقت تو مئی کے نور کی طاقت کیسی ہو گی۔

پہلا اعتراض: تو رحمت شریف کام ہی ہے اس کی بے لوثی کفر ہے اس کی تحقیق، پتلا اس کی سخت ہے اولیٰ ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے کیا کیوں کیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو پٹنا کفر ہے۔ جو اسب ذرآن مجید کو پٹنا کفر ہے جبکہ توہین کی فرض سے ہو وہاں یہ خیال بھی نہ تھا۔ آپ کا یہ فعل جوش غضب میں ہو جب کہ آپ بے خود ہو گئے تھے ایسی حالت میں شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ دو سرا اعتراض: حضرت ہارون علیہ السلام ہی ہیں اور نبی کی اولیٰ تو ہیں کفر ہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کی توہین کیوں کی نیزہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں بڑے بھائی کا احترام ضروری ہے۔ جو اسب اس کا جو لب و دی ہے جو انہی پہلے اعتراض کے تو لب میں عرض کیا گیا کہ ہوش میں جو نہ ہو وہ کیلئے کہسے نیز موسیٰ علیہ السلام رجب میں

حضرت ہارون سے بڑے ہیں کہ جناب ہارون صرف نبی ہیں مگر آپ نبی بھی ہیں رسول بھی صاحب کرباب بھی صاحب سچولت بھی کلیم لفظ بھی۔ نیز تائب سلف ہیں حضرت ہارون وزیر۔ آپ ہی کی مائے سے جناب ہارون نبی ہوئے ان دو جہ سے آپ بڑے ہیں اگر بڑا چھوٹے پر تختی کرے تو اس میں اس کی تعین نہیں ہوتی۔ تیسرا اعتراض ہاں واقعہ سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اصل واقعہ سے بے خبر تھے ورنہ آپ بھلا سامری کے بے قصہ و بھلائی پر غصہ کیوں کرتے معلوم ہے، اگر آپ کو علم نہ تھا نہ تھا جو اسیب دوزخ قرآن کریم فرماتا ہے کہ آپ نو سارے واقعہ کا علم کوہ طور ہی ہو چکا تھا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو توجہ سونی تھی کہ **اصطلموا المصاری** انیس سامری نے گمراہ کر دیا آپ کا حضرت ہارون سے یہ تو دو سروں کو، کھانے نہ کھانے، ڈرانے کے لئے تھا کہ جب بے قصور بھلائی پر آپ اس درجہ ناراض ہیں صرف تبلیغ میں کو تپنی کے احتمال سے چہ ہارون کیا میل ہو گا ہم تو اسے ہی عجز میں ہیں یا اس کو کہ جیسے تو سب کی تختیاں ناکاروا انتہائی خوش میں ہوا ایسے ہی یہ عمل بھی اسی وجہ سے ہوا کہ چوتھا اعتراض، تم نے تاکہ استیسا سے شکر و کافور سے مرید کاہپ سے لولہ کا کافی سے اسحقی کا قصاص نہیں لیا جا تا مگر حدیث شریفہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کے سامنے اپنے کو قصاص کے لئے پیش فرمایا کہ لاجھ سے اپنا دل لے لے دو حدیث سے اس قول اور قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔ جو اسیب حضور انور کا اپنے کو قصاص کے لئے پیش فرمایا انتہائی حیا کا مظاہر اور امت کی تعظیم کے لئے ہے وہاں بھی آپ پر قصاص لازم نہ تھا اور اپنے کو پیش فرمایا بطور تبرع قصاص لازم ہونا اور چیز ہے فیہ لازم چیز کو اختیار فرماتا کچھ اور۔ پانچواں اعتراض ہاں آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کی بکارتی ہوئی حالت دیکھ کر اپنی جان کا نظیو محسوس فرما کر غمگین اور گوشہ نشینی اختیار کی قوم کو شکر سے بے ہمتی کرنے والی مگر حضرت ذکر فرمادہ تھی طبعاً اسلام نے تبلیغ احکام کرتے ہوئے شہادت اختیار کرنی کہ اس زمانہ کا ہاں شاہد اپنی سوتلی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا تھا آپ نے اسے روکا اور شہید کر دیے گئے ان انبیاء کرام کے عملوں میں یہ فرق کیوں ہے۔ جو اسیب ہاں اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ حضرت ذکر فرمادہ تھی طبعاً اسلام نے عریضت پر عمل کیا اور حضرت ہارون نے رخصت پر وہ لوگ جاہز ہیں اور یہ سارے حضرت اللہ کے پیارے ہیں وہ سرے یہ کہ حضرت ذکر فرمادہ تھی طبعاً اسلام سے بدشگنہ اس نکاح کے ہوا انتہائی ناگفتگو آپ نے نہ دیا بلکہ اسے حرام ہی کلاور شہید کر دیے گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی زانی تبلیغ برابر کی رخصت پر حتی کی حمایت نہ کی بلکہ ان رخت پر ستوں سے جنگ نہیں کی کیونکہ جملہ کے اسباب تپ کیساں نہ تھے۔ لہذا ان دونوں بزرگوں کے عمل میں کوئی فرق نہیں۔ عریضت اور رخصت کا فرق ہمارے فہم میں میں ملاحظہ کر۔ چھٹا اعتراض یہ کہ اسباب قوم موسیٰ علیہ السلام کیساں بھی نہ تھے آپ بھی مذہبی قوم کے سامنے گواہ کیے تھے حتی پھر اپنے بت پرستی کیسے۔ کہ اگر نبی علیہ السلام حضرت ہارون نے کیوں نہ کیا۔ جو اسیب موسیٰ علیہ السلام ہارعب اور دو بے خاص حلیہ روایتی تھا آپ نبی بہت سے وہ لوگ مروع ہو گئے حتی کہ آپ نے چھڑان کے سامنے ذبح لیا سے ہلا کر راتھ بنا کر، ہاں ازلہ یاد میں مہلایا۔ سامری اور ساری قوم دیکھتی رہی کچھ نہ ہوئی بلکہ سب نے تپ کے فریاد پر اپنے کو قتل کے لئے پیش کر دیے حتی عریضت علیہم اھن علیہ السلام تو اسلام۔ ساتواں اعتراض ہاں کہ یہ دونوں حضرات ہم شکل حتی بجانب تھے کسی سے کوئی قصور سرزد نہ ہوا تھا و دعا منقرت کے کیا معنی کہ عرض کیا **سب مغفول و لا عی** معلوم ہوا ہے کہ حضرت ہارون سے بھی گمراہ ہو کر قوم نہ

ہمت پرستی سے نہ دو کلوڑ موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہ انہوں نے اپنے جسے معافی کو لیکر کیا اور توبہ کی تمغیاں لے لیں۔

نوٹ ضروری: ان کل بعض بہ دین عصمت انبیاء کے منکر ہیں۔ اعتراض انہیں کاتب و دو نوگ بڑی بہ تیزی سے یہ اعتراض کرتے ہیں۔ جو سب ماس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک لڑائی دو سوا تحقیق۔ جواب لڑائی تو یہ ہے کہ اگر خدا کر کے ہوا ہوتا تو ہم پر نماز کے آفریں سلام سے پہلے پڑھتے ہیں وہ بلفظ **لیرولوالدی** اور روزہ صیام کے وقت پڑھتے ہیں۔ **اللهم لک صمت و علی ذقک افطرت فلفظ لیرولوالدی صمت و ما اخرت حج کے** ہر رکعت کے ارکے وقت انتظار پڑھی جاتی ہے تو ہاتھ نہ نماز روزہ حج وغیرہ ساری مہلت گاہ ہو جائیں نیز حضور علیہ السلام سے خارج ہونے پر انتظار پڑھتے تھے بلکہ ہر مجلس میں سو سو بار انتظار پڑھتے تھے۔ جو 'پ تحقیق' ہے کہ۔

دلہاں از کلمہ تو بہ کثرا عارفان از اعانت استفلا!

حضرت انبیاء کرام کی عبادت مغفرت گناہوں کی بنا پر نہیں ہوتی اس کی اور صمد ہو میں ہوتی ہیں وہ نہ حق العباد کی معافی خواہ حق والے سے مانگی جاتی ہے صرف استغفار اللہ کہنے سے اس کی معافی نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب ہارون سے معافی مانگنا پڑی یا انہیں قصاص دیکھا نام ہو آخر وہ بلفظ **لیرولوالدی** نہ ہوا تو یہ جواب بھی طرح کچھ نہ ہوا۔ خاص یہ ہے کہ استغفار کی چند صورتیں ہوتی ہیں (1) اللہ کر کے معافی مانگنا (2) اللہ کر کے معافی مانگنا کہ اللہ اپنے نیک نبی ہاں اللہ کر کے معافی نہیں ہوتی (3) ایسے ہی عام حالت میں استغفار پڑھتے رہنا حتیٰ کہ صبح کو 70 بار استغفار پڑھنا کہ میں توفیق اور رزق میں برکت کا راز ہے (4) کسی کو عبادت سے خوش کرنے کے لئے عبادت منقبت کرنا یعنی دعا کے لئے راضی کرنا میں چاہی قسم کا استغفار ہے۔

تفسیر صوفیانہ: جب بندے کو اللہ تعالیٰ سے بہت قرب ہو جاتا ہے تو معاملہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ جرم کرتے ہیں رب اور خدا آتا ہے بندہ کو بندہ اپنے رب کی طرف سے بدلہ خود لیتا ہے۔ دیکھو ان گھمراہ مسافر ایلیوں نے شرک کر کے رب کو جرم کیا تا کہ فریاد غضب کے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے برعکس جب کوئی قوم جرم کرتی ہے اس بندے کو غضب ہوتا ہے رب تعالیٰ کو فرماتا ہے **فلما اسفونا انقمنا منهم** اور فرماتا ہے **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** یہاں تک کہ ان تعجب اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ کچھ انسان ہے اولیٰ کہے حضور انور کی اور اعمال خدا کرے رب تعالیٰ یوں ہی جو قوم راضی کرتی ہے اس کے بندہ کو تو قصاص ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فاتبعونی وحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم** میری اتباع کرو رب تم سے محبت کرے مجھ کو تمہارے گناہ بخش دے۔ گد مولانا فرماتے ہیں۔

خبر و حرب سلام بر تو در محبت قر من اور تو

یہ غیور، غضب رب تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے کہ یہ **البیض للہ و الرغیظ للہ** ہے آپ اس قصہ غضب کی حالت میں جو فعل اس بندہ خاص سے سرزد ہوتے ہیں وہ بھی خدا کو یاد سے کہتے ہیں کہ یہ سب اس پار سے بندہ سے کی، ا میں ہوتی ہیں اور پادری کیفیت میں سرزد ہوتی ہیں۔ ر کچھ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے **ای الغضب للہ** کی حالت میں توبہ کی تمغیاں بھی پیش کر دیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ یہ لڑ کو رہا معاملہ بھی کیا کہ رب تعالیٰ کو جناب کلیم اللہ کے یہ اعمال ایسے

ظہیرین مومنین ہو کر مرے۔ ان کا قتل انبیاء کی سزاؤں کا ایک ہے۔ **تَعَذُّوا** اور سزا قبول پذیر ہو۔ **بِالْهَامِ** اس کی تفسیر وہ آیت ہے **هَذَا لَهُمْ وَالْمَوْسَىٰ فَفَنَسِيَ** یعنی جن لوگوں نے جھگڑے کو سمجھو بھوک لیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں **تَعَذُّوا** سے مراد ہے جھگڑا کرنا یا سامری نے بتایا تھا سارے پہلو یوں نے اس کی مدد کی تھی کہ اسے اپنا سزا یا تھا اس طرح اس کا تعلق کیا تھا اس صورت **تَعَذُّوا** اور سزا قبول پذیر ہو۔ نہیں صرف ایک ہی فعل **العجل** لائی ہے۔ (روح المعانی) **سَيَا لِهَمٍ مَغْضُوبٍ مِنْ دِيْهِمْ وَذَلْتُمْ فِي الْحَيٰوةِ الْعٰلِيَا**۔ ان الذین کی پارہ کو وہ تفسیریں ہیں ایسی ہی غضب اور ذلت کی پارہ تفسیریں ہیں۔ یہاں کہ ابھی عرض کیا گیا ہے کہ وہ سری تفسیر قوی ہے کہ اس سے مراد وہ ہیں جو نبی تو بہ اس شرک کے عقیدے پر مرے جیسے سامری اور اس کے ہم نوا تو غضب سے مراد ہوا تو مرے جو نور قیامت میں عذاب الہی ہے اور ذلت سے مراد بنائیں انکی رسوائی خواہی لوگوں کی پندار سے اس صورت میں **حیوة العلیا** کا تعلق صرف ذلت سے ہے اور یا غضب سے مراد بنائی ہے آپ جیسے سامری لوگوں سے کہنے پھرنا کہ **لا ممانس** کہ جو کوئی اس سے چھو جائے اسے بھی عذاب آجائے اور سامری کو بھی۔ البتہ تفسیریں ابھی کہ پہلے عرض کی گئیں **وَكَقَالِكُمْ جَزَى الْمَعْتَرِينَ** ظاہر ہے کہ یہ پہلے لیا ہے اور ذلت اور ذلت سے ہے **ذَلِكُمْ** میں اشارہ ہے کہ وہ غضب و ذلت کی طرف مغزین سے مراد ہیں تمام وہ لوگ جو اسلام میں جوئے عقیدے سے لپٹ کر گئے یعنی ہمارے ہاتھوں ہے کہ ہم جوئے عقیدے سے گھڑنے والوں کو اسی طرح سزا دیے ہیں کہ ان پر غضب اور ذلت نازل ہوگی۔ ابھی ظاہر فرماتے ہیں کہ آیا سزا یہ مراد ہے کہ یعنی وہ ہے گی تاکہ ان سے فرماتے ہیں کہ ہر مذمتی اپنی موت پر ذلت و خواہی دیکھے کہ ذلیل وہ کہ بد مذمتی وہ ہے جو ان میں سے عقیدے سے گھڑے (تفسیر قرآن کریم میں تفسیر کا ذکر ہوا ہے) جھگڑا کرتے ہی عقیدے پر ہی مرے **وَالذِّينَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ تَابُوا** اس میں نئی اسرا تیل کی تیسری جماعت کا ذکر ہے جو جھگڑا کرتے ہی کہ بعد تائب ہو گئے اور ایمان پر مرے یا شہید ہوئے **عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** تاکہ خواہ ایک دو بار تائب ہوئے یا عمر تک اور سنیات حق فرما کر تائب ہو گئے اور گناہوں سے باز رہے ہوں یا سزا سے بچ کر خود کوئی گناہ نہ کئے ہوں یعنی یہ عقیدے میں یا بدی گناہ یعنی وہ عملیں تائب فرما کر تائب ہو گئے خواہ کتنے ہی عمر کے بعد توبہ کرے۔ ہر حال قبول ہے فوراً توبہ کرنا شراب قبول نہیں۔ پر اچھا یہی توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ کے معنی اس کے اقسام ہر قسم کے احکام ہم ہر ایمان کر چکے ہیں۔ ہمارے اسلام میں توبہ کی شرائط بہت آسان ہیں گزشتہ دنوں میں یہ شرائط بہت سخت تھیں پتا چھو اس موقع پر جھگڑا بہت نقل کئے گئے ہیں۔ نقل کیا جاوے تو ان کی توبہ ہوئی **مَنْ يَعْتَدِهَا** یعنی متعلق ہے **تَابُوا** کا ہر امر **صیات** ہے یہاں بھی ہر ذلت میں بڑی کجگوشی ہے کہ وہ تائب توبہ کرے یا عمر بعد فرزند موت سے پہلے توبہ کرے۔ قبول ہے رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے **وَالصَّوَابِ** عبادت صحیح ہے **تَابُوا** کہ توبہ کر لے وہ شرطیں ہیں ایسا کہ تفریہ عقیدے سے بچے اور وہ جگہ اور سرے اسلامی حکم اختیار کر لیں تاکہ اس لیے **تَابُوا** کے بعد **اصوات** کہ وہ ایمان کے معنی اس کے اور کلام و شرائط پہلے بارہ کے شرح میں عرض کے جانتے ہیں **بِالْعَدْبِكِ** **مَنْ يَعْتَدِهَا** مفرد و سیم۔ عبادت **والذین** کی فرمیں بلکہ چاہیہ و خبری، ٹیل ہے **فَرِحُوا** **لَهُمْ** ہے **بِعَدْبِهَا** یا کی ضمیر یا سیات کی طرف ہے یا توبہ و ایمان کے مجموعہ کی طرف۔ غور تائب مغزین سے۔ رحیم رحمت سے مغزین اور رحمت میں کئی طرح فرق ہے جو ہر ایمان کیا جاوے تاکہ یعنی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے کہ وہ گناہ تائب توبہ اور ایمان کے بعد بخشے

دعا بھی ہے مہربان مگر یہ کہ ان اسرائیلیوں نے تو یہ کہلی خدا ان کے گناہ بخش دیئے گئے۔

خلاصہ تفسیر: یہ بھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ کی چار تفسیریں ہیں جن میں سے ایک تفسیر قوی اور آسان ہے ہم اس کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جن لوگوں نے بچھڑے کو اپنے مہبود بنا لیا کہ اس کی عبادت کرتے وہ بت اس پر مرتد، ہم تک قائم رہے تو یہ نہ کی انہیں مذابغی قوی تو صرف ہجو اور گورناریں ان پر دو عذاب نازل ہوں گے ایک لفظ تعالیٰ کا سخت غضب کہ وہ عزت والے تھے ذلیل ہو جائیں گے ان کا جسم بیماری اور وہاں جانے لگا کہ ان کا سروا سامی انہوں کے پاس پہنچے نہ سیکے گا ان سے مل نہ سکے گا اور اسے جو بولتے گا تو دونوں جلا ہو جائیں گے دوسرے سخت زلزلت و سوائی کہ ان کا جیبا ہوا پھرا ان کے سامنے ذبح کر کے بلا کر رکھنا کر دیا جائے یہاں پہلے جلا ہو گا اور یہ دیکھتے رہیں گے پتھون کہ سیکھ گئے۔ ان کے ساتھی اپنے کو موسیٰ علیہ السلام کے نالہ کر کے اپنی گردنیں چلنے کے لئے پتھوں کے گورناریں کاٹتے ہیں کہ انہ پرستان پتھرتے ہیں ہم انہیں لکھی سخت سزا میں دیا کرتے ہیں۔ وہ دوسرے بیماری جنہوں نے بت پرستی اور رب کی نافرمانی سامری کی مطاعت و فہوہ کرتی مگر پھر اپنے کرتوتوں پر غلامیوں سے تائب ہو گئے اور دوبارہ ایمان لائے تو ہم ان کے ساتھ کلمہ بخش دیں گے کہ تم ہم جتنے والے غمور بھی ہیں اور ہم فریٹے والے رحیم بھی۔ گناہ بخش ہی سہیں ہوں مگر بیماری بخش گناہوں سے ہڑی ہے۔ اور نواس کتاب ہے۔

يا رب ان عظمت فنون كثره" قلقد علمت بان مفوك اعظم

ان كان لا يروجك الامعن فيمن يلوغو يستجير بالمحرم

اے مولا اگرچہ میرے گناہ بڑے بھی ہیں اور بہت بھی مگر مجھے یقین ہے کہ تیری معافی ان سب سے زیادہ بڑی ہے اگر صرف نیک کاری تھی تو اسے کتنے ہیں تو اے مولا مجرم کس کی بددلیس اور کس جلیوں۔ لہذا شامی فرماتے ہیں۔

ولما قسا قلبی وضائق مناهبی جعلت الرجاء ربی لعفوك سلما

تعاطفتی فنیب قلما قرنته لعفوك ربی كان عفوك اعظما

اے مولا جب میرا دل سخت ہو گیا اور قام راستے نہ گئے تو میں نے اپنی امید کو تیری معافی تک پہنچنے کے لئے زبرد ہالیا۔ مجھے اپنے گناہ سے ہی بڑے غم میں ہونے لگا جب میں نے ان گناہوں کو تیری معافی سے ملوایا تو تیری معافی بہت ہی عظیم الشان پائی۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

انا منذب لانا معطى انا عاصيا هو غافر هو راحم هو عافى

قلبتین ثلاثه و ستغلبین اوصافه اوصافى

میں کنڈھ اور ڈھلا کر دے کار ہوں وہ عشق بار رحیم اور معافی دینے والا ہے میں نے اپنے تین محبوب کاس کے تیس اوصاف سے تامل کیا تو اس کے دم کے اوصاف کو دیکھا کہ میرے محبوب پر غالب ہوں گے مگر نہ کوئی مجرم رب سے ماس نہ ہوا معافی!

فائدے کے بن آیات سے چند فائدے حاصل ہو سکتے ہیں پہلا فائدہ: گناہ کرنے والا کہ اپنے دل اس میں غفلت کرے نہ وہاں ہی مجرم ہیں بلکہ یہ سب ایک ہی زموں میں داخل ہیں یہ فائدہ **الذین اتعدوا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ پھرا اوصاف لے دلا

دوسری میں ارشاد ہے کہ ہم انہیں بخش دیں گے لغفور وحیم انہوں میں تقاض ہے جو اب بائیں کا اب ابھی نصیر میں گزر گیا پہلی آیت میں دو معنی ان لوگوں کی طرف ہے جو بغیر توبہ کے گھڑا پرستی پر قائم رہے ہوتے فوت دے اور دوسری آیت میں دو لوگ مراد ہیں توبہ کر کے اپنے جرم کی معافی کراپنے لئے لڑو لوگوں انہیں درست ہیں ہیں اگر پہلی آیت میں سارے گھڑا پرست مراد ہوں تو انہیں بھی اور غیر نامکین بھی جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا تب تقاض ہو گا تیسرا استراض یہاں تم تکیو اور ارشاد ہے اس سے معلوم ہوا کہ در بعد بھی توبہ قبول ہے مگر دوسری جگہ ارشاد ہے **ثم يتوبون** من قولیب جس سے معلوم ہوا کہ توبہ کیلئے فوراً بعد کی جلا سے توبہ قبول ہوتی ہے نیابت میں تقاض ہے۔ جو اب بائیں تقاض کی پیش کردہ آیت میں مذہب سے مراد ہے موت سے پہلے اور توبہ سے مراد ہے کفر سے توبہ واقعی کفر و شرک سے توبہ موت سے پہلے مقبول ہے۔ موت کے وقت تک مذہب دیکھ کر توبہ کرنا قبول نہیں دیکھ لو فرقوں مذہب فرقی دیکھ کر ایسا لایا تو قبول نہ ہوا لہذا ان آیت میں تقاض نہیں۔

مسئلہ: کفر سے توبہ فرخو سے پہلے چاہئے۔ فرخو کی حالت میں ایسا لانا قبول نہیں گناہوں سے توبہ فرخو بلکہ بعد فرخو بلکہ قیامت میں ہی قبول ہوگی۔ سب کچھ احوال سے ثابت ہے۔ چونکہ عمر تقاض۔ گھڑا پرستیوں نے جرم توبہ ایک کی تقاض فرمایا **ایکوا الذین عملوا المیسات** انہوں نے موت گناہ کے یہ فرماں کیوں مگر درست ہوا۔ جو اب یا تو وہ روزانہ چالیس دن تلم گھڑا پرستی رہے ہونے کی یہ سخت ٹیڈہ۔ جرم توبہ انہوں نے سامری کو سونپا یا جرم پھر پھر گناہوں میں نہ دیکھی یہ جرم پھر ایسی پوجائی یہ جرم پھر اس کے سامنے بھگوانا چاہتے جلتے رہے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفر تمام گناہوں کی جڑ ہے بلکہ کافر کی ہر عادت بلکہ ہر نیکی کو جرم بنا دیتا ہے اس کا گناہ یا پنا سونا گناہ یا پنا جرم ہے لہذا **عملوا المیسات** فرمایا ایسا کرنے پر عکس و عین کی عادت عبادت ہیں کہ وہ ہر کام عبادت کرنے کے لئے کرتے۔

تفسیر صوفیانہ: جس انسان کو سامری کا گھڑا ہے اور جس پرست گوا اس کے بیماری ہیں۔ رب فرماتا ہے **افرو عیت من اتخذ الہہ ہواہد** خیرین عابد وہ ہیں جو عابد ہیں ہوا ہوں تو لوگ اس گھڑے کے بیماری ہیں کہ جتنے وہ شہوت ہیں پس کر غضب ہی کے مستحق ہوں گے اور رے عیب میں گرفتار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ ہندہ جس بھی عزت نہیں پاتا۔ بعض دعویدار رتے ہیں جس کی پوجا اور اسے سمجھتے ہیں خدا ہی کا رب ہے لوگ اللہ تعالیٰ پر نحو ظہارستان پانگتے ہیں ایسے برتان والوں کو ہمیشہ اللہ غضب عذاب ہے۔ چاہیں تو لوگ ہوئے توبہ کر کے **معدی** کی طرف رجوع کریں۔ طغیان سے عرفان کی طرف کنران سے شکر کی طرف دوڑیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے گناہ بخش دے گا صوفیاء فرماتے ہیں کہ توبہ دو طرح کی ہے توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔ شریعت میں ظاہر گناہوں سے توبہ کرنا عشاء کو طاعت میں لگانا غایبی توبہ باطنی اور غفلت سے ذکر کی طرف پیچھے توبہ باطنی ہے کہ فکر کسی وقت زبان غموش بھی تو دل غاموش نہ ہو۔ جس کی توبہ ہے اسے دنیاوی تھقل سے ٹیڈہ کر کے رجوع الی اللہ میں مشغول کرونا اصل کی توبہ ہے باطنی آیات اور آتماری حقیقت میں غور کرنا۔ روح کی توبہ یہ ہے کہ اس پر صرفت ہی کی جلی رہے۔ سر کی توبہ ہے کہ دنیا و عجب سے مبرا سوز کر مٹی لے ساتھ مشغول ہو گا۔ **مواتا فرماتے ہیں۔**

ہوئی تھیں ہیں جن میں تورت لکھی ہوئی تھی۔ اس سے مراد پائی ماندہ تختیاں ہیں کیونکہ ڈال دیئے پر دو تالی حصہ انصاف کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہماری ذرا لہوئی تختیاں ہیں نہ کوئی تختی لونیہ انصاف کی کمرہ کی تورت پر ہی ہے جیسا کہ لنگے مضمون سے ظاہر ہے یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کا فخر لفظ اور یادداشت چاہا تو آپ نے ذرا لہو کی تختیاں لٹائیں **و فی نسختها ہدیٰ و رحمتنا** اس جملہ میں ذرا لہو لکھا ہے اور یہ جملہ ابون کامل نے نسختہ صدر ہے۔ معنی مضمون یہ بنا ہے نسخہ کے، معنی نقل کرنا جسے غلط، معنی مخطوب جو کتب و سری کتب سے من و عن نقل کی جاوے وہ نسخہ ہے اور نقل کرنے والا ناسخ لکھنا، معنی تحریر و کتابت استعمال ہو جاتی ہے جو کتب کی تورت کی تختیوں میں تورت شرط لایع محفوظ سے من و عن ویسے ہی نقل کی گئی تھی جیسی اس میں تھی لہذا اسے نسخہ فرمایا گیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تختیوں کو ڈال دینے پر یہ سب تختیاں ٹوٹ بھوٹ گئی تھیں اور ناقابل فہم ہو گئی تھیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے پھر پائیس روز سے رکھے۔ تب آپ کو وہ تختیوں میں تورت دی گئی جو کتب ان دو تختیوں میں کچھلی تختیوں کی تورت نقل کر دی گئی تھی اس لئے اسے نسخہ کہا گیا لہذا ان کی ترجمہ معنی دونوں خوب و **التمور و الالعالم** بہر حال نسخہ فرمایا گیا اور درست ہے۔ مولانا جلال حسرت کی لغت میں فرماتے ہیں۔

نسخہ کو یمن دا دیباچہ لوست جملہ عالم بند گنن و خواجہ لوست

یعنی عالم اجسام ایک نسخہ لکھ ہے جو عالم ارواح سے نقل کیا گیا اس نسخہ کا دیباچہ جس لئے یہ کتاب شروع کی گئی اور تمام ہر بن برائی ہے، وہما حضور ہیں تمام زبان غلام ہے آقا حضور ہیں۔ سلطان کی طفل اس کے ذکر بھی لہو لکھے کی طفل اس کے برائی بھی دعوت کھاتے ہیں ہم سب بند گنن ہیں حضور خواجہ یعنی دو لہو یا سلطان ہیں۔ **ہدیٰ اور رحمتہ** متواضو خیرے **ہدیٰ** سے مراد ہے مگر اس سے ہدایت۔ رحمت سے مراد ہے عذاب سے رحمت اور چھٹکارا کہہ لہو لکھیوں میں ہے اور حجیہ رواہ گئی تھیں ہدایت اور رحمت بیان **کل شی انصاف یا انصافوں ہی تفصیل کل شی اس میں نہ رہی تھی **للمنین ہم لوبہم** یہ رہو نہ۔ عبارت متعلق ہے **ہدیٰ اور رحمتہ** **للمنین** میں لام صلیح ہے جو کتب لکھ کی ہدایت اور رحمت صرف مومنین خانیں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ کفار و منافقین اس سے ناکام نہیں انصاف اس لئے **للمنین** ارشاد ہے اور لوبہم میں لام تعدیہ لکھ اس کا تعلق **یروہون** سے ہے جسے ان کے تہم **للو و یا تصبرون** بھی مقدم مفعول بہ لام لگا دیتے ہیں انصاف۔ کیر۔ معنی (خوب و خیر) خوف ہر ڈر کو کہتے ہیں اور وہ ہبت استثنائی ڈر کو لگاؤ خوف رہبت سے ماہ سے ان دونوں میں لور کی طرح فرق کئے گئے ہیں۔ یہ فرمان عالی ایسا ہے جسے **ہدیٰ للمنتقین** میں اور لہو ہو کہ قرآن مجید پر یہ لگاؤں کے لئے ہدایت ہے نیز اس میں بتایا گیا کہ تورت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہدایت تھی وہ تو ہدایت یافتہ ہوا۔**

خلاصہ تفسیر یہ ہے موسیٰ علیہ السلام کا فخر لفظ اور گیارہ روش چاہا لہذا اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے مذرت سے نہیں طریقہ سے کرنی یا اس لئے کہ بچنے کے بچاریوں نے تو یہ متقبل کا وعدہ کر لیا یا اس طرح کہ رب تعالیٰ نے آپ کو سکون کتب مطافرا یا تو آپ نے وہ تختیاں نہایت احترام سے لٹائیں اب ان تختیوں کی شان یہ تھی کہ ان کے نسخوں کی خبر ہو

کہارت میں لغت سے ڈر رکھنے والوں کے لئے اچھے مفید سے اچھے اہل کی بداعت بھی لوگوں کے لئے رحمت بھی یعنی دور رخ سے پہنچے گا۔ یہ بھی تھی تفصیل کھنکھن اور بیان کھنکھن شش ہائی نہ رہا تھا مگر یہ رحمت و ہدایت کن لوگوں کے لئے تھی جو اپنے رب کی رضا کے لئے اس سے ڈرتے ہیں نہ کہ شخص را کلاہی کے لئے۔ انھیں کا خوف رحمت کا زبرد ہے۔ خیال رہے کہ نبی سب کچھ رب کے ہاں سے لے کر پیدا ہوئے ہیں، انہیں وہ کچھ عطا ہو گا جو دوسروں کو عطا نہیں ہوتا ہے۔ اسی علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ۔ نبی صاحب کتب نماز کو دیکھا ہوں جلا تک آپ کو کتب نماز و قیود بہت عرصہ بعد نہیں فرماتا۔ ظاہر ہے کہ نور ہے دنیا یا سورہی جا۔ بعد دیکھو کہ کلاہر سورہ الجراہ، انبار، بلکہ، بلی، جو سب پھر تیز ہو چکے۔ سب کچھ سورج کے تصور کے حالات ہیں، سورج میں عمل نور پہلے ہی موجود ہے اس لئے ارشاد ہے کہ تو رحمت کن ذرے لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی یہ نہ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔

فائدہ سے جس نعمت اور سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ جہت قبل اور اس کے بندوں کی غضب کی آگ بجھانے کے لئے تو یہ سعادت کسیر ہے دنیا کی آگ پانی ملنی وغیرہ سے بجھتی ہے، وہ آگ آنکھوں کے پانی اور دل کے انھیں بھی تو بہت بجھتی ہے، فائدہ دیا جاسکتا ہے حاصل ہو اسی آگ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا خضر حضرت ہندوں کی سعادت اور قوم کے ارادہ تو بہت سے لئے ہوا۔ دوسرا فائدہ کہ قوم کی توجہ پرستی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان خضر آیا تھا کہ آپ میں حالت جذب پیدا ہو گئی تھی اسی جذب کی حالت میں مذکورہ فعل آپ سے سرزد ہو سکتا ہے، خدای کے اہل پر شری حکام جاری نہیں ہوتے۔ یہ فائدہ بھی دیا جاسکتا ہے حاصل ہوا جس سے معلوم ہوا کہ سکون اور سکوت اب حاصل ہوا۔ بعض صوفیاء حالت جذب میں ایسے نکام اور ایسے کھم کر لیتے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہوتے ہیں مگر ان پر شری حکام جاری نہیں ہوتے۔ ان سب فائدہ دینے والے آیت ہے۔ بھائی یا عالم شافی اور اسی طرح مافی جبتی الالہ اللہ فیہ اس جذب کے نتیجے میں آپ نے ہوش آتے ہی احرام و اوب سے تفتیشیں لگائیں۔ تیسرا فائدہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تو بہت دی گئی تو اس میں بداعت اور رحمت ہر چیز کی تفصیل ہر چیز دیکھیں سب کچھ تھا مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے تفتیشیں کر لوں اور پھر لگائیں تو اس میں بداعت اور رحمت تو رہ گئی مگر تفصیل اور کھنکھن شش نمایاں کیا گیا یہ فائدہ فی نفس تھا ہلکی اور رحمت سے حاصل ہوا دیکھو ابھی پچھلے دو کتب میں تو بہت کے متعلق اشارہ تھا اور کتبنا لہ فی الالواح من کھنکھن شش اور ارشاد ہوا تھا۔ و تفصیلاً لکن شش ہر کھنکھن ان دونوں چیزوں کا ذکر نہیں ہے بل صرف ہلکی اور رحمت اور ارشاد ہوا مگر قرآن مجید تفصیل لکن شش ہی آیا بھی تھا اور ہا بھی۔ چوتھا فائدہ کہ نبی کو اپنی امت کی بد عملیہ عقیدہ کی بد فہم آنا ہے ان کی تو بہ سے وہ فہم اور ہو جاتا ہے یہ فائدہ مذکورہ دونوں باتوں سے حاصل ہوا اگر مسلمان گناہ کرتے وقت یہ خیال کرے کہ اس سے میرے نبی ناراض ہوں گے تو اثناء گناہ گناہ کی حالت نہ کرے رب فرماتا ہے عز ویز علیہما عتقہ۔

یہ اسرار اض نہیں فہم کے لئے مسکت کیوں ارشاد ہوا مسکن کیوں نہیں فرمایا گیا خضر سا کن ہوتا ہے سائت یعنی خاموش نہیں ہونگے خاموشی کلام سے ہوتی ہے سکون حرکت و دوش سے ہوتا ہے۔ جو اوب ظہرین سے اس امر اض سے بہت جو اوب دیکھے ہیں جن میں سے بعض جو اوب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے ایک یہ کہ یہاں سکوت، یعنی سکون ہے کیونکہ

ایک فرما میں سکن ہے۔ دوسرے کہ سکت اپنے ہی معنی میں ہے مگر حقیقت میں اس کا اطلاق غضب نہیں بلکہ دوسری علیہ اسلام ہیں اور ہمارے میں قلبیت یعنی موسیٰ علیہ السلام پہلے غصہ میں اپنے بھائی کو اور دوسروں کو بہت متب فرما رہے تھے مگر جب آپ خاموش ہو گئے تو نگہ غصہ جا رہا تھا۔ تیسرے یہ کہ یہاں غصہ کے لغوی معنی فداوشی ذرا یا اس میں استدار ہے استدار کی بحث اور اس کے اقسام طم باغت میں دیکھو۔ دوسرا اعتراض: زمین ارشدہ او اوفیٰ مستغنیہ است تو غنیمتوں میں قصہ وہ نسخہ نہ تھی نسخہ کا لفظ ہوتا ہے۔ نسخہ کے معنی ہیں غش کی کوئی چیز جو نوا کلمہ ہو یا کسی اور چیز جو کہ تورات شریف لوح محفوظ سے من غنیمتوں میں غش کی تھی جس میں وہ من ہائیکل مطابق اس لئے اسے نسخہ فرمایا گیا تیسرا اعتراض: سیدنا عبد اللہ ابن عباس وغیر ہم منسریں کا قول تو یہ ہے کہ تورات کی کوئی حکمت نہ ٹوٹی نہ کم ہوئی یعنی اور جیسی حکمتیں عطا ہوئی تھیں وہی ایسی موسیٰ علیہ السلام نے انھیں پھر تورات میں سے تفصیل حکم شیء اور حکم شیء موعظتہ کے حکم ہو گیا۔ تو نسخہ من ہرگزوں کا قول یہ ہے کہ حکمتیں کم نہ ہوئیں مگر ان کے مضامین کم ہو گئے ان میں سے بعض مضامین انھیں لئے گئے کسی نہیں کہا کہ مضامین ہر رس کے ہر رس ہوتے کہ یہ قرآن حکم کے صحاح مختلفہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض فرماتے ہیں کہ تیسرے میں بھی عرض کیا گیا چوتھا اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا کہ تورات میں ہدایت اور رحمت تھی رب سے دوسرا واسطوں کے لئے تو کیا دوسروں کے لئے وہ ہدایت اور رحمت تھی نیز ہدایت اور رحمت کی ضرورت زیادہ مگر انہوں کو ہوتی ہے اللہ سے دوسروں کے لئے تو پہلی سے ہدایت ہیں۔ جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم **ہدیٰ للمؤمنین** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں جو کہ کتاب اللہ کی ہدایت اور رحمت سے فائدہ حقیقی انھیں ہی عطا ہے جس لئے انھیں کا ذکر فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ: غصہ و خشم کا ہونا ہے ایک علم پر دو پارے نہ ہونے کی وجہ سے یہ غصہ عیب ہے کہ اس کی ہذا کمزوری پر ہے کہ انسان اپنے نفس سے وہب چلا۔ دوسرا غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے کہ اس کے مخالفین پر عیش آجال سے یہ غصہ کمال ہے کہ اس کی بنا پر ضار و النجاس ہے ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ پہلا غصہ نفسانی بدلہ پر اٹھتا ہے۔ دوسرا اپنے دل لینے پر غصہ ہو جاتا ہے مگر دوسرا غصہ مجرم کی توبہ پر لکھتا ہے تو یہ یہ غصہ سنت انبیاء و اولیاء ہے **سنتہ البیہضون للہ** کہا جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام کا غصہ یہ ہی دوسری قسم کا تھا اسی لئے حضرت ہارون کی معذرت اور قوم کے وعدہ توبہ پر ختم ہو گیا۔ تفسیر صوفیانہ نے فرمایا کہ جو کہ کہ موسیٰ علیہ السلام میں صبر و بردباری نہ تھی وہ کافر ہے کہ نبی کو عیب لگانا ہے (صلوٰی) اصولیا فرماتے ہیں کہ انسان میں گویا زمین ہے خوف الہی اس کمال ہے جس سے یہ زمین قابل کاشت بنتی ہے انھیں گویا کتوں ہیں جن سے ایک زمین کو پھیلایا جاتا ہے تو یہ ختم ہے جس کی کاشت کی جاتی ہے تورات رحمت بھی تھی ہدایت بھی مگر اللہ سے دوسروں کے لئے زمین کے دل کی زمین میں خوف کے دل نے نرمی ہی رکھی وہ **ہوہوت** محراب و **حومت** سے کہو کہ غسل پہلے ہوتا ہے اس میں دوسرا غصہ مگر خواجہ حسن بھری فرماتے ہیں کہ تمہارا لہو آگنا تمہارے ہاتھ سے سوہارا کھائے پھر تم اسے نکھراؤ کھاتو تو وہ پانی آگیا ہے یہ صفت ہے خاشعین کی اسے بند اگر تھو پر بزرگاری تھی کہے مگر **رحم علی الصلوات** کی کو تو زبرد رو زاہو اسد میں آس ملاحظہ کیے ہیں۔

وہا کبیر۔ طاقت کبیر۔ خوش ڈاکیم کہ در طریقت انفری است رنجیدان

وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرَ الْغَافِينَ ﴿٥٦﴾

تو ہم کو اور رحم کر اور پر ہمارے اور تو بہتر ہے تجھ سے داروں سے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر تجھ سے والا ہے۔

تعلق اس آیت کریمہ کا تعلق آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق: تکمیلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غمہ غمہ ہونے کا کہ وہ اب غضب الہی کے پیش کے غمہ ہونے کا ذکر ہے کہ وہ ان کے غضب فرود ہونے کے بعد رب تعالیٰ کے غضب فرود ہونے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق: تکمیلی آیات میں بنی اسرائیل کے جرم کا ذکر ہے اب اس کی توبہ کی تمہید ہو رہی ہے کہ انہوں نے توبہ سے لگنے اپنے لئے ناکہ طور پر بیٹھے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ تیسرا تعلق: تکمیلی آیات میں ارشاد ہے کہ توبت میں جو اہمیت بھی باقی رہی اور رحمت بھی۔ اب اس پر اہمیت و رحمت کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ اس رحمت الٰہی سے بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی گویا تکمیلی آیت میں، عوی قساں آیت میں اس عوی کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ چوتھا تعلق: تکمیلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غمہ فرود ہونے کا ذکر ہے اور پہلی کی معذرت اور قوم کی شرمندگی سے یہ اب رب تعالیٰ کے غضب کی آگ لٹھری ہونے اس کے راضی ہونے کا ذکر ہے چونکہ نبیؐ کی رضاعت الٰہی اور رضاعت الٰہی سے پہلے ہو تا ہے پس وہ مشورہ سے پہلے ہے اس لئے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے غضب فرود ہونے کا ذکر ہے اور

ولما سكت عن موسى اعصابا اس کے بعد رب کے غضب فرود ہونے کا ذکر ہے۔

تفسیر: واختار موسى قومه یہ آیت کریمہ انتہائی مجمل ہے اس لئے مفسرین نے اس کے حلقہ امت لٹھری ہے وجہ انتہائی ہے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اپنے ساتھ دو بار سزا اسرائیلیوں کو مل گئی ہیں ایک جب ایک آیت رب تعالیٰ سے کام لے کر توبت لینے وہیں گئے تو اچھے نہ گئے بلکہ سزا کو ساتھ لے گئے۔ دوسرے جھگڑا سنی کے بعد مجرموں کی طرف سے بطور نماندہ معذرت کرنے سے سزا تو میں کو ساتھ لے گئے پہلے موٹھ پر ان سزا کے ساتھ کہ اسے موسیٰ ہم کو پہنچا نہیں آپ ہم کو پکڑا کر لے لیں وہ تارے ساتھ ہو کر آتے تپ کی توبت و فرود کے متعلق بغیر تہاب کام فرما ہے تپ وہ سزا کے ساتھ لے گئے اور وہ سری پکار جھگڑا سنی کے جرم میں یہ نماندہ چاک کے گئے کیونکہ پانچ لوگوں نے بھی یہ پستی کی تھی پانچوں نے چاروں کو روکنے میں سزا کی تھی۔ اب لٹھری ہے کہ یہاں کو نماندہ بیان ہو رہا ہے پہلا اور سزا بعض مفسرین نے فرمایا کہ پہلا واقعہ بیان ہے وہاں ان کی دلیل وہ آیت ہے **فقالوا لو اننا لآله جہودا فاعفوتهم** الصفتہ بظلمهم ثم اتخذوا العجل وہاں تاہم بیان اس واقعہ کے بعد جھگڑا سنی کوئی حکم سدا یہ فرماتا ہے کہ اس آیت میں پہلے حیثیت کا ذکر ہے اور اس آیت میں دوسرے حیثیت اور دوسرے واقعہ کا ذکر ہے یہ واقعہ اور وہ اپنے (تفسیر روح المعانی و خزائن غیر الہامی) تفسیر الہامی کے مفسرین کے نزدیک یہ دوسرا قول ہی قوی ہے کیونکہ یہاں سے پہلے جھگڑا سنی کا ذکر ہے اور بعد میں بھی اسی کا ذکر ہے اور میان میں یہ واقعہ دوسرا بیان اور تو تسلسل کے خلاف ہو گا تو تفسیر خزائن العرفان یہ فرماتا ہے کہ اسکو ترجیح دی ہے۔ اور کہتا ہے اختیار سے جس کا وہ ہے خیر۔ اختیار کے معنی ہیں خیر کو چھانت لینا اصطلاح میں اس

کے معنی ہوتے ہیں منتخب کرنے کا نام لے کر قوم سے پہلے من پر شہد من قومہ تھا اختیار کے بعد عموماً من پر شہد ہو گیا ہے۔
کہ من شعول میں ہے۔

منا لفق اختیار الرجال سماحتہ وجوداً لظہب الرياح الزمازع
فقلت لہ اختر قلوبا سمیتہ وناہا علا بامثل نایک فی العیا

ان دونوں شعروں میں اختیار اور اختر کے بعد من پر شہد ہے قوم سے مراد یا تو بیماری اسرائیل ہیں یا وہ عرب جاتے منظور ہے
تھے۔ اسرائیل قوی ہے سبعین ورجلاً یہ مقول ہے لکن کذا وکذا قدرے قانکہ اس وقت بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے آپ
نے ہر قبیلہ سے چھ چو آدمی اور ملے جانے کے لئے منتخب کئے تو ہو گئے ہمز آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے سزا آدمی لانے کا
عہد دیا ہے تم میں سے دو صاحب نکل چکے ہو مجھ سے ساتھ نہ جائیں۔ اس پر کوئی آگاہ نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ دو ہلے دو ہلے کو وہ
ی درجہ دو ٹوبے لے گا میرے ساتھ جانے والوں کو لے گا اس پر حضرت یوحنا بن لورڈ صاحب ابن یوحنا حاضر گئے باقی سزا آدمی
آپ کے ساتھ گئے پہلے اس کا کربت لمیقا قتا نام اہلی عرض کر چکے ہیں کہ میقات دو ہے ہیں ایک میقات کھالی جس میں
سوی طیبہ السلام کو قوت عطا ہوئی اس ساتھ پر آپ نے دینا ارادہ کی آرزو کی۔ دو سرمایقات عذرت یا میقات آج ہو۔ طام
قوت اور چھڑاؤ جی کے بعد بولے قوی ہے کہ یہاں یہ ہی دو سرمایقات مراد ہے۔ لفظ میقات وقت سے بنا ہے۔ معنی مقرر
کرنا میقات کے معنی میں مقرر کرنا۔ چنانچہ حج و عمرہ میں ایسا پابندی کی جگہ کو میقات کہتے ہیں۔ یعنی احرام
کے لئے مقرر کرنا۔ جگہ پہلے یا قوت میں مراد ہے یا جگہ مقررہ یا مظہرت قدس سرہ کا جہہ نہایت جامع ہے جس میں دونوں
اجتہاد ہیں اگر میقات سے مراد مقرر جگہ ہو تو جس سے مراد طور اور اس کے آس پاس کچھ لگنے والی جگہ ہے اور اگر وقت مقرر معنی
ہو تو جس سے مراد نہ لگنے ہیں جن میں پہلے پہنچنا مقرر ہو چکا تھا جس سے مراد طور اور لوی جگہ ہے جس میں سوی طیبہ السلام کو
نبوت عطا ہوئی پھر وہی سوی طیبہ السلام سے چل کر آیا گیا وہاں ہی نبوت شریف عطا ہوئی اسی جگہ میں سوی طیبہ السلام کو
طین شریف اندر نے کا حکم ہوا تھا فلما لعل نعلیک انک بالواد المقدس طوی چونکہ اس جگہ میں
خصوصیات تھیں اس وجہ سے سے میقات توبہ قرار دیا گیا۔ فلما اخذتہم الی جفثہ یہ عبارت معطوف ہے واختار
اس میں صرف بعدت بیان کرنے کے لئے ہے فوراً کے معنی میں نہیں ہم کامرغ وہی سزا آدمی ہیں کہ زلزلہ اور سات
انہیں ہر وارہ ہونے سوی طیبہ السلام منظور ہے وجفثہ کے معنی ہیں زلزلہ تو اہل کی کرج سے ہوا ہے ہی مگر ہر زلزلہ کو
وجفثہ نہیں کہتے بلکہ مسلک اور فاکرے والوں آگیتے ہیں چونکہ اس زلزلہ سے دو ستر کے ستر مرگے تھے اس لئے اسے
وجفثہ فرمایا گیا حق ہے کہ اس ستر کو سات اپنی محض قسمی نہ ہوئی تھی جیسا کہ اہل کتا سے معلوم ہوا ہے۔ انہیں
زلزلہ سے کہاں۔ ستر ہی گئی وہاں لے کر انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کو نہ مانیں گے جب تک رب کو کیجے۔ میں اس لئے کہ
چھڑاؤ ستروں کو روکنے میں سستی تھی۔ دو سری ہو چکی ہے جیسا کہ اہلی ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ میقات توبہ ہے نہ
کہ میقات کھالی کا۔ قال رب لو شئت اهلکتہم من قبل یہ عبارت اخذتہم کی جڑا ہے سوی طیبہ السلام نے یہ
عرض معروض اپنی دعا کی تمہید کے طور پر کی۔ اس میں رب تعالیٰ کی قدرت تک کا ذکر ہے لو شئت فرما کر یہ عرض کیا کہ زندگی

گمراہوں کو جس قدر میں گرفتار ہو بلوے وہ ہلاک ہو جاوے یا جو اس پر مہر نہ کرے یا جو راضی برضائے ہو یا جو جسے اس
 امتحان پر زہی امتحان پورا کر دے کہ وہ گمراہ ہو جاوے اور العاقبت **اوتھدی من تشاھرتہ** معنی **تصل** کے گنگے کے اس کے
 مقابل است ہی معنی اس عبارت کے ہوں گے یعنی جسے تو چاہے بدایت سے یا بدایت پر رکھے، جو اس قدر سے اٹک رہے یا جو
 راضی برضائے یا جو حیرت امتحان پر امتحان نہ کرے اسے تو بدایت دینا ہے وغیرہ چونکہ بدایت کا رعبہ رب بفضل ہے نہ کہ
 قدر اس لئے یہاں **بھلا** فرمایا **ایمانت و ولینتہ** یعنی آئندہ دعا کی تحمید ہے ولی کے معنی ہمہ دوسرے، **ماہم** عرض کر چکے ہیں
 یہ لفظ یا تو ولی، معنی قربت سے بنا ہے یا ولایت، معنی ملکیت و تصرف سے یا ولی، معنی حفاظت و نصرت سے یعنی انے مولیٰ یا اما
 ناصر ہمارا خداوندی، یا ولیوں ہم میں متولی ہے یا تو ہم سے ہماری باتوں سے زیادہ قرب ہے **فاغفر لنا وارحمنا** یہ اصل
 دعا ہے اس میں صرف تریبیلی نے یعنی چونکہ تو ہمارا ولی اور ارث حاکم غاصب ہے لہذا ہم کو بخش دے ہم پر رحم کر۔ اس میں آپ
 نے اپنی ذات کو ان سب کے ساتھ شامل فرمایا تاکہ جلد قبول ہو یعنی میں بھی اس برصابت میں داخل ہوں اس لئے مجھ پر معاف کرے
 رحم فرما۔ خیال رہے کہ مغفرت کا لفظ ہے تو سبنا آپ کو رحمت مطاہرہ نام کو یعنی ہمارے خطاوں کو معاف کرو اور ہم پر اپنے رحم
 کی باتوں فرمایا میں تفسیر خازن نے ٹیپ بہت فرمائی فرمایا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ ان لوگوں سے چھڑاؤ جن پر طلبہ یا رفا
 ہ جرم ہو اور جو مجھ سے یہ خطاب کرتی کہ میں نے **انہی الا فتنتک** کہہ دیا یہ لفظ شاید صحیحی شان کے لائق نہ ہو ان کے وہ جرم
 بخش دے میری یہ خطا مخالف فرما۔ نو مجھے اور انہیں اپنی رحمت سے انہیں ان کے مال کے لائق اور مجھے میری شان کے
 لائق رحمتیں مطاہرہ **وانت خیر الغفرین** یعنی تیرے بندے بھی اپنے خاتون کو بخشے ان پر رحم کرتے ہیں غمخواروں سب
 سے زیادہ بخشے والا ہے، یہاں اکثر لوگ بخشش اور رحمت سے کہتے ہیں مگر صحیحی یہ رحمتیں بے غرض ہیں لوگ تو ایک
 دو جرم بخشے ہیں مگر صحیحی بخشش اتمام سے دو ہے۔

گنہگاروں کا سبب کیا وہ اگرچہ گناہوں سے ہیں مگر

خدا صمد تفسیر اس واقعہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل میں سے سزا آدمیں کو تو خود چور لے جانے کے
 لئے غضب فرمایا: اپنی ساری قوم کے گناہ گرانہ کہ چاروں کی طرف سے معذرت کریں یہ سزا آدمی ان لوگوں میں سے لے کر
 اس پر مشق سے محفوظ رہتے تھے ان لوگوں نے یہ غضب لیا کہ طور پہ پہنچ کر رب تعالیٰ کے دیدار کی تمنائی یا چونکہ ان لوگوں نے
 چاروں کو اس جرم سے روکنے میں کچھ سستی کی تھی اور ان کے ساتھ رہنا سہانا چھوڑا تھا ان سے گلے ٹٹ رہے۔ اس وجہ
 سے ان پر ایک بیخ کنی جس سے ڈرنا پید ہوا اور وہ سزائے سزا پاک ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے سب یہ حاکم دیکھا خیال
 فرمایا کہ آپ میں ایسا اپنی قوم میں وہاں آیا میری قوم تو پہلے ہی سرکش اور بدگمان ہے وہ مجھ پر ایمان لگائے گی کہ ان سزا کو میں
 پاک کر آتا ہوں آپ نے ہر گناہ میں، ہاکے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت مجرمانہ سزا سے عرض کیا کہ اے میرے مولیٰ تو قادر
 مطلق ہے اگر تو چاہتا ہے ان لوگوں کو غور آئے سے پہلے ہی تو تم کے سلسلہ پاک کرتا بلکہ اگر تو چاہتا ہو مجھ بھی وہاں سے دینا
 تاکہ مجھے میرا حق قتل کی رحمت نہ کھلی تو چاہتا ہوں جو قلم میں ہم سب کو موت دے دے تو چاہتا ہوں گھڑا ہے فتوت لوگوں کو ہارنا
 آپ یہاں دو انہیں ہلاک فرمایا تیرے مولیٰ ان میں میری قوم کا حصہ ہے ان کی پاکت تیری ہوتی سخت اور کڑی سزا میں ہے یا

ہی کسی انتخاب میں آجائیں۔

تم تو جس خاک کو چاہو وہ چنے بندہ پاک میں ہی کس کو بیچوں جو خفا تم ہو چلو
فرنگہ ہی میں تھپوں کے بارگاہ میں دلیل ہیں کو روئی بھی مگر جی کا تہیب رب کی طرف سے وہ آجے اور ولی الا انتخاب ہی کی
طرف سے ہے۔ چو تھا فائدہ جو یہ کے لئے کسی خاص مقام پر خاص تاریخ میں پہنچا ہوا درست ہے۔ فائدہ لعیقا ناسا سے
حاصل ہوا۔ دیکھو نبی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام حضرت کہنے کئے طور پر خاص وقت ہی کے لئے ایک سو قدر یہ رب نے نبی
اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ **ادخلوا الباب سجدا و قولوا اسطعتہ لیسئلکم عنہ** یعنی رب کہتا ہے نبی
لوگوں کا خاص بزرگ مقامات پر جا کر دعائیں مانگنا باطل درست ہے۔ خیال رہے کہ چند جگہ تو یہ دعوات جلد قبول ہوتی ہے زندہ
ولی کے پاس **ہنا لکدعاز صکر یاربہ** حضرت مریم کے پاس ذکر علیہ السلام نے دعائی۔ بزرگوں کی قبروں کے پاس
ادخلوا الباب سجدا و قولوا اسطعتہ دیکھو بیت المقدس میں نبیوں کی قبریں تھیں وہاں جا کر یہ کہنے کا نبی اسرائیل
کو حکم دیا گیا کسی بزرگ کی دعوت کا وہ چلے گا وہ جا کر جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا **واختار موسیٰ قومہ من بین
وجہا لیسئلنا منہم** اور نئے عقائد پھیلنے سے اور میان راست میں کہیں چل کر کہیں بڑا کہ دعائیں مانگی ہیں سنی
کرتے وقت کیونکہ یہ حضرت ہاجرہ کا مقام ہے۔ حضرت امام شافعی دعا کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ اور امام احمد کے حواجر حاضر
ہوتے تھے۔ چو تھا فائدہ: کبھی بعض کے قصور کی وجہ سے بے قصوروں پر بھی عیب لگ جائیں۔ آجاتی ہیں۔ یہ فائدہ
لیخذلہم الوجہ جفتہ سے حاصل ہوا۔ گیوں کے ساتھ سخن بھی نہیں جاتے ہیں یہوں کی صحبت سے بچے۔ گھڑا پرستی اور
لوگوں نے کسی تہی کران کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ان لوگوں پر بھی عیب ہو گیا۔ چنانچہ **قال فائدہ نبی کی دعوات سے تقدیر بدل
جاتی دن لکھ جاتے ہیں** کبھی موسیٰ جاتے ہیں یہ فائدہ **رب لوشفتہ** سے حاصل ہوا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا سے
ان ستر مردوں کو زندہ کیا گیا۔ **چھٹا فائدہ** اگر رب تعالیٰ چاہے تو ہم کو ہماری عمر فرختہ ہونے سے پہلے ہی موت دے سکتا ہے عمر
ذمیرہ کے پابند ہم ہیں رب تعالیٰ پابند نہیں یہ فائدہ **لوشفتہ اهلکتہم من قبل** سے حاصل ہوا۔ دیکھو موسیٰ علیہ
السلام نے عرض کیا کہ مولیٰ اگر تو چاہتا تو ہم سب کو آج سے پہلے وقت دے دیتا مالا نکہ ابھی ان سب کی عمریں باقی تھیں۔
ساتھوں **فائدہ** اللہ تعالیٰ سے بندہ ہمیرہ کبھی نہ تو ہے کادو ازہب آس دلوں کی اس ہے یہ فائدہ **لوشفتہ اهلکتہم** کے سوال
سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولیٰ کیا یہ دو سکتا ہے کہ تو ہم سب کو بعض کے جرموں کی وجہ سے پلا کر
دے دینی تم کو ہمیرہ قوی ہے کہ تو ہمیرہ کرتے کا معلوم ہوا کہ ستر تو میں کے مرنے کے پہلو آپ نے وہ رب تعالیٰ سے امید نہ
تھی۔ آسٹھواں فائدہ بعض الفاظ ایسے ہیں جو اللہ کے مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ دوسرا کے تو
سے دین ہو جوسے جیسا کہ سورہ ہادیہ فائدہ **والافتنتکم** سے حاصل ہوا۔ ہم اگر لفظ **تنت** کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کریں
تو بے دین ہو جائیں۔ سورہ انفرتے ہیں۔

در حق لو منہ در حق تو ذمہ در حق لو شفتہ در حق تو تم
ہم لوگ لفظ تعالیٰ کے لئے لفظ **تنت** معنی آنا اٹھ بھی نہیں ہوں سکتے۔ تو اس فائدہ امتحان میں سب ہی پاس نہیں دہا کرتے

بعض ٹیل بھی ہو جاتے ہیں بلکہ ٹیل زیادہ ہوتے ہیں یاں کوئی کوئی ہو آپہ دیو جیو میں اتصال اور تودی اور توں کا ذکر ہے بلکہ گمراہی کا کر پہلے ہے جو ایت نکار کھوش۔ دوسوں قانکہ وہ ملاگئے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے بھی اللہ کی حمد کرے بعد میں بھی بیخ میں عرض دعا کرے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا کے ختم پر قریباً وانت خیر الغفرین۔ گیارہ حوال قانکہ وہ جس دعا کا وہ اس قسم کی رب کی حمد کرے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے مغفرت کی، مائی تو آخر میں فریاد انت خیر الغفرین کیس فریاد انت خیر الغفرین وغیرہ دعا مغفرت کے لئے رب کی سنت مغفرت لکھی ذکر چاہئے رب کے سنت نام اس لئے ہیں کہ ہر قسم کا عبادت مند اسے اپنی عبادت کے موافق نام سے یاد کرے۔ پار حوال قانکہ وہ بزرگوں کے چلہ گاہوں کے پاس کھڑے ہو کر دعا لکھا رہیں یا کرتوبہ کرنا بی بی برفی سنت ہے وہاں سڑ کر کے جانا زیارت کرنا سب سنت قدر ہے یہ قانکہ لمیقاتنا سے حاصل ہوں موسیٰ علیہ السلام میں ستر غصوں کو وہاں طور پر توبہ کے لئے سڑ کر آکر لئے جلی آپ چلہ کر چکے تھے۔ فرنگیہ چار جگہ توبہ کی میقات ہیں۔

پہلا اعتراض: یہ سزا آدمی پاک نہیں بلکہ بے ہوش ہونے سے کیونکہ ابھی ان کی عمریں جاتی تھیں۔ دو لوگ ہوش میں آکر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واپس آگئے غم ختم ہونے سے پہلے سوٹا نکلن ہے۔ رب فرماتا ہے **فاجابہ اجملہم فلا یستأخرون و لا یستقدمون** (بعض منکرین بجزات)۔ جو اب ہم اس اعتراض کا جواب تیسرے پار میں تفصیل سے دے چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ تساری پیش کر دے آیت میں قانون خداوندی کا ذکر ہے اور یہاں اور ان جیسی دوسری آیات و احادیث میں قدرت خداوندی کا ذکر ہے قانون کی بنا پر ہمیں رب تعالیٰ نہیں دینی قدرت و توفیق الہی اسی لئے وہاں **لا یستأخرون و لا یستقدمون** ارشاد ہوا کہ بڑے اپنی کوشش اپنے ذمہ سے آگے بچنے نہیں ہو سکتے اگر رب تعالیٰ آگے بچنے کرے تو وہ قادر ہے ہر چیز علیہ السلام اور ان کا کو حالیکہ سوسل وقت یافتہ رہے ہر زندہ لئے اس کی پوری حقیقت تیسرے پار کی تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ دوسرا اعتراض: موسیٰ علیہ السلام نے پار گاہاں میں عرض کیا **اتھلکنا بما فعل** یہ توبہ تعلقاً پر اعتراض ہے غدا پر اعتراض نبی کی شہن سے بعد ہے کہ یہ خلاف ایمان ہے۔ جو اب یہ عرض کرنا اعتراض نہیں بلکہ رحم کی درخواست ہے نہایت ہی عمدہ ہے یہ میں۔ یعنی اسے سولی کیا ہو سکتا ہے کہ تو ہم کو اسی طرح جاک کر دے نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کہ تو ہم دو جیم ہے ہم کو تیری رحمت و کرم سے بڑی امیدیں ہیں مانگنے کے واسطے مختلف ہوتے ہیں۔ تیسرا اعتراض: یہ سب ہی ہم نے عرض کیا **ان من الافتنکنا** میں سخت گستاخی ہے قدرت کو رب کی طرف نسبت کرنا ہر گھ اہمیت کی بے ادبی ہے پھر اتے ہرے خبریں کیوں کی ہم کسی شریف انسان کو قدر گرا تھرا کھین نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ رب تعالیٰ کی ذات۔ جو اب: پہلی زبان میں قدرت کے معنی ہیں امتحان آزمائش عالم۔ بلاہ انتاء ہر آزمائش کہتے ہیں تو۔ قدرت تمام آزمائش کو۔ رب فرماتا ہے **انما مالو الحكم و اولادکم فتنتم** یہاں قدرت کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف خلق کی نسبت ہے یعنی یہ سب قائم کردہ امتحان ہے جس میں کوئی کوئی کامیاب ہو گھ اگر ان تین باتوں میں کوئی بات بے ادبی یا رب تعالیٰ پر اعتراض کی ہو تو آپ صرف **فانصرون** فرماتے بلکہ ایمان کی توجیہ کرتے کہ رب پر اعتراض کھرتے تو کھ صرف ایمان سے دور ہو آتے۔ چوتھا اعتراض: آخر موسیٰ علیہ السلام نے ان ستر صوبوں کی بات پر زور و شفاعت کیوں کی۔ موت تو

انہیں نیچوں میں تیرلی فرماتا ہے کہ ہر جرم پر جلسے سزا کے مظاہرنا ہے **فَاُولٰٓئِكَ يَمْلِكُ اللّٰهُ سِئَاتِهِمْ** حسنة اس لئے آپ نے رب کو **خَيْرِ الْغُضُوْبِيْنَ** کہا یعنی تمام بخشنے والوں سے بہتر کر بخشنے والا۔ سو فیاض فرماتے ہیں کہ جیسے ہم نے جسے پلٹا میں ان کے لئے ہے کھیت میں ہالی کو ہمیں میں دو اسپتال میں ملتی ہے ایسے ہی قنولیت اور عہدت کی رکت کھت اور لی چلے گا ہوں سے ملنے ہیں۔ کچھ موسیٰ علیہ السلام کے چلے گا کہ وہ عہدت تو پر قرار دیا گیا اگرچہ رب تعالیٰ کی رحمت ہر جگہ ہے مگر ان میں بیکوں ہے۔ سہ ماہہ نہیں اور ہر مگر روشنی دہلی ملتی ہے جسے بلب ہوا اس سے طریقت کے امت مسائل ملتے ہیں۔

وَ اَكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِى الْاٰخِرَةِ اِنَّهَا دُنَا لِيَّكَ

اور کہہ تو واسطے ہمارے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں جسے نیک کرنے اور جہاں کا طرف تیرے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی کہہ اور آخرت میں جسے نیک ہر تیری طرف رجوع کرنے فرما

قَالَ عَدَائِيْٓ اُصِيْبُ بِدَمْنِ اَسْأَآءِ وَ رَحْمَتِيْٓ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

فرمایا رب سے سزا میری پہنچاتا ہوں میں وہ اسے مجھے باہنا ہوں اور رحمت میری نے کچل ہے ہر چیز کو ہر طرف میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو کچلے سے ہے۔

فَسَاَلَتْهَا لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِآيٰتِنَا

پس منقرہب کچل کر ان میں وہ رحمت واسطے ان کے ہر ہر چیز جاری کرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ ما کہ وہ تو منقرہب میں مستحق کو ان کے لئے مکہ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیاتوں پر

يُؤْمِنُوْنَ

ہماری آیاتوں پر ایمان رکھتے ہیں

ایمان دیتے ہیں

تعلق میں آیت کر۔ لاجبلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق موسیٰ علیہ السلام نے سزاؤ میں کی ہلاکت دیکھا چار ماہیں بائیس جن میں سے دو ظالم جہلی آیت میں ہو اسلئے اور رحمت اور تیرے فکر اس آیت میں ہے کہ کیا یہ آیت جہلی آیت لائے ہے دو صراحت تعلق: جہلی آیت میں یہ فکر ہو کہ اگر ای اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے لب موسیٰ علیہ السلام کی اس حال ہے کہ صلیب کو گراہوں میں سے نہ بناوے یا انکھ میں سے نہ کہہ کہ کرم کی دین کا نہ ہو یا طلب نہ کی باغ کا ہے اور ان میں مانگے طریقت بنایا جا رہا ہے۔

مانگے کا طریقہ ہے اس طرف مانگے ہر کرم سے بندہ کو کیا نہیں

رب تعالیٰ کی نظر اور رحمت اہل صراط سے پہنچ کر وہ پھر رحمت میں داخل ہو گا۔ یہی اصل کامیابی ہے۔ رب تعالیٰ کا یہ ارادہ راضی ہو یا آخرت سے مراد ہے بعد قیامت کی زندگی جو آخرت کی بھلائی سے آخری بھلائیوں میں ہوں گی یعنی جنت اور وہاں کی نعمتیں جو خدا ہی کا عطا ہے۔ ہم نمازوں کے آخر میں مانا جاتے ہیں۔ **وینا انما فی الدنيا مستهوفی الاخرة حستنمو فنامنقلب التوراس کالمذنب جب ظلم ہند کی یہ دعا ہے نیز قرآن مجید اور حدیث شریف میں ہم یہ دعا سکھائی گئی ہے انماھذا الیھکم عمارت بناوتو بناہما ہے الیھکتب لنا کی وجہ سے ما سے مراد موسیٰ علیہ السلام اور طور پر آپ کے ساتھ آئے اور لہو و سحر آئی اور وہیں زلزلہ سے بڑا ک کے گئے جن کو کراہی ہو چکا اس بارے میں اسرائیل میں مروی ہے۔**

ھمنا ہے ہودے یعنی لوٹنا تو یہ کراہی کا شاعر کہتا ہے۔

ان امر عمما جنیتھاند

ہم کے بعض بیچ کہتے ہیں۔

یولکب الذنب ہد ہد ولسجد کانک ہد ہد

یعنی اے گنہگار تو یہ کہ تو یہ کرو اور ہد ہد کی طرح سجد سے کہ آ رہا۔ یہاں **ھمنا** تو معمول ہے یا بھول یعنی ہم تیری طرف و سولے یا ہونے لگے کہ تیری رحمت نے ہم کو تیری طرف لوٹایا کہ میں نے تیرے ہد ہد کی دعا سے تو یہ کہل۔ ان حاضرین نے اس حکام سے تو یہ کہ **لن نؤمن لک حتی تروی اللہ اور سدا**۔ اسرائیلیوں نے چھڑا کر تھی سے تو یہ کہی دعا مطلقاً پیشلوی یہ فیہ کلمتی چونکہ ہم سب نے تیری بارگاہ میں تو یہ کہ تیری طرف رجوع کیا اور تو اپنے روز سے کسی مذہب کو محروم نہیں لو تا کہ اس سے ہم پر رحم فرما (روح امیاء) **قال عدنا ہی اصیب جہ من اشاہ اس** فرماں حال میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اے موسیٰ خدا سے پاس چاہتے ہیں۔ **عذاب** رحمت عام جس کا ظہور دینا میں ہے رحمت خاصہ جس کا ظہور آخرت میں ہو گا رحمت خاص اللہ جو صرف امت محمدیہ کو عطا ہوگی اس میں عذاب کا ذکر ہے **من اشاہ میں** سے مراد مجرم گنہگار بندہ ہیں اس میں نیک کار بندہ داخل نہیں۔ **مطلب** یہ ہے کہ ہم جس مجرم کو چاہیں گے عذاب میں گنتے چاہیں گے بخش دیں گے یہ مطلب نہیں کہ جس متقی ذلی نبی کو چاہیں گے عذاب میں لے گا **مطلب** واضح ہے اس کوئی اہم جزئی نہیں اس تفسیر کی بنا پر عذاب سے مراد اخروی عذاب ہے اور **من اشاہ** سے مراد گنہگار مومن ہیں کیونکہ عذاب پر صبر و عذاب دائمی ہو گا کسی کا کوئی بخشش نہ ہوگی۔ رہے گنہگار مومن ان کو یا رحمت بخشش یا شفاعت کیلئے سے صلح پال رکھے یا وراثت کی آگ میں نثار کر سکیں اور نہ کہ جنت کے قتل دیا جاوے گا جیسے مجھ میں آئے لہذا یہ جنت کے لئے اراہ مسل یا وضو کرایا جاتا ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے **یفضر لمن یشاہو یعذب من یشاہو** اور ہو سکتا ہے کہ عذاب سے مراد دنیاوی نہیں عذاب بلکہ **من اشاہو** سے مراد گنہگار ہوں یعنی دنیاوی عذاب ان کا ہے ان میں گنہگار نہیں گنہگار نہیں ہم عذاب دینا چاہیں، لہذا لو قوم شعیب علیہ السلام پر کم توئی کی وجہ سے۔ قوم نوح پر عذاب کی بنا پر عذاب آئے لب بھی گنہگار یہ جرم کر رہے ہیں گنہگار نہیں تے معصوم ہوا کہ حیثیت پر موقوف ہیں رحمت عام کے متعلق اور شلو ہوا کہ **ورحمتی وسعت کس شیئی** اس فرماں حال میں رحمت سے مراد رب تعالیٰ کی رحمت مدد ہے جس کا ظہور دینا میں ہو رہا ہے جیسے زندگی بھمت و عجب ہو اور ترقی کیس یہ فیہ

ان کی تکمیل ہم ہم لفظ کی تفسیر اور متن الیم میں کر چکے ہیں۔ ان تعلقوں کے لحاظ سے رب کلام رہا ہے۔ جس شئی سے مراد ہر سو من کا مرفوعی حاسق ملکہ بلکہ سارے جن و انس سے لگت سمجھنا اور فیہ تعلق ہے کہ کوئی تعلق اس کی اس رحمت سے خارج نہیں۔ خیال رہے کہ عذاب کے متعلق اصیب جہاں شہوہ انفسار سے مگر مابہرہت مستحی اس شہوہ ہوا جس سے معلوم ہوا کہ رحمت الہی رب فاکرم ہے اور عذاب الہی ہمارے گناہوں کے سبب ہے۔ عذاب خاص وقت میں آتا ہے مگر رحمت میں صحت کا ذکر ہوا یہ بھی خیال رہے کہ رحمت بھی لفظ کے ارفاق سے ہی ہے اور عذاب بھی مگر رحمت میں اس کا ذکر نہیں ہوا جس سے پتہ لگا کہ رحمت عذاب پر بہت لگے ہوئے ہے (از معنی) **فاسکتبھا اللذین یتقون** اس فریاد علی میں رحمت کی دو سری قسم یعنی رحمت خاصہ کا ذکر ہے جیسے ایمان فرمان **الذین خیر** قبر میں کھریاں حشر میں نبوت جنت کا مظاہرہ **یہ یتقون** بنا سے تقویٰ سے معنی ڈرنا پڑنا تقویٰ کے معنی اس کے اقسام **خیر** مہدی **للمتقین** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا کہہ دو کہ تقویٰ کے دو رکن ہیں معمولات شرعیہ سے پہلے احکام پر عمل کرنا ہے ان دونوں کی توفیق ملے تو کامل معنی ہے یعنی رحمت خاصہ صرف پر ہیز کاہوں کے ہاؤز کاہوں کہ **ویؤتون الزکوٰۃ** یہ عبارت معطوف ہے **یتقون** اور صلہ ہے **الذین** تاکہ تقویٰ میں زکوٰۃ بھی داخل تھی مگر وہ نہ کی ہو یوں اول درجہ کے بخیل تھے اور بخیل ہیں انہیں زکوٰۃ بہت سی گراں تھی اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر ملکہ **والذین ہم یراہون** تاکہ ایمان ساری عبادت کی صحت اور قبولیت کی شرط اول ہے اس لئے اس کا ذکر آخر میں بطور عمل فرمایا آیت سے مراد کتاب اللہ کی ساری آیتیں ہی کے سارے عبارتوں اور ان کے سارے فریاد ہیں یعنی یہ رحمت خاصہ ان لوگوں کو ملے گی جو پر ہیز کاہ بھی ہوں ایسا کہ وہ بھی چونکہ ساری اسلامی عبادتیں وقت مقررہ ہیں جیسے نماز کے ارکان قیام رکوع وغیرہ مگر ایمان واقعی جیسے نماز کے لئے طہارت مضرورت قبلہ کو نہ کہ اول سے آخر تک چاہئے ہوں ہی ایمان اول سے آخر تک ضروری کہ سانس کی طرح ہر وقت دل میں رہے اس لئے ایمان کا تقویٰ اور زکوٰۃ کے بعد فرمایا یعنی ہوں کام کریں مگر بشرطیکہ آخر دم تک سامن رہیں۔

خلاصہ تفسیر بطور ہر ستر آدمیوں کی جاگرت دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے پکارا کہ الہی میں چند رعائیں کہیں جن میں سے تمیں دعاؤں کا ذکر بچھلی آیت میں ہوا ایک **الاشارة** **اتھلکنا** اور **اصرا** **فاغفر لنا** اور **وصنا** دعاؤں کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے چنانچہ آپ نے عرض کیا کہ خدا باری ساری قوم یعنی بنی اسرائیل کے مقدر میں، نیکی خاص بھلائی بھی لکھی اور آخرت کی بھلائی بھی کرنا میں ہم کو فیری توفیق پہنچا کر تمام قوموں پر شرف عطا فرما۔ آخرت میں حضرت رحمت زوروں پر افسار شرف عطا کرے۔ کیونکہ ہم سب نے اسے سہلی جبری طرف رجوع کر لیا ہے کہ چھڑا ہر ستوں نے اپنے اس جرم سے توبہ کر لی ہے۔ ان ستر آدمیوں نے جنوں نے تیرے، یہ اور افاقنا کیا تھا اس سے رجوع کرنا تھی کہ سب نے تیرے سوا اور فاشوں کیا تھا اس سے توبہ کرنی کہ میں عرض کرنا اور **سبحانک** **قیبت الیک** سول جب ہم سب تیری طرف رجوع کر چکے ہیں تو اپنے جرم سے توبہ نہاری یہ دعا قبول فرما اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے وہی ہمارے پاس آئیے تو عذاب ہے اور تمیں رحمتیں ہمارے عذاب کا حامل ہے یہ کہ ہم کسی بے قصور کو عذاب نہیں دیتے قصور و گلوں میں سے جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ وہی میری رحمتیں تو ہماری رحمت ہمارے رزق صحت، نیکی اور سری ختمیں

یہ تو ہمیشہ گنجیہ ہے جسے کہ ہر مومن کا فریضہ اور نازن آنی ہے۔ وہی دوسری رحمت۔ یعنی رحمت خاصہ۔ مومن اور اپنا قرب و خیر۔ یہ امن کے مقدر میں کرتے ہیں جو بیزگار ہوں خصوصاً نہ کو تو کہتے ہوں ساتھ ہی وہ ہماری سلامتی تیار کر لیا کرتے ہوں کہ کوئی سنگی بغیر اعلان قبول نہیں ہوتی لہذا ہماری یہ وہ امن خاص لوگوں کے حق میں قبول ہے کہ ہم مشقوں کو اس رحمت سے تو اڑیں گے ہماری دعا کیجئے کہ تم کے ساتھ قبول ہے۔

فائدے میں آیت نیر سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ وہی ہے کہ شفقت برحق ہے دنیا میں اور آخرت میں اس شفقت کی برکت سے لہذا ہی وہ تم میں ملتی ہیں یہ فائدہ **واکتب لنا** سے حاصل ہو لو کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی سلامتی قوم کے لئے نیا اور آخرت کی مافرائی جو قدرے ترسیم سے قبول ہوئی اور قوم کے کام آئی۔ دو سرفائدہ وہی اپنی قوم کے لئے مطلق ہوتے ہیں کہ ان کی طرف سے بارگاہ الہی میں عرض معروض کرتے ہیں اور رب تعالیٰ ان کو اب ان تک پہنچاتا ہے یہ فائدہ **واناھذا الیحدی** سے حاصل ہوا لہذا وہ حضور انور کی عظمیٰ قیامت میں ہر ایک و یکہ کے لئے کج تیسرا فائدہ بہتر ہے کہ رب تعالیٰ سے دنیا اور دین دونوں کی بھلائی مانگے صرف ایک بھلائی پر قیامت نہ کرے یہی سنت اعلیٰ ہے یہ فائدہ **وفی اللغیا حسنتہ** **وفی الاخرۃ** سے حاصل ہوا کہ جو تھا فائدہ دوسری دعا اس سے جامع مانا جاتا ہے جس کے الفاظ توڑے ہوں مگر یہ فائدہ **حسنتہ** فرماتے سے حاصل ہوا کہ حد لفظ **قوله** ہی مختصر ہے مگر اس میں بھلائی اعلیٰ ہے پانچواں فائدہ اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے، مگر بہتر ہے یہ فائدہ **واناھذا الیحدی** سے حاصل ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے روح اعلیٰ اللہ کے وسیلے سے دین دنیا کی بھلائی دپ سے مانگی اور جب ہمارے اعمال جن کی قبولیت مطلق ہے وہی دعو اور وسیلہ کہہ رہے ہیں تو وہی نیک عمل جو یقیناً مقبول محبوب ہیں ان کا توسل بھلائی برحق ہے بلکہ حضور انور وسیلہ عظمیٰ ہیں جس کا حضور انشاء اللہ کل قیامت میں ہو گا کہ لوگ اپنے اعمال کے بارگاہ الہی میں حاضر نہیں ہوں گے حضور کو وسیلے تلاش کریں گے پھر حضور کے واسطے میں چھپ کر بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ چھٹا فائدہ **قوله** تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے دیکھو یہی اللہ عزاب کے لئے **اصیب** مستقبل امر شدہ ہو اور رحمت کے لئے دست بائیں نیز غضب کے لئے **من** فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ غضب ہوا کہ وہاں رحمت کے لئے **کحل** فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ رحمت ہوا مگر ہوا مائل نیر مائل کو پہنچتی رہے گی۔ ساتواں فائدہ **قوله** تعالیٰ کی خاص رحمت خاص انسانوں کو ہی ملتی ہے نہ تمام مخلوق کو ملتی ہے نہ تمام انسانوں کو یہ فائدہ **للغنیین** **یقوتون** سے حاصل ہوا کہ **انھو** فائدہ تقویٰ کے لئے ایمان ایسا شرط ہے جیسے نماز کے لئے طہارت یعنی نیک اعمال کر رہے ہیں اللہ سے بہت سبھی سنیے ہے جبکہ یہ ہم کرنے کو ہوسکتا ہے ایمان ہوا قبولت بلکہ دعا اور نواز ہے یہ فائدہ **بایستایہ** **منون** سے حاصل ہوا۔

پہلا **اعتراض** موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس خاص اہمیت کیوں فرمایا کہ ہمارے لئے بھلائی کونسا اختیار ہے نہ کہہ سکتے ہیں ہمیں بھلائی دے۔ جو اس وقت مطلقہ تحریری وعظائری بھی ہوتی ہے اور پختہ بھی یعنی تو ہمارے نصیب میں دین دنیا کی فریادیں کھو گے مگر ہمارے لئے وہ ناز ہوا جو ہر مومن کو ملتا ہے یعنی ہمیں کہ تو ہم کو بھلائی کی بات نہیں دے اور جب ہم بھلائی کریں تو تو اسے ہمارے لئے بھلائی میں کھو دے عمل بھی اور اس کی افروزی جو ہمیں جب رب سے مانگتے تو خوب مانگی چیز مانگتے اس کے بدلے کی

کس چیز کی ہے۔ دو سرا اعتراض اس دنیائی بھلائی کا ذکر آخرت کی بھلائی سے پہلے کیوں ہوا آخرت کی بھلائی افضل ہے افضل کا کرپلے چاہتے تھے جو اس اعتراض کا عمل ہو جب یہ دوسرے بارہ کی تفسیر میں دے چکے ہیں کہ دنیائی بھلائی آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔ نیک اعمال کو تو بہت یاد دہیہ لاکر پہلے ہوا اصل مقصود لاکر لیتے ہیں۔ تیسرا اعتراض اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمہاروں سے معصوم اور محفوظ مخلوق کو بھی مذاب و باہکسا ہے کہ فرمایا گیا **صیغہ بمن اشاہ** لفظ قریش انہیں لوگوں کو مذاب ہو سکتا ہے (بعض کتب قرآنی) جو اس اعتراض کا تعلق ہو اب ہم مسئلہ انہیں کذب کی تحقیق میں دیکھتے ہیں دیکھو سلاطین آیت **ان اللہ علیٰ کل شیء قدير** میں اتنا سمجھو کہ اس آیت میں **من** سے مراد ہر مکلف انسان ہے یعنی جس کو ہر مسلمان کو ہم چاہیں گے مذاب ہیں گے اسے انبیاء کرام خاص اور انبیاء اللہ سے کوئی تعلق نہیں ورنہ یہ آیت ان تمام آیات کے خلاف ہو جو ہے گی جن میں مقبول بندوں سے اللہ کے وعدوں کا ذکر ہے جیسے **وکلوا وعلی اللہ العسحیٰ** **وعد اللہ الذین امنوا اللہ تعالیٰ بھوت وعدہ تعالیٰ سے پاک ہے۔** چوتھا اعتراض ہوسی علیہ السلام نے یہ کیوں عرض کیا کہ **واکتب لنا فی ہذا اللہیا حسنہ** لیاریا نے انہیں دین دنیائی بھلائی میں ہی تمہاری وہ توئی ہیں نبی کو ہر قسم کی بھلائی مٹا ہوتی ہے۔ جو اس اعتراض سے مراد ہے جو کہتے ہیں انسان مذاب ہے کہ وہ حقیقت میں یہ عقلم کے لئے تھی اپنے اس میں داخل فرمایا کہ وہ عازادہ قتل جنین سے عدو دیکھو ہماری دعا کے آگے پیچھے درود شریف پڑھتے ہیں حضور اور مائیں دیتے ہیں کیوں؟ تاکہ حضور کے پیام کی شمولیت سے انہما اکملین ہوں۔ پانچواں اعتراض اس آیت **نرم** سے دو جڑوں میں اشکاف ہے **رحمتی وسعت کس شیء** عت معصوم ہوا ہے کہ اللہ کی رحمت سب کو ملتی ہے پھر لیا گیا ہے **فما سکتبھا للذین یتقون** جس سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ کی رحمت صرف پرہیزگاروں کو ملتی ہے۔ جو اس اعتراض کا وہ اب بھی تفسیر میں گزر گیا کہ اللہ کی رحمت کسی قسم کی ہے رحمت خداوندی و ذوق وغیر وہب کو ملتی ہے مگر رحمت خاصہ سونوں متقیوں کو پہلے جزیں رحمت عامہ کا ذکر ہے اور دوسرے مذابوں سے پہلے داخل ہے پھر اس کے بعد ذمہ لاکر کیوں ہو کہ فرمایا **یتقون ویؤتوا الزکوٰۃ** جو اس دینی اسراکیل ہے۔ انہوں نے ذمہ لاکر اتنے سے رحمت ہی پہنچے تھے اس لئے ذمہ لاکر موصوفیت سے کیا گیا تصور یہ ہے کہ اس ہوسی علیہ السلام نے کہا کہ اسرا کیوں کے لئے رحمت خاصہ کی مافار ہے جس مگر ہوا قانون یہ ہے کہ ہم رحمت خاصہ متقیوں خصوصاً علیوں کو دے دیتے ہوں اور مٹا دیا جاتا ہے۔ یہی کہوں اس رحمت کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ ذہن ہوسی جب تک مشرغ نہ ہو اکتاب تک یہ رحمت اللہ کی رحمت تھی جس پر نظر کیا جاسکتا اس کے ذریعہ دعائیں کی بھلائی میں ہوسی علیہ السلام۔ ہر شر عرض **کیانا ہلما لیجک** اور اس کو قبولیت ماکلورینہ پانچواں ذمہ سے دو ذہن مشرغ ہو اکتاب سے رحمت مستحق بن گئی اب جو اپنے ہوسی ہونے کا قرار کرسد وہ کھوتے سرواں میں آگ رحمت ہے کہ میں میں حلیف وہ اس ذمہ لاکر رہے رہے ہیں مذاب کے مقابل رحمت لاکر کیا کہ مذاب لاکر نکدہ مذاب وہ سزا ہے جو کسی ذمہ پر ہی چلوے بغیر جرم سزا عظیم ہے۔ جب علم سے پاک ہے مگر رحمت وہب جو بغیر اتحقاق کرم کیا

ملے وہاں عمل کی شرط نہیں اس میں بتایا کہ مذہب اپنے عمل نہیں ہو گاہل و گمراہ کو ہم بغیر عمل بھی ہو گا لہذا کی دور دست و بخت
 ہرچ کہ تلخ ہے بے اس کا کوئی اندازہ نہ ہو سیکر وہ میرے محبوب ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے اور حمتی وسعت
 کل شیئی عشت۔ چنانچہ مجھ میں یہ سورن اپنی درایت سے یا بجز کو گھیر لیتا ہے از قوم تا قیامت: ایہ کہ حضور کی
 رحمت سے ہر مسلمان کی تحسیر ہے۔ **وَمَا مَسَّنَاكَ إِلَّا رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ** حضور انور کے ہا کوئی رحمت
 تمام عالموں کے لیے نہیں ہی رحمت بطمین میں کہہ سکتے۔ سورن ہر ش آسمان و زمین سمیت دون کی حد میں ہیں مگر حضور کی
 رحمت کی کوئی حد نہیں۔ **لَقَدْ اَنصَلْنَا سِرَاطَ عَلَمٍ مَّا سَوَى الْاَسْمَاءِ** نبوت اور وہاں کی مخلوق فرشتے ہیں وہاں کوئی حد نہیں ہے
 ہے کہ اسے سوری علیہ السلام تم کو صرف اپنی رحمت کے لئے مہار رحمت کر رہے ہو مگر میری رحمت جتنی محمد مصطفیٰ علیہ السلام
 ایسے تجربے ہو گئے ہیں کہ جس کا میں رب ہوں اس کے لئے وہ رحمت ہیں۔ میرا نام ہے رب العالمین ان تمام ہے رحمت
 للعالمین ان کی رحمت مہار عالم کو بھی کی اور ان کی رحمت مہار مومنین مسکین کو مہار ہے۔ ان کی شریف آوری ہونا
 میں نہیں مذہب تاملد ہا میں کہ تم کو چاہئے کہ ان کے قول سے ہم سے دعا کیا کرو۔ خلاصہ فرمایا ہے کہ اسے سوری میری
 رحمت مہار ہے ہرچ کہ تم میرے ہے اس کے لئے ان کا کوئی نہ کر۔ ایسی کوئی چیز نہیں جس کا میں رب ہوں اور محمد مصطفیٰ اس سے
 لئے رحمت ہے۔ ہی رحمت مہار میں لی آسمان و ممالک ہے دنیا و آخرت کی عطیہ ہے ہم آپ کی رحمت و احسان سے بڑھ کر
 ان میں تین صلاحت ہوں تقویٰ صلاحت ایمان۔ اور خاص خاص رحمت وہ رحمت محمد سے لئے محفوظ رہی گئی ہے وہ کسی
 اور رحمت کو نہیں مل سکتی اس کا لئے آئے ترہا ہے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَ

وہ لوگ جو پیروں کرتے ہیں اس رسول کی جو کہ ان کے لئے اس کو دکھا ہوا

وہ جو نکالی کرے گئے اس رسول کے بڑے چہرے کی جبریل کے لئے

مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا مَرْهُمُ

فرزید اپنے تورات اور انجیل میں مکتوب کر رہے گئے وہ

دکھا ہوا پائیں گئے اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں دکھائی

يَا مَعْرُوفٍ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجِدْ لَهُمُ الْقَبِيلَ

رسول ان کو انہیں بات کا اور منع کر رہے گئے وہ ان کو بڑائی سے اور ممالک میں گئے وہ انہیں

ہ حکم دے گا اور بڑائی سے منع کرے گا اور تم کو بڑائی سے منع کرے گا اور تم کو بڑائی سے منع کرے گا

وَيَجْزِمُهُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَالْأَعْلَالِ الَّتِي

ان کے لیے جبر میں اور عوام کر رہے گئے وہ ان کو بڑائی سے اور انہیں گئے وہ ان سے جو ان کے اور وہ

انہیں حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور بوجھ کے بوجھ سے جو ان پر گئے وہ ان سے گا

كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَأَلْزَيْنَا بِنَا فِيهِ وَعَزَّرْنَا وَوَصَّرُوهُ وَابْتِغَا

طریق جو نصیب ہو پر ان کے ہمسوہ لوگ جو ایمان لائیں ان پر اور لا نکریں ان کی اور سو کر میں انکی
تو وہ جو ان پر ایمان لائیں اور اسے بعد میں اللہ اسے نور کی

التَّوْرَ الَّذِي أَنْزَلْنَا مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور جو وہی کر میں اس نور کی جو انہیں ہم سے نازل کیا ساتھ انکے وہ جو کامیاب ہیں۔
جو وہی کر میں جو اس کے ساتھ اظہار ہو گا بلکہ ہر گز نہ۔

تعلق ان آیت اور پہلی آیت سے ہند طرح تعلق ہے پہلا تعلق پہلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی حالت اس
عالیٰ قیامت کا بارہ اس ای قیامت کا بارہ ہے وہاں کہ آپ لی واقف ہے کہ وہ اس کا علم و تشریح ہے۔ دو سرا
تعلق پہلی آیت اور میں موسیٰ علیہ السلام کی عالی قیامت کا ذکر ہے تاکہ یہ تم کے ساتھ۔ اس قیامت میں ایک اور
تکمیل فرمائی جاتی ہے۔ اربع پہلی قوم کو ہیں۔ ثانی صحابہ ہیں کہ تم اس شرط سے کہ وہی تفریق ہے پہلی آیت میں
دو بارہ سے تفریق ہے۔ میرا تعلق پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو روشوں کا ذکر ہے ایک رحمت خدا ہے ہر جگہ کو کج ہے۔
بے رحمتی و سختی کس شے سے دوسری رحمت خدا ہے صرف سو میں مشغول ہو کر پہلی ہے آپ کی تیسری
رحمت کا نر ہے جو صرف استعجاب ہے۔ کوئی رحمت خدا کے لئے تین شرطوں کا ذکر ہے۔ توفیق و توفیق اور رحمت
خدا کے لئے ایک شرط ہے کہ اسے اجازت اور سہولت دیا جائے تاکہ تم سے قبول ہو۔

تفسیر العین یقیمون ظاہر ہے کہ الذین ارادوا الذین یعنی اللذین یتقون ایمان ہے پہلے تین مشغول تھیں اور
توفیق اور توفیق ہے۔ ایمان اور ظاہر ہے جس صفت ایمان ہے یعنی حضور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وہ
ہیں جو ان کا مشغول ہے۔ صرف وہی نور ہے۔ کہ یہ الذین ایک چہ شیعہ نقل لافعل و مشغول ہو یعنی خاص لفظ
رحمت و نور کا ہے۔ یہ ہم ان ہیں۔ الذین سے مراد وہی اسرائیل ہیں جو حضور و نور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کہ اس سے اسے سلطان مراد ہے ان ظہور اسرائیل ہوں یا توئی اور پہلے سعی زیادہ ظاہر ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام
عالیٰ قیامت کا ہے۔ قوی یہ ہے کہ یقیمون معنی مستقل ہے یعنی اتباع کریں گے جب حضور و نور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حضور و نور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ اس وقت میں محمدی آجانی نہ تھا یہی اس آیت کے
ماہ۔ صراط۔ یعنی مستقل ہیں۔ یجدون۔ یامرهم۔ یحل۔ یعزم۔ یہ پست است انجی طرح انجیل و۔
ظہار آیت اور باقی آیت سے اس افراط میں۔ اتباع صرف حضور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمی اتباع نہیں ہو۔
الفاظ اللہ تعالیٰ کی بھی ہے حضور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ لفظ اللہ ہی ہے۔ لکن آیت کریمہ قل انکم تم تعجبون اللہ
فاتبعوہ کسی طرف سے بغیر تحقیق یا اطلاع ہے کسی کی تحقیق بغیر سوچے گئے کہ اتباع ہے۔ حضور و نور کے اقوال کی پیروی
اطاعت فعلی اور عقلی اتباع اور اس کی ضروری ہے۔ یقیمون لافعل وہی اسرائیل ہیں جو حضور و نور و شہادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

الذین سے مراد ہے اس کے بعد حضور علیہ السلام کے نومذمت علیہ السلام ہوئے چنانچہ فرمایا گیا کہ **الرسول النبی الامی**۔ آخر تک مفضل ہے **یتیمون** اس میں حضور کے تیس مذمت ہیں رسول "نبی امی" رسول اور نبی میں چند طرح فرق کیا جاتا ہے۔ 1۔ اللہ کی نسبت سے حضور رسول ہیں اور مخلوق کی نسبت سے نبی یعنی رسول اللہ ہیں اور نبی امی ہیں جو کہ رسالت نبوت سے افضل ہے اس لئے رسول کا ذکر پہلے ہوا نبی کا بعد میں رب فرماتا ہے **وکان رسولاً نبیاً** اللہ نبوت مشروع ہو سکتی ہے رسالت مشروع نہیں ہو سکتی گذشتہ انبیاء کرام اب نبی نہیں رسول اللہ ہی ہیں **امنت باللہ وملئکتہ** **وکتبہ ورسولہ** 2 صاحب کتاب و پیغمبر رسول ہیں اور مہم پیغمبر نبی اس لئے نبی ایک آنکھ ہے میں ہزار ہیں اور رسول جن سے تہہ 3۔ نبی خبریں دینے والے پیغمبر نبی ہیں جنہاں عقل کی رسالت نہ ہو۔ اور رسول دینے والے پیغمبر رسول ہیں جنہاں نبی ہیں پیغام رسول اور رسول ہیں لیکن رسول حضرت جبریل سلمی نبی مریم سے کہتا تھا **انا انار رسول ربک لاہب لک** **لعلماء ذکیرا** پھر رسول یعنی فیضان رسول دو طرح کے ہیں بے اختیار "بے اختیار" بے اختیار ہے جبریل ہیں کہ قرآن میں انیس رسول فرمایا ہے اختیار۔ اور بے اختیار رسول انسانوں کے رسول۔ اس لئے جو کہ انسانی رسولوں کے تھے وہ بے اختیار جبریل تھے کوئی نہیں۔ پھر میں 3 تہہ رسولوں میں سب کی فیض رسالتی محدود تھی خاص وقت اور خاص قوم کے لئے۔ ہمارے حضور کی فیض رسالتی غیر محدود ہے کہ حضور نے سب کو پیش لیا اور دوسرے کے مجموعہ کا ذیل بنا ڈالا۔ نبی اور رسول باہل سب ہی پائل دیتے ہیں مگر ان کے دین میں فرق ہے۔ رسول نبی دونوں ہم معنی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ 5۔ اللہ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ اللہ کے نزدیک بڑی شان ہوتے ہیں وہ وہاں نبی ہے یعنی نبی نبیوت سے بنا۔ مہم پیغمبر اور نبی (تعمیر روح المعانی) کہیں کوئی فیض ہے بنا۔ معنی خیر ہے نبی اور اللہ نبی نہیں خود اپنے والا سب کی تہہ دینے والا خیر لینے والا اس کی تحصیل باری کتاب مواظبت علیہم میں مسلمانہ کراچی کی تہہ ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ باب 13 اور 14 تھی سے ام سے مراد **اتمام القری** تھی کہ ملامت ہے امی۔ معنی کسی ہے یعنی کہ میں پیدا ہونے والے یا امام ہے ابھریا ہے جو کھینے پڑھنے سے مہم "ملیہ" تھے یعنی بے پڑھے تھے جماعت میں پیدا ہونے والے یا امام۔ معنی اس ہے یعنی شہداء اور ان کے لئے کہ جناب آیت جیسی شان والا نبی ہی جو محمد مصطفیٰ کی ماں ہیں نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو۔ بے مثال نبی کی سب مثالیں رضی اللہ عنہا اسی کے معنی ہیں اس لئے یہ تہہ سے مہم عارف پیدا ہونے والے جن کے اسم پر کسی کی شاکردی کسی کی سریدی کسی سے فیض لینے کا ہے نہیں۔ شعر

نہی نہ پڑھے جناب وہا شاکر رشید حق تعالیٰ

نکار من کہ قلمب زلفت و لطف نہ نوشت . خرم مساند آموخت و صد مدرس شد

قلم اصل جن خاندان ہر لوح محفوظ جس کی تہہ ہونے کے نوشتہ پر جس کی نظریہ وہ کس کا شاکر ہو۔ امام۔ معنی اصل ہے رب فرماتا ہے **وعدنا ان لکتاب یعنی عالمی اصیبات والا شعر۔**

تو اصل وجود آدمی لافقت اگر ہر پہ موجود شد فریقت

دیگر تعمیر روح ایمان حضور رسول بھی ہیں نبی امی بھی اللہ الذی یجدونہ مکتوباً عنہم فی التورہ

والانجيل۔ حضور ﷺ کی جو وحی صلت سے پہلی آئی **یجدون**۔ معنی مستقبل ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حضور کے یہ صلت ملنے کے سبب انجیل نہیں آئی تھی نہ دو گونے اس میں حضور کے صفات پڑھے تھے **یجدون** کا اطلاق وہی نبی اسرائیل ہیں جو حضور انور کے زمانہ میں موجود ہوئے اور ان کے بعد والے اسرائیلی۔ قرأت و انجیل میں حضور انور کے ہم آپ کے ہم آپ کے صفات آپ کے احوال کا تفصیل موجود تھے **عندہم** یا تو عرف ہے **یجدون** کا یہ مکتوباً کا **عندہم** لڑا کر یہ بتایا کہ حضور انور کی ذات و صفات ہر وقت ان کے پاس حاضر رہیں گی کسی وقت ان سے غائب نہ ہوں گی۔ (روح المعانی) حضور انور ان میں ایسا مشہور معروف ہو گا کہ وہ حضور کے ہم کے وسیلے جنگوں میں فتح پانچوں میں صحت سینوں میں 'جالت' انہوں میں رہائی کی دعائیں کیا کریں گے۔ رب فرماتا ہے **وكانوا من قبل يستفتون على الذين كفروا** اور تہ انجیل کے لفظی معنی اور یہ کہ یہ لفظ عربی یا عبرانی اگر عربی ہیں تو ان کے لغوی معنی کیا ہیں ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

چٹا زائد نقش احمد رد نمود	نست لوبر گھبرا قنود یو
سجدہ بی کدوہ کے رب ہتر	در میں لوتش بیچہ زودتر
نقل لوی نکتہ ہمدردہ شش	دو دل درد گوش دو افواہ شہرا
ہیں ہر تنہیم و تنہیم دوولہ	چھ بیچہ شہ شہ بصورت ہمدردہ
قلب آتش وہ دردم شد سیاہ	قلب را در قلب کے ہواست رانا

یعنی حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کا ہم سارے کنار کا قوی تھا وہ جہد کے دعوائیں مانگتے تھے کہ مولیٰ انہیں جلد سے جلد بھیج ان کے دنوں بھانوں لڑائیوں میں حضور کا ہم نقل قلب جب حضور انور تشریف لائے آئے تو ان کے منہ کالے پڑ گئے جیسے گھوٹا کھانے آگ دیکھ کر رو سیاہ ہو جاتا ہے بلکہ موجودہ اکیلاں میں بھی اس قدر ترخیلوں کے بعد حضور کی گوش گویاں موجود ہیں۔ جیسا کہ ہم انہوں میں عرض کریں گے ان شاء اللہ **یا مرہم بالمعروف و نہی عن المنکر** یہ نبی ﷺ کے پانچویں چھٹے اوصاف کا ذکر ہے یا تو نیا جملہ ہے **یا رسول** سے **یا یجدون** کی ضمیر سے ملتا ہے اس میں حضور کا ایک وصف بیان ہوا 'مجھی ہاتھ کا حکم فرمانا تو ہی ہو' عملی قوت و طاقت سے دوا محض و مفلور نصیحت سے ہر چھوڑا قول فعل مقید و معروف ہے اس کی صمد ہاتھیں ہیں **علاقہ اسلاب** 'مہارات' 'مسلات' 'مکاتبات' 'سیاسیات' فرسند کھکھیر سے لے کر پہلی باپ کی طاعت بلکہ راستہ سے تکلیف دہ و بیخالیانہ تک کے ساتھ کام اس میں داخل ہیں یوں ہی اس کے مقابل ہر ہی بات پر احتیاد نہ دیا جاسکتی نہ غلطی نہ قیود تمام جتنے منکر میں داخل ہیں حضور انور کا قرین علی کہ معروف ہے 'تکلیف مرشد اور شفقت علی خلق اللہ' نہایت جاسع فرماں ہے **یا یجدون** کی بھی **یا مرہم** اور **یجدون**۔ معنی مستقبل ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا گیا کہ حضور انور انہوں میں ہو گا تو آپ کی تبلیغ جاری ہوئی تھی۔ حضور انور کی تبلیغ تین طرح کی ہے تبلیغ عملی یہ تو پیرا ہوتے ہی شروع ہو گئی۔ تبلیغ قولی یہ حضور نبوت سے شروع ہوئی۔ تبلیغ باواسطہ جو حضور کے خلفاء اور آقا صلی علیہم و آلہم و سلم حضور کی نبوت میں حضور کی تبلیغ کرتے رہیں گے۔ اس قسم کی تبلیغ سواہ حضور انور کے کسی نبی نے نہیں کی تھی نیز جن اچھی

بچوں کا حضور نے علم اور جن سے انہوں نے منع فرمایا وہ پیشہ کے لئے اچھی اور بری ہیں یہ بھی حضور انور کی خصوصیت ہے۔
 گزشتہ بیچوں نے سوچی سمجھی باتوں کا حکم دیا تھا اور قوی روئی سے منع فرمایا تھا جس کا ذکر آگے مضمون **یعزل لہم العلیات** میں ہے۔
یعزل لہم العلیات و **یعزل لہم العلیات** یہ عبارت معطوف ہے **یعزل لہم** پر اس میں حضور علیہ السلام کی
 باتوں کی انہوں نے صفت نکال کر ہے **یعزل** کا ہے اصل سے۔ معنی طلال کرو یا جو مہا ہے تخم سے۔ معنی حرام کرنا یا
 دونوں فعلوں کا فعل وہی الرسول اور انہی ہے جن کا ذکر وہ رہا ہے یعنی حضور محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہی غیبت اور
 حرام لافرق ہم ساتویں سچا ہے کہ شروع میں **لا تعز مواطیئنا ما حل اللہ لکم** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں
 وہاں ساتھ کہو یہاں آنا کھیر لو کہ پاک اور مل بند چھریں طیب ہیں اور طیبیت کو بچھند چھریں غیبت ہیں جن سے وہاں غیبت
 کرے وہ اگرچہ شرعاً حرام نہ ہو طیب نہیں بنی اسرائیل پر لونت کا گوشت گلے تکیری کی کچھ چھیاں جن کی سرکشی کی وجہ سے
 حرام کر دی گئی تھیں اور شراب بھی گندی بیچ جیسا کہ انہوں نے طلال غنی سید کوہ حرمت و طہت خدا کا کعبہ قبلہ حضور علیہ السلام نے
 جلوہ کر کے کر لوشہ فیہ کو یوں طلال کی طور شراب کو جیسا کہ انہوں نے حرام فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور حضور انور کا احسان۔
 لہذا حضور انور کو طلال و حرام ٹانگ کر کے جگہ کو یوں دیکھنی سدی چھریں قرآن مجید نے حرام طلال کیس اور بتا ہے نبی صلی
 حدیث نے **ووضع منہما صرہم** یہ عبارت معطوف ہے **یعزل لہم** پر اس میں حضور علیہ السلام کی صفت کلیوں ہے
یضع کا ہے وضع سے۔ معنی رکھنا اگر اس کے بعد **علی** آئے تو۔ معنی لانا ہے تاکہ وہ اور اگر جن آئے تو۔ معنی لانا ہے
 یہاں۔ معنی لانا تاکہ وہ تاکہ اصل براداشت پر جو چھنے نہ دے یعنی وہ نبی اہل کتب سے جن کے ناقص براداشت پر جو
 آئیں گے۔ اس پر جو سے مراد ہے ان کے اہل کے سخت احکام جن میں وہ ہے ہوتے تھے جیسے جنس کہنے یا نجس عضو کا کٹ
 والا اہل غیبت کو جہاد بنا ہونے کے دن خطر حرام ہو جائے گا عفو کا فائدہ عطا ہی کہہ نظر ہی ہونے پر آگے چھوڑ دینا۔ عفو و عطا پر
 قسم کے قتل میں صرف قصاص و نسب دو حکمت یعنی خون بہانے ہونا یا تمام احکام پر وہ کہ جن میں تھے حضور انور نے ختم فرمائے
والا غلال التي سکنات علیہم یہ عبارت معطوف ہے **اصوہم** پر اور **یضع** کا مفعول ہے **الغلال** جمع ہے غل کی
 ۔ معنی گروں یا طوقوں اور طوقوں سے مراد یا تو وہی سخت احکام مذکورہ ہیں اور یہ **اصوہم** کا مفعول تفسیری ہے یا اس سے مراد ہے
 مشکل اور ناقص براداشت جیسے ترک دینا معمولی مذامی کھانا معمولی لباس پہننا وغیرہ جب نبی اسرائیل خدا کے لئے
 کٹے ہوئے تھے تو نبوت پیمانہ تھا کہ ان سے باہر جتنے اپنے کو مستحق سے بندھو گئے۔ یہ تھے ان کے طوق (روح اللہ تعالیٰ) بعض
 جہاں رہا ہے اپنے جسم کو ڈسے گواہتیں ہیں تاکہ آہو پاک کریں اور ان کے کٹے معاف ہوں۔ حضور علیہ السلام نے خدا کی عطا کر یہ تمام
 صحتیں اور فرمائیں۔ پھر اپنی سستی سے توبہ کرنے کے لئے بڑا بڑا اسرائیلی قتل ہوئے لب صرف تین توبہ لائی ہے فرمادے کہ وہ
 ہی اور نہ دن ہی فرمائے۔ رحمت والے اللہ ان سے رحم و کرم کا دور دورہ ہے یہاں تک کہ حضور انور کے تو موصاف اور شلو
 ہوئے لب ان کے جسمیں سے چار موصاف بیان ہو رہے ہیں پیمانہ اور شلو ہے **قال الغنین اصنوا بہ** ان کی پہلی صفت ہے
الغنین سے مراد یا تو حضور انور کے لہذا کے اسرائیلی ہیں یا سادے ہی انسان یا سادے جن وہ اس کے حضور انور سادہ عالم کے
 نبی ہیں کسی خاص قوم یا خاص ملک یا خاص وقت کے لئے نبی نہیں لہذا ان میں سادے اسلامی عقائد داخل ہیں لہذا یہی وہ حدیث ہے

انجام لرم اور تمام انہوں کی صداقت فرشتوں اور جنات جنت قیامت میں وہی حکایت فرمادے کہ یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے جو کہ حضور ﷺ ایمان کا سر اعلیٰ ہیں کہ آپ کا خدا سارے ایمانیات کا خدا ہے آپ کا خدا ہے جو حقیقت تمام ایمان کا خدا ہے اس لئے میں آپسی فکر کو بوجہ فرمایا کہ جو وہ اہمیت قیامت فرشتوں اور جنات کو کہیں ہو کہ خیال رہے کہ حضور اور پر ایمان جو قسم کا ہے (1) سبقت کہ ان سارے لوگ حضور پر ایمان لائے اب اللہ نے سب کے سامنے بھیجے ہیں حضور کے متعلق عہد و پیمانہ کیا

وَاغَاثْنَا الْمَمِيَّةَ فِي النَّبِيِّ (2) اور پانی ہمیں سارے نبیوں کی بیماریوں کی وجہ سے ان کی تھمیں حضور پر ایمان لائیں پہلے کا نام ایمان شفیق ہے اس نام ایمان بشارت (3) حضور کی ولادت کے بعد اعلان نبوت سے پہلے لوگ آپ کو کچھ کر ایمان لائے جیسے کھجور اور کھجور اور ذرا بن لعل (4) اعلان نبوت کے بعد کافر بنے آپ پر ایمان لائے مگر زبان سے انکاری رہے (5) سلطان نبوت کے بعد سو مومن اہل ذرا بن سے آپ پر ایمان لائے (6) حضور کے پروردگار نے فرمایا ہے بعد لوگ آپ کے چہرے پر ایمان لائے یہ دونوں ایمان شرفی ہیں یہ دونوں میں مراد ہیں کہ ایک قسم کا ایمان تو ان اسرائیلیوں کو بھی حاصل تھا **وَعَزَّوْهُ** سوشن کی دو سری ملت ہے **عزروا** انابت توبہ ہے۔ معنی منع کرتا اور نکالنے کے سزا کو توبہ کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جو مومن سے روکتی ہے۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں عقیم و توبہ کرنا کہ کسی کی تقسیم انسان کو عظیم کی بنا پر یعنی اس کی بے ادبی سے روکتی ہے بلکہ تمام برائیوں سے بچنا نیک عمل کرنے کی صرف ایک وجہ ہے جو ہے حضور کی نصیحت حضور کی تقسیم و توبہ کہ اس سے ایمان شکست اس سے تقویٰ نصیب ہو جائے بلکہ اس سے شیطان بھانسا کہ ہے شیطان کسی چیز سے اٹکائیں بھانسا تھا حضور انور کے کو بعد احرام و تقسیم سے بھانسا ہے جس کھل میں حضور کی نصیحت ہوگی اس کی نصیحت لوگوں کے دلوں میں ہوگی آزاد ہر حال

تقسیم و توبہ کو توبہ فرمایا اکل در دست **و نصر و ہر** سوشن کی تیسری ملت ہے **نصر و ہر** ہے **نصر** سے معنی دہ کرنا حضور سے دشمنوں کو دفع کرنا آپ کے دین کی خدمت کرنا خیال رہے کہ وہ کی دو قسمیں ہیں۔ خلافت و اور حضور و تہ و سپاہی اپنی جان سے ہلاکت کی دہ کرنا ہے مگر خلافت۔ ہلاکت سپاہیوں کی مدد فرماتا ہے بل سے ہتھیاروں سے نکلوانے سے مگر حضور۔ یوں ہی امت حضور کی مدد کرتی ہے خلافت اور حضور اور امت کی مدد کرتے ہیں حضور میں پہلی قسم کی مدد یعنی خلافت مراد ہے۔

رب فرماتا ہے **ان تصروا والتمینصرو حکم** اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے لگنے سے مدد کرتے ہیں خلافت رہے مدد فرماتا ہے جو نصیحت کی مدد ہے **و لند نصر و ہر** اکل در دست ہے خیال رہے کہ حضور کی تقسیم اور حضور کی مدد، تاقیامت جاری ہے حضور کے ہماری حضور کی منتوں کی جس کو حضور سے نصیحت ہو اس کی تقسیم حضور انوری کی تقسیم ہے جیسے **کلوا و اشربوا** مشق ہے سواہ ممنوع چیزوں کے ہر نعمت پر تادوست ہے ایسے ہی **عزروا** مطلق ہے سواہ ممنوع تقسیم کے ہر طرح کی تقسیم کرو انہیں ضد ایضاً اکلینکونو سمجھو کہ رو باقی ہر طرح کی تقسیم کرو جس کی طرف ایمان دہیری کرے بلکہ جیسے ایمان چہ طرح ناقصا ایسے ہی حضور کا بعد احرام بھی جو قسم کا ہے بعض وہ تقسیم جو دنیا بننے سے پہلے فرشتوں نے کی بعض وہ جو نبیوں نے کی بعض وہ جو نبیوں کی انہوں نے کی تمہیں وہ تقسیم مراد ہے جو حضور انور کے زمانہ میں صحابہ نے اور حضور کے بعد تاقیامت مسلمان کریں گے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے ان ہی میں کی مست نصیب ہے جو ہمیشہ سے حضور کی ہوتی رہی ان پر آیات قرآنی شہد ہیں۔ یوں ہی تاقیامت زبان سے قلم سے خون نے حضور کے دین کی مدد حضور ہی کی مدد ہے لہذا تاقیامت

مجاہدین شہدہ دم مملکت ہو یا وہ سب حضور ہی کے خدمت گار ہوں اللہ سب کو نصیب کرے۔ **واتبعوا النور والذی انزل معہ** سو سنتیں کی پرتھی صفت ہے ہم اتباع اور اطاعت کا فرق پارہ بیان کر چکے ہیں اطاعت مآثر کی ہوتی ہے تراجم مآثر ہی ہوتی ہے حکم کی بھی یہاں اتباع غم مراد ہے۔ **فاتبعوننی** میں حاکم کی اتباع مراد ہے حضور انور کے ساتھ کسی مآثر ہی اتباع نہیں نہ خدا تعالیٰ کی نہ سلطان کی نہ عالم کی نہ جن کی یہاں سب کی اطاعت ہوگی۔ نور سے مراد حضور انور کی ساری وحی ہے خود وحی بلی صوفی قرآن ہوا وحی شفیق یعنی حدیث خود حضور کے اطاعت ہوں خود حضور کے اختلاعات ہوں خود ہم ارشادات اسی لئے انتر ان نہ فرمایا بلکہ اسی روز مہارت فرمائی اور اسی لئے **انزل علیہ** نہ فرمایا بلکہ **انزل معہ** فرمایا جو خود حضور کی برہم کی وحی انوں کی روح شفیق ہے اسی لئے اسے نور فرمایا **اولئک ہم المفلحون** یہ فالنین استوائی خبر ہے اس کی تفسیر سے پادرس **اولئک ہم المفلحون** کی تفسیر میں عرض کی گئی یہاں اتنا سمجھ لو کہ مومنوں کی نعمت و رحمت افزائی کے لئے **اولئک** کا لفظ کا اشارہ فرمایا **ایہم** لہذا کہ ضروری خود ہی کہ انہیں کو زندگی میں مرستہ وقت قبر میں حشر میں بعد حشر پہلی مہل ہوگی اس لئے **بفلحون** مضارع نہیں ارشاد ہوا بلکہ **ہم المفلحون** جملہ اسمیہ فرمایا گیا۔

خلاصہ تفسیر نبوی علیہ السلام کی، مآثرہ ترسیم کے ساتھ قبول فرماتے ہوئے رب تعالیٰ نے آخر میں اور شو فرمایا کہ اس ساری دنیا کی عاصی الناس رحمت ان لوں یا ان بنی اسرائیل کے لئے لکھی چلوے گی جو اس نبی آخر الزماں کی اتباع کرتے ہیں کی یہ نو قسموں صفت ہیں۔ (1) اول وہ لوگ کے رسول ہیں (2) ساری مخلوق کے نبی ہیں (3) اولیٰ نبی تھے مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے کے حکم سے عالم اور صاحب درجہ تھے (4) ان کے ناموں کے توصیف ہوئے تھے کہ ان کا لفظ شریف تو ہے میں بھی ہو گا ٹیبل میں بھی ان کے نام انہم توصیف اولیٰ بنی اسرائیل کو یاد ہوں گے (5) دونوں کو انہی باتوں کا حکم کریں گے (6) بری باتوں سے روکیں گے۔ بنی اسرائیل پر جو عیب تھری چیزیں ان کی سرخوشی کی وجہ سے حرام کر دی گئی تھیں جیسے لونٹ کا گوشت گھسنے بکری کی انتہی، وغیرہ سب ان پر حلال کریں گے (7) جو کچھ نبی نے نبیوں پر حرام نہیں طور پر حلال تھیں جیسے شراب وغیرہ سب بیٹھ کے لئے حرام کر دیں گے۔ بنی اسرائیل پر جو سخت تر شری احکام جاری تھے جیسے چار ماہل زکوٰۃ یا جس کپڑے کا پلاٹا یا جس عضو کا کھٹ والا وغیرہ ان سب کو ختم فرما دیں گے فرمادے کہ جو وہ پانچوں عطل مشکلات و دفع بیایات ہو گا وہ صاحب طلاقا دفع بلا یا شفیق بنا لیا ہوں گے۔ اسے مآثری تمہارے بنی اسرائیل کے لوگ نور ان کے علاوہ ہلکی اور جو نوٹی یا انفریڈر یہ چار حکم کرے کہ ان پر ایمان لائے ان کی ان کے نام ہم ان سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم و توقیر کرے ان کی ان کے کون کی یہاں دہلی قول حکم سے فرمادے کہ کسی طرح سے ان کی دود کرے جو نور ان کے ساتھ اتنے کا قیام نہ پائے یہ ان کے نام خوب اجتہادات انیور کی اتباع کرے تو یہ لوگ دنیا میں مرستہ وقت قبر میں حشر میں بیٹھ بے طرح کامیاب ہوں گے۔ خیال رہے کہ اس آیت کریمہ میں حضور انور کے نو توصیف بیان ہوئے جن میں سے تین تو حضور کی صفتیں ہیں۔ رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا اور چھ حضور کے احوال کریمہ انہیں مضارع سے بیان فرمایا۔ صفت دائمی ہوتی ہے فعل دائمی جیسے زبان کا حکم ہے یا انور میں کی صفت ہے بولنے کے لائق ہونا یا گنگ نہ ہو بلکہ حضور انور کے لیے جو حکم طور نبوت کے بعد ہو۔ مگر رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفت ہیں جو کون خلقت سے آپ کے لئے ثابت تھیں اور ب بھی ثابت ہیں آدم علیہ السلام نے پیدا

اوتے ہی عرض پر نکھار نکھالا **لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ کسی طرح السلام نے بشارت دی **ہیثم بن ابرہہ** رسول
یاتی من بعدی اسماء محمد نبی اکرمؐ پر ہے جسے **محمد رسول اللہ** صفت رسالت انجی ہے یہی حال نبوت
 نورانی ہونے کا ہے۔ یہی خیال رہے کہ جن لوگوں نے حضورؐ کو پہچینا، نکھارو لیکن لائے حضورؐ نبوت سے پہلے فوت ہو گیا
 ہو کسی جہلیش آپ کو دیکھ کر ایمان لائے اور فوراً شہید ہو گئے وہ سب کامیاب ہیں جیسے حضورؐ انورؑ کی وفادہ و بشیر و رعب و رقت
 میں توکل کیے کہ انہوں نے **الذین انزل معہم فی اہل عرکۃ حضور کی پیدائشی خطبے میں بھی الذین انزل معہم فی اہل عرکۃ**
 اسی لئے یہاں **الذین انزل علیہم الیمین فرمایا بلکہ معہ فرمایا۔**

حضور کے نام اور گذشتہ کتب میں آپ کی بشارتیں

حضورؐ کے ہمت نام آپ کے توصف آپ کے حالات آپ کا طبع شریف تو رت انجیل زبور اور انجیلوں کے
 صحیفوں میں مذکور تھے چنانچہ تفسیر صدی شریف میں اسی جگہ ہے کہ حضورؐ انورؑ کا نام شریف زین سمرانی میں دو تورت کی زبان
 ہے مگر یہ جس کے سنی ہیں محمدؐ خواجہ حسن بھری نے کعب احبار سے روایت کی کہ حضورؐ انورؑ کا نام شریف بلبل بنت کے
 نزدیک عبد الکریم ہے دو تورتوں کی زبان پر عبد الیاد عرش والوں کی زبان پر عبد الیاد بقی مہم فرشتوں کی زبان پر عبد الیاد نوو
 سارے انجیلوں کی زبان عبد الوہاب بنت شیمان کے منہ پر عبد القادر جنت کی زبان پر عبد الرحیم پہاڑوں میں عبد القادر شکیب
 میں عبد القادر و دریاؤں میں عبد الیمین کینزہ کو زوں کی زبان پر عبد الغیاث وحشی جانوروں کی زبان پر عبد الرزاق تو رت میں
 سوز و آفتاب میں طالب علم زور میں طارق بقی اٹلی صحیفوں میں ماقب ہے۔ رب کے ہاں **علاء محمد صمدی**

ابن سعد واری نے اپنی سند میں بتائی ہے کہ اہل اسبوت میں اور ابن عساکر نے سیدنا عبد اللہ ابن سلام سے روایت کی
 کہ تو رت میں حضورؐ کے توصف یوں بیان ہوئے اسے نبی ہم نے آپؐ کو شہد ہمشترک پر اہلی لوگوں کا ملاحظہ بنا کر بھیجا ہم سب سے
 بندہ میرے رسولؐ میں نے تمہارا نام سوا کل و کما تم نہ تو شخص دل ہونہ سخت زبان نہ ہاڑا لوں میں شور مچانے والے برائی کا
 بدلہ برائی سے نہ دوں گے بلکہ دو گز دور مصلیٰ سے نام نہ کے اللہ انہیں وقت نہ دے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے شہر میں طفت کو سیدھا
 کرے گا اور حتیٰ کہ لوگ کہنے لگیں گے **لا اله الا اللہ رب تعالیٰ** ان کے ذریعہ انہی آتھیں سب سے پہلے ہرے والے اول
 نکلوا سے گداہی کی مثل بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی کہ ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت اسماعیل سولی
 شہر سے روایت کی کہ میں نے انجیل میں حضورؐ انورؑ کے توصف یوں پڑھے کہ وہ تو تہہ تہہ میں نہ وراؤند کہ اور انک ہیں دو
 زلفوں والے ہیں ان کے اوڑھوں کے دو میان مہر نبوت ہے وہ صدقہ قبول نہ کریں گے کوشت لو غنجر سوار ہوں گے اپنی
 بکری خود دوہ لیا کریں گے پانچ دنوں کے پانچ برس کے حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوں گے ان کا نام احمد ہو گا حتیٰ کہ
 واطل اسبوت میں ہر نبوت و حسب ابن مہ نفل فریلا کہ اللہ تعالیٰ نے زور میں فرمایا کہ اے وراؤند تمہارا ہوا ایک نبی آئیں
 گے جن کا نام احمد ہو گا وہ میری ناقریلی بھی نہ کریں گے میں ان پر عراض بھی نہ ہوں گی چنانچہ کی امت مرہومہ ہو گی انہیں
 واطل کا تو سب نبیل کی طرح دونوں گاہوں پر نبیوں کے سے فراموش لازم کروں گا۔ قیامت میں اس امت کا اور نبیوں کے نور کے

مشل ہو گئیں ان پر گزشتہ نبیوں کی طرح ہر نماز کے لئے، صوہر جنسیت سے جنسلی بیچ جھلا فرض کروں گا۔ تو وہیں نے محمد اور امت محمد کو کلمہ نہیں تمام امتوں پر چھ چڑھاؤں سے عظمت دی ہے ان کی بھون چوک معاف ہوگی اور وہ بھی گنہگار کے توہ نے نہیں جنس دونوں کا اور وہ کام آخرت لئے گئے کریں گے میں اس کا عرض انیس دینا میں بھی دوں گا۔ سیدہ مصعبہ بنت عمیر سے **انفالہ** میں ہے کہ انیس بڑا نسیب دونوں گنہگار کی، عانیوں قبول کروں گیہ عبارت سے صحیح ہے، دیکھو تفسیر روح المعانی یہی مقام نور تفسیر خازن) لگے تو سے دو انجیل میں حضور انور کی امت کے فضل صور کے صحابہ کرام کے کارنامہ مذکور ہیں۔ رب صحابہ کرام کے متعلق فرمایا ہے **ذلک مثلہم فی التورہ تمومثلہم فی الانجیل کعب امیرانے** تو رت کی ایک دروازہ آیت کا ترجمہ عربی میں یوں کیا **مولدہ مکتہ و مہر تہ بطیبہ و ملکہ بالشام و امتہ حمادون**۔ یہ حدیث درائے یعنی ان آخری نبی کی ولادت تھکے ہے اور ذہرت کھو طیبہ اور ان کا ملک شام میں ہو گا۔ ان کی امت لغت کی امت محمد کہے گی۔ اس حدیث میں امیر معاویہ کی سلطنت کا ذکر ہے کیونکہ آپ پہلے سلطان اسلام ہیں اور آپ کا دارالشاہ و مشن تک شام کا خلافت خلفاء ثلاث کی مدینہ منورہ ہی علی مرتضیٰ کی عراق یعنی کوفہ میں امارت معاویہ شام میں اسے فرمایا **ملکہ بالشام** کی مکتہ و باب فضائل سید المرسلین بروایت توار۔

منورہ ایک یوں میں ہزار ہا تہذیبوں کے بارہ دو لب بھی ایسی آستیں موجود ہیں جن میں حضور انور کی بیگم نہیں ہیں۔ چنانچہ برٹش ایجنٹ فارن پبلس سوسائٹی لاہور 1931ء کی چھپی ہوئی پوختا کی انجیل باب چودہ آیت سولہ میں ہے اور باب سے درخواست کروں گا اور حسین و سرمد چھرنیٹے گا کہ لہر تک تمہارے ساتھ رہے گا کہ لہر طاشیہ ہے جو کئی لٹیف شیعہ ظاہر ہے کہ جس طیبہ اسلام کے بعد شیخ ہمارے حضور کے سوا کوئی نہیں آیا جس کو یوں منسوب نہ ہو پورا ہی پوختا کی انجیل باب انیس آیت میں ہے ان کے بعد جس قوم سے ہمیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سرور آپ کے ہار ہونے میں اس کا کچھ نہیں۔ اسی کتاب کے باب سولہ آیت سترہ میں ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاتا تو وہاں کار تمہارے پاس نہ تو۔ لیکن اگر جاتاں گا اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اسی باب کی تیسری آیت میں ہے لیکن سب وہ یعنی پناہ کی روح تو کلام کو تمام پناہ کی کہ وہ کسے کچھ لے کر وہ اپنی طرف سے نہ کے گا لیکن یہ کچھ تے کچھ ہیں کے کار حسین آئندہ کی خبر یہ ہے **کاقرانہ العزراں**۔

انجیل شریفہ کی ان آیات میں نور کو کہ ان میں حضور علیہ کے کتنے صفات بیان ہوئے آپ کا آخری نبی ہونا۔ آپ کے دین کا مسوغ ہونا آپ کا شیخ الفزینین رحمت اللعالمین ہونا۔ آپ کا انجیل زبور ہو پناہ کی مسند سید عالمی۔ آپ کا اپنی طرف سے کچھ نہ کہتا اور پ سے سناؤ ہی کہنا **وما یعلق عن الہوی انہو الا وحی ووحی** آپ دانیس علوم ہی مطلع ہوا۔

فائدہ سے ہاں آیت کریمہ سے چند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ہذا تھا کہ ان کی خاص اخص رحمت جیسے اشرف ام ہوا۔ قیامت میں آثار و ضوء سے اعطاء چکاتے جنت میں پہلے داخل ہونا وغیرہ صرف اس امت محمدیہ کے لئے ہے اس رحمت میں کوئی امت داخل نہیں۔ یہ فائدہ **الذین یتبعون** سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ حضور انور کی لاکھوں صفات ہیں ان

آداب قرآن مجید میں سکھاتے فرماتا ہے محبوب سے دعا کرتے کہ انظارِ فاکوہ فرماتا ہے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ فرماتا ہے ان کے حضور چاکر نہ کرو۔ فرماتا ہے انہیں عام انقلاب سے نہ بگاڑو۔ صحیحاً ہی کہہ کر فرماتا ہے کہ اگر وہ حسداری دعوت کریں تو کھانا پیاز ہونے سے پہلے ان کے گوت نہ بچھاؤ۔ فرماتا ہے جب کھانا کھا پیو تو وہیں بیٹھ کر باتیں نہ کرو ان کی نہایت نہیں تفصیل ہماری کتبِ سلطنتِ مصطفیٰ میں دیکھو۔ گیارہ حوالا فاکوہ جس چیز کو حضور انور سے نسبت ہو اس کی بھی تفصیل و توجیہ ہے و احترام چاہئے۔ فاکوہ بھی وعز و رو کے اطلاق سے حاصل ہوا ہے۔ غلہ سارے مسلمانوں پر تقیامت حضور کا وہ لازم ہے غلہ کہ وہ بلا آداب صرف کھلے کر اسی کر سکتے ہم بیسوں کو بھرنے ہونے کو یہ میرے کہ حضور کی ہر نسبت کلاب کریں ان کے کہ کلاب ان کے شہر کلاب ان کے نام کلاب ان کی تاریخ ولادت کلاب سبھی پانچ سنی مسلمانوں میں قیام پھیل گیا کہ پر اتمو نے چھوڑا۔ مہند پاک کی مٹی پر مناسبی اس وعز و رو میں داخل ہیں لام باگ کہی عدتہ منورہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہونے کا اور سے لام اعظم جب حاضر ہونے سے دو درجہ میں اٹھتے تو نہ بیٹھے بلکہ اٹھنے تک کھلیا ہی ترک کر دیا کہ چھاب پختاری کی علامت نہ ہو اس لئے آپ نے وہاں اپنا قیام ٹھکرایا بعض خوش نصیب لوگ زمین عدتہ میں جو انہیں پہنتے تھے ان میں سے ان مبارک گلیوں میں پھرتے ہیں یہ بھی وعز و رو پر عمل کیا۔ خیال رہے کہ طووب تعالیٰ نے دوسرے عقلمندوں میں اس کی تفصیل فرمائی ہے فرماتا ہے مجھے اس شہری قسم جس میں تم شریف فرماؤ۔ فرماتا ہے محبوب حسداری حمی قسم فرماتا ہے تمہارے زبانی پاکستانی قسم و العصر۔ داصرہ ہے۔ یہ دلی کی قسم و امر کہ ہے نہ ہی دلی کی قسم وہاں ہے جس سے مکان کی قسم تیرے کی یا انیا بنا فرماتا ہے جو اللہ کی شان سے ان کی تعظیم کہے۔ کھلے دل کا پرہیز نہ کرے۔ مضامروہ پناؤ پڑی کا پھر اللہ کی شان نہیں ہیں کیوں اس لئے کہ انہیں ایک نسبت ہے ان کی نہیں تفصیل ہماری کتبِ سلطنتِ مصطفیٰ میں دیکھو۔ خیال رکھو کہ سب اس نسبت نصیب یاب خوش نصیب پار حوالا فاکوہ: حضور انور کی مخلوق نہ ہو ہر مسلمان پر لازم ہے یہ بد تعلق ہے ہالی جانی دینی و قلمی زبان ملی ہر قسم کی بد اس میں داخل ہے یہ فاکوہ و نصروہ کے اطلاق سے حاصل ہوا ہے۔ تفصیل ہماری مجتہد مشہور ذہنی کتب کی تصنیف سے ہی حضور کی خدمت سے ہر تقیامت جاری رہے گی۔ تمہر حوالا فاکوہ: حضور انور صرف قرآن مجید نہیں لکھنے بلکہ اس کے سوا اور نو بھی لکھے قرآن تو چالیس سالی کی عمر شریف میں آنا شروع ہوا مگر اپنی یاد اور ان کی یاد یا تمہیں مذہبانی صورت و سیرت جن پر دل فدا ہوئی وہ اللہ کے کائنات کے لئے ساتھ لائے ان سب کی اجراع کامیابی کا راہ ہے یہ فاکوہ و اتبعوا التورہ فرماتے سے حاصل ہوا کہ ہم ان قرآن نہ فرمایا بلکہ انہی راہ اظہار فرمائی نیز یہاں منزل علیہ: فرمایا کہ وہ تو قرآن و حدیث کے لئے ارشاد ہو تاکہ بلکہ منزل معہ فرمایا۔

بھولی بھالی شغل نورانی خلقت و کچھ سے دلی و دلی سب نبیوں سے ہیں ترانے آئے محمد رحمتوں واسطے وہ خود نو ہیں ان کی پر انوار اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم جو حوالا اعتراض اللہ کے بندوں کی حد پر حق ہے یہ نہ شرک ہے نہ فرود کچھو وہ نے مشتق کے دن حضرت انبیاء سے حد یا لغتوں میں ولتصرف نہ تم ہی آخر انہیں پر ایمان آنا انور ان کی دعا کرنا اس آیت میں بتایا کہ مومن ہلا وہ ہیں انوں ہی آخر انہوں کی تعظیم کریں انوں کی دعا کریں مگر بندوں سے دعا لینا شرک ہو تاہم آیات کے کیا معنی۔ چندر و حوالا فاکوہ: اب دین دنیا کی کامیابی صرف حضور انور کی توجیہ سے ہی مستحق ہے حضور کو چھو ڈکر کامیابی حاصل کرنا یہی مانگن ہے جیسے دوسرا خدا ہونا

ناکس۔ یہ نام، ہاؤنٹنگ جم، مفلحون میں ہم فرماتے تے حاصل ہوا ہے۔ صبر کا نفاذ سے رہا ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی مابکی قبولیت بیان ہوئی ہے یا اس کا رد۔ قبولیت کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے حد نبی بھائی مانگی مگر فرمایا گیا کہ ہمیں جسے اس قوم کے لئے کہیں گے وہ اس نبی آخر الزمان کی امت ہے اگر وہ کے لئے ہے تو نبی کی، مارا کیے ہوئی جو اسے اس آیت کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام کی مابکی قبولیت قدر سے ترسیم کے ساتھ ذکر ہے آپ نے عرض کیا تھا کہ میری ساری قوم کے لئے بھائی قریر فریوے فرمایا گیا کہ ہم آپ کی قوم میں سے اس کے لئے بھائی قریر فرمائیں گے جو نبی آخر الزمان کا زمانہ پائیں ان میں ایک ناکس قرینہ ایک تیدا کار مارا قبول فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھیوں کا سامن لور صحابی رسول بن جانا کعب اعبار کا سامن لور تا، جی بن جانا ہی دما موسیٰ کی قبولیت کا طور ہے۔ دوسرا اعتراض: آخر وہ کونسی بھائی ہے جو اتنی قیدوں کے ساتھ بندوں کو دی جاوے۔ کی کیا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت کو رہنے نہیں دی۔ تو سب: اس کا جواب بھی بھلی آیت کی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے کہ رب کی رحمت تین قسم کی بنا ایک رحمت مادہ جو ساری مخلوق کو۔ ظاہر کی اس کے لئے فرمایا کیو سمعتی و سمعت کل

شیء و سمعت ذیو رذی تند کی ذوق۔ دوسری رحمت خاصہ جو صرف مومنوں کو عطا ہوئی جس کے حلق ارشہ ہو اللذین یتقون جیسے خدا ہی عرفان و فیہ تیسری رحمت خاص خاص اللذین استوابو عذر وہ جیسے افضل ام ہو ان کے اہم آسان لور انعام زیادہ ہو ان کے لئے ساری زمین مسجد حور معنی کا طرہ ہوا جس پر تم کجا جانے آخرت میں آثار و موسیٰ استوابو عذر ہونا سب امتوں سے اول بنت میں، اللطیہ رحمت امت محمدیہ سے خاص ہے اس لحاظ کہ

اس آیت میں ہے لعل آیات واضح ہیں۔ تیسرا اعتراض: جس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حضور کے بعد گار ہیں یہ آیت ناکہ جیسے ہم کو حضور کی مدد کی ضرورت ہے ایسے ہی حضور کو ہماری مدد کی ضرورت ہے ہم لور حضور لور ہوئے۔ (دہلی) جو اسبند و دو طرح کی ہوتی ہے کہ ہم کی اور وہ مدت کی کرم لور، گار مہلی کلمات تہ مدت لور گار ظاہر میں پچہ کو پائی ہے تو وہ مرید ہے ہر جو ان کو کھلی پک پی پرورش کسے تو ظاہر۔ حضور ہماری مدد پہلی قسم کی کرتے ہیں ہم حضور کی مدد دوسری قسم کی۔ نیز ہم حضور

کی مدد کے ہر وقت قلمت ہیں حضور لور ہماری خدمت سے ہے نیا اگر وہ مدت کے نہیں تو ان کا کرم فان اللہم و لہو جبریل و صالح المؤمنین والملکتہ بعد ذلک ظہیر و نکو رب فرماتا ہے ان تصرو واللہ

یکسوکم اگر تم خدا کی مدد کو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا کیا تم اپنے کو خدا کی راہ کو گے۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا استکتوبا عنکم فی التور تعاس فرین حال میں عنکم کیوں فرمایا استکتوبا فی التور تع کئی فرما

۔ جو اسبند: تاکہ معلوم ہو کہ حضور انور کے نام ظہر آپ کے اوصاف صرف تورت و انجیل میں ہی نہ ہوں گے انہیں طاق یا ہماری میں رہیں بلکہ ان کے دلوں ان کے خیالوں میں بھی ہوں گے کہ ان کے نام کے وسیلے سے ہم انہیں انکار میں نہ ہوں

نام بلور تورتی ان کے سرور لگے میں رہا کہ۔ او کنا وامن قبل یتستحنون علی الذین کفروا۔ یا نچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ نبی آخر الزمان حبیب گند کی چیزیں لوگوں پر حرام کریں گے تو وہ چیزیں اگر حبیب تھیں تو پھیلے

نبیوں کے دین میں مبالغہ نہیں کیو یہی حبیب چیزیں کلمات رہے تھے۔ جو اسبند وہ چیزیں اتنی گندی حبیب تھیں کراں

زندہ میں انسان پر بھی ایتم لئی دوری تھایہ چیزیں سمجھو نہیں سکتا تھا اور ان حضرات کے دین بھی باہمی کمال کو نہ پہنچے فرشتہ نہ تو انسان کمال ہو افتخار۔ بن حضور انور کی تشریف آوری پر انسانیت اپنے کمال کو پہنچی طرت اپنے کمال کو لٹھڑا یہ عارضی مہال حرام کر دی گئی تھی۔ پھر لولا "میں انور وہ بتا ہے مگر عارضی طور پر چند دن کے لئے یوں ہی شراب و خمر و جام ہونے کے قتل تھی کہ ضیبت بلکہ ہم الفنا تھی مگر اس زمانہ میں طہرت انسان کی کے سمجھو نہ پرتکلاہ تھی حتیٰ کہ شروع اسلام میں بھی طہل دی پر بیٹھ کے لئے حرام کر دی گئی البیوا کملت لکم دینکم یا پچھو اس اعتراض میں انزل معہ کیوں ارشاد ہو اللہ انزل علیہ کیوں نہیں فرمایا۔ جو آپ میں انور سے مراد صرف قرآن مجید نہیں ہے بلکہ حضور انور کے فرمان بلکہ حضور کی ساری ارائیں مملو ہیں یہ چیزیں حضور انور اپنے ساتھ ہی لائے تھے۔ حضور کی نورانیت نزول قرآن پر سو قوف نہیں ان دنوں سے معہ ارشاد ہوا چھٹا اعتراض: تم لوگ حضور اکرم کو شرعی نظام یعنی ہمہ طہل لکھا گیا ہے یہ شرک ہے شرعی نظام لکھا گیا ہے۔ جو آپ: ہم لوگ انور یا ہوشاہوں اور حکام کو دنیاوی قوانین کا تیار ہونا چاہئے کہ انہیں چاہی دینے فرمادینے جہاز کرنے کا اختیار ہے۔ حضور انور نبی سلطان ہیں اور ان قوانین کے مالک ہیں مگر رب کے مالک کرنے سے پورا لکھا ہی ہے وہ آپ جو سر۔ لکھا کر سکتے۔

تفسیر صوفیانیہ: رسالت اور نبوت میں رسد سے انبیاء کریم مشرک ہیں مگر انی ہوا بلکہ صفت ہے نہ سواہ حضور انور کے کسی کو عطا ہوا ای ثابت ہے اس سے معنی اصل حضور انور اصل مخلوق ہیں کہ جو کچھ بنا حضور سے بنا ہے اس لئے آپ کو انی کہا جاتا ہے۔

تم سے جہاں کا وجود تم سے نکلا ہے جو تم سے بنا ہوا تم سے کوئیوں دورہ دیکھو کہ حضور کو مقرر کیا گیا ہے کہ وہ ہستیوں کی اصل ہے اور لوح محفوظ کو ام الکتاب کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے یوں ہی حضور ام الموعودت ہیں۔

لوح بھی تو علم بھی تو تیرا وجود الکتاب گند آئینہ رنگ تیرے محیط میں حباب رسالت کا قلع خاہر ہے۔ یہ ہبت کا قلع باطن سے آئی ہونے کا قلع حقیقت ہے۔ عوام حضور سے فیضان رسالت لیتے ہیں خواص فیضان نبوت اور خواص الفس فیضان اہیت فرمایا علمہ امتی حکانیاہ بنی اسرائیل حضور انور کی صفت یہ ہے کہ حضور معبود یعنی طلب حق کا علم ہے ہیں اور منکر یعنی طلب مسموی اللہ سے منع کرتے ہیں آپ طہلیت یعنی نہ اسی کے ذریعے لوگوں کے لئے طہل کرتے ہیں نیست یعنی رب سے باطل کرنے والی چیزیں حرام فرماتے ہیں اور وہ محبوب لوگوں کے جو بوجہ یعنی خدا اسی کی مشکلات کو دفع فرماتے ہیں تو یہ بھی حضور کی طاعت کریں وہ حضور سے نور لیں کہ حضور خود بھی نور ہیں اور جب خلق کی طرف آئے تو نور وحدت اپنے ساتھ لائے جس نے یہ نور حضور انور سے لیا وہ نور ہیں جن میں کھلیا ہوا گیا (روح) صوفیاء فرماتے ہیں کہ جسے ایک گھڑی حضرت آدم کی گوشتاب عبودت کے گھر سے دنیا کو طاکر نور گھڑی اور حقیقت گھڑی نے عرش اعظم سے فرشتے پر نزل فرمایا اور اپنے ساتھ فیوض ربلی لایا جسماہیت کے لحاظ سے جاہ بھٹ اور اسل ارشاد ہوا ہے اور حقیقت گھڑی کے اعتبار سے انزل اور نزل اور شاد ہوا ہے چنانچہ میں ارشاد ہو اللہ انزل معہ

دوسری جگہ ارشاد ہے **قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ كِتَابًا وَسُوْرًا لَا يَتْلُو عَلَيْكُمْ حَضْرَتِ فَرَسِي** ہے سرت فرشی صورت پائی ہے سرت کل۔ سو فیاد فرماتے ہیں کہ حضور انور نے رب تعالیٰ کی ایسی جرح بھی کسی نے کی اور قیامت میں ایسی جرح کریں گے جیسی کوئی نہ کر سکے گا اس لئے آپ ظلم شریف سامہ ہے یوں ہی رب تعالیٰ نے حضور کی ایسی جرح بھی کسی نے نہ کی اس لئے آپ ظلم جو ہے رب نے کسی طرح حضور کی جرح کی (1) اور اور امت نبیوں کے حضور کی جرح مثلاً یعنی نعمت فریسنے و ظلم کرنے والے رسول اس قسم کی جرح کو کرنا ہی اس قیمت میں بھی ہے اور وہاں بھی **وَإِنَّمَا أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ لِيُبَيِّنَ لِقَوْمِهِ** (2) گزشتہ کتب میں آپ کے اوصاف حمیدہ نکلا کر (3) نبیوں سے انکی امتوں کے سامنے حضور کی تعریف کرانے (4) قیامت مسلطوں بلکہ کفار سے حضور انور کی نعمت خوانی کرانے (5) قیامت میں حضور کی نعمت خوانی کرانے (6) قیامت میں خود ظالم مخلوق کے سامنے حضور کی نعمت ارشاد فرماتا (7) نبیائیں نکلی چرخ نہ پرانے سے حضور کی نعمت خوانی کرانے ہی پہلی قسم کی نعمت ہو رہی ہے (8) اور چہ کے حقیق ارشاد ہے **عَسَىٰ أَنْ يَمْسَكَ رَبُّكَ عُقْبًا مَعْمُودًا** سو فیاد فرماتے ہیں کہ جیسے دن رات سورج کے حالات ظلم ہے، وہ چور چاندنی دونوں سورج کے نور ہیں بلکہ اوسط نور وہ چمپ کلائی ہے بواوسط چاند نور کو چاندنی کہا جاتا ہے یوں ہی از حضرت آدم تا حضرت عیسیٰ تمام انبیاء حضور ہی کی طرف سے مبلغ تھے جیسے ہم مختلف تھے بلکہ اوسط دین ظلم اسلام ہے لہذا ہر مہم المعروف مسیح سے یعنی اول خلقت سے آخر تک حضور انور ہی مبلغ ہیں اگرچہ دیکھتے نہیں کہ یوں اور دن کے انکلام جدا گانہ تھے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي

ترجمہ: اے لوگو! بد شک ہی رسول ہوں اللہ کا طرفن تمہارے سب کے وہ اظہر گواہی کی ہے اور شاہد
تم تمہارا اے لوگو میں تم سب کی طرفن اسی اظہر گواہی ہوں کہ آسمان و زمین کی بادشاہی

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ

آسمانوں اور زمین کی بیس ہے کول ذاتی جہارت صوا اس کے زندہ کرتا ہے اور موت
اسی کو ہے اس کے صوا کوئی حیدر نہیں جلائے اور ماریے

قَالُمُوْا يَا لَللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الَّذِي الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

دیتا ہے ایسا ایمان لاؤ اللہ اور رسول ہر اس کے جو ظہر کی دیتے والا ہے پڑھا ایمان لاتے ہیں اظہر
تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بد پڑھے غیب بتانے والے پر سوا اللہ اور اس کی

وَكَلِمٰتِهِ وَاَتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور باتوں پر اس کی اور پیروی کرو اس کی حکام چاہتے پانوں تم

باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور انکی نکلای کرو کہ راہ پاؤ

لئے اسے ان حرف تہجین سے شروع فرمایا حضور نبی بھی ہیں رسول بھی شفیع بھی رحمت للعالمین بھی مکر مہفت رسالت تمام صفات سے اہل واخل ہے کہ یہ واسطہ کبریٰ ہے حقوق وفاق کے دو مہین اس لئے سب رسول اللہ فرمایا اور جہاں آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی بنی وہاں لفظ رسول ہی ہے لہذا **جاءکم رسول** جیسے اذبعث فیہم رسولاً یا جیسے **میشراہو رسول** یا تنی من بعدی اسمہ وحمدہ نیز طہ طہ میں ہے **محمد رسول اللہ** حضور اللہ کے رسول ہیں فیض لینے والے اور حقوق کے رسول ہیں فیض دینے والے لہذا آپ کو رسول اللہ بھی کہتے ہیں اور رسول مکرم بھی۔ **جمیعاً** اللہ کی صفیر کا سب سے بڑا نام ہے جمیعاً عارفانہ کہ یہ نام کہ کوئی انسان کسی وقت کسی میں حالت میں حضور کی رسالت سے نہیں نکل سکتا حتیٰ کہ ہر فیض زندگی میں موت کے وقت قبر میں حضرت میں حضور کی نبوت کے گھیرے میں ہے سب رشتے فوت جائیں گے مگر حضور انور کی غلامی کا رشتہ نہیں ٹوٹے گا فرنگہ جس کا لفظ ارب ہے اسکے حضور رسول ہیں **شیخہ النور لملک السموت والارض**۔ لفظ اللہ کی صفت یا مال ہے یعنی آسمان و زمین اللہ تعالیٰ کا ملک ہے، وہ پادشاہ حقیقی ہے اسی طرح آسمان و زمین میں میری نبوت ہے بلاشبہ یوں سمجھو کہ ذرا اعظم کی روزگارت ہے اس جگہ ہوتی ہے جہاں سلطان کی سلطنت ہوتی ہے لہذا تعالیٰ رب العالمین ہے حضور رحمت للعالمین ملک اور حکمت کافرق اور مہات کو کتب اور فیض کو واحد فرماتے کی وجہ وہ ہم پر ہدایت کر چکے ہیں کہ جو عام حقوق دیکھ سکتے وہ ملک ہے جیسے زمین و آسمان اور ان کی ظاہری چیزیں چاند سورج تارے وغیرہ۔ حکوت وہ جو تمام کی نظروں سے غائب ہو جیسے عرش و کرسی فرشتے وغیرہ۔ جبروت وہ امر اور ایہ جو فراموش سے بھی غائب ہوں خاص اقدس بندے ان پر مطلع ہوں جیسے روح اور نور عالم انور عالم امرہ اور رب تعالیٰ کی ذات و سادات صفات جنہیں کائنات رب ہی جانتا ہے **ماہر فاسک حق معرفتک ان کی حقیقی تفسیر صلی پادشاہ گیارہ سو** یس میں **ما تکون فی شانہ وما تتلو من قران کی تفسیر میں دیکھو۔** خیال رہے کہ یہاں **ما لام تکلیت** کہہ کر اسے **ارو خلق لکم ما فی الارض** میں **ما لام** فقی کا یہاں **ما لام** کے معنی ہیں **کا اور یہاں ما لام** کے معنی ہیں **لئے** رب تعالیٰ سادہ ملک کا ایک حقیقی ملک نام ہے جسے چاہے یا نہ چاہے **دے تفری الملک کن تشاؤں** نے حضرت سلیمان کو ساری زمین جن و انس بلکہ ہوا پاش کا ایک پادشاہ **فسخرنا لہ الريح** ہی نے ہزارے حضور کو دونوں جہاں کا مالک کر دیا **انواع علیتک الکون**۔ **لہ ملک السموت** صحت جامع ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ عبارت مجملہ و متلہ بنیاداً **لصنی** پر شیعہ اصل کا استعمال ہے یہ وہی شیعہ کی شیعہ و فریبات ہیں کہ اسے **لقد اللہ فی صفتہ** بدل جانے میں موصوف صفت میں قائل ہو گا اور یہ کہ قوی نہیں لیکہ قائل ایشی کا نہیں ہے (روح المعانی) **لا الہ الا وہیعی ویصیت** اس فرمان عالی کی بھی دو خوبی ترکیبیں ہیں، **لہ ملک السموت** کی ہیں **لا الہ الا وہیعی ویصیت** اس میں **لا الہ الا وہیعی ویصیت** کی تفسیر ہی **قالہ بن الذویعی ویصیت** کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ یہاں آج سمجھو کہ آسمانوں اور زمین یعنی سادہ عالم اجسام کی حقیقی ملکیت اور اویسیت میں انور ہم سے عالمی حقیقی ملکیت رب تعالیٰ کی اور یہ کہ وہیعی ویصیت ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی عالم کا حقیقی مالک ہے نہ اور کوئی موجود ہی مالک الملک ہے وہیعی ویصیت ہے وہی زندگی و موت کا خاتمہ ۱۹۷۷ء زمرہ درکتا ہے اور موت و قیامت زندگی کا خاتمہ نہ اور قیامت و جہان مہرور مان

اس کی صفت ہے: ہمدون صفات سے موصوف ہے، اس پر ایمان لانا اس کی عبادت کرنا اس کے پیچھے ہونے میں اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ **فانصوب اللہ ورسولہ**۔ فرماں عالی گزشتہ مضمون کا گویا نتیجہ ہے اور قول کا تقابلاً لفظ اس میں صرف حقیقہ کی ہے۔ ایمان کی تعریف اسکے ارکان ایمان اور توحید میں فرق ایمان کے درہے اس کے مرتبہ نبی اور امتی کے ایمان میں فرق ہم تفصیل سے سورہ بقرہ کے آخری رکوع میں **امن الرسول بما انزل الیہ** کی تفسیر میں عرض کرتے ہیں، کچھلی آیت میں صرف رسول پر ایمان لانے کا ذکر ہوا **افالین امنوا بھما** اور **ما لہم** رسول دونوں پر ایمان لانے کا ذکر آیت **فانصوبوا** کی الوہیت حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے فرق ان جمیع میں جہاں رسول یا کسی **رسولہ** فرمایا جاتا ہے وہیں اس سے مراد حضور ﷺ ہوتے ہیں گزشتہ نہیں پر ایمان اور حضور ﷺ پر تفصیلی ایمان لانا ضروری ہے **النسب الامی الذی یؤمن باللہ وکلمتہما** فرماں عالی **رسولہ** کی جن صفت کا ذکر ہوا آپ کا نبی ہونا ہی ہو چھوڑ کر آپ کا لفظ فضالی اور اس کے کلمات پر ایمان لانا نبی اور امی کے معنی ابھی کچھلی آیت میں عرض کیے گئے کہ رسول کے معنی ہیں ایمان رسول اور نبی کے معنی ہیں پیغمبر رسول۔ نبی رسول سے ماہم ہے ہمارے حضور نبی بھی ہیں رسول بھی مرسل بھی مخری ہونا ہمارے ہمارے حضور نبی خصوصاً صلت ہے حضور انور کا ایمان بلکہ درج حق البقیع کا ہے **اولا ایمان بلکہ** علم البقیع کے درج کا کلمہ میں چند اشکال ہیں۔ (1) اس سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ ہر آیت کلمتہ اللہ ہے (2) اس سے مراد گزشتہ ساری آیتیں نکالیں ہیں بلکہ ان کے سارے احکام ہیں کہ وہ سب لفظ کے کلمے معنی اللہ کی باتیں ہیں (3) اس سے مراد گزشتہ نہیں کے سارے صحیفے بلکہ ان کے سارے حلیاتی قول ہیں (4) اس سے مراد سارے گزشتہ نبی ہیں جن کی ہر بات گویا کلمہ الہی ہے اس لحاظ سے وہ حضرات خور کلمات اللہ ہیں (5) اس سے مراد حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام ہیں جنی جب کلمتہ اللہ اور حکیم اللہ۔ خیال رہے کہ ان سب پر حضور ﷺ باواسطہ ایمان لانے پر آپ کے واسطے سے تمام مسلمان ایمان لانے ہم اس کی تحقیق تیسرے پارہ میں **امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ و المؤمنون** کی تفسیر میں کر چکے ہیں کہ ان سب پر حضور کا ایمان باواسطہ ہے حضور انور کا ایمان یا شایعہ ہے ہم لوگوں کا ایمان یا شیب وغیرہ **واتبوا لعلکم تہتدون** یہ فرماں عالی معطوف ہے **فانصوبوا اللہ ورسولہ** اور اس میں دو مراحمہ ہونے سخن سارے انسانوں کی طرف ہے یعنی اے لوگوں رسول پر ایمان بھی لانا اور ان کی اتباع بھی کرو ان دونوں چیزوں سے تمہارا تعلق ہے **انصوبوا** کے معنی اور اطاعت و عبادت کے فرق ہم پارہ پانچ میں بیان کر چکے ہیں ہمارا ایمان سارے نہیں ہے۔ مگر اتباع صرف حضور ﷺ کی۔

خلاصہ تفسیر یہ آیت کریمت مصطفیٰ ﷺ اور کلام نبوی اور کلام حق کا مجموعہ ہے **امن رسول اللہ الیکم** **جمیعا** حضور کی نعت ہے اور **یعنی** و **یمیت** تک رسب کی حمد اور رسول تک رسب کا کلام بوسطہ زمین رسول ہے اور **فانصوبوا اللہ سے تہتدون** تک کلام روایتی باواسطہ ہے لہذا یہ آیت نہایت جامع حمت ہے پانچ اور شاہ ہے کہ اسے محبوب ﷺ آپ سارے جن و انس یا تا قیامت سارے انسانوں میں اعلان فرمادو کہ میں تم سب کی طرف لہذا کارسول ہوں۔ اللہ کی یہ شان ہے کہ سارے آسمانوں اور زمین کا وہی مالک حقیقی ہے وہ معبود حق ہے اس کے سوانہ کوئی ان چیزوں کا مالک حقیقی ہے نہ کوئی سپاہ معبود ہی مخلوق کو زندہ کرنا نہ وہ مفلتا ہے وہی انیس سو ست و چارے زمین کی وصوت اسی کے بند میں ہے۔

اسنے فرمان میں حضور انور کی معرفت کرائی تھی ہے جبرائیل کے ذریعہ یعنی میں اس رب فراموش بھی مطلق ہوں جس کی یہ صفات ہیں تو پہچان لو کہ میں کیا رسول ہوں جب سالکان کی سلطنت و دونوں جہان میں ہے تو میری وزارت بھی دونوں جہان میں ہے جب یہ بت کہ رب مطلق ہے تو اس کا رسول بھی مطلق اور جیتے رب کے سوا کوئی معبود نہیں ایسے میرے سوا کوئی خاتم النبیین سید المرسلین امام اللہ لیکن نہیں کہ نہ قواعدیت میں تقوہ ہو سکتا ہے نہ ختم نبوت ہے میرا میں اور جیتے : شخص زندگی میں اور میرے بعد رب فرادہ ہے کیونکہ وہی زندگی اور موت و فنا ہے ایسے ہی ہر شخص زندگی اور مرے بعد میرا جیتے ہے میں اس جہانی ہوں مرنے پر نیا ہی بنا۔ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر رب سے زندگی کا رشتہ اور حضور سے امتی ہونے کا رشتہ نہیں ٹوٹتا لہذا اللہ تعالیٰ کی یہ تینوں صفات حضور انور کی رسالت صلاہ و نبوت ہیں۔ تم سب اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لانا اور اس کے اس رسول پر بھی جو حسب ذیل صفات سے موصوف ہیں وہ رسول بھی ہیں نبی بھی اسی بھی یعنی پیدا انبی عالم پر علم لیا وہ اللہ تعالیٰ پر پہلے ایمان لانے والے ہیں اس کے سارے رسولوں کی بلوی تمہوں پر اول مومنین ہیں تم سب ان کی تبلیغ بھی کرو اگر تم ان رسولوں ایمان لاکر ان کے پیچھے ہوئے تو امید کرو کہ تمہارا یہ تاج پہلے لگے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے۔ پہلا فائدہ حضور ﷺ کی اہمیت سارے انسان بلکہ سارے جن و انس بلکہ ساری مخلوق کے نبی رسول ہیں سب پر آپ کی اطاعت و فریاد واری لازم ہے۔ یہ فائدہ **یا ایہا الناس اتقوا اللہ** اور **الیوم اکملت لکم دینکم** سے حاصل ہوا ہے رسالت صلاہ حضور کی وہ خصوصی صفت ہے جو حضور کے سوا کسی کو نہ ملی حضور کی نبوت زمین و زمان کی تو ہے آزاد ہے۔ دوسرا فائدہ اللہ کے مقبول بندے موجود محدود و روزیہ یک تمام سے خطاب فرما سکتے ہیں سب کو پکار سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں سب کو سناوتا ہے۔ یہ فائدہ بھی **یا ایہا الناس اتقوا اللہ** سے حاصل ہوا کہ حضور انور نے اس میں موجود آئندہ تمام انسانوں بلکہ جن انس کو پکارا جن میں سے بہت لوگ حضور سے دور تھے بہت اسی پیدان ہونے تھے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔ تیسرا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب مصلح بنا کر سارے انسانوں کو سنا دیا تو وہی سب کو اللہ تعالیٰ نے سنا دیا قیامت اس صحت پر ایک کی تولا ہیں آئندہ رہی ہیں۔ تیسرا فائدہ اگرچہ حضور ساری مخلوق کے نبی بھی ہیں شیعہ بھی مگر رسالت صلاہ حضور کی خصوصی صفت ہے۔ یہ فائدہ **و رسول اللہ الیوم اکملت لکم دینکم** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ ساری مخلوق کا اصل انسان ہے بلقی سب چیزیں انسان کے تلخ ہیں جو اس کے لئے بنائی گئیں۔ یہ فائدہ **یا ایہا الناس اتقوا اللہ** سے حاصل ہوا کہ حضور انور اگرچہ جہان بھر کے رسول ہیں مگر خطاب فرمایا صرف انسانوں کے۔ جب حضور انسانوں کے رسول ہے تو ساری مخلوق کے ہی رسول ہوتے۔ پانچواں فائدہ کوئی جن و انس کسی وجہ پر شیطانوں سے حضور کی نبوت سے کسی حالت میں نکل نہیں سکتا سب کو لایا وہی کہ چار زندہ نبی حضرت عیسیٰ و ابراہیم علیہما السلام منفر علیہم السلام اسی طرح اصحاب ائمہ سب کے سب حضور نے امتی ہیں حضور ان سب کے رسول ہیں۔ یہ فائدہ **جمیعاً** سے حاصل ہوا۔

بس کے صحیح میں ہیں انبیاء و رسول اس کی قہر ریاست پہ لاکھوں عالم

چھٹا فائدہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان فانی و مالک ہے اس کے یہ رسول زمین و آسمان کے نبی و رسول ہیں مہمان خداوندی خداوندی ہے

وہاں حضور انور کی ہدایت ہے۔ **فَاذْكُرُوا لَكُمْ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** سے حاصل ہوا کہ حضور انور کی رسالت عباد کا ذکر فرمانے کے بعد رب تعالیٰ کی وسعت سلطنت کا ذکر فرمانا اسی حکمت سے ہے۔ ساتواں فائدہ: لب آیت امت کوئی شخص حضور انور پر ایمان لائے بغیر رب تک نہیں پہنچی سکتا۔ اب خدا ہی کا وزیر صرف نور صرف حضور ﷺ ہیں۔ یہ فائدہ **فَمَا سَمِعُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّوْاحِ** سے حاصل ہوا۔ **أَتُحْضَرُونَ** فائدہ: حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کو رسالے میں نہیں سماری سکتی اور ایمان لائے مگر حضور انور کے ایمان اور اہل ایمان میں بڑا فرق ہے۔ یہ فائدہ **وَيَوْمَ نَبِّئُكَ كَلِمَةً** سے اشارتاً حاصل ہوا کہ یہ کلمہ جو اس آیت کی تفسیر جو ابھی کی تھی نور تفسیر نبی آخر سورہ بقرہ۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ صرف انسانوں کے رسول ہیں باقی مخلوق کے نہیں کہ ان شاء اللہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** جو آپ اس امتراض کا وہ ابھی تفسیر میں گزر گیا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ جن مراد ہیں یا صرف انسان پر لکھ انسان ساری مخلوق سے افضل ہے **وَاللَّذِكْرُ مَا بَيْنَ أَدْنَى** رسالہ کی مخلوق کی اصل کہ تمام مخلوق ان کی خاطر ہی

جب حضور انسان کے ہی ہوتے ساری مخلوق کے ہی ہوتے۔ یہ آیت اس آیت کے خلاف ہوئی **لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا** **وَمَا مَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ**۔ دوسرا اعتراض: مقرران مجاہد میں دوسری جگہ **كَانَتْ**

لِلنَّاسِ بشیر اور نذیر اس سے بھی معلوم ہوا ہے کہ حضور صرف انسانوں کے رسول ہیں۔ جو آپ ہاں ذکر نبوت کا نہیں بلکہ بشارت و نذرت کا ہے۔ واقعی حضور انور ہمت کے بغیر صرف انسانوں کے لئے ہیں کہ جنت انسانوں کے سوا کسی کو عطا نہ ہوگی۔ جنت کا ثواب اور وہاں کی نعمتیں صرف انسانوں کے لئے ہیں۔ خیال رہے کہ جنت کا ثواب صرف انسانوں کے لئے

دفعہ کا ثواب صرف بہتات اور انسانوں کے لئے ہے **لَا مَلْجَأَ لِبَشَرٍ مِنْ جَهَنَّمَ مِنَ الْجَهَنَّمَ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ** باقی مخلوق کے لئے ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ شرعی احکام کے حکمت صرف جن و انس ہیں باقی مخلوق فرشتوں وغیرہ پر شرعی احکام جاری نہیں۔ ہاں ساری مخلوق پر حضور کا ثواب و احترام حضور کی اطاعت حضور پر ایمان لانا ضروری ہے اس

لغات سے وہ سب حضور کے امتی ہیں حضور ان سب کے نبی اس لئے کہ انہوں نے انہوں پر دعوتیں جاری کیں۔ حضور کا حکم پر ماضی حضور کے حکم پر درست چل کر حاضر ہوئے اشارتاً سے ہاں یہاں سورج کو ناپاہل کیا اور برسہا بار یہی عمل کیا کرتے ہیں۔ حضور پر وہود شریف پڑتے ہیں یہ سب ان سب کے امتی ہونے اور حضور انور کے ان سب کا نبی ہونے کی بنا پر تھا۔ حضور انور نے

مخلوق ہیں بلکہ عالم انوں میں حضور رسالے میں رسولوں کے نبی ہیں **وَإِذَا خِذْنَا لِلنَّبِيِّ فِي الْقَوْمِ نِيَامًا** اور سنت میں سارے نبی اور ان کی امتیں حضور کا لکھ پڑھیں گی۔ تیسرا اعتراض: حضور انور رسول نبی مبعوث صیحب سب کچھ ہیں

انہوں نے امت سے موصوف ہیں پھر میں اور انہوں نے ہم جگہ آپ کو رسول کیوں کہا جاتا ہے۔ جو آپ ہاں لئے کہ رسول حضور انور کا منصب بیان فرماتا ہے جیسے دیوبند ہادیسوں کے بعض اہل علم نے جو میں بعض حدیثی مگر حکم تعلق ملے اور حکم مواصلا سب سے اہم تھے کہ اس سے تمام ممالک ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ سلطان اور ممالک کا تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی ملک حکومت اجرت الہوت سب رب تعالیٰ ہی کے ہیں مگر ان میں تعلق قائم فرمانے والا بلکہ

بندوں کو رب سے اور رب کو بندوں سے ملانے والا تھے رسالت ہے یہ حکم مواصلا ہے اس وجہ سے آپ کو ایسے موقعوں

پر رسول کا جانا ہے، رب بندوں سے جو کلام کہے آپس میں جو رہتا ہے رسول کے واسطے سے اور ہے نہ کہ رتبہ سے، عرض معروض کرتے ہیں جو اس سے لیتے ہیں وہ رسول کے واسطے سے۔ دیکھو مزے دار گفتگوئی اسرائیل کی رتبہ سے واسطہ ہو ہی علیہ السلام **قالوا دع لتواذیک جبین لنا** آپ بول میں فرماتے ہیں **انما یقولونہا بقرة صغرا** جو ان کے توسط کے بغیر رتبہ تک پہنچنا ہے وہ حضور کو رسول ہی نہیں بلکہ چوتھا اعتراض، تم نے کہا کہ سارے عالم کی نبوت صرف حضور شیخ کو عطا کی مگر قرآن کہ تم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنت بلکہ ہوا ان کے بھی نبی تھے کہ فرماتا ہے **یعملون لہما یشاہد من معلو یمیب و تمانیل** اور فرماتا ہے **فسخرونا لعل یریح** پھر اسرائیل نے قول کیا کہ تم دوست ہو۔ جو آپ: حضرت سلیمان علیہ السلام ان قوم کے نبی نہ تھے حکومت نبوت اور نبی ہے حکومت سلطنت و سیاست، کچھ اور نبی یہ اطاعت عمومی اور نبی ہے اطاعت شخصی، کچھ اور نبی۔ اس لئے آپ نے جنت و عید سے اپنی خدمت تو میں مکرانگو اپنے دین کی، عورت نہ وہ وہ تمام اپنے طور پر رہتے ہوئے آپ کی خدمت کرتے تھے مگر یہی سب حضور کا کلمہ چاہتے ہوئے حضور کی اطاعت کرتے تھے (از روح البیان) پانچواں اعتراض: حضرت آدم علیہ السلام سارے انسانوں کے نبی تھے اور حضرت نوح علیہ السلام بھی۔ اس لئے حضرت نوح کی مخالفت کی وجہ سے سارے انسان فریق کر دیئے گئے جو کشتی میں باقی بچے وہ سب آپ کے امتی ہوئے پھر سارے انسانوں کا نبی ہو تا حضور انور کی خصوصیت نہ رہا۔ جو آپ: واقعی وہ دونوں حضرات اس وقت کے موجودہ انسانوں کے نبی تھے مگر اقیامت انسانوں کے نبی نہ تھے، ہمارے حضور ناقیامت سارے انسانوں ساری مخلوق کے نبی ہیں، جیسا کہ ہم نے **یا ایہا الناس** کی تفسیر میں بھی عرض کیا تھا ان تمام انسانوں کا نبی ہو گا ہمارے حضور کی خصوصیت ہے دیکھو جس کی علیہ السلام نے فرمایا تھا **و سوا لانی ینس اسرائیل** جس سے معلوم ہوا کہ آپ صرف نبی اسرائیل کے نبی تھے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ میں بعد میں یہ کہیں فرمایا **الذی لہ ملک السموت والارض** حضور کی رسالت کے بعد اللہ کی حمد کو ذکر کریں جو لایا تو حمد ہوتی ہی نہ پائے ہوئی ہے۔ جو آپ: یہ فرمان عالی حضور انور کی رسالت مہدی کی گواہی ہے اس کا تصدیق ہے کہ میں اللہ کا رسول اعظم (بزار رسول) ہوں جیسے وزیر اعظم کی وزارت، تاہم ملکیت ہوتی ہے ایسے ہی رسول اعظم کی رسالت تاہم اللہ ہیست ہے کہ خدا جس کا رب ہے حضور اس کے رسول ہیں ورنہ حضور رسول اعظم کیسے ہوں گے۔ ساتواں اعتراض: اس آیت کریمہ میں دو مضمون طبعی طریقوں سے بیان ہوئے ہم کو کلمہ **یا ایہا الناس** اور **الذی لہ ملک السموت والارض** اور حضور انور کی صفت بیان فرمائی **یؤمن باللہ** صحت بیان فرمائی کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور رسول اکرم اللہ اور کلمات اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ جو آپ: اس فرق بیان سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور حضور کے ایمانوں کا فرق بیان فرمایا کہ اسے کو تم کو اللہ رسول پر ایمان لانا یعنی اللہ کو رسول کی معرفت سے جانو پچھانو، اور رسول کی یہ صفت ہے کہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمات یعنی سارے نہیں ساری کتابیں پر بلا واسطہ مشاہدہ سے ایمان لاتے ہیں چو کہ دونوں ایمانوں کی نوعیت میں فرق تھا اس لئے ایمانوں میں فرق ہوا ہم اس کی تفصیل سورہ بقرہ کے آخر میں **امن الرسول** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: جو ایمان کرام کے مشرب میں **یا ایہا الناس** میں اور حضرت آدم نامور زقیامت سارے انسان داخل ہیں۔

حضرات انبیاء و لوگوں کی امتیں سب کے سب ضروری است ہیں حضور ان سب کے رسول حضور نور ہایہ اعلان رب تعالیٰ نے
 کرشمہ لوگوں کو بھی بنا لیا نور احمد لگان کو بھی یہ اعلان ہوا کہ وہ حلالی نے مشتق کے دن سب میں کیا کہ فرمایا تم جماعتکم
 رسول مصدق اماممکم بعد میں حضور نور سے اس آیت میں کر لیا اس اعلان کا نتیجہ تھا کہ صاحب نبی اپنے اپنے مقام
 سے بیت المقدس میں اپنے حضور کے پیچھے نماز پڑھی پھر ان سب نے اپنے وہ حلالی آملی مقام پر حضور ہاں متقابل آیا ان سب
 نے حضور ہی کی اطاعت چوساطی تھی صاحب اسلم و زمین لفظ کلک ہیں حضور نور محمد کے زمان سے اس ملک کے مالک ہیں
 لہذا اعلان ہے لاالہ الاہو لہذا اعلان ہے کہ لا رسول الاہو یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب حضور کے سوا کوئی
 رسول نہیں اور سب حضور کی معرفت و لوگوں کو ایمان کی زندگی اور کھری موت دیتا ہے جیسے سورج کے ذریعہ زمین کو ان اور رات
 دیتا ہے ان کا ریزہ بھی سورج ہے اور رات کا ریزہ بھی سورج ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کتنی ہی درسی اپنے ہاتھ میں رکھو اپنی درسی
 کتنے کے ہاتھ میں نہ دو۔ یوں ہی اپنے نفس المراد کی درسی اپنے ہاتھ میں رکھو اپنی درسی نفس المراد کے ہاتھ میں نہ دو اپنے کو حضور نور
 کے ہاتھ میں، واتبعوا لملکم تہتوں اگر تم نے یہ عمل کر لیا تو رب تک پہنچ جائیگا گے حضور کی سنتوں کی ابتداء ہی
 انسان کی نجات کا ذریعہ ہے حضرت شیخ علی لدین اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی تمام سنتوں پر عمل کیا سوا ایک کے کہ
 میرے کوئی بیٹی نہ تھی جس کا نکاح میں اپنے کسی عزیز سے کروتا حضرت پاریو۔ سلاقی ایک صاحب کرکلت شخص کی طاقت او
 گئے دیکھا کہ اس نے مسجد کے قبلہ کی طرف تھوکا آپ نے اسے سلام بھی نہ کہا اور ویس آگئے فرمایا کہ یہ سنت آدک ہے۔
 ام احمد ان مشعل فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں تھا کہ لوگ نکلے ہو کر حمام میں غسل گئے میں حضور کی سنت پر عمل کرتے
 ہوئے تہنہ ہاتھ کر لیا رات کو میں نے نہیں اعلان سنا کہ ام احمد نے کہا کہ سب سے سب سے گناہ کبھی دیکھ لو کہ جس لوگوں کا
 ام احمد اس سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا کون ہو فرمایا میں جبریل ہوں۔ فرشتے حضور نور کی حکمت کرتے
 ہیں اور حضور کی وجہ سے حضور کی امت کی حضور کے قرآن کی بلکہ جس قبر قرآن پر صاحب اس قبر کا وہ باہر احرام کرتے
 ہیں۔

حکایت: مشہوری شریف کے دفتر سوم کے آخر میں ایک عجیب حکایت لکھی حکایت صندیں جو تنور دانشقور کہ
 حضرت انس نے ہل صاحب کرام کی دعوت تھی میں کھانے کے وقت کپڑے کا دستروں جب بچھانے کے تو وہ ملا تھا آپ نے
 اپنی تلہ کہ علم دیا کہ اسے جلتے ہوئے نور میں ڈال دو مسلمانوں نے تجب کیا اور دھواں نکلے تو ان میں سے ایک نے اپنے گھر
 دیکھا کہ چند لوگوں کے بعد اسے آگ سے نکالا تو وہ ہائل محفوظ تھا لہذا اس کا لیل کچل مل چکا تھا وہ دونوں صاف ہو گیا تھا
 سب نے کلمہ۔

قوم منشد اس صحابی عزیز
 گنت زائد مصطفیٰ دست و ہل
 چلا نہ سازید وقت نشت نیز
 پس باید لدریں دستار خواں

انہوں نے پوچھا کہ اس صحابی سولی یہ جا کہیں نہیں فرمایا ایک دفعہ حضور نور نے اس دستروں سے اپنا منہ دہا تھا شریف پوچھ
 لئے تھے جب سے یہ آگ میں جلا نہیں کرتا فرماتے ہیں۔

اسے دل ترسندہ اور ہند مذہب اپنی دست و دامن کن انتہا پر
 چوں بنا دے راکھ تشریف دلو جن عاشق راہ را شناخت کھلو
 اسے دل آگے تھے مذہب کی آگ سے ڈر گئے تھے ذہن ہاتھوں اور ہوتوں سے نسبت قائم کر جب ان کی نسبت نے کپڑے اُڑاتے
 سے پہلے اپنا عاشق رسول نہ پہنے سے کیوں نہیں پہناتے کی روح الہیان کب پر حور و اتبعوا لعلکم تہتدون۔

وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيٍّ آتَمَةٌ يَّهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْتَدُونَ ﴿٢٠﴾

اور حضرت موسیٰ کی قوم سے ایک ایسا امت ہے جو ہدایت و حق سے ساتھ چلتی ہے اور ان کے ساتھ چلنے والوں نے سر نہیں کیا ہے
 اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ خود کی راہ بتاتا ہے اور اس سے انصاف کرتا ہے

تعلق: اس آیت اور پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: تکمیل آیات میں سرخوشی اسرائیل کی
 سرکشیوں کا ذکر ہے، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی غیر موافقگی میں چھڑا پرستی کی اور ساتھ چلنے والوں نے سر نہیں کیا کہ
 موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا اهلکنا بما فاسدنا لعلکم تتقون۔ اور اس آیت میں سرخوشی اسرائیلیوں کا ذکر ہے جو حق پر
 قائم رہے کیونکہ ہر چیز اپنا ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دو سر تعلق: تکمیل آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور رب تعالیٰ کے
 جواب کا ذکر ہے اس سے دعوہ کہ ہو سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت کو کسی قسم کی رحمت نہیں عطا ہوئی کیونکہ وہ کفر فرمایا یا
 رہا ہے اور ارشاد ہو رہا ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسا علی رحمت عطا ہوئی۔ تیسرا تعلق: تکمیل آیت میں رب تعالیٰ
 کے جواب میں ذکر ہے کہ ہم اپنی رحمت آفرینی کی امت کے لئے لکھیں گے اب ارشاد ہے کہ قوم موسیٰ میں بھی بعض لوگ
 امت محمدیٰ بنے اور اس مذکورہ امت کے مستحق ہوئے گویا وہ موسیٰ قبول ہوئی۔

تفسیر: **ومن قوم موسیٰ امتہ**۔ جملہ نیا ہے اس لئے اس کا ذکر آیت اخیر سے قوم موسیٰ سے مراد ہے کیونکہ موسیٰ
 اولاً یہ مقبول علیہ السلام اپنی اسرائیل) اس معنی سے حضرت انبیاء و کرم نے اپنی کافر اور نبی کو یا قوم کہہ کر کہا اور اسے کہہ کر ان
 مجید میں ہے۔ امت کے معنی امتیں ان قوموں کے انہم ہم پارہ سیقول میں جمع لکن امتہ و سطا کی
 تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں امت سے کیا مراد ہے اس میں چند قول ہیں (۱) اس سے مراد وہی اسرائیل ہیں جو حضور انور پر
 ایمان لائے صحابی بن گئے جیسے حضرت عبدمنہ بن سلام اور ان کے ساتھی کہ مگر چہ یہ لوگ چند ہی تھے کہ چند بلکہ ایک شخص کو
 بھی امت کہا جاسکتا ہے رب فرمایا ہے اننا ہرہیم کنا امتہ فانتما کہ وہی ایک ذات یعنی ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا
 اکبر روح المعانی (۲) اس سے مراد ہے اس امت سے ہوتی ہے من اهل الکتاب امتہ قائمہ یقتلون آیت
 اللہ انہما ہیں (۳) اس جماعت سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذمہ کہ وہ اسرائیل ہیں جو صحیح معنی میں آپ کے مبلغ

و فرمایا اور ہے عجزاً برحق و غیرہ سے مخفوفاً ہے اس صورت میں یہود اور یعدلون کو رشتہ واقف سے بیان کے لئے ہے یہ سبلی۔ معنی یعنی اجتراری ہے یعنی **کانوا یہودون** (3) موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد شیخ علیہ السلام آپ نے طیفہ ہوئے اس زمانہ تک بنی اسرائیل کی قدر فیکر ہے مگر یہ شیخ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی کمال یہ تو یہ کہہ کر نظر اقل انبیاء و غیرہ بنی کمال کا مثل ہو گیا چنانچہ بنی جریر نے ہونے لیں جرجہ سے روایت کی کہ بنی اسرائیل بارہ گروہ تھے جنوں اسباب کماجا انصاف میں سے گیا تو وہ قرین حالت میں گرفتار ہو گئے ایک گروہ نے جو حق پر قائم تھا بارگاہ میں رہا کی کہ سبلی ہم ان لوگوں سے ہیں اور ہیں ہم کو ان سے الگ کر دے حق تعالیٰ نے انہیں ایک نبی طریقہ سے جس کے آخری حصہ میں پہلے یار فرمایا کہ تم یہاں الگ تھک آؤ اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ **رواہو آیتہ ب و قلنا من بعدہ لبنی**

اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاخر ء جئنا بکم لظیفہ بل زمین سے مراد یہی زمین ہیں جس نے اور وعدہ الاخر ء سے مراد قرب قیامت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے تو اب بھی جہنم کے ایک حصہ میں آ رہے مگر حقوق کی نگاہ سے پوشیدہ حضور انور صراحت کی روایت میں تشریح لے گئے انہیں اپنا کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا اور انہیں قرآنی آیات و اسلامی احکام سکھائے یہاں امت سے وہ لوگ مراد ہیں (روح المعانی) مدوح البیان۔ طائز کیر و غیرہ مگر یہ آخری قول کچھ ضعیف سا ہے۔ پہلے دو قول قوی ہیں۔ صراحت میں اسرائیل میں ایک جماعت تھی یا ہے یا رہنے کی جن کی صفت یہ ہے کہ **یہودون بالحق یہ عبارت امت کی صفت ہے امت لفظاً واحد ہے مگر معنی جمع اس لئے **یہودون** صحیح اور **یہودون** بنا ہے۔ ایتہ سے ہدایت کے معنی اس کی تفسیر ان صوفیوں کے احکام ہم **اهنا الصراط المستقیم** کی تفسیر میں عرض کر چکے۔ یہاں اس کے معنی ہیں ہدایت دینے ہیں لوگوں کو صحیح کرتے ہیں جن سے مراد یا تو آیت کے شرط کے صحیح احکام ہیں جن میں ترجم تبدیل مذکی تھی تب اس کے معنی ہوں گے ہدایت دینے تھے کیونکہ اب آیت کے اصلی احکام بھی حق نہ رہے وہ مشورہ ہو گئے یا جن سے مراد احکام اسلامیہ ہیں تو **یہودون** کے معنی ہیں کہ لوگوں کو احکام اسلامیہ کی ہدایت دینے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہنابو ہلوی سے معنی طریقہ یعنی طریقہ حق اختیار کرتے ہیں **وہ یعدلون** یہ عبارت معطوف ہے **یہودون** پر اور امت کی دو سری صفت بہ کلام حق ہے اور اس کو **یعدلون** پر مقدم فرمانے سے صبر کا تاثر و حاصل ہوا **یعدلون** بنا ہے **عدلا عدالت** سے۔ معنی انصاف کرنا یعنی وہ آپس کے معاملات میں صرف حق یعنی احکام اسلامیہ سے عدل و انصاف کرتے ہیں شرعی فیصلہ کرتے ہیں منہاجت میں کسی پر غم نہیں کرتے ان کی پکری صحیح معنی میں عدالت ہے۔**

خلاصہ تفسیر ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہیں دو قوی اور ایک کچھ ضعیف ہم ان میں سے نہایت قوی تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی ساری قوم گمراہ نہیں ہوئی بلکہ ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل میں ایک جماعت ایسی ایمان والی بھی ہے جو خود بھی حق یعنی سلام سے بدست ہے اور وہ سب کو بھی حق پر آنے پر ترستے کی ہدایت کرتی ہے یعنی پہلی اور ساری جماعت کے عقیدے سے عملی عبارت معاملات اسلامی ہیں اور وہ سب کسی فیصلہ کرتے ہیں تو اسلام کے موافق کرتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور سادسہ اور اسرائیل جو حضور ﷺ کے ایمان لائے جناب حکیم اللہ کی اولاد ہیں اور جناب حبیب اللہ کے صحابی چنانچہ عرض لگے **محمم موسیٰ علیہ السلام کی ذکور اور کما مودون کے**

حق میں ہو امدت شریف میں ہے کہ تین مصلوں کو دو ہر انوشب تک ایک روز اہل کتب کو پھیلانے کی بجائے رکتا ہوا ہر گھ
 پر اہل لائے دو سرواہ غلام جو اپنے سہیلی کی خدمت میں گئے اور اپنے رب کی عبادت میں تیسرے دو ہوا پانی کو لونی کو آزاد کر کے
 اس کو اپنی تعلیم پر۔ پھر اس سے نکاح کرے۔

فائدے میں آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ مشرکین و کفار مومن کے نفسی کلی ہم قوم ہو سکتے
 ہیں اہل عربی قوم صرف مومن ہی ہوں گے یہ فائدہ **ومن قوم موسیٰ** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے کافراں اسرائیلیوں کو
 موسیٰ علیہ السلام کی قوم فرمایا۔ دو سرا فائدہ ایک چھوٹی جماعت بلکہ ایک دو مصلوں کو بھی امت کر سکتے ہیں یہ فائدہ **وامت عن**
اد سری تیسرے سے حاصل ہوا جبکہ اس سے حضرت عبداللہ ابن سلام پورن کے ساتھی عربوں قرآن مجید نے حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کو امت فرمایا **انہوہیم مکننا لہم قانتا لہ** تیسرا فائدہ تیسرا یہ ہے کہ لے دو جو ہیں چائیں خود حق پر رونا
 اور درد سوں کو حق پر رونا غلاموں صرف اپنی اصلاح کر۔ اپنے ساتھیوں عربوں کو ہم کی بد امت کی پر لوند کرے وہ پورا اہلیاب نہیں
 یہ فائدہ **یعدلون** فرمائے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ امت محمدیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری گمراہ نہیں ہوگی اس میں
 ایک فرقہ حق پر رہے گا کس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اسرائیل بھی سارے گمراہ نہ ہوتے ہیں ایک حدیث میں آیت سے حق پر
 قائم رہی یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے۔ جو اس میں اسرائیل مومنی وہ کہہ دیتا ہے قائم نہیں رہے کہ وہ دین منسوخ ہو
 گیا ان میں سے اور حق پر قائم رہے وہی تھے جو حضور پھیلے پر اہل لائے امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان میں ایک جماعت
 محمدی رہے ہوئے حق پر ہوں گے کہ دین منسوخ نہیں لہذا آیت دو حدیث میں کوئی تضاد نہیں اور اگر اس آیت کے معنی یہ
 ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اسرائیلیوں کی ایک جماعت حق پر تھی تو کوئی اعتراض ہی نہیں کہ ان کی بد امت ایک
 خاص وقت میں تھی حضور کی امت کچھ امت پر رونا تعلقا ہے۔ دو سرا اعتراض ناگرم امت سے مراد موسیٰ علیہ السلام
 کے زمانہ کے اسرائیل ہوں تو یہ ہونے اور **یعدلون** مل کا سینہ کیونکر دست ہو گا پھر تو یہ دونوں میں تضاد نہیں چاہئے تھے کیونکہ
 یہ واقعہ گزرے ہوئے زمانہ کا ہے۔ جو اسب عربی میں واقع ہے کہ آئندہ کی چینی خبروں کو ماضی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جو اس
 گزشتہ واقعہ کا وہ امتا نے کے لئے امت مل سے تعبیر فرمایا جاتا ہے اس واقعہ سے پہلے مل کا سینہ لوشاہ نامہ باری اردو میں
 بھی گزشتہ واقعہ سامنے لانے کے لئے اسے مل سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ تیسرا اعتراض ناگرم امت سے مراد اسرائیلی
 ہیں جو ہمیں کے کندہ بنا دیئے گئے ہیں اور وہ قیامت تک وہیں کے تھے یہ کیسے درست ہو سکتا ہے آج ہوائی جہازوں کے
 ذریعہ انسان نے زمین فاصلہ گزشتہ جہان بارہ لاکھ چاند میں پہنچ کر اسے کھو کر وہاں کی مٹی پھر لے لیا عربوں تو ان کو انہیں یہ نہیں
 معلوم ہوا کہ یہ بات محض من گھڑت ہے اس علاقہ میں کوئی قوم نہیں۔ جو اسب یہ بات محض غلط ہے کہ یہ چیز سائنس کے
 ذریعے نظرد تو ہے وہ ہے ہی نہیں۔ اسباب کتب سکھ دی اور لوند اس کے پیچھے قوم یا نوجوان بھرتی کی تھی۔ اسی زمین پہ
 موجود ہیں مگر حق تک کسی سائنس نے انہیں نہیں دیکھا بلکہ ہولہ روح موجود ہے کہیں نہیں دیکھی گئی بلکہ یہ اور بات ہے

ایسے ہر ایک کیڑے اور جراثیم جو خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جاتے انسان کی ریڑھ کی ہڈی میں ایسے ہر ایک اجزا میں جو کسی طرح نظر نہیں آتے وہ نہ گتے نہ لڑتے چلتے ہیں نہ ان میں فرق ہو نہیں جب لاذب کہا جاتا ہے جن پر قیامت میں ازہام پڑنے جائیں گے یہ سب چیزیں ابھی تک سائنس کے ذریعہ دیکھی نہ چاکیں چوٹی کی تو ازہام ہے وہ ہوتی ہے مگر کسی آگ سے نہیں سنی گئی جن کے ہونے کی طرف رسول نے خبر دی وہ ہیں اور حضور ہیں مگر چہ ہم کو نظروں تو ہیں۔ چوتھا اعتراف، مگر یہ سب است سے مراد بتوں میں رہنے والے اسرائیلی ہیں تو ان پر حضور ﷺ صراحت کی راست میں صرف ایک ہزار سے جس وقت کوئی شری علم نہ آیا تھا کچھ آیات قرآنی آئی تھیں پھر زندہ ہیں حضور انور ﷺ نے آپ کی طرف سے کوئی مسلح پہنچا تو وہ لوگ اسلامی احکام غلامانہ ذوقاً و قربانی و فیروہ پر عمل کیسے کرتے ہیں کیا انہیں یہ سب کچھ معلوم ہیں۔ جو اب ہنس اعتراف کا جواب تعمیر روح الہیوں سے یہ وہ ہے کہ حضور انور کو پہلنی صراحت صرف ایک بار عطا ہوئی مگر وہ طاقی صراحت بارہا عطا ہوئی اور حضور انور و روح طاقی طور پر ان کے پاس بارہا تشریف لے گئے انہیں احکام شریعی کی تبلیغ فرماتے رہے بلکہ حضور کا جسم القدس ایک لمحہ سے وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک آپ کی نظر پہنچے حضور کے لئے نزدیک اور دور دیکھیں ہیں حضور ﷺ ہر جگہ ہر وقت ہر وہ لوگ بھی اس فیض سے محروم نہیں اب ان میں علماء عرب و اسیا و صالطین سب ہیں وہاں اسلام کا آئینہ اپنی پوری طاقت سے چمک رہا ہے (روح الہیان) بلکہ اگر نور کیا جاوے تو اب بھی ظاہری پرانی قرآن و حدیث و احکام ان سے ہم کو ملتی ہے نہ کہ بتی اور روحی پرانی ہے حضور انور سے براہ راست نصیب ہوتی ہے بارہا تشریح ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں آنکھ جائیں مسئلہ کنہوں سے حل نہ ہو تو حضور انور خواب میں یا اللہ کے رسول سے پتا سمجھا لیتے ہیں۔ حضور انور کی پہنچ ہر جگہ ہر وقت ہے۔

تفسیر صوفیانہ: موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی انتہائی ترقی یہ تھی کہ وہ حق یعنی تورات کے الفاظ و معنی و احکام کی لوگوں کو چاہت کریں اور اس تورت سے کہ وہ ذریعہ تقدیر کے فیصلے فرموا کر انہیں حکم مقام است محمدیہ کی ابتدائی منزلوں میں سے بن کر انتہائی مقام یہ ہے کہ حضور انور کی ذات و اصناف میں اپنی بااؤ کا ذکر و انہیں اور ان کو کامل یہ ہو جاوے کہ **مکتنا تسمعو بصر مولاناہ فبسمع و بصیر و بصیر** کہ اللہ اس خدائی الرسول بندے کے کل انہیں اور زبان بن جاوے پھر اللہ کی طاقت سے دیکھنے سے نور ہوئے اس مقام پر آواہی صحت امن کے اور کوئی نہ پہنچا دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے وہ کہ وہ انہیں کیا کر پوان کیا کیا کہ وہ ابھی **فنا فی اللغات** کے درجہ پر نہ تھے فرمایا گیا کہ اسے موسیٰ تمہارے کہ اپنے سے دیکھنا چاہے نہ ہو سکتے تھے وہ دیکھے گئے تو انہوں کو کچھ سے میرے لئے دیکھے جس فعل یہ ہو کہ۔

ہی ہے لول ہی ہے آخر ہی ہے پہلن ہی ہے ظاہر

اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی تھی کہ مولیٰ مجھے مصلحتی کی صحت میں سے کہو سے تمنا کیوں لی بارے کہ دیر او کے شوق میں۔ مولانا طویل حقی صاحب روح الہیان فرماتے ہیں۔

مصلحتی را انویاد است شوق جملہ روزہر ہوسے او بندہ

پایہ میں است مرحومہ میں کے چلو میں لولہب میں!

رہیں ہیں امام ہیں آئیں اور وہیں انہیں لے کر آئے ہیں
 یہ سن کر اسے حتیٰ شرا میں ہی لے کر آئے ہیں اور وہیں انہیں لے کر آئے ہیں

(روح البیان)

وَقَطَعْنَهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِطًا وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ

اور اس وقت کہ ان کو بارہ نبطوں میں اور وحی کی کہ ہے کہ

اسْتَسْقِئَهُ قَوْمَهُ أَنْ أَضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ

پانی مانگنا ان سے قوم نے ان کی کہ کہ مارو ساتھ قاضی اپنے کے پتھر کو جسے پھوٹ پڑے

مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرِبَهُمْ وَظَلَمْنَا

اس سے بارہ چشمے۔ جبکہ جانتا ہر مہمان نے اپنے اپنے کی جگہ کو اور ساتھ کہا ہم

عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّانَ وَالسَّلْوَىٰ كُؤُومًا مِنْ طَبِيبٍ

نے اور ہر ایک کے ساتھ بارہ کی اور ان کا نام نے اور ان کے من اور سلویٰ کھوٹو من وہی پائیز

مَا زُرْقَانِمْ وَمَا ظَلَمُونَ وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۶﴾

بیزرہ میں سے جو روزیادی ہم نے تم کو اور نہیں حکم کیا انہوں نے ہم پر اور لیکن کھوٹو من وہی پائیز

نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا لیکن وہی ہی جافوں کا برا کرتے تھے۔

تعلق میں آیت زیرہ قبیلہ نیاات سے چار طرح تعلق ہے پہلا تعلق قبیلہ نیاات میں ارشلوہ کہ کسی اسرائیل میں
 ایک جماعت تھی یہ کہہ رہی اب ارشلوہ ہے کہ ان کی اپنی جماعتیں سر نہیں گویا ایک جماعت کی بدولت نہ اہل بیت کے زمان کے
 بعد جب کہ سرکشی نگرانی کا کر رہا ہے دو سرا تعلق قبیلہ نیاات میں موسیٰ علیہ السلام کی ایک قوم مانا اور یہ اور ساتھ
 کہہ کر ہم کے ساتھ اس کی قبولیت مانا کہ وہ اب اس فریضہ کی وجہ ارشلوہ ہو رہی ہے کہ وہ لوگ سخت سرکشی تھے اور ہتھیاروں
 کے لائق امت تھے ہے جماعت شمار نہ کر رہا ہے تیسرا تعلق قبیلہ نیاات میں بنی اسرائیل کی سرکشیوں کا کہ وہ اب
 ان پر جو گرفت کی گئی ان کا بھی ذکر ہے اور اس گرفت میں ہر کرم ان کے شامل حال رہے ان کا بھی تذکرہ ہے۔

سانپ خانے کے اروے سے بچتے تو سانپ ہمارا پیوں کے لگنے کی نیرت سے بچنے کے لئے جان بوجھ کر لٹکے کے لئے ہاتھ پائی لگا دیا۔ ہمارے حضور نے انگلی کا اشارہ چاہر بھانڈنے کے لئے کیا تو وہ پست گیدور خوشی کو جاننے کے لئے کیا تو وہ آگے ہر اسی انگلی سے اشارہ چاہر جوڑنے در خوشی کو دیکھ کر کہنے کے لئے کیا تو اس طرح ہوا اصل جزا اروہ ہی ہے۔ ان اضروب بمصاک المحجوبہ عبارت مشمول ہے او حیثنا ان کی تفسیر بھی سورہ بقرہ میں ہو چکی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا دشمنی اصل میں جنتی اس درخت کی تھی جسے تو موسیٰ علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ عصا حضرت انبیاء کرام میں نخل ہو تاہو انہما جنتی کہ حضرت شیب علیہ السلام کے پاس پہنچا آپ نے جب کہاں چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا تو یہ عصا آپ کو دیا اس عصا شریف کی پوری تاریخ سورہ بقرہ میں ملاحظہ کرو پھر کے حلقی بہت گنگو ہے کہ کون سا تھا اصل نخل فرمایا کہ وہی تھا تو موسیٰ علیہ السلام کے پڑے لے کر کہا تھا یہ انسان کے سر کے برابر تھا چو کہ قاسم مر قواو القلم العلم (موسوی روح یعنی نام نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا کی کہ اپنے عصا سے اس پتھر کو مارو آپ نے مارا اس میں اشارہ فرمایا اگر پتھر میں اس میں قلموہ موسیٰ علیہ السلام کے اروہ اور نیرت کو چاہتا تھا تو سدا بنا یا تھا جیسے آکا کا پلانے قلام کو کسی کلم کو کھینچا اس لئے یہ نہ فرمایا کہ لاھی کو پتھر مارو بلکہ فرمایا کہ پتھر کو لاھی سے مارو۔ فانہب حصت منہا ثمتا عشوۃ عینیا یہ عبارت ایک پوشیدہ شروکی جزا ہے فضروب بہا لاف جزائی ہے انہما جس کا لہہ بجم ہے۔ معنی پھوٹا۔ برتا۔ خیل رہے کہ سورہ بقرہ میں ہے فانہب حصرت منہما جزا و اولیٰب جاس و دون ہم معنی ہیں مگر بعض اہل لغت نے فرمایا کہ ایساں ہلکا معمولی طور سے برتاؤ اور اجمل شراعت سے برتاؤ نہ پتھر سے یہ جتنے جتنے معمولی طور سے پتھے ہوئے لگتے تھے آگے چل کر نمر کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ خوب جانتے تھے اس لئے دونوں لغتیں درست ہیں۔ (روح المعانی) صفتش من ابرہۃ ہے۔ ضمیر پتھر کی طرف ہے یعنی عصا مارتی ہی پتھر سے ہوا جتنے برس لگے اور ہارہ چشموں کے رخ الگ الگ سمت میں تھے تاکہ ہر قبیلہ اپنی نیرت سے پانی نہ پانچ اور اشارہ ہے۔ قد علم صکی انما مشربہم۔ عبارت میں ہا ہر چشموں کا نام جمع ہے ناموں کی مشرب۔ معنی گھٹا ہے جنتی پانی پیئے پانی لینے کی جگہ جو تک نبی اسرائیل کے ہر قبیلہ میں جنت آوی تھے اس لئے انماں فرمایا یعنی اسرائیل کے ہر قبیلوں میں سے ہر قبیلہ نے اپنا گھٹا بنان پھان لیا تھا کہ ہر قبیلہ اپنے ہی گھٹا پر جاتا تھا اور سرے قبیلہ کی گھٹا پر نہ جاتا تھا یہ نہ وہ نہیں میں بہت لڑتے جھگڑتے تھے۔ دو قبیلے ایک ساتھ کہاں نہیں سکتے تھے۔ ضرر فرماتے ہیں کہ ہر قبیلہ نے اپنے لئے کوئی گھڑا ہوا تھا جس میں اس چشمے کی پانی جمع ہو تھا یہ لوگ اپنے ہی کو نہیں سے پانی لیتے تھے۔ وظللنا علیہم الغمام۔ رب قتلی کی دو سری نعمت نکلا کر ہے جو اسرائیلیوں کو میدیہ میں تھیں حطاک گی کہ دن میں اور ہر قبیلہ علیہ کے رہتا تھا کہ وہ جب سے بل نہ جائیں رات کو نون پر ایک نورانی ستون نازل ہو تھا جس کی روشنی میں یہ لوگ رات میں ہم کاج کرتے تھے۔ نعمام عموما جگے سفید پال کو کہتے ہیں جس سے بارش تو نہ ہو مگر سفید ہو اس لئے یہاں صلاب اور شاد نہ ہو اقام فرمایا گیا انوار ج البریان) وانزلنا علیہم المن والصلوی۔ اس تیسری نعمت نکلا کر ہے جو ان میں میدیہ میں تھیں وہاں ہی یعنی ان کی تدا کا نظام فرمایا اس کی تفسیر سورہ بقرہ آیت ۱۰۱ میں مذکور ہے کہ من ایک لذیذ طعم تھا اور رات کو چشمہ کی طرح برس جاتا تھا۔ معنی کو یہ سارے میدان میں اس سے تازہ پانی تھے اسے کھج کر اٹھاتے گھاتے تھے سلوی ایک خاص چڑیا تھی جسے علی کہا جاتا ہے جو

اس کے علاوہ ہم نے ان میں ایمان پہلے بغیر ہال مقرر فرمایا جو ہر ستارہ تھا مگر انہیں وہاں سے محفوظ رکھا تھا تو یہ ہال معروض ہو تو یہ لوگ وہاں بھی جاتے اس کے علاوہ ہم نے ان کی تہ کی تہ کے لئے نہایت لذت بخش مصلحتوں اور نور نہیں کھینچ کر یہ کباب معلومی جلا فرمایا اور اس سے فرمایا کہ یہ ہماری پانچ و ملاں ملک اور بے ضرر روزی ہے اسے بے روک ٹوک کھاتے، ہونہ یہ نقصان کر سکی۔ فتنہ ہوئی، صرف کھانا کل کے لئے نہ بنایا کہ یہ تہ جل کے خلاف ہے مگر وہاں بھی باقرانی سے ہارت آئے چوری پوری چادر نئے گاہوں نے اس حرکت سے کام لیا پھر نہ بگاڑا اپنی نقصان کر لیا کہ وہاں فتنہ سے محرم ہو گئے ہمارے مذاہب میں کہ فرما سکی اور ان پر لعنت پڑے اور بھی پڑی۔

فائدہ: اس نسبت سر سے چند فائدہ حاصل ہوتے پہلے فائدہ وہ تہ نبی نے انسان کو مختلف ذریعوں سے الگ الگ ممانوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ وہاں ننگ پوشہ نسب ان سب میں سے سب سے مقدم ہے جس نے انسان کو مختلف قبیلوں میں ہندو کیا۔ یہ فائدہ قطعناہم سے حاصل ہو اس کی تہیہ دو آیت فرمادی ہے **و جعلناکم شعیبا و قبایل لتعارفوا** یعنی تہ ذہن کو مختلف طرح شہوں پر شہوں کو مختلف ملکوں کو جس میں تقسیم فرمایا ہے ایسی انسان کو تقسیم فرمایا ہے۔ ان طرح ہوئے انسانوں کو صرف نبی کی تبلیغ کر سکتی ہے جو ہذا آیت ہے جو انسانوں کی تمام تقریبیں اور کر دیتی ہے **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا**۔ فائدہ قطعناہم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوں دو سرفا فائدہ: پہلی انسانوں کے کھلونوں کی بد کاریوں کی وجہ سے ان میں بغض و عداوت پیدا ہو جاتے ہیں یہ بھی اللہ کلمہ سب سے قوم **وانقل القطن** رحمت ہے۔ فائدہ قطعناہی اور سری تفسیر سے حاصل ہوں تیسرا فائدہ فتنہ کی نعمتیں اللہ کے مقبول بندوں سے مانا درست ہے اور ان بندوں سے دعا کرنا کہ خود ان سے کسب دو رب سے۔ میری تہ سے آگے تہی وہب کے آگے یہ سب کچھ ہڈی پر لٹی منت ہے یہ فائدہ استقامت قوم سے حاصل ہے اور دیکھو پائی اللہ کا رزق ہے تہی اسرائیل نے باکوسوی علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے اسے شکر کیا تاکہ اسے نہیں طریقہ سے پائی ہے۔ چوتھا فائدہ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر تہ وہب کہ ہر چی بندوں کو بلا واسطہ خود ہی ہے اسے مگر اس قانون ہے کہ بندوں کے توکل ان کو وسیلہ و سبب سے ہے۔ تہی اس موقع پر اسرائیلیوں کو پائی تہ۔ وہ بگ حضرت موسیٰ کے ہاتھ تپ کے مصداق تہر کلا واسطہ دو زمین میں رکھا کہ ہاتھ اور مصالیم اللہ ہے ہر چیز میں خاص ہو ان ذریعوں سے انہیں رب پائی ہے۔ اس سے وسیلہ اور ایام کا مسئلہ حل ہو گیا۔ جناب ایوب علیہ السلام کو شگاہوی تہی اس کے پانوں کے ازبید پڑا تہ وہاں سے جناب مریم کی زندگی کی مشکل حل فرمائی تہ انہیں کا ہاتھ تنگ کبوتر سے نکلا اور اس سے رحمت اور سز کیا ان میں بھیج گیا۔ وہ انہیں نکلا ہے۔ پانچواں اعتراض مصداق موسیٰ صرف ایک ہزار تہ تھا بلکہ بہت سے جموات کا مجموعہ تھا تہ ہے۔ ساتھی ان جاتا تھا۔ رات کو بی کی طرح روشنی جاتا تھا۔ ضرورت کے وقت وہی ڈول کا ہونے تھا اور اس موقع پر تہر سے پہلے نکالے۔ رحمت اللہ سے منہ شریف کا مطلب کھتی تاکہ عالمیہ قاضی کو نہیں دیکھ کر تہ تھا تہی ہڈی کو ہڈوں سے اور سریش تھا۔ چھٹا فائدہ تہی اسرائیل پہلے سے اسلامی اور جلا اور ہیں۔ یکم یہ لوگ ایک اور اصغر تہی وہب علیہ السلام کی نوا سے خراس کے ہر جو ایک تہ سے پائی نہیں لے سکتے تہ لپٹی پر بیع ہونے سے کشت و خون کرتے یہ فائدہ قطعناہم کل انما مشرہم سے حاصل ہوا کہ ان کے چہرہ قبیلوں کے لئے ہرہ ہشت

جاری کے کے برقیہ ہنگامہ حضور نور نے ہاکل انہیں کوں پایا ہائی نہ یا۔

بدلتی ہو تھے وہ نیک ہوئے لڑتے تھے بیٹہ ہو اید ہوئے
بجزے تو نے آ کے میں دیے تری قسم و ذکا کا کیا کرنا

ساتواں فائدہ آنکھ نہ تھی کے مناب میں بھی برحمہ کر م شامل ہو گیا ہے دیکھو نبی اسرائیل میں نہ تھی یہ مناب میں مناب تہمت
گئے تھے مگر اس میں اس کے لئے کہلنے پائی روشنی نہ تھی ایسا علی نظام قریب آیا کہ سبحان اللہ یہ فائدہ وانزلنا
علیہم العین سے حاصل ہو اور انھوں فائدہ اللہ کی باقری کی غموت سے آنکھ نہیں چمن جاتی ہیں۔ دیکھو
اسرائیلیوں نے تم ہی نہ تھامو وسلوی کل کے لئے پہلایا تو اس کا فائدہ ہو گیا یہ فائدہ انفسہم یظلمون سے حاصل
ہو

∴

پہلا اعتراض جس آیت کے سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عجوت حضور نور کے عجوت سے افضل تھے۔
دیکھو ہمارے حضور کی لاشی سے بھی پائی کے چشمہ نہ تھے صاسوسا نے یہ کرشمہ کر کے دکھایا انہیں نبی کے جواب صما
سوسا نے حجر چینی لٹا چھوڑا پانی نکا کرتے ہمارے حضور نے اپنی انگلیوں سے پانی نکلا اور لعاب شرف بہندی میں ڈرا
تو اس میں گوشت نشور بند قیوہ کے چشمہ ہونے پر اہل معرفت نے خوب کلمہ

صما کلیم اڑھائے غضب تھا گردن کا سدا صما محمد

دوسرا اعتراض یہ بات محل میں نہیں آئی کہ زمین قیہ میں چشمہ جم کر طواہن جاسکے یہ آیت محل کے خلاف ہے۔
جواب یہ ہے کہ میں میں ہوش کا نظریہ ہمارے سوا کسی کے نہیں مٹی کا نظریہ ہمارے سوا کسی کے نہیں ہے اور یہ من
ہیہ میں چشمہ ہمارے سوا کسی کے نہیں ہے۔ تیسرا اعتراض بنی اسرائیل اس چاہیں
سار کے حرم میں پہننے کیا تھے کمانے کے لئے تو من سلوی اترا پہننے کے لئے کپڑے کمانے سے برستے تھے۔ جواب ہم اس
کی تحقیق پہلے پارہ میں کرچکے ہیں کہ یہ اسرائیلی دو لباس پہنے اور قیہ میں قیہ ہوئے تھے وہ ہی لباس من کے حرم چاہیں
سار تک رہانہ پناہ میلا ہو اور من کے پہنے اس دور میں یہ ہونے وہ قدرتی لباس میں پہننا ہونے اور کمال کی طرح اور
لباس بھی جسم پر پہننے کے ساتھ بوجھتا تھا یہ عمل بھٹہ ہل ہی ملاحظہ کرو۔ چوتھا اعتراض ہمارے قلم کا تصانیف لڑائی بھڑا۔ اللہ
کا کلمہ ہے تو اس مذہب میں حضور نور کے صحابہ بھی جتنا تھے کہ ان کی آہ میں بہت تھیں اور نہیں۔ جواب صحابہ کرام ہی
لڑائیاں لڑتی یا خانہ لڑی یا نسل نہ تھیں وہ بھی اللہ کے لئے تھیں ہر فرقہ کا ذلیل تھا کہ دو سرفریق اسلامی قانون کے خلاف بہت
تسلی خاطر تھی تھیں مذہب میں اللہ کے لئے لڑنا بھڑا ہمت اس کی تحقیق ہماری کتاب امیر معلو پر ایک نظم ملاحظہ کرو
فرنگ اسرائیلی اپنے ہی سے لڑتے تھے۔ صحابہ کرام ہی کے لئے لڑے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: نبی کا ساتھ میر ہوا نالہ تھائی نبی بڑی ہی نعمت ہے کہ اس سے خشکیں مل سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اگر قیہ
خانہ میں من کا ساتھ ہو تو وہ قیہ خانہ میں بن جاتا ہے اور اگر چمن میں نبی کو اس نعمت چلوے تو چمن قیہ خانہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو
بنی اسرائیل ہر مناب تھا کہ وہ قیہ میں قیہ کر دیئے گئے تھے مگر اس مناب میں بھی کرم کی جلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

انہیں قرب میرا کہ آپ بھی اس کی عمل مشکلات کے لئے قیہ میں قیام فرما رہے اس ساتھ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر صحت میں
 وہی علیہ السلام سے عرض کرتے تھے وہ نوراً عمل ہو جاتی تھی۔ حضرت کلیم اللہ کی ای برکت تھی کہ نبی اسرائیل کو قیہ میں
 سایہ دنور من سلوی آلی جی تھیں میرے ہوں۔ مومن دنیا کے قیہ غلہ میں رو کر حضور دنور کے دامن کے سایہ میں رہنا
 ہے۔ قرآن وحدیث سے من سلوی کی طرح نگرہ تھپے طریقت کے پل سے یہ لپ ہو تار تانبہ۔ مومن کی قبر حضور دنور کی
 شریف توری سے ہنت اہل بن جلد سے کی وہاں سے ہنت کی ہوا میں وہاں کی دروزاں میں کی فرنگہ مسلمان دنیا میں قبر میں
 آخرت میں حضور کے دامن کے سایہ میں ہیں اور چہ گے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں حضرت مدنی اکبر سے
 پوچھو کہ عارفوں میں تم میں دن حضور دنور کے ساتھ رہے تم نے کیلئے دنور جو لپ ہو جس کے کہ۔

اللہ کو بھی دیا سلوی تیری گلی میں

انہوں نے وہاں اللہ کو پایا کہ حضور دنور نے فرمایا ہے ابو بکر ظاہر ہم یہاں وہ ہیں مگر حقیقت میں ہم جن ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی
 ہمارے ساتھ ہے قرآن کریم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا

الصديق في الغار والصديق لم يرا وهم يقولون ما في العار من ادم

یعنی کفار تو سمجھے کہ عارف ہم نہیں مگر حقیقت عارفوں میں صدق بھی قاصد بھی ایمان بھی قاسم بھی وہاں ہونے سے عارف
 میں دونوں جہان ملت ہوئے تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مقام قیہ میں موسیٰ علیہ السلام بھی جلد ہو کر رہے اور اسرائیلی بھی گز
 اسرائیلی مشکل میں ہونے کے لئے رہے اور موسیٰ علیہ السلام مشکل آسان کرنے کے لئے بحالت نزع مومن کے پاس حضور
 دنور شریف فرماتے ہیں نزع کی شدت بجلی کرنے کے لئے انصرفت فرماتے ہیں۔

۱۔ اسی بھول جاؤں نزع کی حلیف کو شادی رہا حسن معنی کا ساتھ ہو

اپہوں کا ساتھ ایہوں کے حرکات اپہوں نامہ حال مشکلات ہو تاکہ قیہ میں بچنے ہوں اسرائیلیوں نے حضرت کلیم سے
 یوسف علیہ السلام نے انہ سے کو نہیں میں حضرت ابراہیم طیل کی قمیص کے ذریعہ مشکلات پر قابو پایا ان کی مشکلیں آسان ہو گئیں
 آج حضور دنور کے نام سے مصیبتیں رفع ہوتی ہیں کسی نے کیلئے بار شہر کہا ہے۔

سنگیوں دی ہوں تقارن جہا رہا ہوں غم ہوں کھ بڑاڑاں۔ سدا غم طرار ہوں

صوفیاء فرماتے ہیں کہ مقام قیہ کا من سلوی اس لئے طیب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہیں نسبت تھی آپ زمزم
 حضور کی انگیوں وہاں نبی حضرت اب علیہ السلام کے قدم سے نکلے وہاں نبی حضرت مریم کے پیچے جو چشمہ پانی کا حلقہ تھا ہاڈوں
 سے اٹھلے۔ یوں ہی موسیٰ علیہ السلام کے سترخان نبی اسرائیل کلیہ من و سلوی طیب و مبارک ہے کیونکہ ان سے اللہ
 کے مقبولوں سے نسبت ہے مومن ہوا کہ بزرگوں کی نظر ان کی فاتحہ کے کھانے حکم کہ ہوتے ہیں یعنی برکت والے کیونکہ
 مبارک ہڈوں سے نسبت رکھتے ہیں۔ جب تک فرماتے ہیں وجعلن مبرکنا لکنا مبارک ہونے کی پہنچ
 مبارک ہے۔

ہو اور کنگہ بند کے ساتھ سے حق باطل صاحب حق کے معاف کرنے معاف نہیں ہوتے سنن ابوالحسنین یہ ہمارے لیے ہے یعنی یہ مغفرت معطوف نہیں اس لئے یہی دلائل مخالف نہیں لایا گیا سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا **قَاتِلُوا سِنِينَ ابوالحسنین** اور مخالف کے ساتھ وہاں مطلب یہ تھا کہ اگر تم نے یہ دونوں ظلم کر لئے مجھ کو مرت ہوئے داخل شدہ ہو تاہم صحت کلمہ کلمہ کلمہ کلمہ کا ہر ایک کے گنہ معاف کریں گے اور بے گناہوں کو نیک لوگوں کے اور بے باطن ثواب زیادہ کریں گے کیا تکہ جس عمل سے گنہگاروں کے گنہ معاف ہوتے ہیں اس سے نیک لوگوں کے اور بے باطن ہوتے ہیں جیسے معاف کر کے لئے یہاں ہی جن کاموں سے صمیمیت زدوں کی صمیمیتیں دور ہوتی ہیں اس سے راحت والوں کی راحت بڑھتی ہے جیسے قبر پر پھول یا سبز اور سبیل مطلب یہ ہے کہ خواہائیں گنہگاروں کو دو لغتیں دیں گے گنہگاروں کے گنہگاروں کی کوئی پھر جب سے معافی کے بعد عمن بن جائیں گے تو زیادہ ثواب گنہگاروں کو آتی ہے اپنے مقام پر درست ہیں (از تفسیر کبیر) **فبئذ الذین ظلموا انہم** یہ عہدت **قیل لہم** معطوف ہے چونکہ یہ واقعہ اس فریادِ مظلوم کے خوراک ہے اس لئے **فانزلنا** ہوئی جس کے معنی ہوتے ہیں فوراً اس میں اس امر انبیاء کی سرکشی کا بیان ہے کہ یہ لوگ چالیس سال کی قید بند کے بعد بھی سیدھے نہ ہر سہ ریب تھائی کی فریادیں اسی کی بدل کرنا کہ یہ بتایا کہ ان لوگوں نے رب کے فریاد کو باطل ہی بدل دیا کہ بجائے مجھ کو کھلے داخل ہونے کے چوتروں پر ٹھہرتے ہوئے نہ نہیں داخل ہوا اور بجائے صحت (معافی) کے صحت کئے گئے عمل و قول ہر طرف کی مخالفت کی **الذین ظلموا** فرما کر بتایا کہ وہ لوگ پہلے سے گنہگار صمیمیت کے معافی ہو چکے تھے پہلے ہی سے ظالم تھے **منہم** فرما کر بتایا کہ سب نے یہ حرکت نہیں کی بلکہ صرف معافی بجز ان کے ہی گنہگار تھے۔ خیال رہے کہ یہاں علم سے مراد اسرائیلیوں کے کوشش گنہگاروں نے فرمایا سوسلی علیہ السلام کی قدم قدم پر مخالفت ہے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت میں ذکر کیا گیا **قولا غیر النبی قیل لہم** یہ عہدت **بئذ** کا معنی ہے **قولا** فرما کر یہ بتایا گیا کہ وہ غامضی سے داخل نہ ہوئے بلکہ تجھ کہتے ہوئے گئے اور **غیر النبی** فرما کر یہ بتایا کہ وہ ایسی بات کہتے گئے جو ہماری تھائی ہوئی بات کے بالکل ہی غیر تھی الفاظ معنی مقصد سب یہی ہیں اسی لئے سوانہ فریاد **قیل لہم** فرما کر بتایا کہ اس میں انہوں نے اپنے تھائی کی بھی تفریق کی اور اپنے نبی کی بھی کہ حشر وہ لفظ تھا جو رب تعالیٰ نے تجزیہ کے واسطے سے انہیں بتایا تھا **فانزلنا علیہم** **جزامن السماء** ان لوگوں نے صرف انفرادی طور سے نہیں بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس وقت گنہگاروں کی معافی یا تکلیف یہ وقت ہے ہم کو ان کی ضرورت ہے اور ماتھیں معافی گنہگاروں کے صحت کے معنی ہیں سب یہاں کہہ لو کہ لفظ کے چونکہ لفظ رسول کے حکم کو ٹھٹھا مجھ کہ یہ حرکت کی لفظ انفرادی گئے اس لئے ان مرتدین پر عذاب بھی آیا۔ سورہ بقرہ میں **انزلنا فریاداً کیا تھا** معنی ان کا یہاں فرسٹنا ارشاد ہوا۔ معنی کیا تھا؟ چھوڑنا یعنی ان پر عذاب ہوا چھوڑی گئی کہ پہلے دیا گیا اور پھر تہی یہ عذاب اسرائیلیوں پر گویا یہاں لفظ انظر کہ تھائی میں انتہا کلمہ تفسیر کیے کہ بڑے معنی ہیں عذاب میں اس سے مراد عام ظالموں سے **من السماء** فرما کر یہ بتایا کہ یہ عذاب آسمانی تھوں لوں کے کسی اور سے نہیں۔ غامضی عذاب کو غامضی تھیں ہی وضع نہیں کر سکتیں۔ وہ لوگ ظالموں سے ایک ساعت میں چوتھیں بڑا بڑا کہ **ہوئے بما کانوا یظلمون** یہ عہدت **حقق** ہے **لوسلما** کے اور اس میں اس عذاب کی وجہ یاد کر ہے **کانوا یظلمون** فرما کر یہ بتایا کہ وہ لوگ اسی مادی ظالم تھے ہم نے اس سے پہلے بہت دفعہ اور آکر ہی اس میں ان تمام کوشش ظلموں کی

دوسرا فائدہ: لغاری حروک چاند کو کے مسلمان خصوصاً بخاریان اسلام مانگ ہو جاتے ہیں یہ فائدہ بھی اسکو خواہد
 القریۃ فی الیام تعمیر سے حاصل ہوا کہ وہاں اس اہلی میں پہلے قوم فائقہ تیار تھی وہ اپنے اسرائیلیوں سے فریاد کرنا
 اہلی میں مہر ہو سوسو۔ رب فرمایا: **وَأُولَئِكَ الْقَوْمُ الْغٰفِلِیْنَ** کفار ایستغفروا مشارق الارض و معاریہا
 وہاں اور ثنا فرمادیں ہم نے وارث کر دیا۔ تیسرا فائدہ: جعلی کفار کو بلاست یا نہیں نکال دینے سے بعد ان نے غیبت سے
 دانستہ نکالت کے چل "سطن خصوصاً قازان اسلام کھالی تھے یہ یہ فائدہ و کلو اسما سے حاصل ہوا۔ وہ یہی اہلی
 نام جہنم مومنین استعمال کرتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: جس شہر میں اند کے مقبول بندے رہتے ہوں وہاں ان کی قبریں ہوں
 اس شہر کی تقسیم چاہئے یہ فائدہ **وَالْأَخْلُو الْبَلْبَحِیْنَ** سے حاصل ہوا۔

ترمذی میں اور قدم رطل کے چانا۔ کتب مکرر کا مواظبت اور طے والے
 پانچواں فائدہ: توبہ اور عبادت بزرگوں کے شہر میں زیادہ طور جلد قبول ہوتی ہے یہ فائدہ **وَقَوْلُوا حِطَّتْ** سے حاصل ہوا کہ
 فرمایا گیا کہ بیت المقدس میں جا کر توبہ کرو۔ وہ خوش نصیب ہیں وہ مسجد نبوی میں نمازیں پڑھنے جو صحیح نہیں۔ چھٹا فائدہ: سب
 کلمہ اور پڑھتے توفیق ہم فرمایا ہے تہ صرف ان کے کلمہ ہی صحیح نہیں فرمایا بلکہ انہیں۔ روایات و روایات بھی مطابق ہوتے یہ
 فائدہ **وَسَيُزِيلُ الْعَسَنِينَ** سے حاصل ہوا۔ اس کے ترمذی سے نکلا گار تک کلمہ اور زیادہ بار بار پڑھتے ہیں بلکہ ان کی
 برائیاں مٹانے میں مدد ملتی ہے **فَاُولَئِكَ يَجِبُ اللِّسِيَاتِهِمْ عَسَنٌ وَكَانَ لِلْمَغْفُورِ رُحِيمًا**
 کلمہ کلمہ پڑھتے جب لطف آپ کا ہوا۔ یا البغیر یا ہے یا لیاہ کا
 ساتواں فائدہ: فائدہ عقولوں کے الفاظ بالکل شدید ناچاہیں بلکہ اپنے شیئ سے بے انتظام کسی عمل سے فائدہ اور ان
 میں داخل فرق نہیں کرنا چاہئے یہ فائدہ **وَجِبِلُ النِّینِ ظَلَمُوا** سے حاصل ہوا کہ وہ اپنے توبہ کرنے والوں کو حاضر فرمایا کہ
 انہوں نے جہنم سے عسنت کا تھامنی معافی مانگنے کا انہیں حکم تھا مگر انہوں نے یہاں۔ معافی کے نہ سما کی۔ آٹھواں
 فائدہ: طاعون اپنی اسرائیلی سے لے کر اب بھی مسلمانوں کے لئے رحمت ہے کہ وہ مسلمان طاعون میں مبتکر نہ رہیں
 جہنم سے مراد تشریح ہے۔ یہ فائدہ **وَمِنْ أَمْرٍ مِّنَ السَّمَاءِ** سے حاصل ہوا۔

پہلا امر انہیں جس وقت کہہ کر میں وہاں نبی بیت المقدس میں رہنے کا ذکر پہلے ہے اور روزانہ سے بے لگام ہوا
 میں حالانکہ اظہر پہلے ہوا نہت رہنا ہوا میں یہ تشریح نلہ ہے۔ توالپہ: جعلی ذہن میں ہوا تشریح لے کر تالی نہیں صرف
 جمع لے کر آئے۔ یہ فرمانات **وَأَسْحَبُ** اور **وَأَسْحَبُ**۔ نوع جہد میں حالانکہ کلمہ میں
 ذکر پہلے ہوا ہے وہاں میں۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسرائیلیوں کو چار حکم دیئے گئے یہ بھی کہ ان اہلی میں وہ یہ
 بھی کہ وہاں کہتے یہ بھی کہ معذ ہو یہ بھی کہ دروازہ شہر میں بند کرتے تھے۔ وہی یہ بات کہ کون سا پہلے مذکورہ حد میں
 اس کا ذکر نہیں ہوا اور کتاب کہ **وَالْأَخْلُو الْبَلْبَحِیْنَ** اور ان کا مظاہرہ ہوا ملیا ہو۔ معنی یہ ہوا کہ تم بیت المقدس میں ہو ان
 محل میں کہ وہاں چہ کرتے ہوئے داخل ہو چلے تو توبہ کوئی امر انہیں ہی نہیں۔ اس صورت میں **وَالْأَخْلُو** سے پہلے قہیں
 پڑھتے وہ توبہ **وَسَرَّ** امر انہیں۔ یہ ترمذی میں ہے فرمایا کہ **وَكَلُوا سَهَا حَيْثُ شِئْتُمْ** فائدہ سے عمل انسان رہتا

ہے وہاں کھانا پینا ہی ہے وہاں نہیں اس ہستی میں رہنے کا حکم دیا گیا کہلانتے علم کی ایسا ضرورت تھی۔ جواب ہاں کا جواب بھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اس ہستی میں قوم عبادت گزار و صلح خائفوں کا کیا کہ تم یہ ہستی فتح کرنے پر عبادت گزار سارے ہی دستار کے مالک ہو گے تم کو وہاں کھانا استعمال کرنا شرعاً درست ہو گا کہ جن کے استعمال سے نہ تو شہادت تم کو روکے گی کہ وہ عبادت ہیں۔ قوم عبادت گزار کو نہیں کہ یہ نگہ وہ ہستی چھوڑ چکے ہوں گے۔ تیسرا اعتراض ذیل آیا کہ ہم تمہاری خطا نہیں معاف کریں گے تمہاری معاف نہ ہوں گے صرف وہ خطا معاف ہوں گے جن سے خطا سرزد ہو گے ہوں اگر ایسا ہے تو ہم انہما کی معافی کا کیا ذریعہ ہے۔ جواب ہاں بھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہاں خطا ہونا مقابل نہیں بلکہ جواب کا مقابل ہے لہذا اس میں بھلا ہے کہ ہم اور خطا سارے گنہگاروں میں خطا معافی فرماتے ہیں۔

گنہگار ہمارے راتوں خطا اور گنہگار و صواب گناہ

لہذا ہر گنہگار کا راتوں خوار ہونا گناہ ہے۔ چوتھا اعتراض یہاں ارشاد ہوا **لَا تَغْفِر لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ** اور **خَطِيئَاتِكُمْ** خطا کی معنی ہے جو گنہگار کو معافی دینا ہے تو ان کے معاف نہ ہو گئے ہیں ان کے زیادہ نہیں اگر ایسا ہے تو زیادہ گنہگاروں کے سوا زیادہ نہیں۔ جواب یہاں **خَطِيئَاتِكُمْ** ارشاد ہوا اور سورہ بقرہ میں **خَطِيئَاتِكُمْ** ارشاد ہوا یعنی جن خطوں کو دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا کہ تمہارے گنہگاروں کو بھی معافی ہے، یہی جلتے گی اور زیادہ گنہگاروں کو بھی بعض لوگ تمہارے گنہگاروں سے ہیں جن سے زیادہ دونوں کو شامل فرمانے کے لئے دو عبادتیں ارشاد ہوئیں۔ پانچواں اعتراض: **وَجَزَاءُ سَاءَ مَا كَرِهْتُمْ** کیوں ارشاد ہوا ہر گناہ تمہارے ہی جاتی ہے یہ لفظ ساء مذکور ہے۔ جواب جیسے بعض رشتوں کا ہری اسباب کے درپہ آتی ہیں بعض ان کے بغیر دیکھوانے چل بھی لگتی ہیں بعض میں گناہ اسباب کے تحت ہم کو لگتی ہیں اور ہر گناہ کو بغیر بھی بعض میں گناہوں میں ہمارے اسباب کو دخل نہیں ہوں یہی بعض مذہب اسباب کے تحت آتے ہیں جیسے قتل سے موت اور بعض اسباب کے بغیر **مِنَ الصَّامَاتِ** کہ بتایا کہ وہ مذہب ان اسباب سے مراد بھیجا گیا ہو کسی مذہب سے نکل نہیں سکتا اس میں مذہب کی شدت بتلا تصور ہے۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے ایسا ارشد کو فریب لڑتا ہے رہنمائی اور آجاست کا ہمت بوجہ ہے ایسے ہی انسان کی سرشتی اور وطن کی فتنوں کو گناہوں میں تبدیل کر دیتی ہے دیکھ لو اسرائیلیوں کے لئے بیت المقدس میں عبادت گاہ بنانا تو بہتر نہ ہو بلکہ رناسا عبادت کی برکتی و فتنوں فتنوں کا درپہ تھا کہ اس سے ان کو دنیا میں اپنی غذا نہیں ملتی تھی **وَكُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ** اور آخرت میں جنتیں اور زیادتی درجات گناہوں بدھیوں نے اپنی خود ہمت سے یہ دونوں عبادتیں کو بھی بلکہ مذہب میں تبدیل کر لیں۔ بدھیوں یا مقدس شہزادوں کا قرب پر رگوں کی اولاد ہونا مذہب ان سے نہیں بچا سکتا۔ اسرائیلیوں کا یہ واقعہ آیا امت سب کے لئے باعث عبرت ہے۔

حی وستان قسمت راجہ سواڑ دہر کال کہ خطر از آپ حیوانی تھو می آرد ستھورا

بصارت

وَسَلَّمَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِمِ

اور سوال کرو ان سے اس بستی کے متعلق جو تھی دریا کے سامنے اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا کہ دریا کے کنارے قبیہ جب وہ ہنڑ کے بارے میں صدمے پر متصف تھے وہ شبہ کے متعلق بجز آتی قبیہ ان کے پاس پھیلیاں ان کی ان کے تئیں ہیں صدمے پر تھے جب ہنڑ کے دن ان کی پھیلیاں پانی پر تھری ان کے سامنے آئیں اور تمدن

شَرَعَا وَيَوْمَ لَا يَسْتَوُونَ لَا لَاتِيَهُمْ كَذَلِكَ نَبَلُوهُمْ بِمَا كَسَبُوا فِي يَوْمِ الْاُخْرَى اور جس دن خنیز نہ پاتے تو آتی قبیہ ان کے پاس نہ تھی ہم اسمان چنے تھے ان کا بہتر نہ ہوتا آئیں اس طرح ہم انیس آتے تھے ان کی سے حکم

كَانُوا يَفْسُقُونَ

اس وجہ سے کہ وہ فسق کرتے تھے

کے سبب

تعلق اس آیت میں لاکھیل آیات سے چند طعن تعلق پہلا تعلق: کجی آیات میں اسرائیلیوں کی اس باغی اور سرکشی کا ذکر تھا جو انہوں نے جو شیعیہ اسلام کے زمانہ میں کی تھی اب ان کی اس سرکشی اور باغی کی ذکر کرنے پر انہوں نے حضرت اوزاعی علیہ السلام کے زمانہ میں کی تاکہ معلوم ہو کہ یہ لوگ بدست پرانے پہلی اور دائمی سرکشی ہیں۔ دوسرا تعلق: کجی آیات میں اسرائیلیوں کی وہ سرکشی بیان ہوئی جو انہوں نے بیت المقدس میں کی اب ان کی اس سرکشی کا ذکر ہے جو انہوں نے بیت المقدس میں کی تاکہ یہ لوگ جہاں بھی ہوں سرکشی ہی کرتے ہیں نہ انہیں زمانہ کا ادب ہے نہ وہ کلمہ تیسرا تعلق: کجی آیات میں اسرائیلیوں کی وہ سرکشی بیان ہوئی جس کی سزا میں ان پر ظالموں کی وہ کجی کی اب انہوں نے اس سرکشی سے پہلی سزا میں انہیں دیکھا گیا اور ان کی ایک جگہ کر پیلے ہو کر سزا کا ذکر ہے تاکہ یہ لوگ نہ کہ یہ وہ نہ ہو جو انہوں نے بیت المقدس میں کی ہے۔ چوتھا تعلق: کجی آیات میں ان کی یہ باغیابی بیان ہوئی کہ انہوں نے بیت المقدس میں داخل ہوئے، آیت بجائے وقت اعلیٰ کے وقت آمد ہو گئی یعنی جبکہ مصلیٰ ہائے کے گندم آگئی۔ اب ان کی وہ باغیابی مذکور ہے کہ انہوں نے ہنڑ کے دن کجی کا کیا اور کیا اور منع کرنے کے تاکہ وہ معلوم ہو کہ یہ ہمیشہ کے بیت المقدس میں ان طعن ان بائیں سرکشی سے ہے۔

شبان نزول: منہ نبی انیم ٹیچر ہوا۔۔۔ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ اپنے پیچ لالوں کے نقش قدم پر ہو کہ انہوں نے یہود شیطانیوں کی مخالفت کی اور تم میری مخالفت کرو۔ یہ جو بولے کہ عمارت: یہ وہ ہے انہوں نے یہودی فرمان دہانے

مرد اور ہوتی تھیں، نہیں شمار کر لینے، انہیں حق قحان سے من چھلیوں کو من لوگوں کی طرف نسبت لیا یا کہ فرمایا گیا
حیتانہم ان کی چھلیاں و من شمار کرنے سے پہلے اور ان چھلیوں کے مالک تھے کیونکہ شمار کا پانہ و اس کی ملک ہو تا ہے
 ہوا سے شمار کرے **یوم سبتہم** شرعاً اس فرمان عالی میں **یوم سبتہم** نہ طرف ہے تالی اور شرعاً حل ہے
حیتان کا شرعاً معنی ہے شارع کی اور شارع جناب شروع ہے۔ معنی ظاہر ہو تا فریب ہو تا ہی سے ہے شریعت یعنی مانہ کا حکم
 راست فریب راست۔ اس لئے خدا و حج راست اور شارع ہے ہیں رب فرمان ہے **شرعتہ** و **متہاجا** یعنی ہفتہ دنوں
 چھلیاں اپنے سر نہال تران کے سامنے ہو جاتی تھیں ظاہر ظہور جس سے ان کے سر میں پائی جاتا تھا **یوم الایستون لا**
تاتیہم یہ عبارت منصرف ہے **تاتیہم حیتانہم** یوم عرف ہے **الایستون الایستون** نہایت صحت سے صحت
 کے معنی ہیں ہفتہ کا ان پانہ یعنی جس دن وہ ہفتہ نہ ہائے نہ ہفتہ نہ ہون نہ ہو آجائی چوں ہون ہوتے تو چھلیاں ان کے ہاتھ نہ تھیں
 شمار کرنے کی کوشش کرتے نہ کیا پانہ کے پاس یا ہست ہی کم پاس یہ شمار بے اعتدالی کا بڑا احتیاج نہیں میں وہ قوم کمال ہو گئی
کذلک اس کا تعلق نہ **تاتیہم** ہے جدا آخروہ **نبیلوہم** سے یعنی ہفتہ کے عاواہ اور نوں میں اس طرح ظاہر ظہور
 نہ آتی تھیں یہاں اس طرح ان کا احتیاج نہیں تھے اس لئے یہاں تیم کی روز ہے یعنی یہاں نصرا بھی مانز بہ نہ نصرا میں ازود
 العالی **نبیلوہم** ماکانوا **ایضقون** **نبیلوہ** ہے بلوے۔ معنی جانے اٹھنا۔ اس لفظ کی تحقیق یہود سر سپاہ
 میں **ولنبیلونکم** کی تفسیر میں ارپے ہیں یعنی یہ عہدہ اسرائیلی ظاہر نفس و دلوں سے مدنی تھے اس وجہ سے اس نے اعلیٰ یہ
 آواز کی ٹیپل رہ کر **نبیلو** مضار۔ معنی ماضی ہے گذشتہ واقعہ کا حاضر کر کے اٹھانے کے لئے اس طرح ہر شاہ فرمایا۔

خلاصہ تفسیر یہ کہ محبوب اللہ اپنے زمانہ کے موجدیت سے ان یوں کے متعلق تو دریافت کریں، اور حدت و اولیہ السلام
 کے زمانہ میں کارہ سمندر و ریل یعنی میں رہتے تھے ان کا کارہ چھلیوں پر تھا تو تالی نے ان کی آواز کی کہ ان ہفتہ دنوں
 شمار کرنا حرام تھا۔ یہ بنا کہ جب ہفتہ کلان ہو تو سمندر کے کنارے بے شمار چھلیاں اپنے من نکال کر پائی پر نمودار ہو تھیں
 نہیں یہ لوگ ظاہر ظہور دیکھتے تو روز ہفتہ کے عاواہ اور نوں ہوتا چھلیاں غائب ہو جاتیں شمار کی کوشش کرنے ہی ان کے
 ہاتھ نہ لگتیں یا ہست ہی کم لگتیں ان کا یہ احتیاج آئندہ مذہب کی تسمیہ ظاہر آئندہ اور غائب ان پر اس لئے کیا کہ وہ بڑے پرانے
 بحر پر پائی عالی قاسم تھے یہ احتیاج ان کے مذہب کا دین تھا۔

فائدہ۔ اس آیت کریمہ سے ہفتہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ ہفتہ سال کی سب ملی کی ہون سے نہیں
 ہو تا بلکہ کبھی ساتھی دنوں کا ہفتہ کرنے یا اس سے اقرار جرم کرانے کے لئے ہو تا ہے۔ ہفتہ کہتے ہیں پوچھ چھ کرنا پ فائدہ
وستلہم من القریتعہ حاصل ہو لہذا عقلی قیامت میں بندوں سے پوچھ چھ کرنا ہے کہ ساتھی دنوں سے اقرار کرنا
 کے نتیجے کے لئے اور کافروں سے اقرار کرانے کے لئے اور اسی کے لئے اور صرف اٹھ دنوں میں بھی پوچھ چھ کرنا ہستی کے لئے ہوا ہے
 جلتے ہیں یہ فائدہ عن **القریتعہ** حاصل ہو کہ یہاں خود ہستی لیلہ اور وہاں کے دورہ پر اور کو پ پانہ مراد نہیں بلکہ ہستی
 والے لوگ مراد ہیں۔ ف طلیہ السلام کے ہمانیوں نے بقول طلیہ السلام سے عرض کیا تھا **وستل القویبتعالی کما**
فیہا آپ اس چوری نظر لہذا ہستی یعنی صبر سے پوچھ چھ کرنا بھی معنی والے لوگ مراد ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ صبر سے

اللہ تعالیٰ کا باریک کریم ہے کہ اس کے احکام پر ہی نرم ہیں یہ فائدہ اذیعلمون فی السبت سے حاصل ہو اور مجبور ہو گا
 معظم دن ہفتہ تمام اسلام کا معظم دن ہے۔ مگر ان دنوں انہوں نے احکام میں بہت سے فرق ہیں (۱) بیوہ پر ہفتہ کے سارے دن
 میں نیوای کا وہ بار شکر اور فیرہ حرام ہے گا۔ اسلام میں ہمد کے ان صریح لفظوں سے کہ لے کر نماز تہ۔ تہ پہلے تک اور پورا حرام
 دن کے باقی حصہ میں جائز رہتا ہے۔ **فانما قضیت الصلوٰۃ فانتشر وافی الارض وابتغوا من فضل اللہ** (۲)
 ان دن ہمد ہے۔ ہمد بھی ان کا وہ بار ہمد کی نیوای میں مانع ہے۔ وہ پانچ ہے جسے کوئی شخص چاہے سمجھ کر آتے ہو۔ راستہ چلیے جیتے
 سو ابھی کر لے اپنی اسرا تیل کے لئے یہ بھی حرام تھا۔ (۳) مسلمانوں میں جس پر نماز تہ فرض نہیں اس پر ہمد ان کا وہ بار بھی
 حرام نہیں صرف ان پر حرام ہے جن پر نماز تہ فرض ہے۔ اپنی اسرا تیل میں یہ فرق نہ تھا۔ ان کے ہر مہر دن اور رات میں ان بچے
 و مہالی شری تہ۔ ستر بار پر مہالانہ نیوای کا وہ بار شکر اور فیرہ حرام تھا۔ اسلام میں وہ مہالانہ عورتوں کیوں کیوں بیاریوں مسلمانوں
 پر نماز تہ فرض نہیں تہ ان کے لئے کا وہ بار حرام بھی نہیں۔ ۴۔ اسلام میں اگر کوئی شری نماز تہ کے وقت نکال میں اولیا میں
 اس پر ہمد فرض نہیں تہ اس کے لئے کا وہ بار حرام بھی نہیں اور نہ وہ مہالی نماز تہ کے وقت شری میں ہو۔ مسافر نماز تہ فرض میں
 ہو ان پر ہمد کی نماز فرض نہیں تہ اس کے لئے ہمد بھی حرام نہیں۔ ۵۔ اسرا تیلوں نے ہمد ہفتہ یا ہر ایام میں کیا تو ان پر ہمد
 ہی آیا۔ مگر کفار مسلمان اگر ہمد نہ ہو جس اور انہا ہمد حق سے یہ فریضہ چھوڑ کر دوسرے کام لیں تو ان پر ہمد حرام نہیں آتا
 کہ وہ ہمد و ستر لفظاں میں اور ان سب سب واجب اور نہ تو قانون بھی اور نہ چوتھا قاکہ ہمد۔ اور نہ کے صحابہ کرام نے نہیں لے
 سچا ہے کہیں افضل ہیں۔ یکھو صحابہ اور علیہ السلام کا پھل کے شہادت استحقاق کیا اور ہمد و ستر لفظاں ہو گئے جو پہلے ہمدوں
 سے شکر کر بیٹھے اور نہ ہمد کے لئے ہمد صحابہ و انور کے ایام والے صحابہ کرام کے چاقووں سے استحقاق آیا یا کہ ان ایام
 دنوں کے نبیوں میں شکر کے چاقو۔ خمس آتہ ایام میں شکر کرنا حرام ہو گاہ تو کسی ایک صحابی نے بھی شکر کرنا لیا ان کی
 طرف آتہ نہ تھا۔ اس واقعہ کا ذکر اس آیت میں ہے **یا ایہا النین استوالیہم اللہ بشی عن الصید**
تالما یذیکم و ما حکم یعلم اللہ من یشافہ بالقیبیا چونکہ ان کا ذکر حضور انور کی تکذیب اور نبی اللہ
 کے لئے بھی رحمت ہے۔ وہ تیمو زائدہ اور نبی میں اسرا تیلوں نے ہفتہ کے دن شکر کیا تو پھر رہا۔ ان کے اب آرا اسرا تیل کی
 حرکت کرتے تہ ان پر ہمد نہیں تھا۔ اب ان کے لئے کہ وہ روزانہ اور نبی تھا یہ ہفتہ ہمدی ہے۔ چھٹا قاکہ اسلام میں
 شری حیلے جائز ہیں۔ چھٹا۔ عین میں حرام تھے۔ لیکن اسرا تیلوں نے چھٹیوں کا ذکر حیلے سے لیا تھا کہ ہفتہ کے دن ستر و طیل
 علی نے دین کسی کتاب میں ہم لیتے تھے اور جس میں چھٹیاں ہی آجاتی تھیں چھٹا کر ان کتاب میں قید شدہ چھٹیاں کا ذکر
 لیتے تھے۔ اس سبب ہمد میں گرفتار ہو گئے۔ اسلام میں شری حیلے بہت ہیں جو شرعاً جائز ہیں۔ ویکھو تہادی تکب جہ الحق
 نور ما لکی فی السبائل۔

پہلا اعتراض: شکر کا وہ روزانہ روزانہ روزانہ کے اسرا تیلوں نے کیا تھا یہ سوال مذمتی ہے اسرا تیلوں سے وہ
 رہا ہے جو ان سے صد ہا سال کے بعد پیدا ہوا ہے۔ حرم تو کوئی کہہ کر اس کا سوال کسی سے ہے یہ بات انصاف کے خلاف ہے۔
 جو اسب یہ موجود اسرا تیل ان مجرموں کے ہم قوم نہیں تھے ان کے مخالف بھی ان کی برائی کی تہذیب کرتے۔ اس لئے بھی اور

تباہیوں سے نرہوں کا سال ہو جائے بلکہ یہ ۴۰ ذیو القعدة اور اہل بیت ان صورت اہل اسرائیلیوں سے اس جرم سے اٹھاری گئے وہ کہتے تھے کہ یہ واقعہ ہوا میں نہیں تباہی سے یہ خطاب ہو گا۔ **وَمَرَّ الْعُرَاقُ**: بہت ایک دن کا نام ہے اس سے فصل - سبعین کی شرح، دیکھا جاوے اس سے اشتقاق کیسی۔ **جواب:** بولا "بیت کو سستی صدری میں کیا گیا۔" معنی "بیت کون پانچ ماہ اس سے یہ فصل شش والے صدر فصل تھے ہیں جیسے بعد فقط ہلکے عمر اس سے بھول فصل پانچ ماہ تک کبھی پورے ہفتہ سے صدر چھایا جاتا ہے پھر اس سے فصل شش کر لیتے ہیں جیسے **إِنَّا لَنَمُوتُ وَاللَّيْلُ جَمُونَ** اس پورے ہفتہ سے صدر چھایا **إِسْتَوْجَاعٌ** پھر اس سے فصل پانچ استرجاع کیسی: کسی کا استحقاق وہ دیکھتا ہے جو اس کی حالت سے بے خبر ہو لفظ **تَعَالَى** عظیم و مجید سے بعدوں کے استحقاق لینے کی کیا ضرورت ہے۔ **جواب:** اس امر میں کائناتیں جو لہو و سر پہاڑ میں **وَلَسَبُلُونَكُم بِشَىْءٍ مِنَ الضُّعُوفِ** تفسیر میں ہم کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ ہی لکھتا ہے کہ استحقاق صرف محض کی سب فری کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ اس کے طور پر بھی ہوتے ہیں جیسے خود اس ہفتہ ہذا کہ جس کا استحقاق لے کر اسے مل گیا ایسے یا دو سرول لکھتے ہذا کہ جس کا استحقاق میں یاں کر کے العباد و فکر اہل کتاب فرنگہ استحقاق کے مستحق ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: ذی قعدہ کو ایلیہ ہستی والے ہیں اور دنیا کو یا۔ بحر کلام ہے اللہ کی یاد کے اوقات کو یا بیت معنی ہفتہ کون ہے دنیاوی مشغلے اور ہفتہ سے ناخالص کر سہالی چیزیں جو اس دوران کا ذکر ہے ہم کو علم ہے کہ اسے دنیاوی امور ہماری یاد کے اوقات میں یہ شاندار کرنا مشغول ہیں ان میں کھانا پینا نماز کے اوقات میں کھانا پینا کرنا ہماری کھانا پینا ہوا جانے پر کاہل و کرنا سخت مع ہے مگر بعدوں کا استحقاق یہ لیا کہ قدرتی طور پر ان ہی مہارت اوقات میں یہ مشغول زیادہ نمودار ہوتے ہیں نماز کے وقت کا کھانا زیادہ آتے ہیں اور رمضان شریف میں محض کھانے پینے کی زیادہ فرائض کر آئے وہ سرے اوقات میں کہ یہ رب کی طرف سے سخت استحقاق ہے ایسے واقعات ہمارے کتابوں کی کثرت غفلت کا نتیجہ ہیں نہ سمجھو کہ اللہ والے قسم ہو چکے ہم سب اللہ والے ہیں ہمارے سامنے دنیا کا سمندر ہے اس سمندر میں بہت ڈکارا ہیں۔ رب تعالیٰ ہم سب کو ایسا لڑا لگائے۔

وَأَذَقَلتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا لَّلهِ مُهْلِكُهُمْ

اور جب بولی ایک جماعت ان میں سے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو ایک قوم کو کہ اللہ ہلاک فرمائے گا ہے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا اور

أَوْ مَعِدٌ بِهِمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ أَقَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَ

جیسے یا مذاب دینے والا ہے جسے سزا سمیت وہ میرے معذرت کہنے کے لئے طرفت وہ تمہارے کے اور یا انہیں سخت عذاب کہنے والا ہے جو تمہارے وہ کہنے کے معذرت معذرت کہنے کے اور

تکلیف وہ سزا یا عتاب سے یہ پاک نہ ہوں مگر سخت تعذیب میں مبتلا ہو جاؤں بعض نے فرمایا کہ **مہلککم** سے مراد یہ دنیاوی عذاب اور **معذبکم** سے مراد یہ آخری عذاب یعنی ایسی قوم کو تم کہیں نصیحت کرتے ہو نہیں لنتہ تعالیٰ دنیا میں معذب ہلاک و رباہ فرمائے نہ لانتہ نور آخرت میں دورح کا سخت عذاب دینے والا نہیں دنیا میں بھی عذاب دینے والا ہے نور آخرت میں بھی یا صرف آخرت میں عذاب ہے مگر دنیا میں عذاب نہیں مگر ان لوگوں کو کہ انہوں نے ان کو کہا تھا کہ یہ لوگ تو یہ کہنے والے نہیں ان کا عذاب کفر ہو گا ان کا یہ قول کفر سے دشمنی کا وجہ ہے نہ تعذیب ان کفار سے بلکہ یہی کی وجہ ہے تمہاں تہلی کی اور نصیحتیں بھی کی گئی ہیں مگر یہ نصیحت قوی ہے **قالوا معذرة الی ویکم** یہ نامیں کا جواب ہے جو انہوں نے سنا کھین کر دیا ان حضرت نے اپنی تبلیغ و نصیحت کی اور ہمیں تائیں پہلی دور میں ارشاد ہوئی ہماری قراؤں میں **معذرة** صحت کے فقرے سے ہے یہ تبلیغ شیعہ کا اصول ہے یعنی ہم تبلیغ کرتے ہیں معذرة و عذر خواہی کے لئے ایک قرعہ میں **معذرة** صحت کے فقرے سے ہے یعنی ہماری تبلیغ معذرت ہے۔ معذرة مصدر ہے۔ معنی مذر اس کے دو معنی ہوتے ہیں ایک تو اپنی مجبوری جس کی وجہ سے کلمہ سزا ہوا یہ معنی میں مراد نہیں اور دوسرے اپنے فرض منصبی کی نواکھی یعنی سکھائی ہوئی ہی میں مراد ہے یعنی اگر قیامت میں ہم سے سوال ہو گا کہ ان لوگوں نے کفار کیوں کیا تم عرض کر سکتے ہیں کہ مولیٰ ہم نے اپنا فرض تبلیغ اور اکر دیا یہ لوگ نہیں مانتے لنتہ نصیحت کیوں کیا مجھے کیا مجبوری تھی یا یہ تنگی کیوں نہ کی رکھتے کیا تھی (۱۶) آکھو نہ کروں گا۔ تیسرے معنی تو یہ ہیں لنتہ ہر تو یہ معذرت ہے مگر ہر معذرت تو یہ نہیں اس کے بعد ہم نے آتا ہے مگر یہ کلمہ میں اتنا اس کے معنی اس میں شامل ہیں لنتہ اس کے بعد **الی ابوا و لعلہم یتقون** یہ تبلیغ کی اور سری وجہ بیان کی گئی۔ تقویٰ سے مراد بظاہر سے تو یہ کہ لنتہ ہے یعنی ہم ان کفاروں کی بدعت سے ہمیں نہیں دل لنتہ کے بعد ہمیں ہیں شاید ان کفار ہمارے تبلیغ سے بھڑکے اور تو یہ کہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہماری تبلیغ و عقائد نصیحت پر کار نہیں ہوا تو ان پر اثر کرے گی اگر نہ کرے تب ہم لنتہ تعالیٰ کی ہمارے میں سرخو ہو جائیں گے ہم پر تبلیغ کرنے کی پکار نہ ہوگی شاید کہ یہ کلمہ میں اصل عقیدے کے لئے نہیں بلکہ امید و موعودہ کے لئے ہے۔

خلاصہ تفسیر جیلہ والے تمہن گروہ سے لنتہ سے ایک دور بظاہر کرنے کے بعد دور دوروں سے علیحدہ ہو گئے اور انہیں دست مہر کرتے رہے حتیٰ کہ دو سرے کلموں میں پہلے گئے۔ اپنے نور ان کے درمیان میں اور بھائی تیسرے دور جنہوں نے خاص شی انتقاری کی تو خود بظاہر کیا نہ بظاہر کیوں کہ منع کیا اس آیت میں ان آخری دو گروہوں کی انتھو لنتہ کہ ہے جنہوں نے آپس میں کی چنانچہ خاصوش رہنے والے بھینس سے ہوئے کہ تم لوگوں میں طہوی بھروسوں کو کیوں بھجاتے ہو ان کی تبلیغ میں بدقت کیوں متعلق کرتے ہو یہ لوگ اپنی بد کاری سے باز آنے والے نہیں لنتہ تعالیٰ یا تو انہیں ہلاک کرے گا یا ان کو سخت معیبتوں میں گرفتار کرے گا ان کے کفر تو یہ ہے وہ رہے ہیں کہ اب ان پر کچھ نہ کچھ وہاں لنتہ ہے تب بھینسوں سے کہ انہارے اس تبلیغ سے اور متصد ہیں ایک تو قیامت کی پکار سے بچ جائے کہ ہم رب تعالیٰ کی ہمارے میں ہے کہ تمہیں گے کہ مولیٰ ہم نے اپنا فرض اور اکر دیا تعذیب لوگ نہ لنتہ اور دوسرے یہ کہ شاید یہ سب جان میں سے کوئی ہماری بہت مان میں اور اس حرکت سے تو یہ کہے تعالیٰ جن چلوں فرسک ہماری یہ کوشش لنتہ اور فریاد نہ چلے گی۔

فائدہ نہ ہاں آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو کلمہ پڑھا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ساتھ کلمہ پڑھا گیا ہے اور یہ کلمہ ہے کہ ان پر جو عذاب آئے اس میں یہ بھی کہ فرما ہو جو کلمہ کے ساتھ کلمہ کو بھی نہیں دیتی ہے یہ فائدہ دینی اسرائیل کے اس تذکرہ کا عمل سے حاصل ہوا کہ تمہیں عذابوں سے طیبہ ہو گئے رب فرماتا ہے **فلا تقمبعنا الذکر مع القوم الظالمین** اور اس کا فائدہ جس قوم کی بددعا سے ہو گیا ہے جو اس کو تبلیغ نہ کرے یا عسوشی اختیار کرنا جائز ہے مگر یہ نہیں ہے فائدہ ہم تعظون سے حاصل ہوا کہ تمہیں نے تبلیغ سے عسوشی اختیار کی مگر رب نے اس عسوشی پر عذاب یا عتاب نہ فرمایا رب فرماتا ہے **علیکم انفسکم لا یضر حکم من ضل اذا اعتدیتم** میرا فائدہ یعنی سو میں اپنی فرست سے نہیں آئندہ کی بات جان لیتا ہے یہ فائدہ **اللہم اھلکھم** سے حاصل ہوا کہ جو عسوشی رہنے والے اسرائیلیوں نے جان لیا کہ ان پر عذاب آئے والی اور اسی میں ہی ہوا حضور انور فرماتے ہیں **انقوا فر استہ المؤمن فاندہ یظفر بنور اللہ** سو میں کی فرست و داخل سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو تمہارا فائدہ ہے ماسکین کی بنیاد شکاریوں کے شکار سے راضی نہ تھی بلکہ ان سے بیزار تھی اس لیے ان پر عتاب یا عذاب نہ ہوا یہ فائدہ **اللہم اھلکھم** سے حاصل ہوا کہ وہ اس شکار سے راضی ہوتے تو ان کے مخلوق یہ دانتے قائم نہ کرتے یا نچل فائدہ جس شخص یا جس قوم کی بددعا سے ناامیدی ہو اس کو بھی بددعا سے تبلیغ نصیحت و مہر کرنا ہے اس کے دنیوی اور اخروی فائدوں کی امید ہے یہ فائدہ **عذوۃ الی ربکم** سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان مجتہدین کا جواب جس میں اس تبلیغ کے فائدہ کا ذکر ہے نقل فرمایا بغیر تہمت کے حضور فرمایا ہے یہ جو اصل عتاب ہے وہ میرا فائدہ کون کے مرتے وقت تک تبلیغ اسلام کی ممانعت ان کے مخلوق فرمایا گیا کہ **ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم** اور ان کے مخلوق شیروے دینی تھی سو اعلیٰ علیہم **وانذرتہم ان تم تنذروہم لا یؤمنون** اس کے بعد جو حضور انور سے فرمایا **ایاہا النبی بلغ ما نزل الیک من ربک** چھٹا فائدہ دینے تو کون کو تبلیغ کرنے سے اگرچہ ان لوگوں کو فائدہ نہ ہو مگر تبلیغ کا عتاب ضرور ملے گا یہ فائدہ **الی ربکم** سے حاصل ہوا حضرت کے سنی ایسی ہم تفسیر میں عرض کر چکے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام سے فرمایا **سو اعلیٰ علیہم وانذرتہم ان تم تنذروہم** کی وہاں **سو اعلیٰ علیہم** نہ فرمایا کہ حضور انور کو ان میں تبلیغ فرماتے گا انہیں اس میں رضی کا طلع کرنے سے نہیں غور و ادب کی قیمت ضرور ملے گی۔ سوائے فائدہ دینے سے بدکار کے ایمان سے بالکل باخبر نہیں ہوا تھا تب جب تک کہ اس کے کلمہ مرتے کی ہوئی نہ آجائے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ نہ چاہے بددعا سے یہ فائدہ **لعلہم یتقون** سے حاصل ہوا کہ مجتہدین نے کہا کہ شاید یہ شکاری لوگ مقلی بن جائیں اگرچہ اسباب کے لحاظ سے یہی ہے مگر رب کی رحمت سے فائدہ اس

ہے۔

سوال **اعتراض** نہ تھی نہ سائین اور مجتہدین دونوں کے مختلف قول نقل کے مگر وہ کسی کی بددعا یا ان میں سے کسی کا قول درست قرار دینے کو تبلیغ کرنا چاہتا تھا ان سے طیبہ کی بہتر۔ جو اس کے دونوں کاموں سے تھے مگر طیبہ کی جائز مقلی تبلیغ بہتر تھی لہذا دونوں درست تھے اس لیے کسی کی تردید نہیں فرمائی۔ اور **سوال اعتراض** میں سائین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ شکاریوں

پر اللہ کا جواب ہے کہ وہ پاک ہے وہ لے لے ہیں یہ بات تو یہی جی جی نہیں کیا خیر فی کہ احمد کہ یہ کہ جو اب اس کا وہ اب ابھی جانوں میں گھر کیا کہ ان کی فراموشی تو مومن کی فراموشی تمام ہی ہوتی ہے چنانچہ ان کی یہ فراموشی باطل دوست ہوئی۔ تیسرا اعتراض جن لوگوں نے کیا کہ **مہلکھوہو معنیہم** لاکت اور مذہب تو ایک ہی چیز ہے اور کہہ کر یوں ارشاد فرمایا۔ جو اب اس کا وہ اب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ لاکت سے مراد بت نہیں فاکر اور وہ مذہب سے مراد ہے اشرفی مذہب لفظ آیت کے الفاظ میں غمراہ نہیں۔ چوتھا اعتراض صدر کے بعد اٹھی کہیں آیا اس کے بعد تو من اتنا چاہئے تھا۔ جو اب بچہ کہ میں حضرت میں اتنا کہ مٹی شامل ہیں مٹی یہ ہیں کہ اسی طرز و احوال جو رب کی بارگاہ شریفیہ میں لے آئی فرمایا بالکتاب ہو۔

تفسیر صوفیانہ جن دو جہتوں کا یہ لفظ ہے کہ وہ اور ان کے قول میں نقل ہوئے ہیں میں سے ایک جماعت جتنی مائیں سے رخصت ہو عمل کیا کہ جن کی دولت سے باہری ہوں تو تبلیغ نہ کرنے کی رخصت ہے اور دوسری جماعت جتنی سفیر سے عزیمت ہو عمل کیا کہ بیوں کو بھی تبلیغ کرنا ان کی ایذا رسائی پر مبر کرنا عزیمت ہے جس پر یہ اجری امید ہے پہلی جماعت کی سفیر سے دوسری کو یہ انعام غمراہ اور کیا ہے۔ تیسری جماعت جتنی مائیں کی نظر ٹھوہن پر جی اور دوسری جماعت کی لفظ ترویج پر چنانچہ ہو کہ پہلی جماعت کے منہ سے نکلا یہ ہو دیکھی ہو اگر وہ بت نہیں سخت مذہب اور وہ پاک بھی لیا کہ یہ بت نہیں بندھنا کر ذلیل و خوار کیا جاتی دن تک انہیں در بدر پھرایا پھر بعد میں انہیں اس طرف بلا کر فرمایا کہ ان کی تسلی بھی۔ جس سے یہ لہہ والوں کے منہ سے نکلے ہوئی بات ہے ہاں۔

ہزاروں کی زہل اللہ کی تقدیر ہوتی ہے کبھی وہ پھول ہوتی ہے کبھی شمشیر ہوتی ہے

لطیفہ: بھاری مسلم ہیں کہ فرق کے ساتھ قصاص اسنان کے چپ میں میں روایت کی کہ ریح نے کسی لوزنی کا انت توڑا یہ لوزنی کے بالکے قصاص کا حضور انور نے قصاص کا حکم دیا تو اس میں نہ نے عرض کیا **لاوالذنیومشک جالحق لا یسکر ثنیہ** اللہ کی قسم ریح کا انت نہیں توڑا بلکہ گا۔ حضور انور نے فرمایا یہی کتاب اللہ اقصا من جناب انہیں نے میر عرض کیا **لاوالذنیومشک جالحق لا یسکر ثنیہ** کئی بار یہ عرض منہ میں کیا آخر کار لوزنی کے سونے سے دینت منکھو کر لی تب حضور نے فرمایا **انمن عباد اللعمن لو اقس علی اللہ لا یبر اللہ** کہ بعض مذہب ایسے ہیں، اگر اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دے۔ صوفیاء تمام اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت انہیں لفظ حضور انور سے عرض کرنا کہ اللہ کی قسم ریح نے اللہ سے توڑا نہیں کہے فرماں مائل **لا یبر اللہ** نہیں بلکہ صحیح ہے کہ اللہ حضور انور کا فرماں مائل شرعی قانون تانے لے گا پھر مذہب عقائد ہوں۔ نہ تدبیر قبول کر لیا اور ریح کے انت ہی نکلتے تب حضور انور نے فرمایا کہ بعض لفظ کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ پوری فرما دے جتنی اے انہیں تمہارے قسم کھلی تمہارے پوری کر دی یہ ہے عقول کی زبان۔

دلوں جرموں کی سزا ختمیں ایک ہی ای گئی یعنی بند رطابنا اس صورت میں **فلما عتوا** پہلی آیت کی تفسیر یا تفسیر ہے۔
 دوسرے یہ کہ پہلے جرم یعنی نسیان کی سزا انعام بیان ہوئی۔ تیسری آیت یا لور کوئی رنگ گو رقم وغیرہ اور سر لٹکی کی سزا بندہ بنا دینا۔
و سر العتراض نسیان مراد ہے **فلما نسوا** اسب وہ بھول گئے یہ لوگ بھولے گئے تھے تاہم تو برہمن کے عقائد و نصیحت
 کرتے تھے نیز بھول جہ کہ یہ سزا نہیں دی جاتی بھول لور خطا معصوم ہے پھر انہیں بھول پر سزا دی گئی تھی۔ جو اب ابھی ہم
 نے تفسیر میں عرض کیا کہ یہاں تیسرا معنی لاپرواہی ہے یا لاپرواہی سے اسلام تا لہذا یہ دونوں اعتراض اس بار وار نہیں ہوتے۔
 خیال رہے کہ بھول لور خطا کی معافی اسلامی قانون ہے گزشتہ دونوں میں ان پر بھی پکڑ تھی۔ تیسرا **اعتراض** ان تہہ میں وہ
 جماعتوں کا یہ واقعہ کہ انہوں کی بھلت لور شکار کرنے والوں کی سزا تیسری جماعت یعنی منافقین پر ہونے والی نعمت یا یہاں
 ہوا۔ جو اب قوی یہ ہے کہ ان کی بھی بھلت ہو گئی وہ بھی **ینہون عن السوء** جماعت میں داخل ہیں نکلتا ہے منع کرنا
 نین طرح ہوا ہے ہاتھ سے زہن سے دل سے لہی دل سے ہزار ہوں یا معتقد ہونا۔ خیال رہے کہ عالم مفسرین محمد شین صاحب کا یہ
 ہی قول ہے کہ ساتویں بھلت یا بگنے۔ سیدنا محمد بن عباس لولا تو فرماتے تھے کہ وہ بھی کہ قاعدہ ظاہر ہوا ہے ہر اس بارے
 میں غامضی اختیار فرمائی پھر بیرون فرما کر ہی فرمایا کہ ان کی بھی بھلت ہو گئی۔ چوتھا **اعتراض** یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے ان
 سے فرمایا کہ بندہ بنو۔ یا لور خواہ اپنے ارادہ سے بند رہنے یا کہ نہ ہونے فرما کر گزرتا ہے۔ ہا۔ تو اب ہم نے ابھی تفسیر
 میں عرض کیا کہ یہاں **فلما** سے شرعی حکم مراد نہیں بلکہ فحرمی حکم مراد ہے یعنی ارادہ فرمایا جیسے **ان یقول لم یکن**
فیكون لہذا اس میں نہ تو ان سے خطاب ہے نہ ان کے اختیار کو دخل۔ پانچواں **اعتراض** ان دونوں کے دل بندوں کی
 طرح ہے سمجھ کر دے گئے تھے۔ کہ ان کی صورتیں بندوں کی ہی ہوں گی یہ تو نہیں سکتا۔ عزائی وغیرہ کہ جو اب یہ اس
 آیت کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ قرآنی نیت قرآنی الفاظ کو ظاہری معنی سے پھیرنا سخت ضرورت
 مانگتے ہیں ورنہ شریعت ہی ختم ہو جوتے کی صلوٰۃ و صوم و حج و زکوٰۃ کے لئے چلنے معنی کرلو۔ ساری احکامات ختم ہو گئے۔
 دوسرے یہ کہ بندہ جب خوف میں ہو تو وہ سادہ جملوں سے زیادہ جملہ کہہ کر کہے تھے۔ یہ کہ ہے تو اس لئے پہلے ہی تھے
 پھر اب ان کو یہ خوف ہانسنے کا یہ معنی۔ چوتھے یہ کہ پہلے بھی لور بعد میں بھی کفار کا کچھ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہیں گے پھر
 خصوصیت سے ان کے مطلق فرمایا کہ بندہ ہو چلا کیونکہ گزرتا ہے ہوا ہے چھٹا **اعتراض** یہ انسان کا بندہ بن جانا غیر ممکن ہے ارادہ
 لوگ واقعی بندہ بن گئے تھے تو آریوں کا اور ان کا عقیدہ و درست ہے کہ پہلے سارے انسان ہی تھے بعد میں اپنے اعمال کے مطابق
 مختلف جہتوں بن گئے جو ان نظر آ رہے ہیں اب بھی انسان جیسے عمل کرے۔ گھنٹی ہی جنوں میں آوے۔ گھنٹی جو اب سب صحیح صورت
 باہل حق ہے لور لوگوں باہل باہل۔ چند وجہوں سے ایک یہ کہ مسخ میں صرف صورت کی تبدیلی ہوتی ہے جو کہ ممکن بلکہ
 واضح ہے اور لوگوں میں تبدیلی روح کی ہوتی ہے جو کہ ناممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ مسخ میں مسخ کی نسل میں چلنے کا یہ اور ان
 میں اس چوڑی نسل چلتی ہے۔ تیسرے یہ کہ مسخ میں مسخ کو اپنی پہلی زندگی اس زندگی کے حالات یاد ہوتے ہیں جن پر وہ
 بچتا اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ان کی باتیں سنا سکتا ہے مگر ان میں سنا سکتا اور ان میں کوئی بات نہیں لہذا مسخ جرم
 کی سزا بن سکتی ہے مگر اور ان سزا نہیں بن سکتی۔ تھے یہ کہ مسخ میں شکل کی تبدیلی قدرتی طور پر ہوتی ہے اور ہوتی ہے۔

ہم انسانی جسم جہاں بن جاتا ہے مگر لوگوں میں قانونی طور پر یہ تبدیلی ہوتی ہے کہ جسم انسانی تو قانوناً وہ ہے مگر وہ جانور کے رویہ پر پیدا ہوا ہے۔ آج کے بعد میں وہ لوگوں کو بوجھ دے گا۔ یہ اصل یا پھر یہ ہے کہ اگر لوگوں میں حق ہو تو چاہئے تھا کہ وہ انسانی انسان پر رکھتے رہتے۔ کیونکہ انسان ہی تو جانوروں کے آگے ہے اور اس مناسبت سے جانور بڑھتے رہتے مگر وہ یہ رہا ہے کہ انسان پر ہم بڑھ رہے ہیں تو پھر جانور کھلے سے آگے ہیں۔ چھتے سے کہ اگر یہ کار انسان اپنے گناہوں کی وجہ سے جانور بن کر آتے ہیں تو پھر یہ کہ وہ ایک کار انسان بنوں۔ کوئی کلمہ نہیں کیا۔ یہی اہمیت اعمال ہی کے جیسے ہی اول یا قصارے رفیعی معنی امر نے کے بعد کس شکل میں نہیں آتے ہیں ایسی زندگی۔ کلمہ جس میں خاص معنی ہو "کلیف کشنا"۔ یعنی نہ ہو وہ انسانی ایسی زندگی کوئی نہیں شرف سے لے کر کمال تک سبھی میں نہ نہیں مگر رہتے ہیں مگر تو زیادہ اصل ہے دار لہذا وہ نہیں: عزت دار لہذا وہ نہیں: کلیف بھی خاص سے تمام بھی خاص۔ ساقول اعتراف: مسخ کفر ہی ہو آگے یا گناہوں پر بھی ہو آگے۔ جو لب: مسخ ایک طرف کو باہر ہی نہیں جذب ہے اور جذب اب ہی کوئی کوئی کوئی نہ ہو پختہ سے آگے ہو خواہ وہ کلمہ پر تم کوئی یا گناہ پر قادر بن جائے۔ مومن خاص صرف ذکوۃ نہیں دیتا مگر موسیٰ علیہ السلام کو اس سے علم ہو اور قادران زمین میں مفسدوں کیلئے۔

پچ تو ہے را خدا رسا نہ کہ تو لے صاحب دلے نہ تہ درہ!

قوم شعیب تم کو لے پے قوم لوط انعام کرتے یہ یاد کی گئی یہ جنہیں گناہ میں مگر جو کہ ان سے نبی کو کھ پھینچا تو عذاب آئی۔ آسمانوں اعتراف: مگر خدا مسخ ہو جاوے یہی ہو تو اس کا نکل جاتی رہے گا نہیں اگر نہیں تو صورت سے عدت وقات کرا رہے یا عدت مطلق۔ جو لب: مگر خدا مسخ ہو کر انسان ہی رہے شرف نہ صورت تھا کہوں کی وجہ سے بدل ہو گیا تو کلام کا نام ہے اور اگر انسان کی شکل نہ رہے تو آگے ہیں کلمہ کی جہاز کیا ہے تو صورت سے عدت وقات گزارے جیسے اسف کا پھر یہ: کیا قصار اور جانور بن گیا ہے تو جو کہ وہ غیر میں ہو گیا اور غیر میں سے انسان کا نکل نہ تو منع ہو آگے نہ باقی رہتا ہے۔ خدا ہی نکل نکل ہو گیا اور نکل نکل کی عدت مطلق کی ہے۔ خیال رہے کہ نہ تو حضرت سلیمان کا نکل جاتی ہے جو اقلند حضرت علی کا یہ سب نکل مخلص ہے انسان کا نکل ہماری حالت ہمیشہ جاتی وغیرہ سے نہیں ہو سکتا کہ وہ غیر میں ہیں۔ تو اس اعتراف نہیں تو ذکوۃ کے ساتھ خاصا مستحق لاکر کیوں ہو اور ہندو نہ دماغی گئے تو درکار سے ہوئے خودی ہو گئے۔ جو لب: اس کا جو لب ابھی تفسیر میں دیا گیا کہ بندوں کو بعض کو کھیل لینے ہیں ان کی خاطر کرتے ہیں تمہارے ایسے بند رہتے کہ ان کے پاس کوئی آدمی نہیں سکتا تھا ان میں خستہ ہوتی تھی انہیں ہر ایک دھار تھی تھا کوئی انہیں اپنے پاس نہیں لھر لھر دیتا تھا اس لئے فریاد خاصا مستحق۔

تفسیر صوفیانہ: مسخ صورت اللہ کا جذب ہے طرح سیرت یعنی دل مسخ کرنا اس سے بد تر جذب ہے یہ عذاب انعام آتارے گا کہ انسان کو ان اچھلتی سے برائی کی طرف مائل ہو جاوے۔ ان اسرائیلیوں نے ناجائز طور پر چھٹی کھائی تو مسخ صورت کے جذب میں گرفتار ہوئے تو کوئی ناجائز طور پر کسی انسان کی جان یا ہلی کا نکل کر سے اس نکل مسخ ہو جے جسے انسانی تو ڈالنے ہستی ہے جو بشریت کے، ریا کے کنارہ واقع ہے انسانی صفات کو اس ہستی کے باشندے ہیں یہ صفات انسانی نہیں جسم کے ہیں۔ صفات روحانی۔ صفات جنلی: قلبی صفات نفسانی۔ ان سب کو بشری وروانی سے شکار سے مسخ کیا گیا یہ صفات کی جنہیں جسمیں ہ۔ جنہیں صفات روحانی تو اس شکار سے باز رہے بلکہ وہ سمروں کو منع بھی کرتے رہے اور جنلی صفات خاصا مصل رہے مگر نفسانی

صلوات نے یہ نثار کر لیا اور کر دے ہیں۔ اسے انسان یہ نثار ان وقت خود تیرے کو رہو وہاں اپنا انجام سوچ لے جس پر
صلوات لفظی کاتب سے اس کے لکھا کہ جس پر روحانی صلوات کا لفظ ہے اس کے لئے درجات ہیں اور جس پر: مثل صلوات
الغیب ہے ان کے لئے درجات میں سوا نافرمانت ہیں۔

نفس قاتلہ مست و تاذ و قرہ وانکہ دوحہ غمہ بھی نہ دہ
کہ طفاقت ذلی ایدار نور اتجا فی منک من دارالفرود

وَأَذْ تَأَذِّنْ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ

اور جب یہ اٹھا کر وہ رب نے تمہارے لئے بھیجا ہے اور ضرور بھیجے گا اور ان کے لئے قیامت تک اسے جو بھیجے گا انہیں
اور جب تمہارا رب نے تمہارے لئے حکم سنایا کہ ضرور قیامت کے دن تمہیں ان پر ایسے کو بھیجنا کہ جو تمہیں

سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥٠﴾

سخت عذاب کی سختیوں رب تمہارا اہلہ جملہ عذاب واہ ہے اور تحقیق وہ اہلہ مغفرت وانامہ واہ ہے
اور جس پر یہ مار چکھائے بلکہ تمہارا رب ضرور جملہ عذاب واہ ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

تعلق: اس آیت کریمہ کیجیل آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: کیجیل آیات میں یہودیوں کی
سرکشیوں اور نبیوں کی دماغی ذلت و خواری کا ذکر ہے اور گواہی یہ عیبوں کے ذکر ہے اور نبیوں کی دماغی سزاؤں کو دیا
ہے۔ دو سزا تعلق: کیجیل آیت کریمہ میں یہودیوں کی سزاؤں کو لکھتی ان کا بندہ من چاہو ہر طرف سے پھنکارا تھا اب ان کی
دماغی سزائیں ناقصت ذلت و خواری کا ذکر ہے اور یہاں سے گویا بتایا جا رہا ہے کہ ان کی دماغی سزائیں وقت ختم نہیں ہوئی بلکہ ان
کی قوم پر اور انہیں تک پھنکار پڑی رہے گی۔ تیسرا تعلق: کیجیل آیات میں یہودیوں کے بعض عذاب کو لکھتی خاص جماعت کے
عذاب تابان پر عمومی عذاب کا ذکر ہے جنہی سزا کی قوم پر سخت و پھنکار۔

تفسیر: وَأَذْ تَأَذِّنْ رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ پہلے انہوں نے یہودیوں کے لئے
آپ سزا دینی اسرائیل سے اسوئیس سے انہم انہوں سے تذکرہ کرو تاخلفنا ہے انہوں سے۔ معنی اطلاع بلکہ غفلت بلکہ
الصل کے معنی میں ہے یعنی ان اعلان ہم فریاد سب کو اطلاع دے دی جیسے تعہد۔ معنی ایضاً آتا ہے (بیشمولی و غیرہ) کا بنا
سے انہوں۔ معنی ارادہ سے یعنی رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اپنا ذکر و عذاب سے فرمایا تاکہ حضور پروردگار کی قدر و حرمت اور آپ کی
محبت سے معصوم ہو کہ رب تعالیٰ اپنا ذکر آپ پر محبت کے پتے سے فرمایا ہے اس میں اور مست نہیں ہیں غالباً رب تعالیٰ ایہ
اعلان زبور انجیل اور انبیاء پر نام ہی معرفت کیا گیا تھا لیکن علیہم۔ انہوں کا وہاب ہے انہوں کا جس قسم کے معنی تھے
یہ قسم کا وہاب ہے یہ معنی ذاب سے اس لئے بعد فنی والی ہو تو یہ عام ہی بار صحت کے لئے بھیجے گا اور وہ آئے جیسے

خدا ہوں کا سلسلہ اس مسیح پر تم نہیں، یہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں ان کے صحیفوں ان کی کتابوں سے اور ان اعلان فرمایا تھا کہ یہ تمہاری نوبت ہے کہ تم اس کے نام پر اس لئے آقاقت اور پر سخت بادشاہ سلسلہ ہوتے رہیں گے جو انہیں سخت تکلیف دینا شروع ہے۔ نقل عبادت نہیں، ان کا نظام بظاہر پر جزیے مقرر کرنا ان سے سخت تر کام لینا اور فریو چنانچہ ان پر سخت نصرت ہے شاہ سلسلہ ہوتے۔ مسوں نے انہیں تیار کر کے رکھ دیا یہ سلسلہ و قدرت سے آقاقت یعنی مسی علیہ السلام کی شریف آوری تک رہتے تا بحیرہ نیلوی مذہب ہی انہیں نہ ہوں گے سو تو قبوہ مشرق کے مذہب اس کے علاوہ ہیں جن مذہبوں کو وہ دور تک نہیں لگتا تھا جلد مذہب دینو مذہب لیکن اگر یہ تو یہ کہیں تو ہم ان کے ساتھ گئے بھی معاف کر دیں گے اور ان پر وہ کہہ کر ملی ہاڑشیں بھی فرمائیں گے کہ وہ ہم خود بھی ہیں وہ ہم بھی۔ یہی اصل تفسیر صلی نے لکھا کہ بخت نصر مثلاً **یعلبک** کے دو اسوں سے مرکب ہوا ہے بخت۔ معنی بیٹا نیر ایک ت کام تھا اس کی ہی اسے جن کو نصرت کے پاس ڈال گئی تھی وہ لوگوں سے اسے وہی سے چلایا اس لئے اسے بخت نصر میں نصرت کا دیا جانے لگا۔ یہ **یعلبک** کی طرح نیز صرف ہے علمیت اور ترکیب معصی کی کہ یہ جدا تفسیر صلی اور ساری دیا لگا تھا وہ وہ

فائدہ سے اس آیت زبور سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کہ وہ بعض باقوی باحقین خدایا اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور آزادی خود بخوداری اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ یہ فائدہ **ولیبعثن علیہم** سے حاصل ہوا کہ یہ وہ مذہب کا مذہب ہے۔ جان ہوا کہ وہ ہمیشہ دوسری قوموں کے مددگار بن کر رہیں گے اور شیل رہتے کہ آزادی اور بے قیدی میں بافرق ہے آزادی رحمت ہے اور بے قیدی مذہب۔ دوسرا فائدہ کہ وہ نظام بادشاہ عالم، ہم کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے جس سے سرکشوں کو سزا دی جاتی ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

جان خواہد کہ وہیں کہدے مالے نہد ملک اور پادشاہ ناطے

یہ فائدہ **وہم صومہ العذاب** سے حاصل ہوا ہے کہ بخت نصر نے جہاں تک سلاطین روم سلسلہ نہ ان کے جرموں کی پاداش میں۔

حکایت: کسی شخص نے ایک پرچہ تاج ابن یوسف کو کسی ذریعہ سے پہنچایا جس میں لکھا تھا تاج عمر اسے تاج نہ حضرت عمر بن جاحل نے اس کو روک دیا کہ **تبتوا و نصرو**۔ تم ابوزہر غفاری بن بلا میں عمر بن جاحل تک طویل رہتے کہ نیک لوگوں پر ظلم ماکم مقرر ہو مذہب کا حق ہے جس کی وجہ سے وہ مبرک کریں اور اگر ہا نہیں ایک ہی چیز گنہگاروں کے لئے مذہب ہوتی ہے ایک طرف ان کے لئے رحمت لہذا آیت واضح ہے۔ یہ سلاطین۔ تیسرا فائدہ کہ وہ یسوع کے حلق فیصلہ الہی ہو چکا ہے کہ وہ آقاقت سخت کیے سلاطین روم کے پیڑ میں چھتے رہیں گے اگر کبھی انہیں سلطنت دی گئی تو وہ ایک مذہبی چیز ہوگی آخر کار یہ حکومت یہ فائدہ **والیوم القیامت** سے حاصل ہوا۔ چونکہ فائدہ کہ وہ بھی باپ لوگوں کی سرکشی کا نتیجہ اور ان کو بھی سخت پڑتا ہے نصرت تیار لوگوں سے رہتی ہو، کیہ ہند کو شکار کیا تھا سلاطین روموں نے ان کو اس کی یہ سزا آقاقت ان کے ہم قوم اسرائیل بنائیں گے یوں ہی کسی نیک مذہب اور لوگوں کی سرکشی کا نتیجہ ہے کہ لوگوں کو بھی مل جاتا ہے۔ **وکان جوہما صالحا** پانچواں فائدہ کہ وہ اسرائیل پر ہیا کے یہ کہ وہ مذہب ان کی پوری سزا میں لگتا انہیں آخرت میں بھی سزا دی سزا دی جود۔

کی یہ قاعدہ **لصریح العقب** سے حاصل ہوا ہے۔ اگر بھی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے ہی نیک سو میں کو کبھی نہ ناپیں بھی آرام مل رہتے ہیں مگر یہ آرام اس کو ہر اضماع نہیں ہر اضماع تو آخرت میں ملے گا چھٹا قاعدہ ہے بڑا عظیم اگر تو یہ کہہ تو اس کے کلمہ صحیح ہے جانتے ہیں تو بدو صلیب ہے جس سے سلاطین یا کلمہ عقب ہوتا ہے یہ قاعدہ **و انہ لفظ و رد** حسیب سے حاصل ہوا اگر خیال رہے کہ جیسا کہ صلیب کی تہہ اس کی تھیل ہم اس تفسیر میں تہہ کے بیان میں کر چکے ہیں۔ سلاطین قاعدہ عند نقل ایسا کہ ہم درجیم ہے کہ تہہ کرنے والوں کے صرف گندہی صحیف میں فرمایا تاکہ اس کے علاوہ اپنی رمتوں کی وار میں بھی کرنا ہے تاکہ حضور کے بعد درجیم فریضے سے حاصل ہوا ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

لے کریم لنا جفا لئلا نر تو قاعا لے رجم لئلا نر تو قاعا

پہلا اعتراض: اس آیت معلوم ہوا کہ لیلہ کے ہشتادے ہو بدو بنادینے گئے تھے جن کی نسل پہلی ہی نسل پر تاقیامت سخت گیر ہونے لگا ہوں گے ورنہ **لیبعثن علیہم** فرماتا کیسے درست ہوا۔ جواب: ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ **لیبعثن علیہم** میں ہم سے مراد لیلہ والے لوگ نہیں بلکہ جن کے ہم قوم ہیں اور جن کو ان سب خاندانوں کی نسل پہلی تہہ بدو ہی ہوئی بدو رہا ہر سخت ہونے مقرر ہونے کے کیا معنی ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ جن سب خاندانوں کی نسل پہلی تہہ بدو ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور وہ شکار سے محفوظ رہی جن پر تاقیامت سخت سلاطین مقرر ہوئے۔ دوسرا اعتراض یہ کہ فرمایا گیا کہ یہود پر تاقیامت سخت ہونے مقرر ہوں گے جو انہیں بہت سخت تالیف دین کے مگر قیامت سے پہلے جہل کے ساتھ یہود ہوں گے جنہیں وہ جہل کی وجہ سے بہت ہی ترقی ہوئی مگر یہ آیت کی ضرورت ہوئی۔ جو سب مذکورہ یہود جہل کی یہودی کر کے یہود نہ رہیں گے بلکہ وہ جہل کو خد لیا کر اپنے مذہب سے نکل جائیں گے ان کی ترقی یہودی ترقی نہیں بلکہ وہ جہل کے گروہ کی ترقی ہوئی مگر وہ ترقی بھی محض، محض اور عارضی ہوگی چالیس دن کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نور مومنین کے ہاتھوں سے قتل کر دیئے جائیں گے نصرت غازی سے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہود قیامت تک دو سطوں کے ماتحت رہیں گے مگر آج فلسطین میں یہودی کی بادشاہت قائم ہو گئی اور وہ مسلمانوں کے لئے مسورین گئے ہیں انہوں نے سب انصاف کا حصہ جلا دیا قرآن مجید کی یہ خبر درست نہیں ہوئی۔ جواب: جس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ ان کی یہ سلطنت شان و شوکت محض عارضی اور چند روزہ ہے اور اب بھی انہیں ممکن نصیب نہیں اور اب ساری دنیا کے یہودی فلسطین میں فتح ہو رہے ہیں اور وہ پہلی آباد ہو رہے ہیں تاکہ پہلی تھیل ہی تھیل سے فنا کے ہاتھیں ان کی یہ سلطنتوں کے دیانت سے آنے پہلی فتح ہو جائے گا اور یہ ہے پھر جن نکلیے انہیں ان کی عمل چھی نکلا رہے ہو گا عدت شریف میں یہود کے حواج اور پھر نذال کی خبریں موجود ہیں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم جن پر سخت سلاطین مقرر کرتے ہیں گے یہ سلسلہ قائم رہے گا اور میان میں وقفہ بھی ہو اگر کلمہ نقلی اس کلمہ کا یہ خیال صحیح کرے کہ لو میں اپنے کلموں سے ان غلطوں کی جتنی یہودی بن لوں اس وقت عرب پر یہود نے بہت ظلم کئے ہیں۔ چوتھا اعتراض: دنیا میں یہ اندر چھوڑا تو ہر قوم کے لئے ہے کبھی حواج بھی نذال پڑا اس میں یہودی کی کیا خصوصیت جس کی وجہ سے ان کے متعلق فرمایا **لیبعثن علیہم** کی تو قریباً تو زیادہ سوسلہ بعد سلسلہ کے مسلمان اگر یہودی کے ظلم رہے اب آزلو ہونے اور پکارتا مسلمان بنانا بعد مسلمان کے مسلمان اب بھی ہندوؤں کے ظلم ہیں رہے فرمایا ہے و

تلك الايام اندوا لها بين الناس۔ جو اب ہر سمنوں کے لئے حکام بنانوں کی عارضی سمات ہے جو ان کی اپنی فطریوں
 ناخلاقوں مختلفوں مباحیوں کا نتیجہ ہے۔ ان کا اصل حل۔ منہ قابل سلطنت ہے و انتہم الاعلوان کنتہم مؤمنین ہر
 اس کے کردارے زندہ میں بھی مسلمان مبنی طور پر حکام ہیں قوی لحاظ سے اب بھی سلطان ہیں جس سے زیادہ حکومتیں مسلمانوں
 کی اب بھی ہیں **قائمہا القوا لہا ما یورہا** کی سلطنت ماضی ہے۔ ان کا اصل حل غلامیت ہے۔ نیز ان کی سلطنت محض ہے
 اور غلامیت قوی اس عارضی سلطنت کا اصل نشانہ و مقرب معلوم ہو جائے گا لہذا تعالیٰ چاہے اس کے رسول ہے تخلیق
 ہماری اپنی ہیں۔ پانچواں اعتراض اس آیت کے آخری عقب کو مغرب و رحمت کے ساتھ جمع کیوں فرمایا الجمل ضدین کی
 طرح معلوم ہو رہا ہے۔ جو اب لہذا تعالیٰ سرکش کفار کے لئے سرچ العقاب ہے اور مومنوں کے لئے غفور رحیم مقدر ہے
 کہ اسے یوروں اور تم پروردی رہے تو ہم تمہارے لئے سرچ العقاب ہیں اور اگر تم اتنے جرم کرنے کے بعد اب بھی اس رحمت
 والے رسول پر ایمان لے آؤ تو سب کچھ بخش دیں گے تم پر رحم کریں گے کیونکہ تم غفور بھی ہیں رحیم بھی۔

تفسیر صوفیانہ: سرکش اور غادر اور رحمت ہے جو یو یا پاتا ہے ایک بار مگر کائنات ہے۔ بیشہ جو روپ کی اطاعت و فرمانداری
 کو ہمارا اور رحمت ہے جو یو یا پاتا ہے ایک بار مگر عمل داتا ہے بولنے والے کی اولاد و اولاد اس کے دوست و احباب اس کے پھل
 کھاتے رہتے ہیں یعنی اسرائیل نے مخالفت انبیاء اور سرکش کفار و شرکاء اور ابابا مابا است اس کے کائنات کی نسل کو
 بھیسے وہیں کے سخت گیر بادشاہوں کا سلطان ہو جان کی مستقل حکومت قائم نہ ہو جان تکذیل و ظور رحمان میں اولیاء صالحین بھی
 نہ ہو سکتے ہیں۔ اس رحمت غادر کے کائنات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شیطان کو قیامت تک نہ زندگی دی گئی کہ وہ سرکشوں
 کو سخت عذاب یعنی رب تعالیٰ سے دوری گمراہی میں بہنہ دہتا ہے جو رحمت کو دراصل مستقیم سے الگ رہتا ہے اور یہ ہنگامہ ہے لہذا تعالیٰ
 سخت عذاب دلا ہے کہ وہ مجرموں کو ڈھیل رتا رہتا ہے تاکہ وہ لوگ گناہ زیادہ کر لیں یہ ڈھیل اس قدر جبار کا سخت عذاب ہے
 آخرت کا عذاب و دفع اس کے علاوہ ہے۔ وہ غفور رحیم بھی ہے کہ یہ قلب و دماغ نفس کی اطلاع سے شروع کرے لہذا کی
 طرف آئے تو اسے بخش دیتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دلا ہے دنیا میں مومنوں پر کہ انہیں دنیا میں مختلف
 بلاؤں آزمائشوں بھوک جان و دل کے نقصان میں مبتلا کرنا رہتا ہے اور غفور رحیم بھی کہ انہیں ان بلاؤں پر میری توفیق دیتا ہے
 تاکہ یہ بلائیں ان کے گناہوں کا ناکارہ ہو جائیں اور یہ دیا ہے پاک و صاف جائیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر۔

نہ بوسف کہ چنلای بلا و نہ بند جو طغش مدان گشت و قدوش بند
 گز خط کرد آمل یغوب را کہ سنی بود صورت خوب را
 بکر وار بدشلی متید نہ کہہ بشارت مزیات شلی وہ نہ کہہ
 زلفت بر چشم دارم نیز مرا میں بے بناعت پہ بخش اس مز

بوسف علیہ السلام نے نہ تو آپ بھائیوں کو سب و ظلمتے آئے تیر کیا نہ گزشتہ ظلموں کا ان سے بدلہ لیا نہ ان کی کھوئی ہوئی رو
 فرمائی اسے سولہ و ترمیز مصر تو ان کا رب عزیز مابین ہم ہے پوئی دلوں کو بھی بخش دے۔ دارے کھونے اہل وہ نہ فرمایا
 شاعر کہتا ہے۔ شعر

كف من الناس جانبا وارض بالله صاحبا
 قلب الناس كيف شئت تجد هم عفا ربا

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو دنیا اور اس کے لوگوں کے لیے جو کچھ چاہا ہے۔

وَقَطَعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمْمَاءً مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ

اور کچھ دیا ہم نے ان کو زمین میں عافیت جماعت ان میں سے بعض ایک ہیں اور بعض عطاوارہ ان کے
 اور انہیں ہم نے زمین میں متفرق کر دیا گروہ گروہ ان میں کلمہ یک ہیں اور کلمہ اور طرا کے

وَبَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

اور آزمائش کی ہم نے ان کی ساتھ اچھائیوں اور برائیوں کے تاکر وہ لوٹیں

اور ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا کر وہ رجوع ہوں۔

تعلق: اس آیت کریمہ کی تفسیر آیت سے چند طرح میں ہے۔ پہلا تعلق: کجیگی نیت میں نبی امرا کیل پر روئی عذاب کا
 ذکر ہو اتنی نیت ہے صلاح میں دو کام ہیں۔ مسئلہ یہ کہ عذاب اور روئی عذاب کا فرق ہے یعنی ان دونوں میں کفر جتان کا شیرازہ بند ملانہ
 رہنا اور جو روئی عذاب ہے بعد از روئی عذاب ہے۔ دوسرا تعلق: کجیگی نیت میں فرمایا گیا تھا کہ امرا یہیوں پائے ہوا شد
 مسلف ہوں گے جو انہیں سخت مارا ہے۔ اب اس سختی کی کچھ تکمیل بیان ہو رہی ہے کہ ان کو ایک جگہ نہ رہنے ہوں گے
 بلکہ انہیں ایسی جگہیں ہوں گے جس سے یہ وہاں نہیں کچھ جائیں گے کو ایہ آیت کجیگی نیت کے اہل کی تکمیل ہے
 تیسرا تعلق: کجیگی نیت کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جلد سزا دینے والا ہے اور جو خود رجم یعنی تشدد میں سہاں بھی
 اب بتایا جا رہا ہے کہ جلد دینے والے عذاب اور سختیوں سے کس پر کسے گا کو عذاب و ثواب کا کر پلے ہو اور ان کے مستحقین کا
 ذکر اب ہے۔ لہذا کہ منہم المصلحون ومنہم دون ذلک

تفسیر: وَقَطَعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمْمَاءً یہ جملہ ایسا ہے لہذا اس کا اولیٰ اہدائیہ ہے قطعاً مانا ہے قطع سے۔ معنی کلمہ
 عافیت سے مراد عافیت و عافیت ہے۔ معنی میں ہے یعنی کجیگی نیت کے تعلق کر دیا اگرچہ یہ ہم گذشتہ سلاطین سے آیا جو خود
 اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ اس لیے کہ اس کی نیت وہ تعلق نے اپنی طرف کی ہم کا راجع سارے اسرائیل ہیں نہ بدرست
 جاننے والے ہو کہ وہ وہاں جیسے جیسے نہیں تھے ان بعد انرا دینے کے زمین سے مرسولہ کی آپارنے زمین سے عیب ہوا انہم
 پر رہا ہوا انہما لعمامہ حال سے ہم ضمیر ایہ جمع سے استعمل امت کے امت معنی ہیں ہم جیسے انہم ہمیں کانامہ
 قاننا اللہ حیثینا جماعت و گروہ تعلق جیسے الامم مثلاً حکم سے۔ معنی جماعت سے نبی امرا کیل نام ہوا زمین
 کی نفسی طور پر نہ مجھ سے کہ ایک شخص میں دوسرا میں بلکہ جماعتی طور پر کچھ کے لئے کہ ان کی ایک جماعت نہیں دوسری
 نہیں میں سب کہ کجیگی نہ سزا دیا گیا کہ ان میں ملاقہ قوت نہ آئے ہائے ملاقہ میں ملاقہ سے مراد فی الارض فرمایا کہ یہ بتایا

کہ ان اسرائیلیوں کا حلق ہونا صرف عقیدہ ہی ہی نہ تھا بلکہ زمینی طاقتوں میں بھی تھا کہ ان کے فریضے بھی بہت ہو گئے اور الگ الگ طاقتوں میں بہت بھی گئے سیدنا محمد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ زمین کا کوئی ایک حصہ خشکی ہی سے ملے گا جس میں ہونا کی نجات نہ ہوں گے اس فریضے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت نبی اسرائیل کی تاقیامت رہے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں گزشتہ جملہ کا ذکر ہو کہ ہم نے آپ سے پہلے اے محبوب انہیں زمین میں بھیج دیا تھا اور حضور انور کے زمانہ میں یہاں آپ کے بعد اگر ان کا اجتماع کسی جگہ ہو چلا ہے تو اس فریضے جلی کے خلاف نہیں **منہم الصالحون** یہ عبارت اسماعیلی صفت ہے لہذا **منہم** کا مراد وہی اسم ہے اور من۔ **صفت** کہنے سے **صالحون** بنا ہے صلح سے۔ معنی دور سخی رہا اور سخی سے مراد ہے ایمان و اہل کی دور سخی یعنی ان اسرائیلی جماعتوں میں بعض لوگ سو من سخی ہیں اس میں خشکو ہے کہ وہ کون لوگ ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تک بعض اسرائیلی ایمان و تقویٰ قائم رہے ان میں سے اکثر جن کے آخری حصہ میں چائے گئے بعض نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کی بشارتیں ان لوگوں کو دیتے تھے اور حضور انور کی تشریف آوری پر حضور پر ایمان لے آئے ہیں سیدنا محمد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ سخی اور حضور انور کے بعد حضرت کعب انبار اور ان کے ساتھی جو ایمان و تقویٰ کے لؤلؤ درجہ میں رہے حضور انور نے جب ابن سلام کے حلق فرمایا کہ جسے جنتی آوری کے دیکھنے کا شوق ہو وہ انہیں دیکھ لے **ومنہم دون ذلک** اس عبارت کی عمومی ترکیب میں بہت سی خشکو کی گئی ہے قوی ترکیب یہ ہے کہ **منہم** ایک پر شیوہ لفظ کے حلق ہے اور **دون ذلک** نام پر شیوہ کی صفت ہے جو کہ دون طرف کے لئے لازم ہے نیز اس کا مضائقہ **ذلک** معنی ہے اس لئے اسے نصب ہو اور نہ یہ پیش کی جگہ میں ہے کہ **منہم** کی ابتدا اس کے سلسلہ میں ہے (روح المعانی ص ۱۸) اس کے علاوہ اس کی اور بہت ترکیبیں کی گئی ہیں اس میں خشکو ہے کہ **دون ذلک** سے کون لوگ مراد ہیں اس میں چند اشکال ہیں۔ ۱۔ اس سے مراد کفار نبی اسرائیل ہیں۔ ۲۔ اس سے مراد سخی اسرائیلی ہیں جن کے عقیدے درست ہوں مگر عمل خراب۔ ۳۔ اس سے مراد کفار سخی ہیں تیسرا اشکال قوی ہے کہ یہ متعلق **صالحون** کے ہے ہر حال سارے اسرائیلی یکساں نہیں نہ سب اتنے ہیں نہ سب برے **و بلونہم بالعبادات والمیثقات** ظاہر ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اور اس کا اول ابتدائیہ ہے اس میں سارے اسرائیلیوں کا حال بیان فرمایا گیا **بلونہم** یا **بلوی** سے آیا ہوا ہے۔ معنی چلاؤ و احسان اس لفظ کی تحقیق ہم دوسرے پارے میں **و لتبلونکم منی عن الغوف والوجوع** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ ہم کا مراد کفار و کافر و کاسق اسرائیلی ہیں، یہ آگے **یرجمون** فرماتے سے معلوم ہو رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کا مراد سب اسرائیلی ہوں صالحین ہی اور **دون ذلک** کے لئے بھی کہ وہ سب نسا کے طرف سے آزمانش ایک دوسرے کا فریب ہی کی ہوتی ہے حسد سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں جیسے ارضانی نعمتیں مثلاً اولاد، امن، عاقبت وغیرہ اس لئے اسے جج فرمایا گیا اور یہاں سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں جیسے خدا سالی بیماری، خشک سخی، مکی آفات و اختلاجات یعنی ہم نے اسرائیلیوں کو نہ کوہ خوش اور مصیبتوں سے آزمانا **العلم** پر **جمعون** یہ عبارت **بلونہم** کی نکت کلیت ہے **لعن** معنی شاید نہیں کیے کہ جب قتالی سے پاک ہے **و علم الغیب والشہاد** ہم سے مراد کافر و کاسق اسرائیلی ہیں اور ایک دوسرے سب کا روج سے مراد ہے رب

کی طرف رجوع کرنا اور مسیح سے توبہ کر کے یا اللہ کی طرف راجع رہنا یعنی تاکہ برے اسرائیلی اپنی حرکتوں سے توبہ کر کے
 فعلی کی طرف رجوع کریں۔ البتہ یہی جہاں بودار اٹھے لوگ اس رجوع الی اللہ پر قائم رہیں رجوع کے وہیں کیونکہ اللہ کی نعمتیں
 درگت کا دایہ ہیں جس کا نتیجہ شکر ہے اور مصیبتیں درگت یعنی خوف کا دایہ ہیں جس کا نتیجہ گناہوں سے توبہ ہے کوئی شکر کے
 ذریعہ رب تکبہ پہنچاتا ہے کوئی میر کے دست سے اس لئے نعمتیں اور رحمتیں آئیں سب آتی رہتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر بنی اسرائیل کی مسلسل سرکشیوں بد کاریوں کی وجہ سے ہم نے انہیں زمین میں نکالنا نہیں رکھا بلکہ انہیں
 زمین کے مشرقی حصوں میں ایسا بھیجا کہ ان کی کوئی جماعت کہیں اور کوئی جماعت کہیں تاکہ یہ انہیں بھی قسمت و حلاقت نہ بچا
 سکے اور دنیا میں رکھ دیا وہیں اسے محبوب اللہ کے ساتھ اسرائیلیوں کا ایک محل نہیں ان میں سے بعض صلح نہیں یعنی موسیٰ بن داؤد
 متقی پر بیزار کاروبار ہو گیا جو آپ فانی بنا کر ایمان لے آئے اگرچہ وہ قوموں میں بعض اس کے ساتھ اور بعض کے
 ہیں کہ کافر بن کر کلمہ سرکش وہ زیادہ ہیں ہم نے ان کا نرم گرم ہر طرح سے استحکام لیا بھی ان کو بد حالی میں بد محنت و رزق کی
 فراوانی اور زانی نعمت و مسکنی اولاد کا مل سب کچھ عطا فرمایا جس کی بنا پر اگر ان کی رزق کی عقل بنیادی نکلتی تھی، غیرہ سدا کی تاکہ وہ
 لوگ رجوع الی اللہ کریں جن میں شکر گزاری کا بار ہے وہ نعمتوں کے ذریعہ اور جس میں جبر کا بار ہے وہ انہوں کے راستے ہم تک
 پہنچیں ہم سے دور نہ بھاگیں۔

فائدے اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ قوم کا تعلق بحکیم کا تعلق فعلی کی بڑی نعمت ہے
 اور ثانی قوم کا کفر اور بارگاہی فعلی کا طاب ہے یہ فائدہ و قطعناہم فی الارض سے حاصل ہوا اور سرفاقت کا فائدہ ایک
 اہل کا نتیجہ قوم کا تعلق انہوں سے بد کاریوں کا نتیجہ قوم کی باغی اور کفر اور ہونے کا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ ایک اہل کی قوم کے مسلم قوم
 میں امتداد و احملیہ کرے۔ تیسرا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے کہ کفار میں دلسلہ نہ رہیں بلکہ اپنے کلمے ٹیکوہ و انہیں ہونے
 تو اپنی بہتوں اپنا تک طہیرہ کریں جس میں وہ نکلا ہیں کہ اس سے قوم میں قوت ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **واوحیناالی
 موسیٰ و اخیه ان تبوا القوم کما بمصر یدو تاوا جعلو یدو تکلم قبلتہم و اقیمو الصلوٰۃ** قوم
 موسیٰ فرعونوں میں دلسلہ نہ رہو اپنے کلمے الگ بنانا ہے مگر آئے سائے کیجا ہوا اس کا تجربہ ہوا ہوا چکا ہے یہ فائدہ بھی
و قطعناہم فی الارض سے حاصل ہوا ہے جو تھا فائدہ زمین کے ہر خط میں کچھ نہ کچھ یہودی پائے جاتے ہیں اور پائیں
 جائیں گے زمین کا آپا کوئی ملک ان سے بمشکل ہی خالی ہو گا یہ فائدہ بھی **قطعناہم فی الارض** سے حاصل ہوا بعض نے
 فرمایا کہ یہ اللہ حضور پر بھیجا کہ تشریف آوری سے پہلے ہو اگر یہودی ہر خط میں رہے بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ
 ایک جگہ مجتمع نہ رہے متعلق رہتے یہ ضروری ہوا کہ زمین کے ہر خط میں موجود ہوں چنانچہ اہل فائدہ سارے اسرائیلی گمراہ
 نہیں ہوئے بعض ان میں سے ایسا اور تفریق پر قائم رہے آخر کار حضور انور پر ایمان لے آئے اگرچہ وہ قوموں سے ہے یہ فائدہ
منہم الصالحون سے حاصل ہوا اگر آپ کوئی شخص اسرائیلی ہو یا غیر اسرائیلی یہودی رہ کر نیک و صالح نہیں ہو سکتا کہ آپ
 ایسا نہ صلح اسلام میں ہے۔ چنانچہ فائدہ اللہ تعالیٰ نیک و بدینوں کا احسان فرماتا ہے اس سے گمراہ نہیں چاہتے اس

میں پاس ہو اور ہی بیابان رہا یہ فائدہ و بلونہم سے حاصل ہوا اس کی تحقیق ہم دوسرے پارے میں ولبونکم
بش عن الصوفی کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ ساتواں فائدہ عرب کی آزمائش صرف جلاؤں کے ذریعہ نہیں ہوتی کبھی
نصرتوں و رشتوں ہمسائیوں کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے جو ان کو پاکر مائل نہ ہو گیا وہ موکل ہے یہ فائدہ بالحصنت
والسینت سے حاصل ہوا بلکہ جلاؤں کے اٹھانے سے نصرتوں کا اٹھانہ بہت خف سے ہلاؤں میں اکثر اٹھانہ حوالہ اللہ ہو جاتا
ہے مگر نصرتوں میں اکثر مائل ہے۔

یادہ نوشیدن و بشیار شمس صل مست گرہ دولت ری بشیر لثنی مروی
شراب لیکنی اور بشیار مائسان ہے مگر دولت پاکر بشیار رہے مست ہی بوشوار ہے۔

فلم آدمی اس کو نہ جاننے کا ہو وہ کتنا ہی صاب فم و ذکا

جسے پیش میں یاد نہ اند وہی جسے پیش میں خوف خدا نہ مرچا

اس لئے یہاں بالحصنت کا ذکر پہلے ہوا کہ یہ ہی اہمکن خفت تر ہے۔ اٹھواں فائدہ دوسرے امتحانوں کا حاصل مقصد ہر عمل
مفید ہے کہ بندہ وہی کی طرف متوجہ رہے کبھی اس سے مائل نہ رہے یہ فائدہ لعلمہ پر جمعوں سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض جس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہودی کبھی کسی جگہ مجتمع نہ ہوں گے بکھرے ہی رہیں گے کہ ارشاد ہوا
وقطعتناهم فی الارض مگر رب دیکھا جا رہا ہے کہ لاشعین میں دینا بکھر کے یہودی بیخ و بوم ہے جس انہوں نے وہاں اپنی
ریاست قائم کر لی یہ آیت کیونکہ درست ہوئی۔ جو اس بیان کا اطلاق ان پر رب تعالیٰ کا وہ سردار مذاب ہے انکا اللہ یہاں اس
لئے بیخ و بوم ہے جس کو ان کو مسلمان بہ آسانی ہلاک کر سکیں ایک صفت اوسے کا جذبہ ان کا قائم دینا سے مست چلے گا یہ مانگ
حدیث شریف میں ہے ان سے مسلمانوں کی خدمت جنگ ہوگی جس میں یہ اس طرح حارے جائیں گے کہ اگر یہودی کسی بھڑکی آڑ
میں چھپے گا پھر پھر کارے گا کہ اے مسلمان میرے پیچھے یہودی ہے اسے مارو۔ یہ اہمکن اٹھنا مائل اسی پیش گوئی کے پورا ہونے کی
تعمید ہے۔ دوسرا اعتراض جس آیت کریمہ سے معلوم ہوا ہے کہ زمین کے ہر نقطہ میں یہودی رہیں گے مگر دیکھا جا رہا ہے
کہ بہت خطوں میں نہیں یہاں پاکستان و غیرہ میں یہودی کلام ہی نہیں حضور انور کے زمانہ میں کہ مظهر اور اس کے حالات میں
ایک یہودی نہ تھا یہی آیت کریمہ کیونکہ درست ہوئی۔ جو اس بیان کا اطلاق جس آیت جو اب ہیں آسمان جو اب ہے کہ یہ
آیت کریمہ کا مطلب یہ نہیں کہ ہر نقطہ زمین میں یہودی ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایک جگہ نہ رہیں گے کھیر دینے
جائیں گے کوئی کسی کوئی کسی اب تک ایسا ہی ہوا رہا ہے بھی کھو تھیں بعض قوموں کو کھیرا جاتی ہیں انکا وہ کجاہو کہ توقت نہ گزار
لیں بعد دستاں نے سکھوں کو کھیر دینے کی بہت کوشش کی تا کہ زمین وطن سکھوں کو مختلف صورتوں میں اپنے ایک تیسرا
اعتراض ثانی یہی ہے کہ سے سے صہم دون ذلک درست نہیں کیونکہ صہم بھی عرف ہے اور دون ذلک بھی
عرف جہد اور جہدوں کی طرف نہیں ہو سکتے۔ جو اب یہی فائدہ ہی غلط ہے جہد اخیر دونوں عرف ہو سکتے ہیں اگر ان سے معنی
درست ہوں مگر تھکا دانی نے فرمایا کہ ہم نے ایسی ترکیبیں عرب میں مستہ کبھی ہیں (مذہب اہلبیان) پہل جس غوی کہتے ہیں
کہ ایسی صورت میں پہلے عرف کو خبر مقدم مانا اور آخری عرف کو جہد ام موخر مگر اس تلفظ کی کوئی ضرورت نہیں۔

چو تھا عراضِ اہلِ دونِ ذلکِ شیر ہے و خیرِ شہر کی صفت تہ کہ سے میں ہیں، لہذا میں چاہتا تھا کہ جہدائی خیر کو
 میں ہو تاکہ جو اب جو کہ دون کے لئے عزت کے معنی لازم ہیں اور عرق کو ہمیشہ فتح ہوتی ہے اس لئے اسے میں بھی
 فخری رہا تاکہ اس ہجرت اس سے جہان ہو جو اب رہا تاکہ لفظ تقطع میں کہہ کر اس آیت میں میں تکمیل
 نہ تقطع ٹکرا سے یعنی رہائش نہ آیا تو اللہ میں الام اللہ فیہ ہے پس اگر میں یادوں پر من جاہر آجوں تاکہ سے جہت تاکہ ہے
 جہت من بین ابیہم جائتہ من دون اللہ لیکن ان پر میں بھی نہیں آئی جو اب خلیل میں رہے۔

تفسیرِ صوفیات: جیسے اہلِ علم تک پہنچنے کے راستہ ہیں، حری، بری، فضالی بھری راستہ ہر راستہ براستہ راستہ اور
 وغیرہ یعنی کہہ واسے رب تک پہنچنے کے راستہ ہیں اطاعت، علم، محبت، عشق وغیرہ ان میں سے اور راستہ مستمام
 ہیں ایک شکرلوہ سرامہ، بالکل وہ سمجھو خودی اور راستہ شکر کی سواری سے ملے ہو تاکہ اور بلوں آفتوں اور اطوار اور راستہ صبر
 کی سواری سے سنی اسرائیل کے سامنے یہ دونوں راستے کہہ گئے ان میں فرعون کے بعد تختہ لوح کلاک ہلا گیا اور ہنٹ ضر
 وغیرہ کے ہاتھوں سمیٹوں میں ڈالا گیا میں امیری بھی دی گئی فتنہ کی بھی مگر انہوں نے نصیحتیں نہ کر بجائے شکر کے میں کہتے اللہ
 فقیر و نحن انبیاء یعنی ہم فقیر ہے ہم فنی اور جگہ سنی پاکر لے لید اللعقلو لہ انہ کے ہاتھ بندھ گئے روزی
 اپنے کے لائق نہ رہا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بجائے رحمن تک پہنچنے کے جہنم کی برہن تک پہنچے، صوبہ فرما رہے ہیں کہ حسرت سے مراد
 طاعت ہیں اس سے بھی بندے کا امتحان ہو تاکہ اگر اس پر نظر کرے تو دیکھ لیا شکر کہ تو بارگاہِ آیت علی بن ابی طالب کی وجہ
 سے ہی پاک ہو اس پر فخر نہ لگا اور سیات سے مراد کلامِ حاسن ہیں اس سے بھی بندے کا امتحان ہو تاکہ اگر ان پر توبہ نہ کر تاکہ
 رو تار ہار لگ گیا اگر رب کی رحمت سے ہاوس ہو گیا نائل رہا لہذا تو مطلقاً اسلام کی ہمہ ایمانی اندم کھانے سے ہوتی کہ
 یہ خطارونے آسویا نہ خوف خدا اور توبہ و انصاف کا روح بنی اور پھر توبہ وغیرہ مخالفت اب کا وسیلہ ہو نہیں اور روح الامیان
 جس جگہ کہہ تو نہ نصیب ہو وہاں نیکی سے ایمان سے فخریہ ہو۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا

اسی تہ بعد آئے ان کے بعد بھیجے آئے والہ جو وارث ہوئے کتاب کے پیتے ہیں وہ سامان اسی
 بصرہ اسی جہان کے بعد وہ تا خلیف آئے کہ سن پ کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور

الْأَذَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ قَتَلْتَهُ يَأْخُذُونَ

خیر ہر چیز اور کہتے ہیں کہ مغفرت بخش دیئے جائیں گے ہم اور اگر آئے اسی کے پاس سامان اسی کی مثل تو لے
 لیتے ہیں کتاب ہاری بخشش ہو گئی اور اگر ایسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں

اَللّٰهُ يُؤْخَذُ عَلَيْهِمْ مِثْقَاتُ الْكِتٰبِ اَنْ لَا يَقُولُوْا عَلٰى اللّٰهِ اِلٰهًا

میں اسے کیا نہیں یا گیا ان پر مضبوط وعدہ کیا گیا کہ نہ کہیں خدا تعالیٰ پر منکر

کیا ان پر سنا پ میں ہمد نہ یا عجا کر اس کی طرف نسبت نہ کریں گے

الْحَقِّ وَدَرَسُوا مَا فِيْهِ وَاللّٰهُ اٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

حق بات اور پڑھا انہوں نے وہ جو اسی میں ہے اور آخری جگہ اچھی ہے واسطے ان کے جو

حق اور انہوں نے اسے پڑھا اور بیگم بگملا پھر بہتر ہے بدترین کاروں کو

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

ڈرتے ہیں تو نہیں کیا نہیں سمجھتے تھے

تو کیا نہیں عقل نہیں

تعلق ہیں تبت کریمہ ۱۰ چھٹی آیت ہے بندہ طرح تعلق ہے پہلا تعلق مرکز شدہ آیت میں اگلے اسرائیلیوں کا ذکر ہوا
اب اس آیت میں پہلے اسرائیلیوں کا ذکر ہے تاکہ معلوم ہو کہ سارے زہریلے ہیں خواہ لگے ہوں یا پھیلے۔ دوسرا تعلق
بجلی آیت میں فرمایا گیا کہ گذشتہ اسرائیلیوں نے ہند کے کون چھلیوں کا شمار کیا تو بلاک کے گئے اب ارشاد ہے کہ موجودہ
اسرائیل جو تبت کے ذریعہ انسانوں کا شمار کرتے ہیں ان کمال ناجائز طور پر رشوت کے ذریعہ کھلتے ہیں جو ان کے وقتی شمار کے
ذکر کے بعد ان کے دائمی شمار کا ذکر ہے اور شمار جس کس کا انہوں کا تیسرا تعلق بجلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ گذشتہ
اسرائیل جب کبہ کرتے تھے تو بھی راہی جاتے تھے اب ارشاد ہے کہ موجودہ اسرائیلی ایسے ذہین ہیں کہ بدترین گنہ کرتے ہیں
اور آتے ہیں کہ ہم پر کوئی دہل نہ پڑے تاکہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

تفسیر: فُخْلَفٌ مِّنْ بَعْدِهِمْ خُلْفَةٌ عہدت معترف ہے وقطعتنا ہم عرف مطلقاً ہوا بیان کرنے کے ہے
یعنی ذرا نہیں۔ خُلْفَةٌ یا قُبْحٌ خِلافَت سے، معنی پیچھے آنا پیچھے ہو جانا سے ہو آپ طیف یا امانت خلو ف سے
معنی بگڑا ہوا یا جانا ہے۔ یہ ظوف تم الصائم روزہ رازی من کی بوسہ ملنا ہے ظوف سے کیونکہ آگے خلف اولاد کا ذکر
ہے چنانچہ خلف میں آتے معنی بگڑا ہوا ہے اس لئے کہ عہد من ارشاد ہو ابعدهم میں ہم امر حق یا تو صاف ہے یا
سارے ذرا اسرائیلی خلف سکون سے، خلف نام ہے فخر سے دونوں صفت، جب میں خلف، معنی پیچھے کے عمران میں فرقی یہ
ہے کہ خلف اسم ہے فخر سے، معنی لائق اور مستحق یا نہیں کے ہو تاکہ اور خلف سکون اسم سے، معنی بگڑا ہوا ہے یا نہیں
ہو تاکہ یعنی خلف اسم، یہاں دوسرے معنی میں ہے بھی اس کے برعکس بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں۔
شعر

لنا القدم الاولى اليك وخلفنا ۛ ولنا فع طامته الله تابع

دیکھیں یہاں خلف نامیں خلف لائق جاہلیوں کے لئے ہو لائیں یہاں شاعر کہتا ہے شعر

نعمت الدين يعاش في الكفاهم و بقيت في خلف الكفلا الاحمر

یہاں **خلف**، معنی نفاق اور استعمال ہوا لفظ خازن، معانی کبر و غیرہ (یعنی ان مذکورہ اسرائیلیوں کے بعد ان کے نفاق جاہلیوں ہوئے) اور **ثوا** الکتبہ یہ عبارت صفت ہے ظلم کی اور ثوب لیا ہے وراثت سے یا لوث سے جس کے معنی ہیں کسی کے سبب بہت اس کے بل کا مالک ہوئیے صدر ہے حسب حسب کا بھی خود اس مستعمل کو بھی وراثت وارث کہہ دیتے ہیں۔ معنی میراث یہ وراثت کے لغوی معنی تھے پھر استعمال میں کسی کی چیز کا درست لگے ہو جائیگی وارث کہا جائے گا پانچ بیتی لوگ و وراثت والے کا وارث یعنی صدر نہیں کے لئے بھی وارث کہا گیا ہے **واورثنا الارض** پھر کسی کے مال یا مکمل میں اس کا جائیگ ہونے کو وارث کہا گیا ہے یہاں یہی تیسرے معنی مراد ہیں **الکتاب** سے مراد تو یہ ہے جس پر سوا ایمان رکھتے ہیں یعنی اگلے اسرائیلیوں کی موت کے بعد تو یہ ان کے بچپوں کو ملی اور یہ تو یہت کے عالم سینہ لام حسن کی قرأت میں **ورثوا** ہے تو یہت سے باقی جموں میں وہ لوگ تو یہت کے وارث بنائے گئے **یاخذون عرض هذا الارض** یہ عبارت باقیا جملہ ہے **ورثوا** کے مائل کامل ہے **یاخذون** سے مراد ہے ان کا رشتمیں لیا اور تو یہت کے انکام بدلے یا پیشانی انکام تو یہت کے عوض مل لینا مسافر فرما کر یہ بتایا کہ ان کی یہ حرکت خالی ہے وہ یہ کہتے رہتے ہیں عرض کے لغوی معنی ہیں وہ ضعیف جو قریب الغناہ ہو اس کے لئے غناہ ہوا ہے جو عرض مقابل ہو کر استعمال میں عرض کے سکون سے، معنی سلطان ہو نا ہے۔ تینی روپیہ پیر کے علاوہ دوسری دنیاوی چیزیں پڑا ہر تن و غیرہ یعنی متاع الارض کے لغت سے ہر دنیاوی چیز خود روپیہ پیر و اور کوئی مال (یا مال و معنی) ہفتا سے لگتا ہے مسافر عالم کی طرف اللہ کی صفت ہے موصوف پر شہد یعنی **ایشش** کی یہ تو **دنو** سے بنا ہے، معنی قرب یعنی قریب **الغناہ** یا **دناہ** سے، معنی عمارت و شہادت جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اس سے مرادو بنا ہے کیونکہ دنیا قریب الغناہ بھی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں طیس اور حقیر بھی یعنی وہ لوگ انکام تو یہت کے عوض دنیاوی سلطان لیتے رہتے ہیں **ویقولون سیفرض لنا** یہ عبارت معطوف ہے **یاخذون** پر اس میں ان کی جو عقیدہ کی یعنی رب تعالیٰ پر امن کا کہ ہے معطوف طبع میں ان کی یہ عملی یعنی تو یہت پر رشوت لینے کا کہ تھا اول سے مراد باقوا کی قرآن ہے یعنی سوچنا یا خیال کرنا یا ذہنی قول یعنی جب ان کو کوئی امن کی ہی رشوت مستحق ملاست کرنا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہے تو کلمہ تمہاری اس پر بکارت ہوگی کیونکہ ہم نہیں کی ہوا کہ **نحن اہموا سبواہم** لفظ کے بیٹے لفظ کے بارے میں ہم پر عذاب یا عکب کہیں ہم تو سنہ دی طرح ہیں کہ سنہ رنگدگی پڑنے سے شاک نہیں ہو تا ہم کلمہ کہنے سے تمہارا نہیں ہوتے تمہ ان کی حالت یہ ہے کہ **وان یتھم عرض مثلہ یاخذون** یہ عبارت مائل ہے **یاقولون** کے مائل **ہمت** یا **المنان** ضمیر سے اس میں ان کے اصرار گناہ کا کہ ہے اور حرص، یا کا بھی یعنی اس بلاست لارن کے اس جواب کے بعد جس میں ان کی حالت یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایسی قریب تو یہت اور رشوت مستحق کا سوا نہ آجولے تو ہرگز نہیں چوکتے بلکہ تمہ تو یہت بدل دیتے چہا لیتے ہیں اور اس کے عوض وہ پورا پورا مگر سلطان لے لیتے ہیں تو یہ نہیں کرتے یہ ہے کہ پھر خود اور اصرار اس سے کلمہ صلی وہ بھی کہہ رہیں جا نا ہے چہ چاہیکہ یہ رشوت مستحق آجاتا تو کہہ دیکر **کفر بآلہم یؤخذ علیہم** **میشاق** **الکتاب** یہ عبارت

لما نزل به اس میں سوال انگاری ہے اس سے اقرار کرانے کے لئے خیال رہے کہ اس فریضہ میں علیہم کا مطلق لم یؤخذ سے نہیں بلکہ مشتق سے ہے۔ کیونکہ اخذ مطلق نہیں چاہتا۔ رب فرماتا ہے **وَاذْخُلُوا فِي الصَّبَاطِ مِنَ النَّبِيِّنَ۔** مشتق کے معنی بددعا۔ مدعا اور مشتق میں فرق ہم تحریر سے پارہ میں عرض کر چکے ہیں **الکتاب** سے مراد تورات شریف ہے یہاں تورات میں اسرائیلیوں سے مدعا لینے سے مراد ہے اس کو بائبل کی حکم و نواہی سوری دین اختیار کرنا تھا تو تورات کے احکام ہا۔ ان کا مدعا تھا جیسے آج ہر مسلمان وہ کہہ تو رہا کہ ہم قرآنی احکام نبوی ماننے میں جبر عمل کرنے کا مدعا کرتے ہیں وہی یہاں مراد ہے لہذا اہل باطل و مانع ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ پہلی مشتق کی فضیلت کتب کی طرف تھی کی ہے اصل عبارت میں ہے **الْمُشْتَقُّ الْمَذْكَورُ فِي الْكُتُبِ بِرُوحِ الْحَالِ۔** یہ بات خیال میں رہے **ان لا یقولوا علی السلام ان الحق** یہ عبارت ذاتی مشتق الکتاب کا مطلق بیان ہے یا اس کا بدل یا اس سے پہلے سب جاہد پوشیدہ ہے اور یہ مشتق کے مشتق ہے **امالی لا یقولوا لیس الاغلی** کا بھی ہو سکتا ہے اور نئی کا بھی ہو تو اس حق و درست میں حق باطل کا مطلق ہے جیسے صدق کذب کا مقابل یعنی اس کو تورات شریف میں بائبل کی حکم دیا گیا تھا کہ بیش فتنہ تعالیٰ کی طرف حق بات منسوب کرنا تو تورات میں لکھا ہے اس کے مشتق یہ کہنا کہ وہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے نہ کہ اس کا حکم تو خود مقرر اور اس کو یہ کہ تورات میں یہ ہے کہ وہ یہ حکم دیا ہے **فدوسوا ما فیہ** عبارت معنی **مطرف ہے ان لا یقولوا** معنی **الاور ہو سکتا ہے کہ یہ** معنی **ہو لہذا یؤخذ** اور یہ بھی ذکر سوال کے ماتحت ہو تب معنی یہ ہوں گے کہ کیا ان لوگوں سے یہ مدعا بیان نہیں آیا تھا اور کیا ان لوگوں نے یہ حکم اس کتاب میں پڑھنا تھا جیسا کہ انہوں نے یہ حکم پڑھا بھی لیا یہ اس سے ہے خبر تھے پہلے جیسے حکم لکھا کہ اس میں ان کی اطلاع خود بخود کر کہ یہ لوگ احکام سے سب خبر نہیں خود یا یہ جان رہے جو کہ جرم کر رہے ہیں۔ **والعراق الاخرہ خیر**

للذین یقولون یہ نازل ہے جس میں رشوت خور اسرائیلیوں کی نفسانی اندیشوں کا جواب دیا گیا ہے وہ دانتے تھے کہ اگر ہم تورات کے صحیح احکام سامنے تو ہماری آمدنی اور سرداری جاتی رہے گی اس میں کوئی کمی نہ تھی۔ **دار آخرہ** سے مراد ہے عالم برزخ۔ عسکر اور محشر کے بعد کا زمانہ ابد الابد تک۔ خیر صفت مشابہ ہے۔ معنی اسم غنیل اس کے بعد **من العنیا و ما فیہا** پوشیدہ ہے تقویٰ سے مراد ہے یہ سب عقیدوں سے اہل سے بچنا جسے اہل انبیاء کے نوروں و حکم سے تقویٰ سے مراد ہے تحریف نور و رشوت سے بچنا کہ وہ لوگ انہیں جرموں کے مجرم تھے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کہ اس میں یہ معنی بھی آجاتے ہیں اس سے ثابت ہو کہ غیر متقیوں کے لئے وہ عالم دنیا سے زیادہ خطرناک ہے اگر یہ لوگ رشوت ستنی تحریف تورات سے باز نہ آئے تو آگے ان کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے **فلا تمقلون** اس میں خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جس سے تورات میں مذکور مدعا لیا گیا تھا اس نکتہ میں مذمت سے حاضر کی طرف اشارت ہے کہ **یقولون** مذمت کا سبب تھا اور **تمقلون** حاضر جمع کا یعنی اسے ذکر اور اسرائیلی قوم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ نسبت باقی خلی سے اور رحمت کا ذرا لڑائی سے اچھی ہوتی ہے پھر تم ان حرکتوں سے باز کیوں نہیں آتے۔

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ میں گزشتہ اسرائیلیوں کے مختلف جانشینوں کے صیہ بیان ہونے سے رشوت کے لئے ان احکام تورات بدل دیا۔ ان احکام سے کہیں رہنا کہ ہمارے گناہ معاف کر دیا جائے گا اس پر ہماری بکثرت ہوگی۔ (31) اس جرم پر ہم

رہتا کہ جب رشوت ملے لے لیا حکم شرعی بدل دینا۔ (4) یہ سارے جرم بتلائی بے خبری سے نہیں بلکہ ایسے وقت کرتے رہتا چنانچہ ارشاد ہے کہ جن اسرائیلیوں کا تم نے مل پر حاکم رہنا ان کے بعد ان کے نائب بنائے جن جاہلین ہونے نہیں بخیر و برکت کتاب کاظم اور کتب تورات کی خدمت سپرد ہوئی انہوں نے یہ غضب اٹھایا کہ دنیاوی اور دینی مل دو متاع لینے اور حکم تورات بدلنے لگے اور جب کوئی ان کو ان کی اس حرکت پر ملامت کرتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ان اور انبیاء ہیں اللہ کے پیارے ہیں ہم کوئی گناہ نہیں ہماری پکڑنے ہوگی سب کو خشن و ادا جائے گا ہم اس سہارے کی طرح ہیں جو کندہ کی پڑ جانے سے گنہ اٹھیں جو حکم کوئی گنہ کریں گنہگار نہیں ہوتے۔ شریعت کے احکام اور معاشیت تورات کے لئے ہیں ہم تو اولاد ہیں پھر ان کی بدحالی کا یہ مل ہے کہ لوگوں کی تنبیہ کرنے کے بعد بھی جب انہیں رشوت ملتی ہے تو لے لیتے ہیں احکام ایسے بدل دیتے ہیں یعنی ان جرموں پر ڈالنے دیتے ہیں خود کو گناہ کیا ہم نے تورات میں ان لوگوں سے یہ عہد لیا تھا کہ تمہاری باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کیا کریں حتیٰ بات ہی اس کی طرف نسبت کریں جو تورات میں حکم ہو وہی بیان کریں اور کیلیہ لوگ اس عہد بیان سے بے خبر ہیں نہیں انہیں سب کچھ معلوم ہے ان بد نصیبوں نے یہ سمجھا کہ حتیٰ بات کہنے سے صحیح احکام کی تبلیغ کرنے سے ہماری چار مراتب ہماری آمدنی میں فرق پڑ جائے گا۔ لہذا وہ سوسن متقی خود پر بیزار گار سوسنوں کے لئے آخرت دنیا سے کہیں بھرتے کہ دنیا قلیل ہے آخرت کثیر اور دنیا فانی ہے آخرت باقی تو قرآنی ہی بات سمجھتے کیوں نہیں بے کلمہ سے بے کلمہ بھی جانتا ہے کہ فانی سے باقی بھرتے۔

فائدے ہاں آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہو سکتے۔ پہلا فائدہ نال کی طرح کمال مل، مہر و نیرہ کی بھی میراث جاری ہوتی ہے یہ فائدہ و رشوت **المکتوب** سے حاصل ہو اٹھادین کو وارث رسول نائب رسول گناہا گیا ہے اس خطاب کا فائدہ یہ آیت کریمہ بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھو اس آیت میں رب تعالیٰ نے سائرین طلبہ بود کو ان کے حقوق علماء اور امین کتاب فرمایا۔ دوسرا فائدہ: ہر کوئی کی اولاد یا ہر کوئی کتاب ہو انوں کے لئے مفید ہے جو ان کے سے کام نیک کرش و نہ یہ چیزیں رب کا مذاب ہیں۔ بخیر و رب تعالیٰ نے ان وارثین علماء کو نائب فرمایا یہ فائدہ خلف فرمائے سے حاصل ہو لڑا کثیر اقل لے کیا نائب کتاب۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو ہذا تو مسلمانی بھی ہو!

تیسرا فائدہ: نذر دولت لے کر آیات الہیہ کی تحریف کرنا احکام شریعت پر لٹا بدترین گنہ ہے کہ اس میں رشوت متعلق بھی ہے گنہ بھی گنہ گری بھی یہ فائدہ یا سفنون عرض **ھذا لافنی** سے حاصل ہو اس آیت کریمہ کی تفسیر وہ آیت ہے **ولا تشتر و ابایتی تمنا قلیلا** ان دونوں آیتوں میں یہ مراد ہے۔

مسئلہ: قرآن مجید صحیفہ کفر و کفر است کہ باقر ان کی تعلیم ’وم‘ تلوذہ فزی کی تحریر پر اجرت لےنا ناجائز ہے کہ یہ جائز کام کی اجرت ہے حضرت علقمہ و اشدین نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیت اللیل سے حجاز اولی خلافت پر سوا حضرت عثمان کے۔ علاوہ کہ خلافت اسلامیہ خصوصاً خلافت راشدہ بہترین دینی کام ہے اس کی تحقیق ہم پہلے پارہ میں اس نسبت **لا تشتر و ابایتی** کی تفسیر میں کرچکے ہیں نیز ہمارے فتویٰ میں ملاحظہ کرو۔ چوتھا فائدہ: حرام آمدنی ایک عام ضروری چیز بھی ہے جس میں بدکت نہیں

لودنی یعنی حیرت اور قریب الغما بھی دیکھو رب تعالیٰ نے اسے عرض بھی فرمایا اور لونی بھی۔ اس کے برعکس مطلق روزی لغت
 متعلیٰ کی اعلیٰ نعمت ہے شہرہ ماہرہ جیکہ وہ اللہ کی رلامیں خرق ہو اور دولت غیر قابل کا زوال ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **والباقیات
 الصالحات اور فرماتا ہے وما عند اللہ باقی** یعنی خدا کے دولت اچھی دولت سے آئے اور اچھی راہ جائے۔ پانچواں
 فائدہ: مسخرت کی امید ہے کہ گناہ کا کفر ہے کہ یہ امید نہیں بلکہ رب تعالیٰ پر امن اور بے خوفی ہے یہ فائدہ سیفقر لٹا سے
 حاصل ہوا یعنی کرنا اور بارگاہی لٹا ہے گناہ کرنا اور بے پرواہی باخلاف نہ کرنا بدترین کفر ہے۔ چھٹا فائدہ: بزرگوں کی اولاد
 ہونے پر فخر کرنا اور گناہ پر دلیر ہو جانا کفر ہے کہ چونکہ ہم لٹاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمارے گناہ معاف ہو جائیں گے یہ فائدہ بھی
 سیفقر لٹا سے حاصل ہوا یہ روزی طریقہ بد ہے جو کہتے تھے **نحن ابنا اللہ و احبناہ** اور ابن و تعالیٰ کے ساتھ
 بزرگوں کی اولاد ہونا لٹ کی دولت ہے کھو اللہ کے لئے بزرگوں کی اولاد ہونا لٹ کا مطلب ہے قابل اور کھانا ابن نوع کی مٹاں
 سامنے ہیں آج اس بنیادی میں بہت سے مسلمان گرفتار ہیں رب تعالیٰ اپنا خوف نصیب کرے۔ ساتواں فائدہ: گناہ کرنا ایک گناہ
 ہے اور گناہ پر گناہ کے جلا یعنی اس پر اصرار کرنا لٹا گناہ یہ فائدہ **وان یاتھم** سے حاصل ہوا خیال رہے کہ ہر گناہ صلیبہ عیش
 کرنے سے کیے رہیں جائے رب فرماتا ہے **ولی یسر و علی ما فعلوا** اور گناہ کی رو بہا رہا کرنے سے اکبر یعنی بہت بڑھیں
 جائے۔ آٹھواں فائدہ: جنہاں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہی اسلام کے منورے احکام لکھتا ہے وہ جانتے اور اس پابندی کا رب
 تعالیٰ سے عہدہ بیان کر لیتا ہے پھر عہدہ تو ثابت عہدی ہے یہ فائدہ **لا یقولوا علی اللہ الا الحق** سے حاصل ہوا۔
 دسواں فائدہ: عالم کا گناہ جمل کے گناہ سے سخت تر ہے کہ جہاں اپنی بے خبری کی وجہ سے شلیہ چھٹا لٹا جولو سے کھ عالم کا گناہ
 کرنے کا گناہ عالم گناہ کر کے اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہے جہاں بلوم ہو جانتا ہے نیز عمل عالم اور مسوں کو بھی بد عمل بنا
 دیتا ہے کہ اس کے مقتدا اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ فائدہ **و دوسوا** سے حاصل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: آخرت مومن
 حق کے لئے دنیا سے کہیں بہتر ہے کہ وہاں اس کے لئے راحت ایسی ہے اور کافر وہاں کے لئے کہیں بد تر ہے کہ وہاں اس کے
 لئے مذاب دہائی ہے یہ فائدہ **خیر اللذین یمتقون** سے حاصل ہوا اسی لئے کہ حد شریف میں فرمایا گیا کہ دنیا مومن کے
 لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جہنم۔ بارھواں فائدہ: جو عمل دین نہ سمجھائے خدا کی تہذیب کے پاس ہے وہی ہے عمل کا
 بڑا نقصانہ رسول کو اس کے ذریعہ مٹاتا ہے یہ فائدہ **افلا تعقلون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: میراث قرآن کی ہوتی ہے جو بھی میراث کے خاص قرابتوں کو ملتی ہے مگر یہاں کتاب کو میراث فرمایا گیا اور
 یہ میراث گذشتہ عالموں کی طرف سے پیچھلوں کو دے جانے کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ دوست ہوا کہ جو اس بنیہ تعلق بنے بلکہ بل کے
 علاوہ اہل اہل علم، فیروہ کی بھی میراث ہوتی ہے ہاں میراث: جسٹنی قرابت اور اولوں کو ملتی ہے ہاں میراث کی دلی روحانی
 قرابت اور اولوں کو ملتی ہیں اگرچہ وہ جہاں بالکل اپنی ہو اہل خیر میں ہر مومن حضور خور کلا وارث اور علم میں ہر عالم مومن حضور
 اور کلا وارث ہے۔ پچھلا اسرائیلی لوگوں کے دلی روحانی قرابت دار سے حسباً قریبی ہوں بیان ہوں اس لئے وہ انھوں کے وارث
 بنے۔ **دوسرا** اعتراض: اس آیت کے لئے سے معلوم ہوا کہ کتاب لٹ پر دنیاوی بل لٹا کر ہم سے دیکھو اسرا میں یوں کی ہے دنیا
 کے سلسلے میں ذکر ہو گیا **خسوف** نون تک بھی علماء قرآن پڑھائے نماز پڑھائے تو فیذم پر اجرتیں لیتے ہیں وہ سب بھی مجرم ہونے

ہاں۔ جو آپ صاف اعتراض کا جواب بھی تفسیر میں گدو کر گیا کہ وہ لوگ تو ریت بدلنے یا اس کے ادا کیم چھپانے کا مخلصہ لیتے تھے یہ دونوں ظلم حرام تھے تو ان پر مخلصہ لینا بھی حرام تھا اس کی تفسیر وہ آیت ہے **يَعْرِفُونَ الْحِكْمَةَ مِنَ مَوَاضِعِهِ**۔ اللہ اللہ آج علماء دین یہ کام نہ کرتے ہیں نہ لکھتے اللہ اللہ کریں گے ہون ذکر و مذمت تعلیم و ترویج پر اجرت لہا یا ایسا ہے جسے قرآن مجید لکھتے چھپانے پر اجرت لہا لہا قرآن مجید کی تجارت کرنا۔ **حیرا الاعتراض**۔ ہلوتہ قتالی سے ملتی ہے بخشش کی امید رکھنا عبادت ہے مگر اس آیت میں اسے گنہگار قرار دیا گیا کہ امرائے بیگوں کے گناہوں کے سلسلے میں اسے گناہوں کا سبب نہ کہ گناہوں کی ایجاد ہے۔ جو آپ ذکر فرماتی ہیں اسے گنہگار قرار دیا ہے بلکہ ہر شخص کی امید پر تو یہ کی جولوگ توبہ کی عبادت ہے قرآن کریم اس کی تفسیر فرماتا ہے **انما التوبہ علی اللہ للمذنبین یمعلون السوء بحالہم** اللہ تم توبہ یوں من قریب مگر بخشش کی امید پر گنہگار کہ آڑا شرب پی لیں اللہ بخش دے گا یہ کلمہ ہے کہ اس میں وہی گنہگار اذاتنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی۔ **چوتھا اعتراض**۔ یہاں **عروض مثلہم** میں مثلہم کی مراد ہے۔ جو آپ نے یہاں مثلہم حرام ہے نہ میں شیت مراد ہے نہ کہ مقدمہ اصل میں یعنی اس سوال و جواب کے بعد اگر پھر بھی ایسی جو مرام و رشوت کلام ان کے پاس آجاتے تو پھر کتب اللہ کو بدل کر اسے چھپا کر اصل وصول کر لیتے ہیں یعنی وہ ذہبیت ہیں کتاہ پڑھتے موندے ہیں گویا اس فریخ مال میں ان کے دوسرے گنہگار ذکر ہے گنہگار قائم رہتا ہے چنانچہ اس اعتراض میں بار شدہ ہو کہ دار آخرت متقیوں کے لئے بہتر ہے تو ایسا متقیوں کے لئے، نیا بہتر نہیں ان کے لئے تو نیا دار آخرت دونوں ہی بہتر ہیں **ربنا اتنا فی الدنیا حسنتمو فی الاخرۃ حسنتمو** پر یہ آیت کیو عمر و دست ہوئی۔ جو آپ صاف کا مطلب ہے کہ متقیوں کے لئے آخرت دنیا ہے یعنی ان کی دنیا بھی ہے کہ دار باہل ہے اور آخرت اس سے بھی اچھی ہے کہ وہ دار و الجزاء ہے یعنی کھیت ہونے اس کی مدت کی جگہ و نام و پھل تو اسے آراہانہ کی جگہ آخرت ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

تفسیر صوفیانہ۔ خوش نصیب آدمی معمولی حقیر چیز سے بڑا فائدہ حاصل کر لیتا ہے مثلہم کتب اللہ کے کوڑے کو کھیت میں ڈال کر اسے گدھیر کر لیتا ہے مگر یہ نصیب بد خوف اعلیٰ چیزت بھی بڑا نقصان ہی اٹھاتا ہے لہذا ہی آدمی سمندر سے ماتی نہیں لٹاتا بلکہ اس میں اپنی زندگی کا قیام رکھتا ہے تو ریت شریف اللہ کی بیکل شدہ اور کتب حقہ۔ سو ہی علیہ السلام اللہ کے کلیہ اور پیلے صاحب کتاب ہی اس تو ریت کے ذریعہ بہت خوش نصیب لوگ لو لیاہ کالمین بن گئے جسے آصف بن برخیا و فیروز مگر یہ بد نصیب لوگ جن کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے بد خلقی ہی کی کہ اس کتب کے ذریعہ وہ بیچ کر دنیا لے لیتے تھے قتالی کی شان فطاری سے نابا زائد و لھلھاکہ اس پر پھول کر اسکی منفرت کو، کچھ کر گنہگار کرنے پر دلیر ہو گئے جس سے ان کی دنیا بھی خراب ہو گئی آخرت بھی انہوں نے موصوبہ ہائیہ کو مل جو جملہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ شعر

حقی داستان قسمت را چہ سودا ز روبر کمال
کہ خضر از آب حیاں تشہدی آورد سگھ و دلا

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكَتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ

اور وہ لوگ جو مسبوحتی سے چپکنے میں کتاب ہا کو اور قائم ہی انہوں نے نماز چلکے ہم نہیں مٹائے گوتے

اور وہ جو کتاب ہا کو مسبوحتی سے مٹا اور انہوں نے نماز قائم رکھی ہم جنہوں کا نیک نہیں

الْمُضِلِّينَ ۚ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظِلَّةٌ وَظَنُوا أَنَّهُ

قواب لکھ کاروں کا اور جبکہ ہم نے اوپر کیا پہاڑ اوہراں کے گویا وہ شاہانہ ہے اور گمان

مٹنواتے اور جب ہم نے پہاڑ ان پر اٹھایا گو باوہ ساٹھان ہے اور سمجھ کر ان پر گرتے تھا تو لوہو ہم

وَأَقْبَعِبَرِّمُ حُدُودًا مَّا آتَيْنَاهُمْ بِقُوَّةٍ ۚ وَآذِكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

کیا انہوں نے کہ جبکہ وہ گمراہ لایا ہے ان پر پہلا جو دیا ہم نے تم کو ساتھ قوت کے لحد کر کے کہ جو کچھ آگم مٹنواتے

نے جنہیں دیا زور سے اور یاد کرو جو اسی میں ہے کہ گمراہی ہا مینر شمار ہوتے

تعلق بن آیات کہہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ان بد نصیب اسرائیلیوں کی مزاحمت رہا انہوں نے توہمت شریف مٹانے کی سی اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا اور امت کے لئے کتاب میں تحریف کی اس بن خوش نصیب بنی اسرائیل کا ذکر ہے جنہوں نے توہمت شریف سے صحیح فائدہ اٹھایا اس مٹانے کیلئے جنہوں جیسے سیر ہا محمد لہ ان سلام لور ان کے ساتھ کی کہ نہ کہ ہر چیز اپنی شدت سے پہچانی جاتی ہے گویا عمر میں کے بعد عمر میں کا ذکر ہے۔ دو سرا تعلق: پچھلی آیت میں ان اسرائیلیوں کا ذکر تھا جنہوں نے اپنی کتاب توہمت کا لہی اب امت محمدیہ کا ذکر ہے جنہوں نے قرآن مجید کو جنہوں لور سے خدا سی کا ذریعہ بنایا جیسا کہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے معلوم ہو گا اللہ۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ان اسرائیلیوں کا ذکر تھا جنہوں نے توہمت کو دنیا سی کا ذریعہ بنایا اس کا ذکر ہے جنہوں نے اس توہمت کو مصلحتی طور پر نکال کر جناب مصطفیٰ کو خدا سی کا ذریعہ بنایا۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اسرائیلیوں نے توہمت کو جنہوں نہیں اب دوسری آیت میں ذکر ہے کہ انہوں نے اسے خوشی قبول ہی نہیں کیا جس جبرائیل مٹنواتی تھی۔ گویا جب کتاب کے بعد عطاء کتاب کا ذکر ہے تاکہ پتہ لگے کہ جس چیز کو خوشی قبول نہیں کیا جاساں اس کی قدر بھی نہیں ہوتی۔ پانچواں فائدہ پچھلی آیات کے آخر میں ارشاد ہوا کہ متقی ہر چیز کاوں کے لئے آخرت ہے۔ اب ارشاد ہوا ہے کہ متقی وہ ہے جو اللہ کی کتاب مسبوحتی سے پکڑے کتاب اللہ کے بغیر کسی ذریعہ سے متقی نہیں بن سکتے گویا پہلے بتلایا کہ آخرت کی عطا کی کا متقی کون ہے جو متقی وہ۔ اب بتایا جاتا ہے کہ متقی کون ہے وہ ہے جو کتاب ہی تو مسبوحتی سے لہذا قائم کرے وہی ہے۔

شکل مزبول: یہ پہلی آیت ان علماء یورپ کے مصلحتی مٹنواتی جنہوں نے نہ تو رشم میں نہیں نہ توہمت شریف میں تحریف سی بلکہ صحیح معنی میں یہ توہمت پر قائم رہے اور حضور اور کائنات پاکر توہمت شریف کی روشنی میں حضور پر ایمان لے آئے جیسے بعد ہجرت حضرت محمد لہ ان سلام اور ان نے ساتھی اور زمانہ فاروقی میں حضرت کعب انہار لور ان کے ساتھ رضی اللہ عنہما صحیحین

(تفسیر طازن)

تفسیر: والذین یمسکون بالکتاب ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اس کا تو ایسا ہے اور الذین یمسکون بتوا ہے اس کی خبر شریعت لا نضیع اجر ہم اور ان لا نضیع اس خبری علت ہے مگر بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ عبارت معطوف ہے للذین یتقون، لہذا اس کا لازماً حافظ ہے۔ اس صورت میں الذین خبر کی علت ہے اور للذین یتقون کی تفسیر ہے عام مفسرین فرماتے ہیں کہ اس الذین سے مراد خاص یہ وہ ہیں جو اصل میں ہوتے ہیں قائم رہے اور کتاب سے مراد قرآن شریف ہے، مگر عطاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی امت ہے اور الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اب تعالیٰ نے یہودی پر مسلمانوں کی توفیق کھائی ہے مگر یہ کلی تفسیر قوی ہے کہ تعجلی آیت میں بھی اسرائیلیوں کا ذکر تھا اور اگلی آیت میں بھی انہیں کا ذکر آیا ہے (ازدوح العلیٰ) ہماری قرآن میں یمسکون میں کے شد سے ہے باب خفیل سے مگر یہ کہ مولوی قرآن میں یمسکون باب افضل سے ہے اور حضرت امین مسعودی قرآن میں مستمسک ہے باب استعمال کا ماضی اور ابی ابن کعب کی قرآن میں مسکو ہے حملہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اسماک باب افضل سے آیت لکھ ارشد ہوا ہے فرماتا ہے **فاسماک بمعروف اور اسماک علیک زوجک اور فکلوا مما اسکن علیکم مگر ظاہر ہے یمسکون باب خفیل سے ہوتا ہے اس میں ایسا ہذا ہو گا وہ باب افضل میں نہیں۔ معنی ہوں گے جو خوب مضبوطی سے کتاب کو پکڑے رہتے ہیں مگر ماکو اصل اس کے مطابق اقرار کرتے ہیں رشوت لے کر اس میں تخریف نہیں کرتے اپنے کو کتاب کے سانچے میں ڈھالتے ہیں کتاب کو اپنی راستہ وصل کے سانچے میں نہیں ڈھالتے ان کی اس حالت کا وہام بنانے کے لئے مضارع ارشد ہوا اور تفسیر کبیر - روح العالیٰ **واقاموا الصلوٰۃ** یہ عبارت معطوف ہے یمسکون پر اگرچہ کتاب لفظ کو مضبوطی سے پکڑنے میں نماز کی یاد دہانی بھی آگئی تھی مگر چونکہ نماز سارے اسلامی احکام میں اہم ترین حکم ہے اور نماز قائم کرنے وہ دین کو سنبھال لیتا ہے ان وجہ سے نماز کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ کیا گیا کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا ہر وقت سوئے جانے پلٹنے پھرتے بلکہ جیتے مرتے ضروری ہے اور نماز مقررہ اوقات میں پڑھی جانی ہے اس لئے وہیں یمسکون مضارع ارشد ہوا یہاں **اقاموا** ماضی ارشد ہوا نماز پڑھنے اور قائم کرنے کے سمت فرقی نام شروع سورہ بقرہ **یقیمون الصلوٰۃ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اگر الذین سے مراد بنی اسرائیل ہیں تو یہاں **الصلوٰۃ** سے مراد نماز مسوی ہے اور اگر وہیں اس سے مراد مسلمان ہیں تو یہاں **الصلوٰۃ** سے مراد اسلامی نماز ہے **ان لا نضیع اجرا لمصلحین** یہ فرمان یا مائتہ الذین یمسکون کی خبر ہے **المصلحین** کے بعد مستعمل ہے شیعہ ہے جس سے اس کا تعلق بتوا سے قائم ہے **المصلحین** کا لفظ ہے رہا ہے یا یہ خبر میں لکھی ہے شیعہ خبر کی وجہ سے (روح العالیٰ) مصلحین سے مراد ہیں اپنے عقیدے کے اپنے اہل ان اپنی عبادت ٹھیک رکھنے والے کہ اہل مصلحین وہی ہیں **واذنتقنا الحیل فوقوم** یہ فرمان حال نیا جملہ ہے اس کا لفظ ایسا ہے **والذکر الذکر** و شیعہ بت تقنا بنا ہے **ننق** سے **تنق** کے معنی ہیں **انکیرنا** یا **انکیرنا** یہاں آخری معنی میں ہے **تنق** کے معنی ہیں **انکیرنا** بعض نے فرمایا کہ معنی انکیرنا ہیں بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں انکیر کر **انکیرنا** اور تفسیر کبیر و معانی وغیرہ مگر قوی یہی ہے کہ معنی انکیرنا ہے پہاڑ سے**

مراد طور پہاڑ ہے بعض حضرات نے لٹک پہاڑ مراد لئے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ طور پہاڑ مراد ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے
وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ اس آیت نے **نَتَقْنَا** کے معنی اور پہاڑ کی یعنی فریادی **فَوْقَهُمْ** کی یہی تفسیر ثابت کہ **نَتَقْنَا** - معنی
 اٹھانے کے کہانہ **طَلَّتْ** یہ عبارت **نَتَقْنَا** ہے **نَتَقْنَا** کے **طَلَّتْ** ہے **طَلَّ** سے - معنی مایہ مٹک - مابین شامیہ یعنی آیت
 ساتہیں ساری قوم پر ہو تاکہ اور سروں سے قریب ہو تاکہ یوں ہی طور پہاڑوں سب پر چھا گیا اور وہ پہل کی طرح زیادہ اونچا تھا
 بلکہ ان کے سروں کے قریب تھا شاید کی طرح یہ وہ آیتیں ہانے کے لئے ساتہیں سے تشبیہ یہی تھی کہ خیال رہے کہ
 ہمت شامیہ خیر سب **طَلَّتْ** ہیں یعنی مایہ کرنے والی چیز **وَقَلَبُوا وَانْقَضَتْ** واقعہ یہ عبارت **طَلَّتْ** ہے **نَتَقْنَا** - اس
 لئے کہ **طَلَّتْ** ہے اور **ظُنَّ** - معنی ظن ہے کہ - معنی لگان یا رہم **بِہِمَّ** سب - معنی ملن ہے یعنی انہیں یقین ہو گیا کہ پہاڑوں
 پر کہ جادے گا اور وہ سب کہ مر جائیں گے کیونکہ اتنی ذلتی چیز بغیر کسی پر کہے ہوئے بغیر کسی سے لگے ہوئے کچھ نہر سکتی ہے نصفا
 اسے سنبھال نہیں سکتی - **خَذُوا مَا آتَيْنَكُمْ بِقُوَّةٍ** یہاں **خَذُوا** سے پہلے **قَلْبًا** پوشیدہ ہے - یعنی ہم نے ان اسرائیلیوں
 سے فرمایا تو فرشتہ کی زبان پر یا موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر **خَذُوا** کے معنی ہیں یعنی قول کہ **خَذُوا** سے مراد ہے قوربت
 شریف پر کہ تکب اللہ کی کی سبقت است ہی کو دی جاتی ہے ان سے یہ عمل کرنا مقصود وہ تاکہ اس لئے **آتَيْنَكُمْ** فرمایا اور
 وہ سری تہ - **وَأَيُّهَا مَوْسَى الْكَتِيبِ** فرمایا اور سب سے ان دونوں میں کوئی اختلاف یا تقاض نہیں - **بِقُوَّةٍ** کا مطلق
خَذُوا سے یعنی اس کتاب کو اپنی طاقت و قوت سے پکڑ لو اس کے سخت انجام پر عمل کرو وہ **قَلْبًا** پوشیدہ ہو تھا کہ جب موسیٰ علیہ
 السلام نے اپنی قوم کی اسرائیل کو قوربت شریف پہنچا کر اعلان اور نکلے تو ان دونوں نے سنا لئے اور عمل کرنے سے انکار کر دیا ان پر
 اچانک سبت اور سخت تر حکام آئے جس سے وہ گھبرا گئے تب انہیں سزا دے کے لئے یہ عمل کیا گیا یہ واقعہ موردِ ملاحظہ میں گذر چکا
 ہے **وَالذِّكْرُ** و **مَا فِيهِ** یہ عبارت **طَلَّتْ** ہے **خَذُوا** پر اگر سے مراد ہے یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے ہمارے مراد سب
 احکام ہیں عقائد کے ہوں یا اہل کے فیہ کی عمیر الکتاب کی طرف ہے یعنی جو احکام سخت ہوں یا نرم اس کتاب میں وہ سارے
 کے سارے یاد رکھوں پر عمل کرو **لَمَلِكُمْ تَتَّقُون** یہ فرمان **خَذُوا** اور **الذِّكْرُ** و **أَلْ** و **ج** ہے یا مستند عمل بتدوں کے
 لگا سے - معنی شاید ہو تاکہ اور رب تعالیٰ کی نسبت سے - معنی تاکہ - تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور پچھنا بھی نہیں - معنی پچھنا
 ہے اس کا مطلق پوشیدہ ہے یعنی تم آگ پورے سے اپنی اپنی نصیحتوں پر مضمین نہیں سے کچھ بتاؤ یا کچھ دہو کہ قوربت پر عمل
 تقویٰ پر نیز گاری کی اصل ہے -

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر میں معلوم ہو چکا کہ اس پہلی آیت کی وہ تفسیریں ہیں ایک وہ کہ یہ آیت مسلمانوں کی تعریف و
 توصیف میں ہو وہ دوسرے وہ کہ یہ اصل یہودیت پر قائم رہنے والے اسرائیلیوں کے متعلق ہو وہ دوسری آیت قوی تر ہے ہم اس
 تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں اب تک جن اسرائیلیوں پر عذاب ہوا ہے وہ تھے جنہوں نے قوربت میں تبدیلی کی اس پر کہ تمہیں
 لیں - مگر وہ اسرائیلی جو قوربت شریف کو مطہر علی سے تھا سے رہے اس کے ہاتھ سے ہوئے عقائد و اہل عقیدہ کے رہے ان کے
 دین میں وہ نماز تھی اسے صحیح طور پر پیش پڑھتے رہے حتیٰ کہ جب وقت ملا تو نبی آخر الزماں پر ایمان لے آئے ہم ہیروں کو ثواب
 ضرور دیں گے کیونکہ ہم کریم ہیں اور ہم میں کسی کا جزو ثواب نہ ہو وہ ضائع نہیں کیا کرتے جو کچھ حالت عام اسرائیلیوں کے تم نے

سے یہ توبہ کے ہیں انہوں نے ابتدا میں ہی سرکشی کی تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام توبہ لاسے اور انہوں نے سہارا
اسرائیلیوں کو سنائی تو وہ کہہ بیٹھے کہ **سَمِعْنَا وَمَعِينَا** ہم نے سن توئی مگر عمل نہ کریں گے تب ہم نے ان پر طوف پھاڑا یعنی توبہ
سے انکار کریں گے مراد یہ لاکھڑا کیا تو شہادت کی طرح مارنے لوگوں پر پھینکا اور ان کے سروں سے توبہ ہو گیا نہیں مین ہو
گیا کہ لب ہمہر گرتی جانتے ہیں توبہ نہ لے سکا کہ جو احکام تم کو دینے جارہے ہیں انہیں خوب مضبوطی سے قبضہ کر لو اور اس
کتاب میں دو جگہ ہے اسے یاد رکھو عمل کرو تاکہ تم حق پر پوزگار ہو۔

لطیفہ: جب طوف پھاڑا لوگوں پر مسلما کیا تو یہ لوگ افسار اطاعت کے لئے سجدہ میں گر گئے اور بولے کہ مولیٰ ہم نے سہ
یکہ قبول کر لیا مگر ہمارے رشتہ پر کیا تھو پھاڑی طرف رکھی کہ کہیں ہم پر گرنے جلوسے لب بھی سجدہ میں رشتہ ہی سجدہ
کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کو اسی طرح کے سجدے نے پھاڑا ہے پہلا قاسب کا سجدہ تیرا مثل پر ہوتا ہے مگر یہ سجدہ رشتہ پر
(تفسیر کبیر)

فائدہ سے عین آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: پہلی آیت تکریمہ کتاب لکھ کر پڑھنا اس پر عمل کرنا ہے
اس کے بغیر کتنی ہی کیا جاسکتی ہے وہ محض بیچارہ ہے یہ فائدہ **وَالَّذِينَ يَمَسُّونَ** سے حاصل ہو اور یہ وہی آیت میں پہلے
فرمایا **يَمَسُّونَ بِالْكِتَابِ** فرمایا **وَالْقَوْمَ الصَّالِحِينَ**۔ دوسرا فائدہ: جب تک توبہ نہ آجیل منسوخ نہیں ہوتی
تھیں تب تک ان کو مضبوطی سے پکڑنا ان پر عمل کرنا ہدایت تھی لب ان پر عمل کرنا ہی ہے مثلاً انجیل میں شرابِ حلال کی کئی
جگہ اس وجہ سے حلال جانے کا لہجہ ہے ان کے عقائد ان کے غیر منسوخ اعمال پر لب عمل ہو گا مگر اس لئے کہ یہ قرآن کے احکام
ہیں دیکھو توبہ نہ آجیل میں حضور انور پر اہل لائے لاکھ تمہیں علم پر لب عمل دوسرے ہے قرآن کریم نے بھی یہی حکم دیا
أَسْأَلُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَاذْكُرُونِي یعنی **يَمَسُّونَ بِالْكِتَابِ** سے حاصل ہو اور یہ تیسرا فائدہ: قرآن پر
تعمیر لائق عمل ہے ہر شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے دستورِ عمل بنائے یہ فائدہ **الْكِتَابِ** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا ہے
الْكِتَابِ سے مراد قرآن مجید ہے۔ چوتھا فائدہ: تمام اپنی کتابوں میں نماز سے اہم چیز ہے یہ فائدہ **وَالْقَوْمَ الصَّالِحِينَ** سے حاصل
ہوا کہ رب تعالیٰ نے اسے **يَمَسُّونَ بِالْكِتَابِ** کے ساتھ بیان فرمایا مگر یہ بیان ہے کہ نماز پر نہ لیا کمال نہیں بلکہ نماز قائم
کرنے کا حکم دیا ہے چچوال فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ کسی نیکی کے بدلے جو ضائع ہونے کا خیال ہی نہ کرے کہ رب نے ضائع نہ
کرتے کا وعدہ فرمایا ہے اس کے وعدے پہچ ہیں وعدہ عاقبتی مانگن ہے یہ فائدہ **وَالْقَوْمَ الصَّالِحِينَ** سے حاصل ہوا ہے انہوں نے یہ
کہ نیکیوں کا ضائع ہونا اور انسان کی اپنی عقلی سے ہو تاکہ رب فرمائے **ان تعبدوا عما لكم و انتم لا تشعرون۔**
چھٹا فائدہ: لاکھ بدکار کے نیک اعمال ضائع ہو رہا ہیں ان میں قبولیت کے عمل پھیل نہیں دیکھتے کہ ان پر توبہ ملے یہ فائدہ
اجرا المصلحين سے حاصل ہوا کہ ضائع نہ کرنے کے لئے مصلحین کی توبہ لائق رب فرمائے **وقمنا الس ماعملوا**
من عمل فجملنا مہما منتورا۔ ساتواں فائدہ: تیرا مثل ہوئی قبول کی ہوئی چیز کا پتہ نہیں ہل سے ملتی ہوئی چیز ثابتا
ہے دیکھو مسلمانوں نے قرآن ہل سے لاکھ و تعالیٰ اب تک ان رہے ہیں اور انشاء اللہ ہائے قبول کرتے رہیں گے نبی اسرائیل
نے توبہ نہ کر لی تھی سب جلد اسے ہوا بیٹھے یہ فائدہ **وقمنا الس ماعملوا** سے حاصل ہوا اس حوالہ فائدہ: تعالیٰ فرمے کہ

پہاڑ کو اس کی جگہ سے اٹھیزے اسے اٹھوے اور پھر وہیں ہی قائم کرے۔ جواز ہے یہ قاعدہ بھی **وافتقنا الجبل** سے حاصل ہوا۔ لہذا حضور کا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ اگر میں پہاڑوں کو میرے ساتھ سوٹنے کے پہاڑ ٹھیس یہ بھی درست ہے کہ حضور علی کے فرمان پر درست چل کر آئے تو تمام احادیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ **فوقا** قاعدہ قرآن مجید کا تیسرا سہل میں آہنگی سے تائید تعلق کی غماز درست ہے کہ اس سے مسلمانوں کو سارے احکام پر عمل کرنا تساہل ہو گیا ہے، کہ تو سنت پر عمل سے انکار کسی کی ایک وجہ ہے یہ بھی سچی کہوں یہ یکدم سارے احکام آگئے یہ قاعدہ بھی **وافتقنا الجبل** کے واقعہ سے حاصل ہوا۔ دوسواں قاعدہ **کتب اللہ** کو مضبوطی سے پکڑنا اس کو یاد رکھنا اس پر عمل کرنا پھر بزرگوار نبی سے روٹنے سے بچنے کا اور یہ ہے یہ قاعدہ **لملکم تقون** سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: کتب الہی کو مضبوطی سے پکڑنے ہی ساری عبادت آگئیں پھر اس کے بعد **اقاموا الصلوٰۃ** کیوں فرمایا گیا لہذا تو سنت میں مذکور نہ تھی۔ جو اس لیے نہ فرمایا تاکہ ظہیرہ یا تو اس لئے کیا گیا کہ نماز سارے شرعی احکام میں اہم ہے اگرچہ یہ ہے آسان مگر صحت پر زیادہ گراں ہے۔ جب فرماتا ہے **واتھا الکبیر** تو اس لئے کہ نماز کی پابندی ساری عبادت معاملات کو آسان کر دیتی ہے چونکہ کتب تو سنت کو مضبوطی سے پکڑنا مشکل کلام تھا اس لئے فرمایا کہ نماز قائم کرو تاکہ ظہیرہ یہ مشکل تساہل ہو جاوے۔ **لا سرا** اعتراض: یہاں **بمسکون** مضارع اور شاعرانہ **اقاموا** یعنی اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جو اس لیے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ کتب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنا وقت ضروری ہے اور نماز اور کتب الہی کسی کی وجہ سے جگہ جگہ نہ نماز دن رات میں پانچ بار جمعہ کی نماز ہفتہ میں ایک بار عید کی نماز سال میں ایک بار یا اس لئے کہ **واقاموا** اصل ہے **بمسکون** کے فاعل سے تین کتب اللہ مضبوطی سے تھامیں اس حال میں کہ نماز کے پابند ہوں۔ خیال رہے کہ دین موسوی میں نماز تھی روزانہ وار بھی ہفتہ وار بھی سالانہ بھی مگر ان کے بدل روزانہ نماز دن رات میں وہ تھیں اس کا کچھ ذکر پہلے پارہ میں ہو چکا ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تعلق نیک کاروں کی نیکیاں بڑھائیں کرنا جس سے بہت چاہا کہ گنہگاروں کی نیکیاں بڑھانے کی خاطر انہیں اپنے پرانے کسی کی نیکیاں بڑھانے کے خلاف اختلاف ہے کسی سے کلام کرنا اگر مزدوری نہ دیکھنا حال پر اسے مزدور نہ لو ہا فرما دیا سو میں۔ جو اس پر اگر مزدور ہوتا ہے تھے اسے کلام کے خلاف کلام کرنا کہ وہ مزدوری کا نہیں سزا کا مستحق ہو سکتا ہے نہ بیچارہ بنانے کو کہا اس لئے اس جگہ کو اس کو مزدور دیا تو اس کو مزدور ہی بلانا کیا نام لے گا کہ میری زندگی میں ممکن تھا اس لئے وہ سرت کی زندگی میں بنایا ہے یہ مزدوری کیوں جائے۔ نیز گناہ اور اہم جزو نہیں ہیں اگر تہمتی عمل میں گناہ شرک نہ اوری کا نہ گناہ اور وہ متبول نہیں ہوتا۔ چونکہ **اعتراض** پہاڑ اکبیر کے ساتھ یہ کیوں فرمایا کہ **سكانہ ظلمتہ** یعنی **فوقہم** فرمانے سے حاصل ہو چکے تھے اور وہاں چڑھنا پہاڑ کی طرح ہوتی ہے۔ جو اس لیے فرمایا کہ وہاں میں تھامیں ایک سو کہ پہاڑ ساری قوم پر چمکایا تھا جیسے شامیانہ۔ اگر کہ ہاڑ سارے ہی وہ کہ مر جاتا ہے چنانچہ مضمین فرماتے ہیں کہ اس کا سوا یہ ایک کو اس تک تھا ہر ہاڑ طرف وہ سر سے یہ کہ وہاں شامیانہ کی طرح ان کے سروں سے بہت قریب تھا آسمان پہاڑ کی طرح روزانہ تھا ایک اشارہ کی وہ سچی کہ ان سب کا میرا ہوا گیا یہ معنی صرف **فوقہم** سے حاصل نہ ہوتے۔ پانچویں **اعتراض** یہاں اشارہ ہوا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا نہیں مضبوطی سے پکڑو اتنی روز عبادت کیوں ارادہ ہوتی صرف **خذوا** کا تعلق تھا۔ جو اس لیے فرمایا علی اس میں جاہل

تعلق اس آیت کریمہ کا بیسیل آیت ہے۔ جو طرز متفق ہے۔ پہلا تعلق بیسیل آیت میں اس مدعو جان کلا کر ہے جو نبی
اسرائیل سے طهارت کے وقت چراگیا گیا تھا۔ اسی آیت میں اس مدعو جان کلا کر ہے جو سارے انسانوں سے خوشی پایا گیا
تھا۔ یعنی ميثق کے دن کو پانچواں اور جبری مدعو جان کے بعد عام اور خوشی والے مدعو کلا کر ہے۔ دوسرا تعلق بیسیل آیت میں
نبی اسرائیل پر جنت قائم کی گئی تھی کہ انہوں نے مدعو جان ہم سے کئے پکارائیں تو ذکر مذاب کے متعلق ہوتا ہے اس آیت
میں سارے انسانوں پر جنت قائم فرمائی گئی ہے کہ تم سب ہم سے مدعو جان کر گئے ہو اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے تو سزا پڑے
گے۔ تیسرا تعلق بیسیل آیت میں ان لوگوں کی طرف سے آئی تھی جو کلب بن کو سنبھولی سے تھامیں اور نماز قائم کریں اب
اس طرف کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وہ وہاں لوگ ہیں جنہوں نے ميثق و کلام مدعو پر آگیا۔ چوتھا تعلق بیسیل آیت میں
حضور ﷺ کی نبوت آپ کے علم فیہ سے ثابت کی گئی کہ نبی اسرائیل کا بیڑا لایا اللہ تعالیٰ نے اور ان کے انکار کرنے پر پھر
انکار سے ہلنے کا بیان فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جو پانچواں نبی اسرائیل نے پیدا کیا جس سے حضور انور پر روشن ہیں اب اس
آیت میں اس سے بڑھ چڑھ کر حضور کاظم خلیفہ بیان ہو رہا ہے کہ حضور انور پر انسان کی اول پیدا ہونے کے وقت کے واقعات
پہنچا نہیں کہ وہ ميثق کے دن اب نے مدعو جان لایا وہ بھی حضور انور سے علیٰ سبب گویا حضور انور کا ایک شاہ بیان فرمانے
کے بعد دوسرا جب ترجمان بیان ہو رہا ہے۔ جس نبی پر عالم کی ابتداء تھی ظاہر ہے اس پر نبی اسرائیل کی ابتداء انسا کیسے بھپ
سکتی ہے (تفسیر صلی)۔

تفسیر: **وَالْحَافِظُ** قوی ہے نہ کہ یہ جملہ ناپے لگا اس کا لفظ ابتداء سے ہے اور یہ **الْحَافِظُ** پر شہداء موصول ہے بعض
مفسرین نے فرمایا کہ یہ **حَافِظٌ** ہے **وَالْحَافِظُ** لفظ ارتداد کا لفظ ہے مگر یہاں بات ظاہر ہے و معنی اگر یہ **الْحَافِظُ**
موصول ہے تو نبی اسرائیل پر دوسرا لازم ہے کہ انہوں نے ميثق کے دن ہم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ نہیں باکر ہو تو ہم پر علیہ
اسلام کو اور یہ سبب سے علیہ اسلام کو نہ لیا جائے جیسے کہ تو نے ماننے کا وعدہ کر کے اسے توڑ دینے کا عرف ہے مگر **الْحَافِظُ**
موصول ہے یعنی اب محبوبان لوگوں سے اس وقت کلا کر کہ خیال رہے کہ یہاں **الْحَافِظُ** لفظ ہو اور **الْحَافِظُ** لفظ ہے اور
تاکہ اس مدعو جان کی عظمت لوگوں کے اہل میں بیٹھ جائے کہ اس **الْحَافِظُ** انسان کی اشریت اس کے خاص چنانچہ طرف
اشارہ ہے کہ وہ حفاظت الہیہ کے اہل ہے اس لئے اس کے ساتھ **وَسِکْرًا** لفظ ہے تاکہ حضور انور کی عظمت بھی اشارہ
معلوم ہو کہ ہم نے لوگوں سے یہ مدعو جان اس شان سے لیا کہ ہم اے محبوب قہر رب ہیں اور ہم اس طرف چاہتے ہیں
چاہتے ہیں کہ میں رب محمد ہوں۔ (ادوار المعانی) گویا اس مدعو میں اپنی اوجیت کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کے اقرار کا ضمنی
ذکر ہے **مَنْ** یعنی آدمی عبادت **الْحَافِظُ** کے متعلق ہے نبی تو ہم سے مراد انسان ہے کیونکہ بشر **الْحَافِظُ** قوی کی طرح نبی تو ہم ہی
انسان کا ہم بن چکا ہے لہذا اس میں تو ہم علیہ اسلام بھی داخل ہیں کیونکہ پہلے تو انہیں کی پشت سے ان کی اولاد نکلی گئی پھر اولاد کی
پشت سے ان کی اولاد اسی طرح نکلی تو قیامت تفسیر صلی وغیرہ **مَنْ** **ظَلَمَ** اور **هَمَّ** عبادت **مَنْ** آدم سے بدل نہیں ہے
ظہور جمع ہے عربی۔ معنی پشت چینیچہ لایا گیا ہے اور **الْحَافِظُ** کی پشت میں رہتا ہے پھر وہیں سے نکلے ہو گئے کہ یہاں سے تمام کو

باب کی باتوں سے لگا یا تھا نہ کہ اس سے پہلے سے اس نے حضور فرمایا تو وہم خمیزہ لڑا رہا ہو اور بیٹے بیٹیاں سنی زہلی نہیں اس قرآنِ عالی سے جس حدیثِ اسلام مستثنیٰ ہیں کہ آپ کو نہ آپ مریم کے ہاتھ سے نکلا یا نور پور میں ہی منہ سے راستہ سے واہیں کیا یا ایسا کہ حدیث شریف میں ہے نیز اس سے وہ انسان ٹیکہ ہیں جو چین میں فوت ہو گیا یا ہمارے ربہ جن کی شادی نہ ہوئی جیسے شیخہ اسلام باہن کے لولہ نہ ہوئی۔ جن کے اولاد ہونے والی تھی ان کی پشت سے اولاد نکلی گئی تفسیر روح البیہ (فیروز) خدیجہم یہ انبیاء افضل ہے ہے فریضت ہا ہے خود سے۔ معنی چھوٹی سے بیج نئی اسی سے ہے اور لولہ کو ذرت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مشتق کے دن چھوٹی بیوی کی شکل ظاہر ہوئی تھی اس میں لڑکے لڑکیاں سب داخل ہیں۔ خیال رہے کہ فتوہ دس نہیں نکلی گئی تھیں کیونکہ آپ کی پشت میں لولہ نکلا ہوتا ہے نہ کہ روح وہ تھیں کہ میں میں چاند لگ کر جانے پر عالم ارواح سے لاکر مال جاتی ہے اس دن اولاد نکلا، جز لایجتہزی نکلا یا اس میں وہ روح نالی گئی تو آئندہ نکلیں والا جانے والی تھی ان کو حمل و ہوش نشہ دیکھنے سمجھنے کی قوت ہی گئی میرا کہ ایک وقت ہماروں میں بولنے کی طاقت ہی گئی کہ انہوں نے فتوہ علیہ اسلام کے ساتھ صحیح کی۔ نگہوں نے حضور پرورد و شریف پورا حدیث حضور کے علم پر چل کر آئے اونٹوں نے حضور کو سمجھ کر یہ قہموا تھا اس بنا پر تھے کہ ان بیجوں میں حمل و ہوش کو شہید افریادے گئے تھے یہ (فیروز) فتوہ آیت پر کوئی اعتراض نہیں تھی یہ ہے کہ ذرت میں حضرت انبیاء کرام بھی داخل ہیں کیونکہ یہ وعدہ دیوتا ہن سے بھی پایا گیا تھا اور میں ان حضرت کو اس سے علیحدہ سمجھتا رہتا ہوں۔ **میں و لشہدہم علی انفسہم**۔ عبارت مطوف ہے انشد پر **اشہد کا علی رب تعالیٰ**۔ ہم کا معنی فریضت کیونکہ فقط ذرت اگرچہ موند ہے مگر اس کے معنی ذکر حج ہیں کہ اس کے معنی ہیں لولہ۔ انفس جمع ہے نفس کی نفس کے معنی ہیں خون، جان، نفس لولہ، نفس ملت، نفس لولہ ذرت ایساں۔ معنی ذرت ہے اگر **انفسہم**۔ مطلب ہے کہ ایک دو سرے پر گولوتب کو لولہ یعنی اپنے معنی میں ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہر شخص اپنے پر گولوتب کو لولہ یعنی۔ معنی اقرابہ ہے چونکہ یہ کو لولہ یا اقرابہ کو لولہ پر قیامت میں ان کے خلاف ظم آوے گی اس لئے **میں علی لولہ** یعنی ان سب کو ایک دو سرے پر گولوتب ہر ایک سے اقرابہ وعدہ لولہ **المستجب بکم**۔ **میں علی قال** پوشیدہ ہے ظاہر یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ان سب پر اپنی تجلی ڈالی اپنا اسم لکھ لیا اور پھر ان سے یہ سوال کیا بعض مفسرین نے فرماتے ہیں کہ کفار پر تجلی تو ڈالی تو مومنین پر تجلی رحمت (روح تعالیٰ) **المستتب** سوال سوال اللہ کی بندگی پر داخل ہوا جس سے یہ ثبوت ہوا کہ ایک خیال وہ ہے کہ رب تعالیٰ عالم ارواح میں روح کی پرورش فرماتا تھا اور عالم ایساں میں ان ذرت کی جو آن اپنے پاپوں کی پشت سے ظاہر ہوئے یہ روایت ظاہر تھی اور ہے اور ہے کہ انذایہ سوال باطل درست ہے یعنی مجھے دیکھو اور لولہ کو یکیش شمارا رہ نہیں ہوں ضرور ہوں۔ **قالوا بلی شہدنا**۔ ان سب کا جواب ہے سب سے پہلے حضور نور نے **بلی** فرمایا پھر آپ سے من کردو سرے انبیاء کرام نے پھر باقی تمام لوگوں نے مگر مومنین نے تو بخوشی **بلی** کی اور کفار و منافقین و مشرکین نے ہتھیار مجبوراً **بلی** کی اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ مومنین کے چھوٹے بچے جو مر جائیں وہ جنتی ہیں کہ وہ مشتق والے ایمان پر دنیا میں آئے اسی پر مرے مگر کفار کے چھوٹے چھوٹے مر جانے والے بچے تو وہی ہیں کہ وہ مشتق کے دن والے خلق و کفر پر پیدا ہوئے اس پر مرے مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کہ **میں مولودو للمیں الغطرہ** ہر چہ ظہری

بندہ روز میں نہ ٹھنی جائے گی یہی بعض ائمہ اور مومنین روز میں مہوہ کر کے ہر نفل کر سنت میں بھیجے جائیں گے۔
 سوال 8: یہ عہد لینے میں قائم کیا ہے، جو اسباب: تاکہ انہیں آکر بد عہدی بنے وقتی کرنے والوں کو قیامت میں پھر اجلا بے
 انہیں اس پر کوئی خطر نہ ہو۔ سوال 9: ان لوگوں کو جب اپنے اصول یعنی پاؤں کی پشت میں دلہن کیا گیا یا نیلے ان کی رات
 نفل بعد میں دلہن نیا دلہن اونٹ جائے کہ بعد رات نفل۔ جو اسباب ظاہر ہے کہ پہلے رات نفل بعد میں دلہن کو نفل میں بچ
 اس کے بعد سے جان کے زمین پر آئے بھر قبر میں جان نکلے گا۔ ہاں کے بعد چائے قبر میں جان نکلے نہیں نکل جاتی۔
 سوال 10: ان لوگوں کی رو میں اس نفل جائے بعد سال گئیں۔ جو اسباب: جن سے لائی گئیں تھیں وہیں نفل انہیں
 ظاہر ہے ہی ہے حقیقت حال خدا جلالت۔ سوال 11: یہاں تو یہ فرمایا گیا کہ اولاد تو م کی پشت سے اٹھی رات نفل آئی ہے نہ فرمایا کہ
 تو، تو م کی سلامتی رات سے بھی لائی اولاد نفل ہی اس کی نیوچہ ہے، جو اسباب: یہ بنت دینے بھی بغیر ہاتھ معلوم ہوئی کہ
 پہلے اولاد تو م میں ہی یعنی پشت سے نکلے پھر اس اولاد کو اولاد کی پشت سے اگر یہ لوگ حضرت آدم کی پشت سے نہ نکلے تو ان کی
 اولاد کیے نملات لورنی آدم بن ساق بیٹے۔ سوال 12: وہ نفل کس رکھنا یا کس میں یہ عہد چنان کرتے ہیں، جو اسباب
 حدیث شریف میں ہے کہ وہ عہد نفل اسود میں محفوظ ہے سب اسود خانہ کعبہ میں نصب ہے اس قیامت میں یہ پھر اس
 طرح آئے گا کہ اس نے انہیں زبان نہ دے وغیرہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قدرت والا ہے۔

فائدہ: اس آیت لیس سے چند فائدہ حاصل ہو۔ پہلا فائدہ: فقہ حنفی نے اپنے محبوب صحابہ کو لیس و تخریج کا
 علم بخشا اور انسان کی ابتدا آفرینش کے وقت کی تحریر حضور خور کی معرفت، نیا کو جس سے فائدہ و اخذ میں انصاف و شہد
 سے حاصل ہوا۔ اور صرف فائدہ انسان اشرف المخلوق ہے، یکو یہ عہد چنان صرف انسان سے لیا گیا، فرشتوں سے لیا گیا، خود
 فلان سے نہ جنت سے نہ کسی اور مخلوق سے یہ فائدہ کہ منی تو م فرانس سے حاصل ہوا، تیسرا فائدہ: عورت سے مرد نفل
 ہے و یکو عورت انسان کو ان کی بچوں کے ہیبت سے نہ نکلا گیا بلکہ باپ کی بیٹی سے نکلا گیا معلوم ہو کہ باپ اولاد کی اصل ہے یہ
 فائدہ من ظہور ہم فرانس سے حاصل ہوا، اس لئے نسب باپ سے چلے ہے نہ کہ ماں سے۔ چوتھا فائدہ: انسان کا اقرار کیا
 اس کی اپنے حقیق کوئی ہے، یکو یہ اس اقرار کو کوئی فرمایا **اشہدہم علی انفسہم** اس لئے شریعت اقرار کو
 کوئی مانے زمانہ نبوت یا چار گواہوں سے ہوتا ہے یا چار اقراروں سے یہ فائدہ **واشہدہم علی انفسہم** کی دوسری
 قسم سے حاصل ہوا جبکہ **انفسہم** سے مراد خود ان کی اپنے ذات ہوں۔ یا پھر اقرار فائدہ: یہ عہد رات مبارک انسانوں سے
 لیا گیا کسی کہ حضرات انبیاء روم سے لے کر اہل کتاب حضور مصلیٰ سے بھی یہ فائدہ **فدیہتم** کے اطلاق سے حاصل ہوا جس کی جو
 سچے دیا میں یہ کہ تہی فوت ہو جاتا ہے ان سے بھی یہ عہد لیا گیا ہے، ہر سے جو سچے دیا ہوتے ہیں، سچے کہتے ہیں وہ
 اس عہد میں شامل نہ تھے کہ وہ ذمت نہیں۔ چھٹا فائدہ: اس عہد رات سے زیادہ اہم اور سنگین وہ عہد تھا جو حضرات انبیاء
 روم سے حضور مصلیٰ کے متعلق لیا گیا کیونکہ یہاں صرف ہلکی برکت کی گئی ہر جہاں ارشد ہوا اقبال **واقرو تم واخذتم**
علی ذلکم عاصری تو سب نے اس لیا **قالوا اقررتنا قال فاشہدوا لو انکم مکہ من الشہدین** اس کی قسم
 ہم خند تعالیٰ تیرے پاس رکھے ہیں۔ سوال 13: فائدہ **اشہدہم** سے حقیقی کا اقرار، چنانچہ ہر عہد سے نئی اقرار

اگر کوئی کسی سے لے کر اہل طاعت و جنت تک پہنچانے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی سگی وہ جو اب میں گروہ بلی ہے یہ طلاق دینے کا قرار ہو گا اور اس میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ آنکھوں کا نذرہ بنی کا پورا دلا یا پورا نذرہ دیکھے ہو سنی طہر تہی ہو تے۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ **فانہ عنہنا غافلین** سے حاصل ہوا اس میں غفلت کی نفی فرمائی گئی ہے۔ وہ واقعہ ہم میں سے کسی کو یاد نہیں۔

یہ سہل اعتراض ہے۔ بعد میں کسی کو یاد ہی نہ رہا تو اس کے لینے سے فائدہ کیا تھا یہ سب فائدہ ختم کیوں کیلئے جو اب: جب میں اپنے ہونے بیٹے کو اس کے بچپن کی باتیں سناتی ہے تو وہ جو میں بظاہر نہ جانتا تھا کہ اسے ملے پر اتنے ہی ہوں یہ جب حضرات الغیاء کو اس نے آسمانی کتابوں سے سوا بھلا ہوا و امجد یاد دلا تو ہم کو بھی چاہئے کہ بلا تامل میں لیں یہ بات ہے فائدہ جب ہوئی نہ سب یا بھی نہ دلائی جاتی۔ **دوسرا اعتراض** کیا اس دن کا ایمان یعنی ایمان روزِ مشیق شرعاً مستحب ہے اور کیا تمام انسان اس دن مومن ہو گئے تھے۔ جو اب: اس ایمان پر شرعی احکام مرتب نہیں گئے نظر کے لئے مومنوں کو مومن نہ کہا جاتا ہے۔ گناہوں کی نفاذ چاہے ہو نہ انہیں مومنوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے بلکہ وہ اپنے پاپوں کے تاج ہوں گے۔ روزِ جنوں ہونے پر انہیں مرتد کہا جائے گا کیونکہ وہ ایمان فطری سے کلمہ ایمان شریعی سے نہیں بکرتے ایمان شریعی وہ ہے جس کا انسان دنیا میں **اگر مکلف** ہو تے ہیں بعض صورتوں میں اس فطری ایمان کے بنا پر نجات کی امید ہے چنانچہ کفار کے کا بھیچنے جو فوت ہو جاویں وہ اس ایمان کی بناء پر روزِ نش سے نجات پائیں گے۔ **تیسرا اعتراض** یہ ہے کہ عطاء فرماتے ہیں کہ کفار کے کا بھیچنے جو فوت شدہ ہیں ہم میں جائیں گے بلکہ بعض احادیث میں بھی یہی وارد ہے اس قول کی بنا پر انہیں ایمان فطری کی بنا پر نجات کیوں نہ ملی۔ جو اب: ہمیں پاپوں سے احادیث مختلف ہیں بعض میں ہے کہ وہ اپنے پاپوں کے تعلق ہو کر روزِ نش میں جائیں گے بعض احادیث میں ہے کہ وہ جہنم ہو کر رہیں گے۔ **چوتھے** کلمہ کہتے ہیں یہی اس کی سزا ہے کہ بعض میں ہے کہ وہ جہنم کے تعلق ہو کر جہنم میں رہیں گے تو یہ ہے کہ **آخری حدیث** شرح ہے کجلی احادیث منسوخ ہیں اس میں کی تائید آیات قرآنیہ سے ہے **رب فرما ہے۔ انما تعزرون ما كنتم تعملون اور فرماتا ہے ان اللہ لا یظلم مشقال فرة** وہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ مشیق کے دن بعض نے تو بخوشی کہا بعض نے بخوشی سے جنوں نے بخوشی سے بلیں کہا وہ روزِ نش میں گم رہے قول قوی نہیں حضور خور چھانے فرمایا **کل مولود یولد علی فطرۃ** اس بلیں کہنے کو حضرت فرمادے اگر ان کلیہ کہہ سکتے ہوتے تو منافقت کو فطرت نہ کہا جاتا۔ **چوتھا اعتراض** یہ اقرار خود آدم علیہ السلام سے بھی کر لیا گیا تھا یہ فطرت کی نواہی سے ہی۔ جو اب: ظاہر یہ ہے کہ ان سے نہیں کر لیا گیا کیونکہ **اشھدھم** کی صیغہ زنت کی طرف ہے نیز آدم علیہ السلام اس سے پہلے سمجھلا کہ جو چکے تھے اس جسم کے ساتھ اللہ کی مہولت کر چکے تھے وہ تو اس کا اقرار پہلے ہی کر چکے تھے **قولا** بھی **عما** بھی۔ **پانچواں اعتراض** ہاں آیت کہہ رہے ہیں کہ **معلوم** ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پاپ سے پیدا ہوئے کیونکہ زنت آدم میں وہ بھی داخل ہیں ان سب کے متعلق **ارشاد ہوا من ظہورہم انہیں پاپ کی باتوں سے نکلا** مضمون ہوا کہ وہ بھی اپنے پاپ کی وجہ سے تھے۔ جو اب: آخر کتابت سے بعض افراد علیحدہ ہوتے ہیں اس کلمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہیں کیونکہ **رب فرما ہے انما خلقنا الانسان من نطفہ امشاج** ہم نے انسان کو مخلوق نطفہ سے پیدا کیا اس قاعدہ سے

وَلَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٠﴾

آئیں اور پھر لوگ وہ سب لوگ
اور اس لئے کہ کہیں وہ پھر آئیں

تعلق: من آیات فانجیلی تھیں سے چند طعن تعلق ہے یہ سلا تعلق: پچھلی آیت میں میں مشتق کے دن کے ایک
 مدعیوں کا کہنا ہے کہ وہ اور ساتھ ہی من ایک علت بیان ہوئی ان **تقولویوہا لقیمتہا** اس مدعیوں کی دوسری
 علت بیان ہوئی ہے کہ رب تعالیٰ کے اس ہمیشہ ہی علمیں جس کو مستند اور بیان ہو رہی ہیں وہ اسرا تعلق پچھلی
 علت میں نکلا کہ ان کا مدعا تھا وہ اپنے حقیق نرسختھے کہ ہم نے شرک کو کفر یا کرب فریب میں لیا ہے جو کہ ہم اس
 ہوئی چاہتے۔ اب ان کے اس مدعا کا جواب یہ درود اپنی ہے کھلی کے حقیق کرتے تھے کہ وہ علمیں ہم نے نہ میں شرک و کفر
 سے مراد ہو اور اس کے حرمی براہیم کو نہ علی چاہتے تو یہ عملی کے: ان کے بوجہ عمل کے مدعا کہ ہے نہ یہ دونوں مدعا
 ان کے خلاف ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کہ میں نکلا کہ اپنے شرک کو کفر کے حقیق ایک مدعا کہ زہرا اپنی اپنی
 فعلت اب ان کے اور اس مدعا کا کہنے میں تخلیق مشرکین کے موہد اور اسباب دواتھے ہم موہد نہ تھے بلکہ ان کے مقصد
 تھے۔ اب یہ قصور ہیں ان میں ہی تکیہ سے یہ بچتے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں مذمت ان اس مدعا کہ ان کو اور اس
 سارے کر سکتے تھے لوگین سوں: فریق موہدین ہیں یا مقلدین اب ان کی اس مذمت کا ذکر ہے جو ان کے بچنے میں
 مقلدین کر کے وہ مدعا کے مدعا کی خصوصی مذمت کا تو ہے۔

تفسیر: **ان تقولوا یہ عمارت معترف ان تقولوا لہذا ایسا ہی ہوا تو کہتا ہے یہ شہد ہے یا لا مقدراں تقولوا** اس
 احتمال ہیں ایسا ہے کہ اس میں اسے ظن کا۔ کے ان لوگوں سے ہے جو خود سالی میں تاکھ رہے کہ ان کے دو ہی دائرہ میں
 چاہیں گے اور اور میں لکھو اور خدا۔ نیز کے تو ان کو وہی مدعو مشتق والا مدعا یاد کر لیا جو ہے گا یہ ان لوگوں کا قول ہے جو
 خدا کے تاکھ لوگوں کو اور شی باتے ہیں ان کے اسباب کے کھلی وجہ سے۔ اس سے یہ کہ اس میں خطاب خدا کی ان لوگوں سے
 ہے جو اپنے باپ دادوں کی اچھا بھی شرک نہ کر کے رہے انہوں نے بھی اسلام تو حید کے حقیق سچا اور غور کیا ہی نہیں
 بہا قول ہی ضعیف سے یہ نہ تاکھ سیکے وہ اسے پاک نہ **مکلف** ہیں نہ کسی خطاب قرآنی میں اور **تقولوا** میں
 بھی خطاب ہے ان میں بھی وہ اس میں سارے خطبات قرآنیہ عقلی وہ اس لوگوں سے ہیں مشرکین و کفر کے ہیں ایک
 موہدین شرک اور مقلدین ہیں مقلدین سے خطاب ہے خیال رہے کہ شرک نقل کا ہونا اصل جلیلہ و فیہ اور زنا
 وہ اول قائلین قوم ہے کہ اس سے ان چیزوں کی بنیاد شیطان کی تعلیم سے رکھی جیسا کہ ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں
 یہ نئی شہد ہے کہ باپ یعنی آدم علیہ السلام ایمان لایا تہات مہملات کے موہد بنا کھو اور اللہ و فسق و فجور کا موہد یا **مخرج**
العین من العین میں ہی قائل سے مراد قیامت سے ان کا قول ہے کہ رب تعالیٰ انہیں داعی مرد کا حکم ملنے لکھا
اشرکنا وانا من قبلہ عذرت **تقولوا** یہاں اس لائق سے پہلی تفسیر کی بنا پر سمجھی ہیں کہ انہوں نے باپ دادوں

لے ہی شرک کیا ہم نے نہ کیا ہم تو لا کہیں ہی میں فوت ہو گئے وہ سری تعمیر کی بنا پر معنی یہ ہیں کہ شرک و کفر ہمارے باپ اور اول
 نے ہی ایجاد کیا وہ بھی پہلے شرک تھے انہوں نے ہی پہلے شرک کیا ہم نے نہ کیا ہم تو ان کی ایجاد بھی شرک و کفر کرتے رہے۔
 خیال رہے کہ یہاں انصاف اور اطمینان کے لئے ہے نہ کہ حصر حقیقی کے لئے یعنی ہمارے لئے جو ہر شرک و کفر ہے، بہت تھے وہ نہ
 حقیقی سوا ہر شرک تو قابل ہے کہ پر بلا شرک وہی ہے۔ من قبل یا تو کثرت کے کا طرف ہے یا تین کا طرف ہو کہ لیاؤ مافی
 صفت پہلا اہل قوی ہے قبل کا صنف الہی پر شیعہ ہے یعنی من قبلنا یہ حقیقی خیال میں رہتا اس سے سادہ اعتراض
 اٹھ جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ من قبل کا صنف الہی پر شیعہ ہے اصل میں من قبلنا اس لئے قبل پیش پر معنی ہے کہ ان کا

صنف الہی لغتوں میں پر شیعہ ہے۔ حقیقت ہی مراد ہو سکتا خذیتہ من بعدہم۔ عبارت انما لشرک پر "مطوف
 ہے اور تلو لوالا مطول" مطوف علیہ میں اپنے باپ اور ابا قصور مند ہو بیان کیا اور اس عرض معروض میں انہوں نے اپنا سب
 قصور اور ذمہ ان کا کیا سنا کے معنی ہیں تھے ہم تو ان میں ہیں ہم خودیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظلم ماقبل کفار کا ہے جیسا کہ ہم
 اسی جگہ اہل آیت میں عرض کر چکے کہ خودیت کھو اور لاؤ کہنا ہمارے بعدہم میں بعدتے مراد اور تو زانی بعدتے بنا رہے
 کی بعدتے یعنی ہمارے باپ اور پہلے شرک و کفر پہلہ کر کے چلے گئے ہم فن کے زندہ کے بعد تو ان میں پہنچے فن کے رسوم
 و رواج چیلے ہو نہ دیکھے ہم نے بھی وہی نام کے بارہ دنیا میں پہلے پہنچے ہم فن کے بعد پہنچے ان کی گود میں پہلے ہر جگہ وہ کچھ ہم نے
 انہیں کرتے، لیکر وہی ہم نے بھی کیا تھا لکن تا مافصل المبطلون یہ بھی انہیں کی کھنگو ہے ان کی عذر خرافی فاجر
 اس میں سوال انہاری ہے تھلک میں ہلاکت سے مراد موت ہے انہیں کہ روزخ میں کھی کافر کو موت نہ آوے کی بلکہ اس
 سے مراد واقعی مذاب بے ہمتی بے سبب ہات مراد شرک و کفر و عملوں کی ایجاد ہے نہ کہ خود کفر شرک کہ یہ جرم تو
 خود انہوں نے ہی کئے تھے مبطلون۔ مراد ان کے باپ اور پہلے ہیں کفر و شرک کے موہد ہیں جن کے عقیدے "اموال"
 اصل "احول" سب ہی اہل نئے یعنی اسے رب و جہد کریم کیا تو ہم تو ان جوئے کفار جو جہد کفر کی بد عملوں کی وجہ مذاب
 رہے لگ نہیں ہرگز نہ اسے تاکہ ہم قصور ہیں اصل جرم تو وہ جو جہد ہیں۔ وہ سری تعمیر وہ لوگوں نے اس کے یہ معنی کے کہ
 کفار کے پیچھے گرفتاری کے وقت کہیں کے کہ خدا یا ہم تو نہیں ہی میں مر گئے جرم تو ہمارے باپ اور انہوں نے کئے کیا تو ہم کون کے
 جرم میں پکڑے کا اثر پہلی بات بہت قوی جو کذلک منقص الایمت ہے فرمان عالی رب تعالیٰ کا خود اپنا قول ہے یہ جملہ
 نیا ہے اس لئے اس فاروقیہ لہذا لہذا لہذا ہے کذلک اور جز سے مرکب ہے لگتہ نسبتیہ اور فالک اسم اشارہ اس
 خالک سے مذکورہ بیان کی طرف اشارہ ہے اس سے پہلے ایک مختصری عبارت پر شیعہ وہ بل جلا سے تو بہتر ہے کما بیانا
 ہذا اور منقص بنا ہے تفصیل سے جس کا وہ ہے فصل۔ معنی ہوائی تفصیل متعلق ہے اہل کات آیات سے مراد قرآنی
 آیات ہیں یعنی جیسے ہم نے یہ مذکورہ جہاد میں صاف صاف بیان فرمایا اسی طرح ہم ہر قسم کی آیات قرآنیہ عقائد کی دوسری
 اہل کی اعمال میں عبادت کی ہوں یا سہلوات سب کی سب تفصیل دہرا ایک دوسری سے جدا جدا کر کے بیان فرماتے ہیں صرف
 اہل پر کاتبت نہیں ہوئی ولعلہم یبرہمونہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے اور لہذا لہذا لہذا ہے کسی پر شیعہ عبارت پر معطوف ہے
 اور تو حافظ اصل عبارت یوں ہے لیقفوا علی ما فیہا روح البیان (العل کے متعلق) بار عرض کیا چاہتا ہے کہ یہ

بندوں کے لحاظ سے امید ہے کہ ہو ثابت اور رب تعالیٰ کی نسبت سے۔ معنی تاکہ جتنی ہم تکمیل و اہمیت اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ یہ لوگ ان کے عقائد پر مطمئن ہوں اور تاکہ اپنے یہ عقائد سے نیک عمل کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ وہ دنیوی طرف رجوع نہیں کرتے اور ان کی طرف ظالمین سے عرفان کی جانب توجہ سے توفیق کی طرف اہمیت۔ سختی کی طرف حقوق سے قائل کی طرف نفسانیت سے دور جاننا کی جانب اس طرح کہ گزشتہ پر بلا ہم ہوں آخر عالمی اصلاح کریں۔

خلاصہ تفسیر ہے کہ کو ایسی ہی کہ نہ ہو۔ صوبہ ان تم سے اس لئے کہ تاکہ تم قیمت میں وقت حسیب تو یہ کہ سوا کہ سولی تم نہ ہو و اطاعت سے جب تم نے اگر خدا ہو تو ہنکے مومن یعنی ہم سے تصور ہیں اور یہ کہ تاکہ سولی شرک و کفر بد عملیوں کا مارہرہ باپ دادوں نے اپنا لیں ہم تو ان کے بعد دنیا میں آئے ہم نے ان کی کفر لیا ایمان و اسلام سے خدا راہ تھے ہم کفارہ کفر کی کو او تھے جو ان میں نہ رہا رکھا وہی ہم نے کیا ہوا سولی تصور تو مومن کو جہنم کا ہے نہ کہ مقلدین کفار یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو رحیم و کریم ہم کو ہمارے باپ دادوں کے جرم میں نکالے ان تصور دادوں کو پکا ہم سے تصوروں کو چھوڑنے سے جہنم ہم نے یہ واقعہ مشرق صاف صاف بیان فرمادیا ایسے ہی ہم ہر قسم کی آیات عقائد 'اعمال' 'مہلوات' 'معلقات' 'معاش' 'معدن' 'انقلابات' 'مکلی' سیاسیات کی آیات تکمیل و اصلاح بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ ان میں خود کریں اور کفر سے ایمان کی طرف ظالمین سے عرفان کی جانب ہاری سے نیک داری کی طرف نفسانیت سے دور کی سمت رجوع کریں۔

فائدہ سے جن آیات کریمہ سے چند لاکھ سے حاصل ہو سکے پہلا فائدہ: شرعی احکام میں بے خبری مستتر نہیں یعنی وہی سب خبرورہ کر رہے کہ مذہب سے چھوٹ نہیں سکتا ہر شخص پر فرض ہے کہ بقدر ضرورت وہی مسائل سمجھے۔ فائدہ و نفعاً اللہ کے بارگاہ میں حاصل ہوا آج حکومت اپنے قوانین مستتر کر دیتی ہیں اس کے بعد خلاف ورزی کرنے والے کا یہ ذمہ نہیں رہتی کہ ہم کو اس قانون کی خبر نہ تھی رب تعالیٰ نے بذریعہ نبی صلا و تحریک مجید اعلیٰ نہ یہ اپنے قوانین مستتر فرمادے اب سب خبری ہڈ نہیں۔ دوسرا فائدہ: عقائد میں باپ دادوں کی تقلید و سنت نہیں لہذا تعالیٰ نے عقل دی ہے خود تحقیق کو اور درست عقیدے اختیار کرے۔ فائدہ و کفایت ہمیں بعد ہم سے حاصل ہوا محض عقیدے میں اختیار نہ کرنا عقیدے صرف فروری مسائل میں کی جا سکتی ہے وہ بھی جب تک وہ حکم نفس میں دروزہ ہوئے ہوں۔ تیسرا فائدہ: توجہ اولیٰ تہ سخت تر جرم ہے کہ ہم میں دوسرے لوگ یہ گناہ کرنے والے بھی مجرم ہوں گے وہ یہ ہڈ نہیں کر سکتے کہ ہم اس گناہ کے سوا نہ نہیں۔ فائدہ و فتنہ کے نامہ فاضل سے حاصل ہوں جو تھا فائدہ جو تکہ قرآن مجید میں داخل کردہ عیب ہر طرح کی آیات موجود ہیں اور قرآن مجید نہایت جامع کتاب ہے۔ فائدہ و تفصیل الایمان سے حاصل ہوا پانچوں فائدہ و عقائد میں گناہ اپنے باپ اور اول قرابت سے ہوا ہو جائیں گے ان میں جو نافرمانی کا باطل پرست نہیں گئے یہ فائدہ و فعل المبتلون سے حاصل ہوا کہ کفار و کفرین نظر میں اپنے سرداروں کو مسلمین یعنی جھوٹے باطل پرست نہیں گئے یہ شکر تو مومنین ہی ہوتی نہ ان کی صحبتیں جتنی دنیا میں تھیں دیکھیں قائم رہیں گی بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ جائیں گی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے الاخلاء یومئذ

بعضہم لبعض عدو الایمتین

پسلا اعتراف میں ہیں آئیہ کر کے عرض و معروض سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ معذرت مشرکین کے دو حصوں نے مانگ لی ہے۔
 کریں گے جو تا بھی میں سرگے جنہیں بدعتیہ کی بنا پر علی غلوقتالی نہ ملا اور وہ بھی دو طرح میں جائیں گے کہ ان کی یہ عرض قبول
 نہ ہوگی کیونکہ ارشاد ہوا انما اشركوا باؤنا فانما اشركوا بآبائنا۔ باپ دادوں نے شرک کیا یعنی ہم نے نہیں کیا اس آئیہ سے صاف
 معلوم ہو رہا ہے کہ کفار کے بچے جو بچپن میں فوت ہو جائیں وہ کافر ہیں اور ذمی ہیں (بعض علماء جو اب ہم بھی تفسیر میں عرض
 کر چکے کہ یہاں اشركوا کے معنی ہیں شرک نہ کرنا کیلئے اور مطلب یہ ہے کہ ہم شرک کرنے میں بے قصور ہیں کہ ہم تو
 بڑی رسوم جو بچپن میں تھیں اس کے حامل ہوئے اس لئے من قبیل ارشاد ہوا انہیں یہاں نہ فرمایا گیا کہ مولیٰ ہم نے شرک نہیں کیا
 اپنے سے شرک کی حقیقت میں کی غلط آئی یہ ہے کہ یہ معذرت مائل بالغ کفار کی طرف سے ہوگی جو گذشتہ مشرکین کے مقدمے
 پر اگر یہ معذرت لے لیں کہ بچوں کی یہ تو وہ ظاہر اس میں حق بجانب ہوں گے کہ میرے مولیٰ تمہارا خون یہ ہے کہ بغیر جرم کے تو سزا
 نہیں دیا تم نے کوئی جرم نہ کیا جرم کا خیال بھی نہیں کیا پھر ہم سزا کس چیز کی پارہے ہیں۔ دو سرا اعتراف یہ کیا ہے کہ مذکور
 معذرت صرف مشرکین ہی کریں گے اور سرے کفار نہ کریں گے آفرودن میں تو ہر کافر جہاں کا مشرک ہو یا اور ہم کافر۔
 جو اب ہم نے پارہ عرض کیا ہے من جیسی آیت میں شرک۔ معنی کفر ہونا ہے یعنی نوع سے جس مراد ہوتی ہے ہر کافر کی یہ

مصلحت ہو گا اور کورب فرمایا ہے کہ مشرک نہ بنائیں گے اس کے سوا حق نہیں گے بخش دیں گے تو ان کا غلبہ یہ نہیں کہ باقی
 سارے کافر بخش دینے جائیں نہیں بلکہ کفر نہ بنائیں گے ان اللہ لا یغفر انہم شرک جب وہ یغفر ما دون ذلک
 لمن یشاہونہی رب تعالیٰ فرمایا ہے کہ اپنی لڑکیوں کا انکاح مشرکوں سے نہ کرو ولا تنکحوا المشرکین حتی
 یؤمنوا ہوں بھی یہی مطلب کہ کفار سے نہ کہ خواہ مشرک ہوں یا اور کسی قسم کے کافر۔ تیسرا اعتراف یہ کیا گیا کہ طرح
 حشرہ مو من بھی غفلت کریں گے کہ اہلے جرموں کے موہد اہلے سوار سے لورا نہیں لوسرائی چاہئے جو اب ہمیں
 ان جرموں کی سزا کی نوعیت سے کچھ اور ہوگی اس میں کوئی کسی کلو حرم نہ ہو گا کوئی کسی کی شکایت نہ کرے کج شکایت کرے کج
 ضمن شکایت وغیرہ کفار ہی کریں گے ایک اور سرے کی۔

تفسیر صوفیانہ۔ لکنہ تعالیٰ نے اظہار یہ عداوت ان اپنی روایت لایا مگر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت و رسالت واقعی مدلیا
 کیونکہ یہاں والا خلافت اللہ نہیں فرمایا بلکہ واذا خلافتہم کفر فرمایا جس میں اشارہ ہے فرمایا کہ ہم نے انہوں سے یہ کیا کہ پہلے
 ہم کو رب محمد ﷺ پر تیار بنا کر دیکھو کہ رب تعالیٰ کو رب بنا لیں اس وقت ایمان نہ آتا ہے جب اسے نبی کی معرفت ان کے قوس سے آتا
 جاوے لکنہ تعالیٰ دینا نہیں تو مہجہ کو مہجہ سے پیدا فرمایا ہے مگر اس دن معدوم کو معدوم سے پیدا فرمایا کہ اس وقت نہ تو یہ
 پہنچیں تھیں نہ ان کی ذمت رب نے ان معدولت کو اس دن واقعی طور پر اس حالت کے لائق وجود بخشا اس وقت ارواح
 نہیں صفت کی تھیں پہلی صفت ساقیوں کی اور سری صفت اصحاب میمنہ یعنی دلہے انہوں کی تیسری صفت اصحاب شمر یعنی ہائیں
 انہوں کی انہیں وجود روحانی بخشا ہاں روحانی پیمانہ اور ان کے اعطاء میں قوت روحانی تھی جس سے انہوں نے رب کو دیکھا اس
 کافر ان سنا کہ جو اب ریاست حقین نے روحانی دل سے اس کہ ہم سے محبت کی اور بولے کہ تو ہمارا رب ہے تو ہی موجود ہے تو ہی

عارفوں کی صوفی ملامت میں اہم ہے دین مرتد نہیں سب کچھ بنا گا یا اصل کاروں کے بعد مرتد فاکٹر کو روکتا ہے۔

تفسیر: بواقل علیہم ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت نیا جملہ ہے لہذا اس کا اولاً ابتدا سے ہے مگر روح المعانی نے فرمایا کہ یہ جملہ معطوف ہے **وإنما أخذہم** کے پیشہ فعل **افکروا** لہذا اس کا اولاً معطوف ہے یعنی وہو القدر بیان کیا اور یہ واقعہ تلاوت کو۔ اصل ثابت تلاوت سے تلاوت لہذا قرآن اور ذکر کافر کو ہمہا بیان کر چکے ہیں کہ شکر اور محترم فریکے پڑھنے کو تلاوت کہا جاتا ہے نہ کہ یہ واقعہ قرآن مجید میں نہ کہ ہے لہذا اس کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکمت و احرام سے ہے اس لئے اقل اور مشہور لفظ ہے کہ اس میں خطاب حضور ﷺ سے ہے نہ کہ ہر قرآن پڑھنے والے سے یعنی یہ اصل ہم کہہ دیتے ہیں تا آپ میں ہم پڑھنے والے تم سنا لینا لے پایا مطلب ہے کہ اسے محبوب ہے واقعہ شکر کے علم میں تو پہلے ہی ہے ہم آیات میں یہ واقعہ اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ آپ اس میں سنا لیں یہاں **علی** فوجیتہ بندی کے لئے نہیں بلکہ اقل کلمہ ہے ہم فامریغاً تو کفار قریش ہیں جو کہ علم میں رہتے تھے اور یہ سورہ بھی کی ہے اس کے مرجع عرب کے یہودی ہیں کہ وہ بھی کہی مطلق آتے جاتے رہتے تھے مشرکین تک کا حضور انور کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ دو سرا اقل قوی ہے کہ پہلے سے یہاں کھنکھ کر چلا آ رہا ہے تو منصب ہے کہ یہاں بھی اقل سے ہی خطاب ہو (خان و معانی و فیہ) **بنا لہم** آیتینہم **قیات** عبارت اقل کا معنی ہے **علی** میں **بنا** عظیم الشان خبر کو کہتے ہیں یعنی خبر عام ہے **بنا** خاص اسی سے ہے **نمی** معنی نہیں خبر ہے یعنی وہاں اس لئے ہر خبر یا خبر میں ایسی کوئی نہیں کہا جاتا **بنا لہم** آیتینہم بہت تنگ ہے کہ اس سے کون فرض مراد ہے اور آیات سے کون سی آیتیں مراد ہیں میں چند قول ہیں اولاً اس سے مراد ہے کہ اہل ملت ہے جو کہ شکر کلمہ تمام تلاوتوں میں بہت مقبول تھا وہ اس آیت کے ساتھ تھا کہ نبی آخر الزماں میں ہی ہوؤں گا جن کا ذکر چھٹی کتب میں ہے جب حضور انور کو یہ درجہ عطا ہوا تو وہ کی آگ میں جل رہے تھے کیا آخر کار نافر ہو کر مراد اس کے متعلق حضور انور نے فرمایا کہ **آمن شمرہ** **وکنو قلبہ** یعنی اس کے شکر مولوں کے سے ہیں اور اس کا اول کافر ہے یہ قول ہے **سیدنا عبد اللہ بن مسعود** اہل مسعود اور **زید ابن اسلم** (2) یہ آیت عام راجع کے متعلق نازل ہوئی تھے حضور انور حاضر فاسق فرماتے تھے یہ اسلام سے پہلے بڑا ماہر و زاہد تھا حضور انور کے جلوہ گر ہونے پر فاجر ہوا اس نے منافقین مدینہ کو کہہ کر مسجد ضرارہ بنوائی یہی قیصر روم کے پاس پہنچا سے حضور انور پر حملہ کرنے کی رخصت دی وہاں ہی مراد ہو کر مراد مسعود اہل مسعود کا اور مراد اقل ہے (3) اس سے مراد منافقین اہل کتب ہیں، حضور انور کو جانتے پہچانتے تھے آپ پر ایمان نہ لائے یہ قول حسن اود علی کا ہے (4) اس سے مراد یہ وہاں فریب ہے، حضور انور کو بیان پہچان کر آپ پر ایمان نہ لائے یہ قول لادہ مکرر اور ابو مسلم کتب (5) اس سے مراد علم یا عورت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا مومن صوفی عالم اسم اعظم کا جاننے والا مقبول اللہ عا د تھا مگر آخر عمر یہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے مراد کافر یعنی ہو کر مراد یہ قول ہے حضرت عبد اللہ بن عباس میں مسعود کا خود عام صحابہ و مشرکین کا یہی قول ہے **تفسیر کبیر** روح المعانی اس کا واقعہ انشاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض ہو گا اس صورت میں قیادت سے مراد قوت شریف کی آیتیں ہوں گی ان کے دینے سے مراد ہے آیات کا علم عام بنا کر شکر تین قولوں کی بنا پر آیات کے وہ معنی کے جا میں گئے ہوں کہ صاحب ہوں **فانصالح** صحابہ عبارت معطوف ہے آیتینہم **علی** ف معنی انور نہیں بلکہ معنی پھر ہے **انصالح** کلام ہے **سلخ**

جس کے معنی ہیں مذبح۔ جانور کی کھال انکو جانس سے کھال کا ایک ریزہ بھی ہوتی ہے وہ ہے گوشت و دھیرہ نمودار وہ جانور سے صفا کا مرتب آیات ہیں **فصلخ** فرما کر ہند پائیں تائیں گئیں (۱) اس کے سینہ سے آیات نہیں نکلیں وہ علم بھول نہیں گیا بلکہ وہ خدا آیات سے نکل گیا کہ وہ کلا سکر ہو گیا (۱۱) منہ لہند وہ کافر ہی تھا اس پر ایمان نور علم کلافت تھا تو لوگوں کو نخر آتا تھا اب اس کی حقیقت نخر آئی وہ خلاف از کیا ایسے جانور سے کھال اتر جلتے تو اس کا گوشت و دھیرہ نخر آتا ہے (۱۱) اس میں ایمان تقویٰ کا شائبہ بھی نہ رہا وہ نرا کافر ہو گیا **فاتبعد الشیطن** یہ عبارت معطوف ہے **فانصلخ** حرف سے چند باتیں بتائی گئیں (۱) اب تک شیطان اس کے قریب بھی نہ آتا تھا کہ وہ کسی کی روحانی حفاظت میں تھا اب جب کہ وہ ایمان سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا (۱۲) اور لوگوں کے پاس شیطان بھی آگیا آپ اپنی اذیت کو ان کے پیچھے لگا کر رکھتا ہے مگر اس کے پیچھے خود شیطان لگا گیا کچھ تو کہ اس کی مگر ہی کیا کیا مل ہو گا اب گروہ کو ان قوی تو گروہ میں بدتر ہو گیا یہ ایمان ہو گیا کہ شیطان بھی اس کا تابع ہو گیا وہ شیطان کا بھی مستبد اس کا ستند بن گیا ایک شاعر کہتا ہے۔

دھن نی من بندہ الجس فارقی یا اللعل حتی صار الجس من بندہ

و پہلے شیطان کے لفظ میں تھا اب اتنی ترقی کر گیا کہ شیطان اس کے لفظ میں بھرتی ہو گیا وہ روحانی **فکان من الغویین** اس کے انہام کا کہ ہے کہ وہ سنی کے بعد سنبلا نہیں اس عمل پر مراد روحانی عذاب کا سستی ہو گیا پہلے وہ ہادی صدی تھا اب گروہ مثل غوی ہو گیا پہلے ہیبت کا نام تھا اب یہ کلام ہو گیا ہیبت و تعویب و مصلحت کے سمت سے فرق ہونے سے روایت کی تفسیر **والغالیین** کے تحت بیان کے ہیں اور بھی کی جگہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر میں معطوم ہو چکا ہے کہ اس آیت کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں جن میں سے قوی تفسیر وہ ہے جو حضرت عبدلہ ابن عباس اور ابن مسعود، عام حلیہ و طہرین نے کی ہم اسی تفسیر کو مختصر عرض کرتے ہیں اے محبوب جبرائیل آپ ان سرکش یہود اور عام کفار کو اس حکیم ابن اعمار کا لفظ اس واقعہ کی آیات تلاوت کر کے تفسیر فرما کر سنا لیں جسے ہم نے تو ریت اور دوسرے صحیفوں کی آیتوں کا علم بخشا اس کے دل پر علم کے دروازے کھل دیئے تھے کہ اسے اسم اعظم سکھایا وہ اس بڑے دست پر پہنچ کر ان تمام صفات سے بیکر نکل گیا کہ اسے ان میں سے کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اس کے پیچھے لگا لیا اور وہ اس قدر ہیبت کے بعد لول ورج کا گروہ ہے ان میں ہو گیا یہ واقعہ بڑے بڑوں کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔

اعلم بما عور اكلوا القمح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کا ایک بیٹا عالم صوفی بن گیا اس کا نام بلعمیہ بلعام ابن باعور اقلیہ تھا اسرائیلی حکمرانوں کی ہستی میں وہ اتنا ملک شام میں واقع تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاروں قوموں میں سے تھی بلعام اس وقت کا ہادی عالم صوفی تھا ان تعلق کا نام اعظم بیٹا تھا مثیول لہ عاقبت اپنے کہ میں بندہ کو عرض اعظم کو دیکھا کہ تم لوگوں کو علم سکھا آقا اس کے دور میں ہارہ ہزار علماء ہوتے تھے جو اس کا تلامذہ ہو اسحق لکھتے تھے اس کی ہر بات لکھی جاتی تھی ان تفسیر صلیبی فرنگیہ و انتالی عربوں کو پہنچا اور القمح حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر اس علاقہ پر حملہ کرنے سے منع فرمانے کے لئے جب کعبا علاقہ میں داخل ہوئے تو شام کے علاقہ میں واقع قوم چہارین میں ہو کر اس کے پاس آئی اور کہا کہ

موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ لظکر جزار ہے اگر وہ ہمارے حلقہ پر قابض ہو گئے تو شہدائی نثر میں تو ان کے لئے بد معاشرہ اور بے ایمان نہ ہوتا۔ ہمیں معلوم ہونا کہ وہ فتنہ نہ لگی ہیں اور کسی کی بدخواہی کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ میری دنیاویوں پر ہوا ہو جائیں گے۔ یہ لوگ انہمی بڑی کے پاس گئے اسے بہت تھے مخالف ہوئے اور اس کے ذریعہ حاکم کو تھے پہنچانے پر انہمی بڑی سنیں اور زور دیا کہ یہ نام کر اس لئے اکتفہ کیا جس میں اسے اس حرکت سے روکنا یا ٹھکرا کر اس کی زوج اور قوم نے باہر دیا وہ اکتفہ کر کے تو کلاس نے کہاں سے کہاں سے ہوا تو اسٹیجی رہی کوئی جو اس بندہ آئی یہ لوگ بولے کہ اب یہاں تھے مع نہیں کیا یا یہ اسلام ہو مانع کہ رہے نہ تھے اس کی اجازت دی اسے آخر کار علم ایک گدھی پر سوار ہو کر ایک پناہی میں گیا تو اس ساتھ تھی اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے بد معاشرہ اس قوم کے لئے وہاں میں گئے انکا مقدر قدرت خداوندی سے ہو اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی مجال سے اس کے منہ سے اپنی قوم کا کلام اللہ صادر اپنی اس قوم کی جملے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ہوا زمین پر آقا تو مہربانی تو یہ کیا کر رہا ہے وہ بولائیں مجبور ہوں میری زمین تو جو میں نہیں اس وقت اس کی زبان دہر نکال پڑی جیو پر لٹک کر آری اور وہ کہنے کی طرح اپنے گا پھر وہ لوگوں سے بولا کہ میری دنیاویوں دو دنوں چاہے گئے لب تم ایک تاج کو جس سے بنی اسرائیل چاہے وہ ہلے رہا یہ کہ اپنی خصوصیت لڑائیں صحابا کر لشکر موسیٰ میں پھوڑو اور انہیں پناہ دیتا کہ وہ جو اسرائیلی تم کو ہاتھ لگاتے تو اسے معینہ کہ جب ان میں زنا چاہیں جلا دے گا وہ ہلاک ہو جائیں گے کہ زنا سے آگیا آئی ہیں۔

ایر نہ آئیے لڑ سیکے منع زکواتا ولا زنا اتوا بلا اندر جہات

ان لوگوں نے جو نبی کی پناہ نہ چاہی ایک لڑائی کستی صورت کو ایک اسرائیلی زمری بنی شلوام جو دشمن ان میں یعقوب علیہ السلام اور ان کا سردار تھا نے پکڑا موسیٰ علیہ السلام نے منع فرمایا اس نے یہ سب کر اس سے ڈرا گیا اس پر اسرائیلیوں میں طاعون پھیل گیا ستر ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے اور ایک بہت تھی اسرائیلی خاص بنی میر و ان میں ہزاروں کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے ان دو دنوں دینی زانیہ کو جن موافقہ پر لینے زمین میں پھوڑ کر اٹھایا اور مدت زلت سے انہیں ہلاک کر دیا تب وہ طاعون فقہ اور اللہ علیہ السلام کا حال ہوا کہ یہ اسم اعظم شریف بھول گیا حضرت ایمان اس کے سینہ سے نکل گئے اس نے دیکھا کہ میرے سینہ سے ایک سفید رنگی شے نکل کر لوگ اٹھتے لوگوں نے دیکھا سب سمجھ گئے کہ ان کا ایمان گیا اس آیت میں اور واقعی آیت میں یہ واقعہ اور یہ واقعہ (دعوت لعلی کبیر الخضران مقہر سلوی وغیرہ)۔

فانکسے اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ ایمان اور قرب الہی صرف علم سے نہیں بلکہ عقل کے فضل و کرم سے ملتا ہے۔ کیونکہ علم جو عالم مجاہد موسیٰ سب کو تھا حکم دیا ایمانہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرماتا ہے اور سراسر فائدہ دینی بمقابلہ بنی کائنات ایمان اعلیٰ سب ہو جائے گا ذریعہ ہے ایسے اور علم بنی و جوارک کے حالات سے جہت پہ جہت پناہ چاہئے۔ میرا فائدہ ایمان و عرفان بتاؤ اور جہت بنی ان کا استعمال ہوا کہ جو جہت تعالیٰ پر مسلطانہ ایمان سلامت دے۔ علم حاکم کے پاس سب دیکھتا ہے ہاں وہ بھی نہیں چو تھا فائدہ کوئی شخص کسی اور جہت پر پہنچ کر اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ سمجھے یہ ہاں بلکہ اور ہوں کے پاس بھی پہنچ جاتا ہے۔ فائدہ فاتحہ الشیطان کی ایک خیریت سے حاصل ہو اور کہ شیطان علم کے پیچھے نہ دیکھو نہ جنت محفوظ مقام تھا، علیہ السلام معصوم ہو چکی تھی اس صورتوں نے لیلہ کو لہا دیا ہم نے تو محفوظ جگہ میں ہیں نہ خود معصوم

مخوف ہوا اس سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ پانچواں فاکوہہ ہاگرا انسان ٹھیک رہے تو فرشتوں سے افضل ہو بلوے ہاگرا جگہ تو شیطان کا ستارہ ہو جاوے یہ فاکوہہ **فاتبعہ الشیطان** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ شیطان بھی حکیم کا تابع ہو گیا انسان اپنی عقل سے اپنے گنہگاروں کو تپ ہو شیطان کو بھی نہ سوجھیں مشین کے ذریعہ ممکن نکل کر ذریعہ حاکم کھو وہ فروخت کر دینے دیکھی گئی ولائی گئی طائر فروخت کر لے دیکھ سونے میں دلائی سونے کی طاقت کو برقرار نہ رکھ کر حرکت انہیں نہ کر سکا یہ انسان ہی کے حصہ میں آئیں اگر رب کا فضل شامل مل نہ ہو انسان کے لئے **افضل المصلین** ہے۔ چھٹا فاکوہہ وہ علم رب تک نہ پانے کے وہ علم نہیں علم معرفت والا مفید ہے یہ فاکوہہ اتینہا ایلتنا سے حاصل ہوا علم ہے معرفت و روش ہے بل ہے پاں بلوے پادش ہے حکیم کے علم کے متعلق قرآن کریم نے دو سری جگہ فرمایا **وافضله اللہ علی علمہ و ختمہ علی قلبہ** معرفت والے علم کے متعلق ارشاد ہے **وقریب ذی علمنا اور ارشاد ہے انما یخشى اللہ من عباده العلماء**۔ ساتواں فاکوہہ کائناتوں رہتی ہے کہ ظاہر علم جاری فرمایا جائے کہ دیکھو رب تعالیٰ جاننا کہ حکیم کا انجام گرا ہی نہ کر جب تک کہ وہ کرلو ہوا نہیں تب تک اسے ظاہری عظمت دے کر ہی گئی یہ فاکوہہ **فکان من الفوہین** سے حاصل ہوا انہیں مودہ ہونے سے پہلے مقرب پارکھ تھا تاکہ اس کا انجام خراب ہونے والا تھا اب اس نے سرکشی کی تب مودہ کیا یا اس فاکوہہ کو خیال میں رکھو اس سے شریعت و طریقت کے سمت سے انکال دور ہو جائیں گے رب کا علم اور رب کا کائناتوں کی دیکھیں ہیں۔ آٹھواں فاکوہہ تیار کھا اسی کا لوب ہے کہ برائی کو بندہ کی طرف نسبت کیا جاوے اور برائی کو رب کی طرف اگرچہ سب کچھ رب کے ارادہ سے ہے دیکھو میں ارشاد ہوا کہ **تینا ہا علیہ اتنا ہم** نے اسے اپنی آیات عطا فرمائیں۔ عطا آیات کو رب کی طرف سے نسبت کیا گیا پھر ارشاد ہوا **انما نسلخ صحتہا** ان آیات سے نکل گیا نکلنے کو حکیم کی طرف متسوب فرمایا گیا جب تکمیل نے فرمایا **والامر صحتہم و یضیفن** بنا میں ہو تو ہوں تو شکر رب ہے حضرت خضر نے فرمایا **فادنا علیہا میں نے** ماہ کہ کشتی کو عیب دار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اوب کی امتیاز ہے۔

از خدا خرابیم تو یقین اوب! بے اوب محمود ماہ از فضل رب

پہلا اعتراض یہ ہے رب تعالیٰ جاننا کہ حکیم کا انجام خراب ہو گا پھلے اسے علم تعریف قرب کیوں عطا فرمایا اسے پہلے ہی سے مودہ کیا ہو نہ جو لوب ہائیں نور حکیم دونوں کے واقعات میں ہمکامت لوگوں کے لئے مثل قائم فرماتے گا۔ تاقیامت مودہ ہی مصونی ہے۔ مثل غور کر لیں کہ نبی کی مخالفت سے سب کچھ برباد ہو جاوے اس لئے اسے عالم مصونی ہے مقرب ہوا۔

لوب تکب است ذر آملی از فرش نازک ترا

خس گم کرد می آئے بیجہ ر کا بیجہ اینجا
اس لئے صوفیہ فرماتے ہیں ہنڈ اور کونہ وہا مصطفیٰ ہو شہادہا۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی کشتی کر کے بدلتا اور حم
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تبار کرنے کی وجہ سے برباد ہوا گیا۔ بخلی کے پاؤں کو ہاتھ لگانے سے شعلہ گدا ایسہو ذریعہ جان جاتی رہتی
ہے نسبت کے پہلوں ہاتھ والے سے عالم مصونی ہے روشن ضمیر کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ دوسرا اعتراض یہی اسرار میں نہ گیا

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

اگر ہمارے چاہنے پر تو راہِ اولیٰ اور بیکار رہتا، مگر ان آخلاق کے ذریعہ اور کھنکھناتے ہوئے اس طرف زمین کے ادراک پر مجبور ہوا۔ اسی واسطے چاہتے تو آسمان کے سب سے اعلیٰ ایسے مگر وہ تو زمین پر چلا گیا اور اپنی طرف سے کاندھ پر اتر آیا اس کا حال کھنکھانے

فَمِثْلُكُمْ مِثْلُ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَرَكَهْ يَلْهَثُ ذَلِكَ

خود ہمیشہ کے پسینے کی طرح ہے اور اگر اترے تو اس کے اوپر تو ہائے وہ یا کھنکھانے کی طرح ہے تو اس پر حمل کرے تو زبان نکالتے اور چھوڑے تو زبان نکالتے۔ حال ہے ان کا جیوں کے

مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصْ الْقِصَصَ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ

تو اسکو دیکھو یہ کہتے ہیں کہ اس قوم کی جیوں نے جو تمہارا کھنکھانے کیوں کر نہیں لے سکتا کہ وہ خود کو کبھی باری آئیں تمہارا نہیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ نصیحت کریں۔

تعلق اس آیت نور کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق پہلی آیت نور میں ہم میں ہاوردی کے کراہ ہو جانے کا ذکر تھا اب اس کے کراہ ہونے کا ذکر ہے کہ وہ پھر بدلتا رہتا ہے یا اس کے دل پر کھنکھانے لگی۔ دوسرا تعلق پہلی آیت میں ہم کی کراہی کا ذکر تھا اب اس کی وجہ کا ذکر ہے کہ بدلتا ہے یا اس کے دل پر کھنکھانے لگی۔ تیسرا تعلق پہلی آیت سے تیسرا تعلق پہلی آیت سے ہم میں ہم کے مست اور ہمارے فرشتوں پر ہوا جانے کا ذکر ہے اب اس کے آیت، ہم بے حیا ہو جانے اور کتنی ہی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہونے کا ذکر ہے جو رب کو چاہتا ہے وہ ہر چاہی کر سکتا ہے۔ چوتھا تعلق پہلی آیت میں ہم کا قصہ ذکر ہوا اب اس قصہ کے ذکر کی علت کا بیان ہے کہ ہم یفتکرون لوگ اس میں خورد خاش کریں۔ دنیا کی دنیا پر نہ بھولیں۔

تفسیر: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ہے عظمت فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے چاہنے پر تو راہِ اولیٰ اور بیکار رہتا، مگر ان آخلاق کے ذریعہ اور کھنکھانے ہوئے اس طرف زمین کے ادراک پر مجبور ہوا۔ اسی واسطے چاہتے تو آسمان کے سب سے اعلیٰ ایسے مگر وہ تو زمین پر چلا گیا اور اپنی طرف سے کاندھ پر اتر آیا اس کا حال کھنکھانے کی طرح ہے تو اس پر حمل کرے تو زبان نکالتے اور چھوڑے تو زبان نکالتے۔ حال ہے ان کا جیوں کے۔ تیسرا تعلق پہلی آیت سے تیسرا تعلق پہلی آیت سے ہم میں ہم کے مست اور ہمارے فرشتوں پر ہوا جانے کا ذکر ہے اب اس کے آیت، ہم بے حیا ہو جانے اور کتنی ہی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہونے کا ذکر ہے جو رب کو چاہتا ہے وہ ہر چاہی کر سکتا ہے۔ چوتھا تعلق پہلی آیت میں ہم کا قصہ ذکر ہوا اب اس قصہ کے ذکر کی علت کا بیان ہے کہ ہم یفتکرون لوگ اس میں خورد خاش کریں۔ دنیا کی دنیا پر نہ بھولیں۔

تھکنے کو ظور کہنے لگے جس کے بعد اظہار ہو یہاں ہی معنی مروی ہیں اس لئے اس کے بعد اسی ارشاد ہو **الروض** سے مروی ہوتا ہوا ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے اس لئے زمین بول کر یہ مروی گئی بعض مفسرین نے ارض سے مروی اور ارض خواری کی ہے کیونکہ ذیل قوی زمین پر چارے ہوتے ہیں لیکن وہ دنیا کی طرف جھک گیا اگر کیا کہ پھر وہاں سے نہ اٹھا بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف جھک گیا ہے کہ کر کہ وہاں جھک رہے گا روح العالیٰ ایمان و امت والا اللہ تعالیٰ کے کلمے میں کر گیا اس بنا پر ہم نے اسے لونا کہا کہ جس پہاڑ کو **اتباع ہوا** ہے علم کا دوسرا جرم ہے وہ پہلے جرم کی وجہ سے اٹیل کے معنی ہیں پیچھے پٹا ہوا کے فعلی معنی ہیں مثل **ہو** **انفسدتم ہوا** اعراباً **کرنا تو تھوڑی یہ اعمال صحیح** لفظی خواہش کہ **ہوا** اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طبع سے متعلق ہی ہوتی ہے اور انسان کو ارض و خواری کے کلمے میں گرائی گئی ہے یعنی وہ **ہلوی** کو چھوڑ کے صوبی کے پیچھے لگ آیا دنیا سے مروی قوم کے لئے **حاکم ہوی** سے مروی ہے اپنی بیوی کی ضد پوری کرنا **فمثلہ کمش** **الکلب** اس فرمان عالی میں کلمہ کے دو لفظ مذکورہ جرموں کے انجام کا ذکر ہے اس میں صرف جزائیہ ہے اور یہ عبارت ایک پامیدہ شرط کی ہے **لما کان کذا لک مش** ۱۴ روایت کے تحت ہے اس کے معنی نکموت بھی ہیں اور حالت کیفیت بھی یہاں دو سہ معنی میں ہے تمام باتوں میں ذلیل تر جانور کہتا ہے کہ وہ کدھی بھی کھاتا ہے اور انہی کے بھی بڑے سے اطفال گوشت سے زیادہ پسند مواد گوشت ہے۔ اپنی قوم نکاح میں ہے بہت حد میں ہے کہ وہ کئے ایک جگہ نہیں کھاتے کتب میں کلمہ کی حالت کے کسی ہی ہو گئی مگر کئے کے حالات میں سے بدترین حالت کی طرح کہ **ان تحمل علیہ یلھت اور تترک** **یلھت** یہ عبارت یا **تمثلہ** کہاں ہے یا **الکلب** کا نمل تحمل بنا ہے حمل سے جس کے معنی ہیں بوجہ اور باہمی اٹھانا بھی حمل کرنا بھی یہاں تیسرے معنی مروی ہیں کہ کہتے پر نہ تو کوئی بوجہ اور نہ ہے نہ وہ اسے اٹھاتا ہے حمل کرنے سے مروی ہے اسے لاشیما کر کہ وہ باہر کا **یلھت** بنا ہے **لھت** سے جس کے معنی ہیں کئے کا باہر نکل کر پناہ دوسرے جانور تو سخت گرمی یا صحت میں ہانپتے ہیں مگر زبان نہیں نکالتے کنا آرام میں بھی زبان باہر نکال کر پناہ دیتا ہے اس ذریعہ سے سانس لینا ہے **لو تترک** معلوم قتل علیہ ہے ہے ترک سے مروی ہے اسے نہ مارنا یعنی کلمہ کامل اس کے کلمہ کیا کہ **کر** اسے درکار کرنا جو کوئی بھی زیادہ باہر نکال کر پناہ دے اور اگر اسے پار کر کے پاس اٹھتا تو بھی یہی کہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ چونکہ کلمہ کی زبان بھی کھنچ کر اس کے سینے پر آ رہی تھی یہاں کہ کھنچی آیت کی تصویر میں کہا گیا ہے اس لئے اس کے کئی اس حالت سے تشبیہ دی گئی **یلھت** نہ کہ **یلھت** **القوم الذین کذبوا بایاتنا** یہ جملہ ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ یہ مت کہتا ہے کہ یہ حالت صرف کلمہ کی ہوئی ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا **مت** جو **عقش** اور **وقوم** لفظ کی آیتوں کو نکالنے کی وہ اس طرح ذلیل و خوار ہیں میں کہ **قد ہوکی بایاتنا** سے مروی کتب اللہ کی قیامت ہی کے مہلکت بلکہ خود ہی کی بات سب ہی ہیں کہ ان سے یہ لفظ قتالی کی شہن معلوم ہوتی ہے حضور خود سرایا آیات میں ہیں کہ آپ کی ہر اور صفت آیت ہے اور یہ ہے یہ صحت آج تک یہودیوں میں پٹا آرہا ہے کہ ان کی فطرت کے کسی ہی بندہ ارض البیان **انقص القصص** اس قبیل میں مطلق میں خطاب نبی **انقص** سے یہاں صرف جزائیہ ہے اور یہ بدل پو شیدہ شرط کی ہے **انقص القصص** میں اللہ صام عہدی ہے یعنی یہ آیت ہے **انقص** مصدر ہے۔ معنی معلوم ہونے سب۔ معنی مطلوب (روح العالیٰ) یعنی سب یہ معلوم ہو گیا کہ کلمہ کی مثال ہر مسکر

آیات پر چسبنا ہے تو آپ پر واقعہ لوگوں کو شبہ کی انہیں تباہی کے لئے ہدایت منکر و ناصیہ القلوب کے لئے ہے یعنی آپ انہیں یہ واقعہ سنا کر وہ لوگ اپنے دل میں سوچیں کہ کہیں ہم تو بھگتی طرح نہیں ہیں ہم تو یہ مثل مذاق نہیں آ رہی ہے۔

خلاصہ تفسیر اگر ہم بھگتی و حمد کو کم کرنا چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعہ مسترد کرنا چاہتے کہ عالم باطن صوفی سید بہار رحمانی حالت میں مرنا اور اس کا رد بہت ہی لو گیا ہو جانا کہ وہ فرشتوں سے بچہ جانا لیکن وہ تو گویا ہر گز بیانی طرف ہنک گیا۔ ذات و خواہی کی زمین چکا گیا کہ اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چل پڑا لوگوں کے تحفے مخالف اس کی بی بی کی خدا سے سنے یعنی۔ انہما یہ ہو اگر اس کی حالت کتنی ہی ہو گی کہ اسے درکار نہ لگا اور وہ بھی وہ زبان نکالے ہو سنا ہے اور اگر اسے پکارو کہ کھلاؤ تو بھی اس کا یہ ہی عمل بھگتی بھی زبان باہر نکل پڑی وہ کتنی کی طرح اپنی نفسی راہ پر حالت بھگتی نہیں بلکہ جو بھی داری آئیں جملہ میں ان کی حالت بھی یہی ہے کہ وہ صورت میں انسان ہیں میرت میں ذلیل۔ خواہ کے کلام سے جو بچہ یہ واقعہ انہیں متاثر کرے سب خصوصاً یہ اور خود کریں اور اپنے عمل میں نال کریں سوچیں کہ کہیں وہ تو بھگتی کے نفسی قدم پر نہیں چل رہے ہیں۔

فائدہ کے جس قیمت کو کہ سے چند ماہ سے حاصل ہو سکتا ہے اور صرف قرآن پڑھنے سے باندی نہیں ملتی تو رب کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ سائنس بھی قرآن پڑھنے سے یہ فائدہ لو سکتا اور فضا سے حاصل ہو کر اگر ہم چاہتے تو اسے آیات ایہ کے ذریعہ باندی بناتے۔ دو سراسر فائدہ اگر دل میں ہی سے عدولت ہو تو قرآن اس کے لئے مفید نہیں دیکھو بھگتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب مخالف ہو گیا تو اسے آیات لکھنے سے انہیں اس واقعہ سے روک کر میرت چکریں نہ حضور اور سے عدولت دکھ کر لوگوں کو قرآن سنتے بھرتے ہیں دل میں ہی کی اہمیت آتی ہے پہلے بعد میں قرآن مجید کا دور داخل ہوتا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔

وہ جس کوئی ایسا نہ کیا رضی عنہ
قرآن بھی بچہ ہی ہاتھ لگا جب دل لے وہ نور ہو ہی پلٹا
تیسرا فائدہ: نبی کا اس طرح عالم کتنی کی طرح ذلیل و خوار ہے اسے نہ دنیا میں عزت ملے نہ آخرت میں دیکھو۔ بھگتی اللہ تعالیٰ کا فرشتوں وغیرہ کا سر نہ تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو تو رب نے اسے کتنی بدترین حالت سے نسیب دی۔
چوتھا فائدہ: انسان اگر سیدھا چلے تو فرشتوں سے افضل ہے اور اگر اپنے تو کتے جیسا نہیں ہے۔ نام پڑانی فرماتے ہیں۔

لہت الکلاب لثا کلابت مہاوۃ
ولیتا مازوی محسن نوری اصلا
ان الکلاب لثہما فی موا بعضہا
والناس لیس بہا و شرمہا
حضرت قید ہو المسموہ قدس سوا اپنے نفس کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

الکلاب محسن مشرۃ
محسن یسارغ فی الریاء
وہوالنہایتہ فی الضامہ
سنہ فعل بوقت الریاء

خاصہ یہ ہے کہ شرع دوسری کتب کتنے سے بدتر ہے کہ کتنے کے شرع پچھا آسان ہے مگر شرع انسان کی شرع پچھا مشکل ہے جو نفس ریاست کے قتل نہ ہو اور ریاست طلب کرے وہ کتنے سے بڑھ کر نہیں ہے (روح المعانی) سچا پچھال فائدہ علماء

شاہین اپنے دروں سے اوڑنی طرف جاتا ہے اور کندھ اپنے پلوں سے صواب پر گرتا ہے۔
 زوار ہے، دونوں کی ایسی ایک لفظ میں شاہین لا جہلی اور بے کرمس لا جہلی اور
 سوسن صوبہ اپنے طہ میں سے حضور علیہ السلام جن سے رب تکہ پہنچا ہے سوسن کی شکل یہ ہوتی ہے۔
 ہم بھی رہے من تاورد، ہلن' ذکر ہوتا رہے سانس پھٹتا رہے
 آخری وقت ہوا میں کے قدموں میں سر دھرتی رہے دم اٹھتا رہے

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلَمُونَ ﴿٤٠﴾

بڑی بے جا کلمات ہیں وہ قوم جنہوں نے جھوٹا یا ہماری آیتوں کو اور اپنی نفسوں پر ہی وہ حکم کرتے تھے
 کی بڑی کلمات ہیں ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھوٹیں اور اپنی جانوں کا حکم کرتے تھے

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِىٰ وَمَنْ يُضِلِّ فَاولِيكَ

وہ کہ ہدایت دے اسے اسی ہدایت والا ہے اور وہ کہ گمراہ کر دے اسے اسی گمراہ
 ہے اللہ وہ دکھائے تو وہ ہی راہ پر ہے اور اللہ گمراہ کرے تو وہ ہی نقصان

هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٤١﴾

ہی ٹھکانے والے ہیں

ہیں۔ ہے۔

تعلق: من آیت کا جمل آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: تکبیل: آیت کے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ ہماری طرح
 ہر دفعہ آیات جھوٹا لے گا اور اسے اپنا لے گا اور وہ بت کرے اس نے اپنا جمل اپنا لیا اس نے ہمارا کچھ نہ لگاؤ اور اپنی بگاڑو اور اپنے
 کلمات سے بدلے جانے کا ترغیب اس نے الہام کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: تکبیل: آیت میں ہم میں ہمارا الہام میں ہوا
 ہر ارشاد ہو رہتا ہے اور یہ صرف اپنے حملوں سے کسی کو نہیں ملتی یہ تو عمیرہ دینی ہے کہ ایک دفعہ تو نے آئے کے بعد اس
 سے شریعہ لیا تھا، ہاں کہہ سکتے ہیں کہ یہاں ہے۔ تیسرا تعلق: تکبیل: آیت میں ہم ہمارا اور آج ہمارے ان الہام میں ہوا
 ہے کہ: یا اس پر اللہ وہ ہوا ہے وہ اس سے اچھے حکم کرے۔ ناراض ہے اس رہے جو ہمیں گویا خساروں سے خسارہ لعل
 سخت آئے۔ چوتھا تعلق: تکبیل: آیت کے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ محبوب آپ ان لوگوں کو یہ واقعات سنائیں میں آپ ارشاد ہے
 کہ یہ واقعات سنئے بعد ان سبلی ہدایت کا نہیں۔ ہمیں ہدایت دیا تھا اور الہام ہے آپ کو ہر حال تو بے تکلیف کا کرم
 میں سے سبب استنباط یا میں نے کو وہ پہلے علاج کا ذکر ہو گیا اس الہام کا ذکر ہے (روح المعانی)۔

تفسیر: **سواء مثلاً** یہ جملہ نیا ہے چونکہ اس کا تعلق پہلے مضمون سے ہے اس لئے دوا ابتدا امیہ نہ لایا یا امری جانے والے
 پہلی ہاتھ ہیں کہ **سواء** اور **حیفا** یعنی بیان کرنے کے لئے آئے ہیں اس کا مشعل چند طرح ہو سکتا ہے پہلی اس کا اصل ہو
 ہے جس کی تیز ہے مثلاً پہلی مشل یا تو "معنی کمات ہے تو مطلب یہ ہے کہ گناہ کے لئے دس ہزار کمات زہن کا کرنا چاہئے
 ہونے کے کی طرح ہے اس سے زیادہ ہری کمات نہیں ہو سکتی اور یا **مشل** "معنی حالت و کیفیت ہے یعنی سب سے ہر حرمت
 کفار کی ہے اگرچہ وہ دنیا میں ظاہر بھی حالت میں نظر آویں **القوم الذین** **کنوا** اور **ابتنا** یہ عبارت نوری ترکیب سے
سواء مثلاً مخصوص ہے یا تو اس ابتدا سے یا ہو پشیدہ کی خبر ہے۔ خیال رہے کہ **القوم** سے پہلے **مشل** پشیدہ ہے
 کیونکہ فعل **ام** کا فعل تیز اور مخصوص ایک ہی چاہئے چونکہ قوم لفظ اولہ ہے مگر معنی جمع ہے اس لئے **الذین** اور **کنوا**
 جمع فرمایا گیا آیات سے مراد قرآنی آیات کتب امیہ کی آیتیں اور حضور ﷺ کے مجربات ہیں کہ یہ سب معرفت امیہ کی کتابیں
 ہیں **وانفسهم** **کانوا** **یظلمون** یہ عبارت یا تو **کنوا** پر موقوف ہے اور دوا ماضی یا یہ نیا جملہ ہے اور دوا ابتدا امیہ
انفس جمع ہے **نفس** کی "معنی ذات یا جان اسے **یظلمون** مقدم کرنے سے حصر کلام و حاصل ہوا تو دوا ہوگا صرف اپنی
 جان یا اولیٰ اول ہی ظلم کرتے ہیں اس کا اولیٰ خود ان ہی پر ہے۔ گناہوں کے انسان سب سے زیادہ حق اس کی اپنی نفس اپنی ذات
 اپنی جان کا ہے کہ نیک عقیدہ نیک کلام کر کے اسے دوزخ سے چلانے جنت کا عقیدہ اپنے اس لئے سب سے زیادہ ظالم ہی ہے
 جو دوا اپنے نفس کا حق رہے اس لئے **من یمہدی اللہ** **فہو المہتدی** یہ عبارت گذشتہ مضمون کی تائید اور تاکید ہے
 من سے مراد سارے انسان ہیں **یمہدی** ہر قسم کی بدعت و اطل ہے بدعت ایمان بدعت عمل بدعت افعال بدعت احوال۔
 بدعت سے مراد اولہ کا لفظ "یہ کی آیات آمدن یا نہیں ہے کہ یہ تو سب کے لئے گواہ کیا ہے بلکہ اس سے مراد ہے بدعت قبول
 کرنے کی توفیق دینا یہ کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے چونکہ بدعت ایک ہی چیز ہے کہ ایم
 گراہوں پر ایموں سے بچنا اور من لفظ اولہ اس لئے **هو** اور **مہتدی** اولہ او شلوہ او **مہتدی** کے معنی ہیں بدعت پانہ والا
 یعنی **مہدی** صحیح ہے اور **مہتدی** اولہ یعنی جسے اللہ تعالیٰ بدعت دے کہ اسے بدعت قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ بدعت
 پانہ والا صرف وہی ہے یہ نعمت بخیر اللہ تعالیٰ کے کرم کے نہیں بلکہ **ومن یضلل** **فاولئک** **ہم** **الغسور** وہ یہ تصویر
 کلوہ سراسر ہے پہلی بھی من سے مراد انسان ہیں کیونکہ فرشتے خیر و گمراہ نہیں ہوتے **من لظلم** اگرچہ اولہ سے مگر معنی جمع
 اس سے مراد ہے گمراہ لوگ ہیں اور گمراہیں ہستی جسم کی ہیں گمراہت طرح کے لوگ اولہ سے کے معنی جنت دوزخ
 قیامت کے معنی جنت کے معنی کسی خاص نبی کے انکاری دیگر مومنین میں بد عمل لوگ بد عملیں ہستی جسم کی ہیں جو اس کا
 خدا اور نقصان ہمت طرح کا خیال رہے کہ گمراہ کرنے سے مراد یہ نہیں کہ اسے گمراہ رہنے کا حکم دے۔ اس تک تو بدعت
 کیجیے کہ یہ تو ناممکن ہے بلکہ اس سے مراد ہے اس کو بدعت قبول کرنے کی توفیق نہ دینا اور اس کی اپنی حرکتوں کی وجہ سے اس کے
 دل میں گمراہی پیدا کرنا نیز خدا تعالیٰ سے واضح ہے یعنی جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے وہی پورے خسار والا ہے۔

خلاصہ تفسیر: جو قوم اللہ کی آیتوں یعنی اللہ کے کلام اس کے نہیں مانیں انہوں کے فرماؤں کے جملات کو خدا کے پاس نہ
 لانے اس کی حالت ہستی رہی ہے اس پر بدترین جانور کی مثل صلیق آئی ہے جس سے نقصان ہی ہو کوئی مانگا نہ ہو ایسے لوگ

کسی کو کلمہ نہیں پکارتے اپنے پری غم کرتے ہیں اپنے دل کاڑھتے ہیں کہ کہنے کو وہ انکی عذاب کا مستحق کر لیتے ہیں اسے اللہ کے بندو
 علم کو اللہ میں کر کے یقین کر لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے یہ نعمت صرف انکی کو بخش اپنے ظہور عبادت سے نصیب
 نہیں ہوتی یہ تو خاص عنایت درجہ اولیٰ ہے جس پر وہ کرم کرے وہ ہوا یہ پر ہو گا یہاں یہ پر رہے گا اور جسے وہ مگر نہ کرے کہ اس کی
 فرحتوں کی وجہ سے اسے بکھلا تو وہ پورے پورے نقصان میں ہے۔

فائدے کے نام آوات کرے۔ چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کفار کی برائی کرنا ان کی بری مثالیں دینا ان کے جہنم
 ان کے بزرگوں کی برائی بیان کرنا سنت ایہ ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے یہود کے سردار سلیمان ہامورا کو پانچے ہوئے کتے سے
 نسبتی عوی سلیمان کا پادری پوپ تھا دوسری جگہ ولید ابن مہویہ کے متعلق قرآن مجید فرمایا ہے **عقل بعد ذلک ذمیم**
 ان برائیوں کے بعد وہ فرمایا بھی ہے۔ **وہ صرف فائدہ تمام کھنوں کی جڑی ہون کے فریق ان کے جہنم کا نکل کرنا ہے اس کا**
 نتیجہ ہوتا ہے کہ ہندو رب تعالیٰ کا نکل کرنا ہے یہ فائدہ **الذین یکنونوا ایما اتنا سے حاصل ہوں** میرا فائدہ ہے اللہ
 تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جو محض اس کے کرم اس کی مہربانی سے حاصل ہوا اپنے ظلم، جمل، زور، طاقت وغیرہ سے حاصل نہیں
 ہوتی۔ یہ فائدہ **من یدعی اللہ سے حاصل ہوا** ہم فریاد کی ہر رکت میں پڑتے ہیں **اھذا الصراط المستقیم** یعنی
 چارہ کی دعا لگتے ہیں۔ **چوتھا فائدہ** جو نہایت اور گھر میں سب رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے ارادے سے ہے یہ ہی اصل سنت
 کا عقیدہ ہے **والقدر خیر موشر من اللہ تعالیٰ** یہ فائدہ **ومن یضلل سے حاصل ہوا**

پہلا اعتراض: قرآن مجید فرمایا ہے **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فی سبوا اللہ عدوا بظہیر**
علم کفار کے جوہرے یہودوں کو براندہ کو اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے مگر سب رب تعالیٰ نے علم کو کتے کی
 طرح فرمایا انہوں میں تباہی ہے۔ جو اسب اس اعتراض کے ساتھ جواب ہیں قوی جواب یہ ہے کہ وہ آیت حضورؐ سے اس کی
 تاریخ یہ علم والی آیت اور دوسری آیات ہیں یا یوں کہو کہ جلا ضرورت انہیں براندہ کو حضورؐ کو کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا
اعتراض: کسی کو تاکہ حادہ فریاد کتنا سب کے خلاف ہے اس سے اپنے منہ کی گندہا ہوتا ہے قرآن مجید نے یہ کہ اعلیٰ درجہ کی
 مذہب کتب ہے یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا۔ جو اسب سب ہی ہیں۔ آج کل کی فرنگی مذہب کے خلاف ہو گا کہ یہ مذہب لوگ
 جب اپنی ذات کا مسلطہ اپنے تویہ تسلیم قبول جاتے ہیں اپنی ذاتی معلومات میں ہر وقت کو مگر اللہ کے رسول کے دشمنوں کو
 ابھی طرح برا کہو ہم تو نماز میں پہلے شیطان کو برا کہتے ہیں پھر مخلوق شروع کرتے ہیں **عوذباللہ من الشیطان الرجیم**
 قرآن مجید کی پوری ایک سورت اسب اور اس کی بیوی ام جہیل کی برائی میں آئی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس آیت سے معلوم
 ہوا کہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا آت ہے جو صریح آیات میں ہے کہ شیطان گمراہ کرنا ہے کو کسی بات درست ہے۔ جو اسب بندوں ہائیں
 درست ہیں شیطان گمراہ کرنا ہے اس طرح کہ وہ بندے کو گمراہی کی رغبت دیتا ہے اسباب جمع کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس سبب کے
 جمع ہونے پر اس میں گمراہی پیدا کرتا ہے خالق رب ہے کاسب بندہ ہے مگر انہیں ہے۔ متحول کے متعلق کہ لیا سکتا ہے کہ
 فلاں کائنات سے اسے اور وہ بھی کہ رب نے اسے مارا۔

انتہائی مستجابہ مگر یہ آثار اپنے مالک کے احکام نہیں ملتے۔

ہاں ہاں مانے تک تک مانے اور پنکارے ہونے کھڑا
کے کبیر سو تھیں مدعو تھے مودکھ سے تیل بھلا!

۱۰) جانور بے کلمہ ہو کر گنوا یا کلمہ نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں یہ سب کلمہ کہہ کر لیتا ہے کسی جانور نے وہی ضدائی نہیں کیا انسان نے
کیا (۱۵) جانور اپنے مالک کو ڈی کھلانے والے کو پہچانتا ہے اس کی علامت کرنا ہے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کلمہ نہیں کر سکتا۔ کلمہ نہیں
اس کی تاثراتی بلکہ اس کی اندازی کرنا ہے جن وانس کے سوا باقی تمام چیزیں مطیع فرماتیں ہیں۔

دریغ آدمی ذلہ بر مغلہا کہ ہند چو فہم بل عم اصل

ہر حال تا فریق انسان جانور سے بدرجہا بدرجہ ہے۔ **لَوْلَا نَشْكُهُم الْغَفْلُونَ** یہ فریق عالی گزشتہ فریق کی بود چو اور ملت ہے
انظالموں سے مراد ہے ہر سہ ماغل یعنی یہ لوگ پورے عاقب ہیں انہیں اپنے انجام کی کچھ خبر نہیں۔ جانور اپنی ضدست اپنی اپنی
پر کراستہ رہتا ہے مگر انہیں کچھ خبر نہیں رب کی نعمتیں کھاتے ہیں مگر ان نعمتوں کا حق تو کیا لوگ سنے ہیں ان کا شکر لوانہیں
کرتے۔

خلاصہ تفسیر ہم نے بہت جن وانس ایسے پیدا کئے ہیں جن کا انجام دو دن ہے کہ وہ ہر حال دو دن کے کلمہ کریں گے اور
دو دن میں جائیں گے ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے ہلوسوں دل ہیں مگر دل سے اللہ کی آیات خبر و شکر یا تمس کی ہی تعلیم تو نہیں
کھینچتے ان کی کچھ صرفہ یا ناکھ سمجھو ہے ان کی طرف ان کے پاس علم ہیں مگر وہ انہوں سے اجازت کی باتیں ہی کے فریق فور سے
نہیں سنتے سن کر اڑا دیتے ہیں پوں ہی ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر ان آنکھوں سے آیات اور نبیور نہیں دیکھتے ان سب اعضاء
ان کی قوتوں کو صرفہ یا تمس یا کہ نبی کی علامت میں صرف کرتے ہیں یہ لوگ صورت میں انسان ہیں بیعت میں جانوروں کی
طرف ہیں کہ انہیں سوا کھانے پینے پیش و پشت کے اور کچھ کام ہی نہیں بلکہ خور کہ تو جانوروں سے بھی بدرجہ کہ جانور کھاتا
چتا ہے تو مالک کا کلمہ بھی کرنا ہے معمولی مذاکھا کرنا ہمارا کام انہیں سب مالک کے اشاروں پر چلتا ہے ٹوٹی جانور کبھی رب کا
کلمہ نہیں کر سکتا ان میں یہ کوئی بات نہیں یہ تو بالکل غفلت میں گرفتار ہیں ان کا یہ حال ہے کہ۔

دن لو میں کھوتا تھے شب نیند بر سوتا تھے شرم نما خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ سارے انسانوں کی پیداوار کا مقصد عبادت
اس ہے **وَمَا خَلَقْنَا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَا** ان میں سے بہت کم لوگ اس مقصد کو پورا کرتے ہیں آیت میں وہ
انہیں سرکش ہیں جن کا انجام دو دن ہے۔ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** سے حاصل ہوا انہوں نے لوگ اللہ رسول کے مطیع
ہیں رب فرماتا ہے **وَقُلِّبْنَا مِنَ الْعِبَادَةِ الْمَشْكُورِينَ** مگر ان شکر گزار انہوں نے ہیں۔ **وَوَسَّوْنَا قُلُوبَهُمْ** جن وانس کے سوا باقی
خلق دو دن میں مرنا ہے کہ لئے نہ جانے کی یہ فائدہ **مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ** سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے **لَا مَلْئِكَةَ**
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میرا اعتراض یہ ہے کہ مومن صلوات کے لئے جنت نہیں جنت
صرف مومن انسانوں کے لئے ہے جبکہ گزشتہ آیت میں سورہ اخلاف شریف کے حوالہ سے ثابت کیا کہ مومن جنت کی جزا

یہ ہے کہ وہ دروغ سے بچی جاویں وہ معنی کر لے جائیں گے۔ چوتھا فائدہ تو زبانِ حقہ میں نصرتِ مصطفویٰ میں تڑپ ہو وہ کوئی ہے جو کلن لفظِ رسال کے قرین نہ ستے دوسرے ہیں دو آنگہ لفظ کی آیات حضور کلمہ نہ سگے وہ انکھ می ہے جو اول ان میں خوردہ کسے وہ بے عقل ہے اگرچہ دنیوی کاموں میں دوزخ اتار دے یہ فائدہ لایفقہون سے حاصل ہوا رب تعالیٰ ایسوں کے متعلق فرماتا ہے **صحبکم من فہم لایر جمعون** اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہ ہے آنگہ ان کا جو من گئے وہ ہی لب جو کو ہوں نصرت

وہ ہے سر جو ان کے لئے بیگے وہ ہے دل جو ان پہ لگہ ہے

یہ چیز اپنے مقصد پر رات کرے وہ برہم کردی جاتی ہے گائے بھینس جب بالکل سو کہ جائیں تو نوح کردی جاتی ہیں یہ بیکار گڑھی پیکر دی جاتی ہے یا نوحیوں فائدہ نہ دے دوسرے فرشتوں سے افضل ہے۔ کافر جانوروں سے بدتر ہے فائدہ ہیں ہم اخص سے حاصل ہوا مومنین کے متعلق رب فرماتا ہے **اولئک ہم خیر البریت** ازار کافروں کے متعلق فرماتا ہے **اولئک ہم شر البریت** کشتی نوح میں جانوروں کے لئے جگہ تھی مگر کافر کھانا کے لئے نہ تھی جو نبی زادہ ہوا دوسرے کے لئے نبی زادگی رحمت ہے کافر کے لئے نبی زادہ ہونا نالذہاب ہے۔ چھٹا فائدہ: غفلت کی زندگی کا طریقہ ہے یہ ایسی ہی ہو شکاری کی زندگی دوسرے کا طریقہ بعض خوش نصیب سوتے میں بھی جاتے ہیں بعض بد نصیب جاتے میں بھی سوتے ہیں بلکہ خوش نصیب مگر کبھی پیچھے ہیں بد نصیب سوتے رہتے ہیں یہ فائدہ **اولئک ہم الغافلون** سے حاصل ہوا۔

ہر از ملک است و فیہ از دیو ترک ویوئے کن و بگذر بغیبات زنگ

پہلا اعتراض: یہں آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اکثر جن و انس دروغ کے لئے پیدا گئے گئے مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لعیبدون** سارے جن و انس اللہ کی مہلت کے لئے پیدا ہوئے دونوں آیات میں تضاد ہے۔ چوتھا پہلا اعتراض: صحیح ہیں یہں اس آیت میں **لعیبدون** میں لام حاجت اور انجام کا ہے اور تسبیحی و شکر کرنا آیت میں لام مقصد و حکمت کا ہے تعالیٰ نے سارے جن و انس کو اس مقصد و حکمت سے پیدا فرمایا کہ سب اللہ کی مہلت کریں مگر اکثر نے اس مقصد کو پر رات کیا کلمہ انجام دوزخ ہے کہ انہوں نے بد کاریاں کر کے اپنے کو دوزخ کا مستحق کر لیا یہی کلمہ فائدہ جو تمنا ہے وہ اس میں پیشہ کے لئے نوبی سر پر نوزننے کے لئے ہے ان کے بدلنے کا مقصد کوئی نیک جو سارے ہندہ کے نوبی پاؤں میں پن لے یہ ہوا ان دونوں کا کلمہ انجام جو خوش پسند والے کی اپنی غلطی کا نتیجہ ہے لام انجام کی مثل اس آیت میں ہے **ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینتہ و اموالا فی الحیوۃ الدنیار بنا لعیبدون عن سبیلک** مگر رب تعالیٰ نے فرعونوں کو مال دیا تھا نمایاں کرنے کے لئے مگر فرمایا **ایالعیبدون عبادک** مگر تیرے بندوں کو گروہ کریں یہ ہوا ان کا پہلا ستمنا لو مال انجام۔

لہ ملک ینادی حکم یوم لدوا للموت و بنا للمغرب

چنہا سوت کے لئے غار میں بناے ہوا یہی کی کے لئے سوت لو رہی ہوا ان چیزوں کا انجام ہے دوسرا شاعر کہتا ہے۔

و للموت تعذوا والبرات سعى لها
 كمالغراب العهر تبس المساكين
 امواتا لذوى الميراث جمعها
 ودورنا لغراب العهر مبيها
 وام سحاك فلا تحزمني
 فللموت ما تلد الواله

ان سب اشعار میں نام انجام کے ہیں ورنہ کوئی شخص وارثوں کے لئے نکل جہنم کرنا کھراس کا نہیں یہ سب دو صراحتاً اعتراض
 جملہ عقلی ہی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے تو چاہتے تھا کہ زیادہ جن و انس جنتی ہوتے توڑے روزنی آخر معلوم
 برعکس ہے۔ جو اس پر واقعی روزنی بہت ہی توڑے ہیں کیونکہ سارے فرشتے جو وہ تعلقان اور دوسری مخلوق جن انس سے کہیں
 زیادہ ہیں ان میں سے کوئی وارث نہیں صرف جن و انس ہی کا فرزند ذوقی ہیں ساری مخلوق کو ملا کر دیکھو تو روزنی بہت ہی توڑے
 ہیں (روح ایمان) اس کی رحمت واقعی غضب پر زیادہ ہے۔ تیسرا اعتراض اس میں کیا سکتا ہے کہ دوسری مخلوق میں کوئی
 روزنی نہیں مگر جن و انس میں روزنی زیادہ ان دونوں گروہوں میں یا تو روزنی بہت ہی نہیں یا تو بہت کم ہوتے تو خیر مت کہہ سکتے۔

جو اب اس میں مدعا حکمیں ہیں ہم صرف دو حکمیں عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ اس میں رب عقلی ہی بڑی بے نیازی کا
 اظہار ہے کہ انسان جو اشرف المخلوق ہے جس میں نبی رسول آئے اسی کا برعکس یہ ہے کہ روزنی بھی اس سے ہماری جگہ کی ہے
 اور نچا ہے تو بہت اور نچا ہے تو بہت نچا کوئی اپنی بلندی اور اولیٰ بلندی پر بگڑ نہ کرے اس کی پھانسی گئے دو سرے یہ کہ دنیا میں اعلیٰ چیز کم
 ہوتی ہے بلکہ اعلیٰ چیز زیادہ سوا عالم سے رہتا ہے زیادہ اور وہی کم ہے پانی زیادہ اگر اعلیٰ چیز بھی لڑتی کی طرف زیادہ ہوتی تو اس کی قدر نہ
 ہوتی۔

اگر ہر شب قدر بودے شب قدر بے قدر بودے

ہم میں بہت ہیں مگر دلخ صرف ایک ایک اسی قصہ سے مومن جنتی توڑے ہیں کا فر روزنی زیادہ اگر وہ زیادہ ان
 توڑوں کا نہ ہی نہیں ایمان) چوتھا اعتراض یہ بہت جنت کی پیرائش آگ سے ہے خلقتمنی من نار و خلقتمن
 طین تو انیس روزنی آگ میں تکلیف کچھ بھی نہ ہوگی آگ میں آگ مل جہلے گی۔ جو اب جیسے انسان مٹی سے بنا ہے
 کراسے مٹی سے تکلیف پہنچ جاتی ہے کہ ڈھلانہ روزنی توڑی بلکہ مڑوہو جاتا ہے اسے مٹی میں زیادہ تو دم گھٹ کر مر جاتا ہے اس ہی
 جنت کو روزنی آگ سے تکلیف ہوگی یوں کہو پیسے انسان مٹی سے بنا ہے مگر مٹی سے نہیں گرتا پتھر سے تو مڑوہو جاتا ہے یوں ہی
 جنت آگ سے بنے ہیں مڑوہو آگ میں ان کے اجسام ہیں لہذا یہ بدلی ہوئی آگ اسی مڑوہو آگ سے تکلیف پانے کی یا
 یوں کہو کہ مذاب راج کو ہوا کا روزنی آگ سے نہیں بنی جیسے ہمارے مٹی کے قالب میں بدن رہ کر مٹی سے اڑا لپکتی ہے ایسے
 ہی آگ کے قالب میں رہ کر آگ سے تکلیف پانے کی (روح العلوان) سچا پھول (اعتراض) سب ایشا بدو آگ کے سارے پاس
 دل تھکن آگ میں ہیں مگر وہ تو کھتے ہیں نہ کھتے ہیں نہ کھتے ہیں مگر یہ ملاحظہ یہ تو واقع کے خلاف ہے وہ تو خوب کھتے ہوتے کھتے
 ہیں۔ جو اب جنتی چیزوں کے کھتے سنبھ کھتے کے لئے یہ اھسا ہونے لگے تھے جو اب میں نہیں کھتے نہیں سنبھ کھتے کھتے
 نور سب کچھ کھتے کھتے ہیں لہذا وہ علان بہرے اندر سے ہوتے جو گائے ہمیں ڈوہو نہ۔ کہماے خوب اور گور پو شتاب
 خوب کرے وہاں گروئی جاتی ہے۔ چھٹا اعتراض اس آیت کریمہ میں کھلا کہ جادووں سے بدتر کیا گیا۔ تو اب اس

کی سزا ہمیں ابھی تیسرے میں جان کی تھی، جو اشرف ہو کر لوئی بن جوت اس سے بدتر ہے جو انی ہو اور انی رہے جو نوری ہو
کرماری بن جوت وہ اس سے بدتر ہے جو غاکی ہو کر غاکی رہے اور خاک میں مل جوتے۔

نور اللہ گر نہ ہو انسان میں جلوہ گر کیا قدر اس فیضیہ بادہ کی ہے

نور اللہ کیا ہے محبت صیب کی؟ جس دل میں یہ نہ ہوں جگہ خاک و خری ہے

گائے جینس جیسے تو اپنے دورہ کھی سے قلع پانچا نہیں میں تو اپنے گوشت پڑی بیل و ٹیوہ سے نظریں یہ در نصب انسان جتنے تو
تعلق کو ستلے مرے تو دور گزرتیں گھیرے اس کا گوشت پوست فیضیہ سب بیکار۔

تفسیر صوفیانہ: انسان کا دل ایک صاف آئینہ ہے عظمت و انکار اس کے گرد فہار جن سے یہ رخداد ہو کر آخر کار وہ جاہا ہے
تصدیق اور روح الی اللہ اس آئینہ کی میٹھ ہے دل قرآن کے صاحب قرآن بلکہ رحمان کے رہنے کی جگہ ہے آنکھیں کلن
زبان قرآن کی گزر گاہ ہیں اس سب کو صاحب قرآن کے لائق و سائل بنانا کئی جگہ میں رہتا نہیں گندے رولے گزرتا نہیں۔

غیوہ حرا چشم حقت بدوقت موم ہوا کشت عرت بوشت

بکن سرر غفلت از چشم پاک کہ فردا شی سرور در چشم خاک

در چشم از پنے صنع ہدی کومت ز صیب برور فرد گیر دوست

گزرگاہ قرآن و بند است گوش بہ بہتان و باطل شنیدن کوش

انکار ما تمہیں نے اپنے یہ اعضاء غفلت اور گناہوں کی کثرت سے بیکار کر لیے ہیں اعضاء بدولت کو ریت سے تاپ نہیں بدولت
طے تو کہے لب و لہجے کے دل حضور پوری باتیں کہتے ہیں ترویج کرنے کے لئے حضور کے عجولت دیکھتے سنتے ہیں مگر انکار کرنے
کے لئے یہ سنا کر سنتا دیکھتا دیکھتے ہے بدتر ہے لہذا تعلق نے اپنی تعلق و یکہ رنگ پیدائی ہے بعض لوگ توبہ و محبت کے لئے
پیدا ہوئے وہ اللہ ہیں لہذا کے حسن و میل کے منظرہ اللہ کی ملامت سے اللہ کی خبریں سمجھتے دیکھتے سنتے ہیں وہ رب کا کمال
پکارتے کلام سنتے جمل دیکھتے ہیں۔ بعض لوگ جنت کے لئے پیدا ہوئے گئے وہ لاکھ قدرت سمجھتے دیکھتے سنتے ہیں بعض دوزخ
کے لئے پیدا ہوئے گئے وہ جہنم میں بدتر ہیں کہ جہنم میں توبہ مستعد تھی جس میں وہ تصویروں میں تھی مگر ضائع کر دی۔
دل کا لاشک دار ہو جا چاہئے تھا سے انہوں نے اپنا انداز اختیار کیا (ادراج البیان) اللہ تعالیٰ ہم کو پہلی سعادت سے ناپے کہ وہ ہمارا
ہم اس کے ہوں۔ بڑا جرم غفلت ہے، پہلی نیکی حرمت معنی غفلت سے ملے گی جس مکان میں کہیں نہ ہو وہ جوتے جس مکان میں
سودا ہو وہ سب کلمہ جس سب میں لکھی نہ ہو وہ جوتے جس دل میں لکھی کا خوف رسول اللہ کا لاشک نہ ہو وہ جوتے۔

نہدوی ہی دل ہے کہ جس میں تسماری زیاد ہے جو بار سے قائل ہو اور اس سے جوتے ہے

ہر چیز کی تہذیبی رنگ رنگ مسلمان سے ہوتی ہے رب تعالیٰ ہمارے دل تہذیب کے پورے فن گھر میں ستاپ چھو کو زار ہوتا ہے جس دل
میں وہ نہ رہیں اس میں حسد، بغض، دنیویہ بڑا بڑا کواڑے پکڑے رہتے ہیں حضور کعبہ میں آکر سرتوہلی سے اہلکے اس کعبہ دل
میں حضور آجہویں تو محبوب نکل جہوں سدا کے کلمات حاصل ہو جہوں جس جسم میں جان پڑ جوتے اسے آنکھوں کا نور دکھوں
کی قوت سہ عدل کی، حزن کن نبش کی حرکت زبان میں ہو لے کی ملامت سب کچھ ہمارا جاتی ہے اگر جان نکل جوتے تو یہ ساری

عاقبت ختم ہو جاتی ہیں ایسے ہی تیس دنوں میں وہ جان لیوا ہونے لگتا ہے جو کہ وہ لوگوں میں تو اسلامی خوبیاں اسے مل جاتی ہیں۔

وَاللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَسَنِيُّ فَاذْعُوْهُ بِهَا وَذُرِّ وَالَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَاءِ

اور میں اللہ کے بڑے بہترین نام میں بھگا دو آگے ان ناموں سے اور چھوڑ دو ان کو جو بھرتی اور اڑتی کے ہیں بہت اچھے نام ان سے بھگا دو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں

يَهٗ سَيَجْرُوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَهْتَدُوْنَ

کرتے ہیں ناموں میں اس کے متغیر بنا دیتے ہیں گے اس جرم کی جو کہ کرتے تھے اور ان میں سے کئی قوم سے لکھے ہیں وہ جہاد بنانا یا پڑھنا اور جانے اور جانے بنانے پر قوں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بنائیں

بِالْحَقِّ وِبِهٖ يَعْبُدُوْنَ ۙ

تو انہیں کہنے اور گروہ ہے جو حقیقت دیکھتے ہیں ساتھ حق کے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور اس پر انصاف کرتیں جو حقیقت دیکھتے ہیں ساتھ حقیقت کے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں

تعلق میں آیت کریمہ کا کجی نقلیہ آیت سے پہلے تعلق ہے پہلا تعلق کجی نقلیہ آیت میں ارشاد ہوا کہ روز قیامت میں وہ ہیں جو قائل ہوں جنی اللہ کے آخرت قائل ہوں اب ارشاد ہے کہ اسے لوگو قائل نہ رہو نہ کہ ان کے اس کے اٹھتے نام ہیں ان سے اسے یاد رکھو تو یاد دہانی دہانی کی کہ کار لیکھ ہوا ملتی ہونے کے ذریعہ بھگا کر اب ہو رہا ہے۔ دو سرا تعلق کجی نقلیہ آیت میں ارشاد ہوا کہ روز قیامت میں انہیں کجاں ہوں انہیں ملن تو ہیں مگر ابے کل اب ارشاد ہے کہ ان امضاء کو کار آگے لگا کر ان سے یاد رکھا کر اس کے بارے میں اس کے امت، اے حکمت والے ناموں کو کچھ لو لوور سنو گو یا اس نسبت میں اس جہ کا ذکر ہے جس سے تکرار امضاء کر دہیں یعنی اللہ کا نام اس کے اٹھتے ناموں سے۔ تیسرا تعلق کجی نقلیہ آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ ہدایت دے وہی ہدایت میں اب ارشاد ہے کہ اس سے ہدایت لینے کا ذریعہ اسے اٹھتے ناموں سے یاد رکھا کر رکھتا ہے

تجاویز ال ہے کہ : میں تمہاری یاد ہے جو یاد سے قائل ہوا اور ان سے بڑا ہے

شان نزول : ایک صحابی نے قرآن مجید کے بعد یہ حدیث یاد کر لی کہ وہ رب سے دعا کی تو ایک کافر کا پاس ہو کر جمل تمہارے باروں سے یاد کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، غوی تو یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک اللہ کی مخلوق کہتے ہیں کہ وہ پکارتے ہیں وہ مسلمانوں کو کہتے لو لوور میں تو اس کی تردید تو ان صحابی کی تمہاری یاد میں۔ آیت کریمہ قائل ہوئی (تفسیر مظاہر علوم، ج ۱، ص ۱۰۰)۔

تفسیر : واللہ الا سماء الحسنی ان عبارت میں لام شخصیت سے ہے اور اللہ خیر مقدم ہے اور الاسماء

العصیٰ کچھ اجہد اس سے صبر کا وہ وہ اللہ اس عبادت کے چند معنی ہوئے (۱) صرف اللہ تعالیٰ نے ہماری اہمیت میں جو اس نے خود اپنے لئے معین فرمایا اور انہیں کے ذریعے اپنے بندوں کو کھانے، پانی، رب کے جو نام اور لوگوں نے اپنی عقل سے گزرتے وہ اہمیت نہیں اس کے اہمیت ہوں سے اسے یاد کر لوں خود سائنس ماہوں سے بچ (۲) اللہ تعالیٰ کے نام صرف اہمیت ہم ہی ہیں۔ ہم اس کے نام ہی نہیں اہمیت ہوں سے اسے یاد کرنا کرنا ہے جس پر ثواب ہے۔ ہرے ہوں سے یاد کرنا ہر مومن کو ہے (۳) اہمیت ہم صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقرر فرمودہ ہیں وہ سوں کے خود سائنس ماہ اہمیت نہیں اس نے اپنے جس بندے جس قوم کو جو نام ہونے اور اہمیت ہیں اس کے مقابلہ میں جو کسی کا نام رکھا ہوا ہے وہ ہرے پہلے وہ معنی قوی ہیں کہ اگے مضمون کے بالکل مطابق ہیں تیسرے معنی بتا دیتے ہیں کہ کن کا تعلق اگے مضمون سے کسی قدر تخیل سے ہو گا سائنس ماہ کے اسم کی پہلی اسم معنی ہم ہے خود علم ہو یا اسم اور علم خود علم ذات ہو یا علم منت یا علم اصل فرسکتے پہلی اسم نہ توصل کا مقابل بنے علم کا معنی سونٹ ہے احسن کا چونکہ اس میں معنی تھا اس لئے اس کی منت الہی سونٹ تکی ہم کا چارہ ہوا ہوں اس کے معنی کے اہمیت یا ہرے ہونے سے ہونے لگے تعالیٰ کی ذات ایک ہے مگر اس کے صفات بے شمار ہوں اس کا سموات ایک ہے اللہ باقی امام متناہی ہے شکر رملن را تیمود قیوم پورا امام متناہی کی بہت قسمیں ہیں کہ تک صفات کی بہت قسمیں ہیں صفات مقیدیہ صفات انفرادیہ صفات سید و غیرہ لفظ اسم الہی لیکر دیا ہے بنیاد اکثر فاعلو مہلک عبادت یا تو ایک یا شہدہ شریک یا جزا ہے لاجلہ کما کن کذا لک خوف جزائے ہے یا پہلے جملہ وللہ ہر صلوٰۃ ہے اور فاعل ہے جملہ اللہ تعالیٰ کا صلف جملہ خیر ہے جزا سے اعموا یا ہے دعا ہے۔ معنی پکارنا یا معنی دہانا گناہوں میں جس سے ہم سب سے اہمیت ہیں ہرے انہیں اہمیت ہوں سے پکارو یا اعموا یا ہے دعا ہے۔ معنی پکارنا یا معنی دہانا گناہوں میں جس سے ہم سب سے اہمیت ہیں ہرے انہیں اہمیت ہوں سے اس سے دعا مانگو مگر خیال رہے کہ جسکی دہانا گناہوں سے دیکھتے ہی نام سے پکارو یا رزاق ہم کو روزی رہے اسے رملن ہم پر رحم کرے مثالی کا عرض بنادوں کو شکر ہے اسے قدار کفار کو یاد کرے نہ کولت لار ہم پر رحم کرے اسے رملن کفار پر غضب کر فرسکتے بھی ملامت کے لئے عرض کرنا ہو ویسے ہی نام سے اسے پکارو و ذرو الذین یلعنون فی اسمانہ یہ لا سرا ہم ہے جو یہ عبادت فاعلو اہم صلوٰۃ ہے ذرو کے حلق عرض کیا جاتا ہے کہ یہ وہ امر ہے جس کا صدور یا معنی ذمہ نہیں آتا صرف مضارع اور امر ہی ہی آتا ہے جیسے وتذرون ما خلق لکم ربکم یا جیسے لاتذرونہ ولا سوا ما الفین سے پہلے تیسرے یا شہدہ ہے۔ اہل اراک اللہ ہیں سے عبادت کفار مشرکین اور تمام لوگ ہیں جو رب تعالیٰ کے نام اپنی راستے سے رکتے اس میں غلاطی داخل ہیں جو رب تعالیٰ کو مدد انقباض متہ مستعد دیکھتے ہیں سلوٰۃ بنا ہے۔ میں کبھی یاد رکھ رہی اس لئے پہلی جملہ کہتے ہیں کہ وہ سیدھی نہیں ہوتی بلکہ ایک طرف تو ہماری ہوتی ہے لہذا معنی جلی من الحق۔ رب فرماتا ہے ومن یردقیا بالعباد خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اللہ الج روی کی تین صورتیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے خاص نام کسی مخلوق کو نہ جیسے کفار عرب اپنے حق کو کلات معزی منات کہتے تھے ان سے لات عزیز سے معنی منان سے ملتے یا جیسے سیرت کتاب نے اپنا نام رملن رکھا تھا (۲) اللہ تعالیٰ کے وہ نام کہ بتوں اس کی شان کے خلاف ہیں جیسے اسے ہر اسمی معنی صحیح کہا جاتا ہے روح القدس کہنا یا اسے رام لکھنؤ پر مہر پڑھا کہنا حتی کہ جو نام لفظ درست بھی ہوں مگر کن کا استعمال کرنا رب کی ہے لہذا وہ بھی اس میں داخل ہیں اسے دیکھنا کہ رب اکتب یا کہ رب

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم صد فکر کہ عظیم میان دو کریم
 نہ ہماری مگر انکساری کی حد نہ کریموں کے ہمسوا کا شکر

اللہ کے ناموں کے احکام اللہ کے ہمسوا سے مخلوق بندہ تو انہیں یاد رکھتے چاہیں جو سمت منہ ہیں اذ اللہ تعالیٰ نایب
 نام ذاتی ہے یعنی اللہ جلی نام صفاتی جیسے زبان عربی میں ایل اللہ کلائی نام صفاتی صفاتی اسی سے بنے اسرائیل میرا ٹیکل میکائیل
 وغیرہ عربی اور عربی زبانوں کے سوا کسی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کوئی نہیں۔ لفظ اللہ کے ذاتی نام ہونے کے دلائل ہم
 سوا ذاتی تفسیر میں ہم اللہ کے قصیدے بیان کر چکے کہ اللہ ہمیشہ سو صرف ہو کر آتا ہے کسی اسم کی صفت ہو کر نہیں آتا نیز کسی
 سے مشتق نہیں۔ دوسرے نام مشتق ہیں اس کی تحقیق میں محل جبران ہے جو فیروز (2) قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام تو قہری ہیں
 یعنی اس کو صرف ہی ناموں سے یاد کیا بلا سہ جو قرآن مجید و حدیث شریف میں مذکور ہیں یا جن پر امت رسول اللہ کا مبالغہ ہو
 گیا کہ علماء و مشائخ نے وہ نام اختیار کیا جیسے لفظ اللہ اگر تمام علماء و مشائخ نے یہ نام اختیار کیا کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور ج
 العالی (3) اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام بہت ہیں جن کا شمار نہیں مگر وہ نہ قسم کے ہیں بعض جو صفات حقیقیہ پر دلالت کرتے ہیں
 جیسے سو سو وغیرہ بعض دو دو صفت انصاف پر دلالت کرتے ہیں جیسے لول آخر یا جیسے سبح البسیر العظیم وغیرہ بعض صفات سب
 والے جتنے غنی اسماء وغیرہ اور بھی اقسام ہیں اور بعض تفسیر کبیرہ سے وغیرہ بیان فرمائیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کے نام تو قہری ہیں مگر
 اس کی صفت تو قہری نہیں ہر شخص اپنے بندہ کے مطابق اس کی حمد و ثنا کہے مگر ایسی حمد کہ جو اس کی شان کے خلاف نہ ہو
 دیکھو حضور علیہ السلام نے رب تعالیٰ کو جسے یعنی حیاء اور سحر یعنی پردہ پوش فرمایا مگر یہ دونوں لفظ اللہ کے نام نہیں اس کی صفت ہیں
 (روح المعانی) (5) اللہ تعالیٰ کے بعض نام مشترک ہیں جو بندوں کے نام ہیں اور رب کے بھی مگر کتب معنی سے جیسے علی علیہ السلام
 سبح صہیر کریم و رحیم عزیز الطیب خالق وغیرہ۔ تفسیر کبیرہ نے خالق کو اسمہ مشترک سے لیا اس کے بعض نام خاص ہیں۔ رب
 تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو نہیں بولے جاتے جیسے رحمن قدیم واجب الوجود ارحم الراحمین اکریم الکریمین خالق السموات
 والارضین وغیرہ (6) بعض صفات اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن یا حدیث سے ثابت ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ کا نام نہیں کہا جاسکتا جیسے
 شئی عدوت زارع و اقی مسترہی و غیرہ (روح المعانی) (7) جس لفظ کے معنی معصوم نہ ہو مابوں ہی جس لفظ کے معنی اعلیٰ بھی
 ہوں تو ہی بھی وہاں تعالیٰ کے لئے نہ بولو لہذا اسے بولو کو کہتی نہ کہو اسے صفاتی لامراض کو طیبہ نہ کہو اکیسرا حتی کہ ا طہنت
 قدس سرہ نہ فرمایا کہ اللہ میں نہ کہو کہ لفظ میں عورت کے شوہر کو بھی کہا جاتا ہے (8) اللہ تعالیٰ کے سمت ہمسوا کے اول
 ہم آتا ہے جیسے معان مانگ ملک مستند وغیرہ جو اسمہ اللہ کہہ کر نکالے اس نے گواہان تمام ہمسوا سے زیادہ ہی لئے آخر
 دہاں کے لول اللہ کہو مانا ہے۔ رب فرمایا ہے **قل اللهم مالك الملك**۔ (9) جو شخص اپنی عاشر باجی بارو بنا
 کہہ کر رب کو نکالے اشاء اللہ ان نے عاقل ہو گی دیکھو قرآن مجید میں ایک جگہ پائی بارو بنا ہے **وینا ما خلقنا**
باصلا اس کے بعد **فاستجاب لہم دہم** 110 اسم اپنے صبی کا میں ہو آجگہ فرما ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ ایب
 ہے مگر اس کے نام بہت اگر ہم صبی کا میں ہو تاکا زم تاکا لہ تعالیٰ نوزیلتہ بہت ہوں تفسیر کریں۔

فانک سے جن بات نہ رہتے چند فائدہ حاصل ہوتے۔ پہلا فائدہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں مگر ہم نے ہمسوا سے

تو اپنے محبوب کی صفات میں لگا کر کہو اب یا۔

تفسیر بوالعین کنہو اب یا تا بعض مغزین نے فرمایا کہ لغزین سے مراد قزین ہیں جن کے متعلق یہ آیت مائل ہوئی مگر حق یہ ہے کہ ہر کافر عکس اس سے مراد ہے کیونکہ اگرچہ شان نندل اس کا خاص ہے مگر عبادت تمام کفر اس کے معنی میں خوب جھٹلایا یا اس طرح کہ مرستہ دم جھٹلاتے وہ طور کفر سے یہ اس طرح کہ قول عمل سے جھٹلاتے وہ یہ اس طرح کہ خود بھی جھٹلایا اور لوگوں کو بھی لالچ لایا انہیں کفر بنایا آیات سے مراد یا تو حیات قرآنیہ ہیں یا حضور احمد کے بھڑات یا خود حضور دیکھ کر کہ آپ کی ہر اللہ کی آیت تہ یا عام آیات مراد ہیں ان تینوں کو شامل مستقلہ جہم یہ خربتہ اللزین کی یہ باب استہ راج سے جس کا راجع ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ پہلے معنی ہے کہ تہ یا نہ کے اور ہے مستند راجع سبزی میں کہ دونوں کے ذریعہ کسی کو نیچے سے لوہے پہنایا اور پھر اسے آہستگی کے ساتھ نیچے لٹکا دیا یعنی آہستگی سے مشکل کرنا (پہلے کے قدم ہو قریب قریب پڑیں جن سے پھر آہستہ آہستہ چلے لیٹتا رہ کر آگیا جانا ہے اور راجع الکتب اس سے کتاب لپیٹ دی۔ اصطلاح میں ہر آہستہ آہستگی کو استہ راج کہتے ہیں وہی معنی میں مراد ہیں اکبر مغالان معانی و لغویہ یعنی ہم آہستگی سے دوزخ کی طرف لے جائیں گے کہ ان کا ہر سانس ہر قدم ہر عمل دوزخ کی طرف جانتے کھڑے ہو گا اور دوزخ کی یہ رو آگیا ایسی ہوگی کہ **من حیث لا یعلمون** یہ عبارت ایک پوشیدہ لفظ "انکا" کے متعلق ہے جو کہ استہ راجہ صدر پوشیدہ صلت ہے یعنی اس طریقے سے انہیں دوزخ کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ گناہ کریں گے ہم انہیں نعمت دیں گے جس سے وہ سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد دہانی کونہ پتہ ہے تہ یا تو ہم کو نعمت ملی اس پر وہ اور گناہ کریں گے ہم اور نعمت دیں گے اس پر وہ اچھی طرح گناہوں میں سرگھبروں میں پھنس جائیں گے کہ اہلک ان کو پکڑ لیا ہوتا ہے۔

حکایت خلافت فاروقی میں شہ قاس سری لاسری خزان بے شمار سولہ منہ منور میں لکھا گیا کہ تہ منورہ سوئے سے مراد یہ کہ حضرت محمدؐ نے ہر گاہ بھی میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے تو وہ مستہ راج نہ بناؤ جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور یہ ہی آیت کہہ مملکت کی (تفسیر کبیر روح المعانی) **والسلی لہم** یہ عبارت معطوف ہے مستند جہم مگر اس میں سین کا عمل نہیں کیونکہ استہ راج تو آہستہ آہستہ ہوتا ہے مگر لہام میں آہستگی نہیں لہام بنا ہے ملی سے۔ معنی دوزخ و لذت قرآن کہ ہم میں ہے **والعصر فی صلیا۔ اصلاح** کے معنی دوزخ و لذت تک مستند بوالعین ہم ان کو دوزخ و لذت تک مستند دوزخ کے کہ ان کی عمریں لمبی کر دیں گے، جس سے دوزخ کو کھائیں گے کہ ہماری یہ یہ عملیں اور آدمی مگر کاسب ہیں رب تعالیٰ اس پر ہم سے راضی ہے (تفسیر کبیر) اس تفسیر سے یہ لگا کہ استہ راج اور الامور دونوں طبعہ طبعہ سزائیں ہیں دونوں ایک نہیں **ان سلی متین** یہ ان دونوں مذکورہ مذہبوں کا بیان یا ان کی وجہ ہے لٹکا کید خداع **مکسر** قریباً ہم معنی ہیں جب یہ بڑے کی طرف متروک ہوں تو ان کے معنی ہوتے ہیں فریب دہا جو کہ دغا کنی کو پہنچا دینے پر جن میں جب ہے کہ ہر ہن کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہوا تو ان کے معنی ہوتے ہیں خفیہ مذہب اور کہ اعلیٰ دوزخ کی صفت ہے مگر سوائے مذہب کو کید نہیں کہا گیا بلکہ مخالف مذہب کو کید یہ ہی معنی مراد ہیں متین مذہب متناہ سے۔ معنی قوت شدت اسی لئے گونے کی قوی پیشانی یا قوی بیہ کو متین کہا گیا ہے یعنی ہماری خفیہ مذہب کفر کے خلاف ہرستی مشہور قوی ہے **لو لم یفتکروا** یہ عبارت ایک پوشیدہ کاہر معطوف

قصص باطل فرماتے رہیں گے وہ لوگ اس عیش و عشرت سے سمجھیں گے کہ رب تعالیٰ ہم سے واپسی ہے ہمارے یہ کام ایسے ہیں جو نعمتیں ہم کو کثیر انعام مل رہی ہیں اور سب سے یہ کہ انہیں ذمیل میں گئے کی عمریں درازن کی تندرستی و صحت میں زیادتی کریں گے تاکہ اور زیادہ جرموں کا کار بار لگائیں۔ خیال رکھو کہ کفار کے خلاف ہماری خفیہ تدبیریں بہت ہیں تو یہ مضبوط ہیں ہماری ذمیل سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ جو یہ میرے محبوب کو بخون دیوانہ کہتے ہیں کیا انہوں نے کبھی ان کے صفات و افعال ان احوال میں غور نہیں کیا یہ تو پھاپس مل سے انہیں میں رہتے سنتے ہیں ان کے تمام حالات ان نظریہ روشن ہیں یہ ہی لوگ پہلے ان محبوب کو صادق الوداع اور بہت بگڑے ہوئے دکھاتے تھے ان کے تمام اعصاب و نظام ان کا نہیں خراب ہوا ہے کہ ان میں جنون کا شائبہ بھی نہیں اور وہ بھی کیسے سکتا ہے وہ تو میرے مقرر کردہ نبی و رسول بشیر و نذیر ہیں، یونہی تو یہی فرائض انجام نہیں دے سکتا ہم نبی کو تمام مخلوق سے زیادہ عقل و دانش عطا فرماتے ہیں۔

فائدے کے جن آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کہ کئی بہت قسمیں ہیں اور ساری قسمیں سخت جرم ہیں مگر ان سب میں نبی کا کار بار ان کے عیوب کو بھٹکانا سخت تر جرم ہے جس پر عذاب سخت سے سخت آتے ہیں۔ یہ فائدہ کہ نبی و اہل بیت سے حاصل ہو اگر ان رب کا سکر صدیوں رہا مگر جب نبی کا سکر ان کا سکر ان کا سکر ہو نا ہر روزی یہ سبھی ہے۔

ی تو انی مگر ہر اوس شدن مگر شان نبی تو اس بان

اللہ کو دیکھا جس سے کبریٰ کو اس کی شانوں کو آنکھوں سے دیکھا ہے ان کا کار بار بڑے اندر سے پن کی بات ہے۔ دوسرا فائدہ: یہ کہ لوگ نعمتیں لانا عیب الہی ہے کہ ان نعمتوں سے اس کی عظمت اور بزرگاری اور بزرگوں کی زیادہ ہوگی یہ فائدہ وہ مستند جہم سے حاصل ہوا اس چمک تیسرے صلیبی میں فرمایا کہ جب تم کسی بزرگ کو دیکھو کہ اس پر نعمتیں بہت ہیں اور وہ اپنی بزرگاری پر قائم ہے تو کچھ لوگ وہ مستور رہ جاتے ہیں ذمیل دیا ہوا ایسے سے دور بھاگو۔ تیسرا فائدہ: اپنے معاملات میں غور نہ کرنا کہ میں کدھر جا رہا ہوں میرے دل کا رخ کدھر ہے یہ بد نظمی کی علامت ہے۔ یہ فائدہ من حیث لا یعلمون سے حاصل ہوا ایسے مشین کا ذرا نیور ہر وقت مشین کے ہر ذرہ پر نظر رکھنا۔ ایسے ہی انسان کو ہر وقت اپنی ہر حرکت ہر حالت پر نظر رکھنی چاہئے۔ چوتھا فائدہ: کبھی جرم بڑا ہو کہ کبھی نیکی محض ہے جس سے وہ اور زیادہ کفر کرتا ہے اس کی یہ مگر گناہوں میں گزرتی ہے یہ درازی عمر خدا کا عذاب ہے۔ یہ فائدہ واصلی لہم سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے انہیں سے فرمایا تھا انک من المستظربین الی یوم الہا الوقت المعلوم یان کو نیک اعمال کی وجہ سے دروازہ عطا فرمائی جائی ہے وہ عمرتوں کی رحمت ہے یا پتھر اٹھانے کا فائدہ: مشورہ اللہ کی صفات عالیہ میں غور کرنا جس سے آپ کی مصیبت آپ کی شان معلوم ہو ہی عہدت ہے اس میں غور نہ کرنا بڑی اہمیت ہے۔ یہ فائدہ اولم یفکر واسے حاصل ہو اور سری جگہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان تقوموا اللہ مشی و فرادی ثم تفکر و اما بصاحبکم من جنتہ ان هو الا نذیر لکم اللہ کے واسطے تم کو کیلئے، دیکھو بیٹے کہ سوچو غور کرو تمہارے محبوب میں جو تمہارے ساتھ رہے ہیں جن دن وہی آگیا کا شائبہ بھی نہیں آتا نہ عقلی نہ غور و غیب کرے نہ خدا کرے ان کا قصور دیکھا کہ جلا سے کہ ہر طرف وہی نظر نہیں۔

ریاضت نام ہے ہماری گل میں آنے جانے کا حضور میں تمہارا رہنا محبت اس کر گئے ہیں
 چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ فائدہ خاص کر مہ ہے کہ حضور ﷺ تک مطلقہ میں ہی پیدا ہوئے اور وہاں ہی رہے آپ کی زندگی اندرونی
 زندگی سب کو کھلی گئی جس سے آپ کے حلقہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ یہ فائدہ مبصحاہبہم فرماتے سے
 حاصل ہوا۔ حضور کو پانچ روزہ زندگی "ایمان" ہے کہ سب سے پہلے حضور نور اور ایمان حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت خدیجہ
 الکبریٰ کی آمد روئی زندگی سے باہر تھیں ان دونوں حضرت کے "ولاد" ایمان لانے سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے محبوب کی زندگی
 لکھی ہے اور غنچہ کی کھلیاں تھیں۔ مسائل فائدہ دہمی بخون ہرے گونگے نہیں ہو سکتے کہ وہ حضرات تبلیغ کے لئے بھیجے جاتے
 ہیں اور یہ بناویں تبلیغ سے رکرت ہیں۔ یہ فائدہ من جنتہ سے حاصل ہوا۔ آنھوں فائدہ: مرزا جہاں پائی نے لکھا کہ وہ
 مراقب حاضرین جن کی ایک قسم ہے اور نبیؐ کی جنوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے خود کھمبات کہ مجھے مراقب ہے وہ خود اپنی قوم سے
 ہوا ہے۔ یہ فائدہ بھی مبصحاہبہم من جنتہ سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ من اور جنتہ کے تکرار ہونے سے
 معلوم ہوا کہ نبیؐ کو جنوں کا شائبہ بھی نہیں ہوتا کہ فوٹوں فائدہ: ہوسنے کو اپنی پلٹ پر قرار نہیں ہوا وہ خود اپنے خلاف کہہ جا
 ہے کفار عرب بھی کہ حضور نور کو جنوں کہتے تھے بھی سکور ابھی ساہرا بھی ساہرا ہوا ان ساہرا شام کیسے ہو سکتا ہے پتہ لگا کہ وہ
 ہوسنے تھے۔ وسواں فائدہ: حضور نور کو وہ نے انھوں مطالت بخشیں ان سب میں اشارت ذنات اعلیٰ رہے جنی مسلمات
 ہیں آپ کی وہ مسلمات باطل ظاہر ہیں یہ فائدہ "ندیدو اور ساتھ ہی شین فرماتے سے حاصل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: حضور نور
 سے کفار کے اعتراض رفع کرنا حضور کی نسبت کہنا مست اید ہے دیکھو کفار نے حضور نور کو جنوں کہتا رہے انہیں جواب دہ
 اور ساتھ ہی کی مسلمات و نسبت بیان فرمائی انھوں انذار مبین۔"

و حرم نے ترسے جو آپ سے کہا ہے کہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے تو نے پلٹ کر دیکھ کر کما تزی شرم و حیا کیا کیا نہ
 پہلا اعتراض: یہاں کفار پر وہ خدا ہوں گا کہ ہو ایک اللہ اور دو حرم سے لگاوا ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ دونوں کے معنی
 ہیں اسمیل و علیہ جو سب دین دونوں کافر ہی تھے میں عرض کیا گیا کہ بحرم کو بنوادی نعمتیں دے اور اللہ اور اللہ ہے جس سے
 وہ اور دونوں سے قریب ہو سکتا ہے اور حرم کو روز عمر عطا فرمادے لگا ہے جس سے وہ اور زیادہ حرم کا خیر و جمع کرے۔ دو سرا
 اعتراض: نبیؐ خود حرم کو بنا کر اور رب تعالیٰ حرم کے سے پاس ہے کہ حرم کو بڑا محبوب ہے۔ جو سب مذکورہ کہ جب وہ نایاب بحرم
 کی حرکتوں کو ایسا کہا تھا کہ وہ فریب دی جانے سب وہ تعالیٰ نے حرموں سے روکا ان کی رہائی بنی فرمادی بلکہ اس ذمیل کا بھی
 اعلان فرمادیا کہ وہ دیکھو کہ تم کو کتاہوں ہی نعمتیں ملیں تو وہ نعمتیں نہیں بلکہ مذاب ہیں اس سے دھوکہ نہ کھانا چھو کہ کس رہا ہے تو
 کھرت کھونے کی کوئی ہوئی جس پر ہزار ہا ہو گی۔ تیسرا اعتراض: حکمیل کے معنی ہیں مگر فریب حرم کو کہ بتایا یہ سب ہے
 پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیوں کیا گیا کہ اللہ کی ہی نعمتیں رب تعالیٰ تو محبوب سے پاک ہے۔ تو اب اس کا تفسیل
 جو سب پہلے پارہ میں ہے پہلے ہی میں ہوا اللہ کو کہ ایک لفظ کے معنی ان کے منسوب ہے کہ لگا ہے۔ کہ جاتے ہیں تو ہی بیٹہ
 کیا وہ لکن بیٹہ کنی آٹھ بیٹہ کنی دل بیٹہ کیا بیٹہ نہ پڑے نہ گیا۔ ہماری بہت میرے دل میں بیٹہ کنی ان سب میں بیٹہ جانے کے معنی
 ایک لفظ کے ہیں اسے لفظ کو نہ لفظ "اید و فریب" ہا کر ان کی نسبت انسان کی طرف ہو تو سب ہیں لیکن جب ان کی نسبت

رب تعالیٰ کی طرف ہوتی ہیں۔ خیر تہود و یحود لفظ علم قرآن مجید میں کئے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان
الشکر لفظ عظیم ہے علم کے اور معنی پر **ربنا ظلمنا انفسنا** اس طرح انہی حکمت من الظالمین میں
 علم کے کہہ نور معنی ہیں **ظالم** اہل اللہ **لا یظلمون** **مخال** ذوق علم کے اور معنی میں ہر جگہ ایک لفظ کے ایک ہی
 معنی کی علامت تخلصی ہے لفظ **ظالم** بہت معنی میں استعمال ہوا ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ تم نے کہا کہ نبیؐ کو توڑوں میں ہو سکتا ہے
 موسیٰ علیہ السلام کو کئی اہلی دیکھنے پر فطنی طاری ہوئی فطنی بھی توڑوں کی ایک قسم ہے۔ **جواب** یہ ہے غشی بخند کی طرح ایک
 انسانی عارضہ جس میں عقل تو رہتی ہے مگر اس پر ایک خلاف سائنس ثابت ہے یہ توحید کے ہرگز خلاف نہیں مگر اس صورت کے لئے
 فطنی بھی عارضی قوتوں سے عرصہ کے لئے آتی ہے پانچواں **اعتراض** حدیث شریفہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ پر جلو کا
 کیا جس سے تپ کی حمل میں نور آیا ہے کہ انہوں میں ہو سکتا ہے جلو کیوں ہو سکتا ہے **جواب** یہ ہے کہ اس جلو
 سے حضور انور کی حمل میں فتور آیا صرف نہیں بلکہ زیادہ ہو گئے تھے وہ بھی وہ یولی کاموں میں حضرت انبیا پر لسان طاری
 ہو سکتا ہے۔ خیال رہے کہ جلو کا اثر نہیں ہوا یہاں ہو سکتا ہے جیسے گوارا اور زہر کا اثر جلو بھی ایک سوڑتی ہے مگر جب جلو کا مقابلہ
 مگر سے ہے جو جلو کیوں ہو جلو سے گدگد کیوں فرمائی جلو کر **ظہیم اللہ** کے مقابل لیل ہو گئے۔ چھٹا **اعتراض** اس آیت سے
 معلوم ہوا کہ حضور ﷺ صرف ڈرنے والے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں **انہو لا تغیر** حصر کا مفید ہے مگر تاکہ حضور کو
 رب تعالیٰ نے لاکھوں صفات بخشے۔ **جواب** یہاں حصر انسانیت ہے جنوں کے مقابل یعنی وہ جنوں نہیں صرف تیر ہیں جو رب
 کی طرف سے تیرہ چیزیں دی گئی ہیں وہ جنوں نہیں ہو سکتے **سواواں اعتراض** حضور انور تیر بھی ہیں شہر بھی پھر صرف تیر کیوں
 فرمایا **جواب** اس کا جواب بھی تفسیر میں دیا گیا کہ حضور انور لولا حضور تیر ہیں بلکہ میں شہر۔ سب کے لئے تیر ہیں صرف
 مومنوں کے لئے تیر نہ اس تمام ہے بشارت خاص۔

آنحواں اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں پر کاہوں کی عرصہ دراز کر دی جاتی ہیں کہ فرمایا **یا اولیٰ لبہم**
 مگر حدیث شریفہ میں ہے کہ نیک اعمال خصوصیت سے اپنے رشتہ داروں سے سوگ کرتے سے عموماً بلا جتنے ہیں دونوں
 میں تضاد ہے۔ **جواب** یہ معنی مومن کی عموماً ہوتی ہے نیک کاری کے لئے تاکہ وہ جنہیں پور زیادہ کرے یہ کار مجرم کو نہ اصل
 دی جاتی ہے اس کی عموماً کر دی جاتی ہے یہ کار پور زیادہ کرنے کے لئے حدیث شریفہ میں پہلی قسم کی درازی عموماً کہ تیر
 یہاں اس آیت میں درستی قسم کی درازی ہا کر ہے شیطان کو دراز مہمالت کے لئے نہیں دی گئی بلکہ بد معاشی کرنے کے لئے
 دی درازی گئی ہے۔

تفسیر صوفیانہ۔ لفظ تعالیٰ کے مذہب است قسم کے ہیں ان میں سے سخت تر مذہب استہراج ہے کہ رب محبت سے مگر شکر
 بھلا سے بندہ نعمت کی طرف مائل ہو جنم کو بھول جلا سے بندہ ہر وقت غطا کرے رب اس پر غطا کرے استغفار بھلا سے منت
 مسلسل ہو وقت کا خوف نہ ہو ہر جگہ بندہ نکلا کر ہوا سے مگر کا خوف نہ ہو استہراج کی منت صورتیں ہیں عموماً اپنے نفس سے جاہل ہو
 مرشد کا بے لوب ہو اس لئے پاس اور نبی کی بھرا ہو مگر مل مقام انبیا ہو پھر اس پر بھارت ہو تو یہ بھی استہراج ہے تمام ائمہ فرمایا
 کرتے تھے کہ اللہ کے حل سے اور اس کا فضل انہو رب کے کمر سے خوف نہ ہو اگرچہ لہب میں پہنچ جلا دل کا انقرار اور انکار۔

اللہ کی نعمت ہے لفظ تعالیٰ نے اسوں میں رہتا ہے نیا کے لئے فراموشی ہر گانا ہے وہیں کے لئے قرار یعنی حضور ہے جسے نبی شہود
استدراج میں بہشت اورین شہود اشکل میں (روح الامین) اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا صاحبہم حضور انور ہمارے وہاں
کے ساتھی روحوں کے ساتھی ایمان کے ساتھی ہیں کیا ساتھ حضور کا ہے باقی سب ساتھ جو ملے ہیں۔ حضور تو سب کے ساتھ
ہیں مگر حضور کے ساتھ کوئی قسمت والا ہی ہو سکتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حلق ارشاد ہوا اذ بقول لصاحبہ لا
تعزبن ان اللہ معنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خوش نصیب ہیں جنہیں رہنے حضور کا ساتھی کہ اس لئے حضرت صدیق ہود
انبیاء افضل الخلق ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھی ہیں۔ حضور جنوں یعنی پہلے سے نہیں وہ تو ایسے ظاہر ہیں کہ انہیں عرش
جائیں فرشتی جائیں انہیں انسان جائیں جانور بچا میں انہیں لکڑیاں ذرات منقشہ جائیں انہیں پہاڑ صورت نامہ سے پہچائیں وہ
نصیر بھی ہیں سین بھی آیت میں حضور انور کی ست شہادہ لفظیں ہیں۔

أُولَٰئِكَ يَنْظُرُونَ فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۗ

اور کیا نہیں فرمادیا انہوں نے بادشاہت میں آسمانوں اور زمین کی اور وہ جو پیدا کیا اللہ نے چیز

کیا انہوں نے لگایا نہ کسی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی

وَإِن عَنَىٰ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ اِقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَٰهُ

اور یہ کہ فریب ہے یہ کہ قریب آچکی ہو موت آن کی جس کس بات پر اس کے پچھے

اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آیا جو تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین

يُؤْمِنُوْنَ ۗ مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَآ هَادِيَ لَهٗ ۗ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَآءِ

ایمان لائیں گے وہ جو گمراہ کرے اللہ اسے پس نہیں ہے کرنی بات دینے والا اس کو اور چھوڑ دے

و نہیں گئے جسے اڑھ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور انہیں بھوڑتا ہے

نَزِمَ يَعْمَهُونَ ۝

ہے ان کو سرگشتی میں ان کی بھٹکتے ہوئے

کو اپنی سرگشتی میں بھٹکا کر دیں .

تعلق ایمان آیات کرہ ہجرت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق ہجرت آیات کرہ میں آیات قرآنیہ ہجرت
نبی علیہ السلام میں خود کرتے انہیں بھٹکتے پر غم ہوا الب دنیائی چیزوں میں خود کرتے پر غم ہوا ہے گویا تشریحی لاکل
کے بعد توبہ میں لاکل کا کرہ ہے۔ دوسرا اعتراض ہجرت آیات میں حضور علیہ السلام کی ولت و صفات میں خود کر کے آپ کی نبوت

ہائے کی دعوت دی گئی جب اہل لاکھ توحید میں غور کرنے اور رب تعالیٰ کی ذات و صفات سامنے لا کر پراچار پراچے کو یا نبوت کے بعد توحید کا ذکر ہے جو کہ نبوت اسلامی توحید لائے گا کہ یہ ہے اس لئے اریہ نہ کر پیلے ہو اصل حصہ کا ذکر بعد میں۔ تیسرا تعلق بجلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم کو مگرین کو صلت دیتے ہیں **واصلیٰ لہم اب ارشاد ہے** کہ یہ صلت اور ذریعہ میں نہ رہے گی آخر انیس موت آوے گی جس پر ہریان میں دو چلوئے گا گویا صلت کا ذکر پیلے ہو اس کی انتہا کا ذکر ہے۔

تفسیر کو لہذا منظور و ایہ پامل ہے اس میں بھی سوال یا تا انکار کے لئے ہے یا تعجب دلائل کے لئے ہے **یمنظور** و ایہ پامل ہے نظر سے نظر آگے سے دیکھنے کو بھی کہتے ہیں یعنی بصارت کو اور دل سے غور کرنے کو بھی یعنی بصیرت کو بھی ظاہر ہے کہ یہاں دو سرے معنی میں ہے یعنی سورج غور کرنا ہی لئے اس کے بعد فی ارشاد ہو الہی ارشاد نہ ہوا جو کہ حضور غور کی صفت مایہ میں غور کرنا کسی قدر گہری دلیل قوی اور عام حلقوں میں غور یا نکل ظاہر دلیل اس لئے وہاں ارشاد ہو **الاولیٰ یمنظور** اور دلیل ارشاد **الاولیٰ یمنظور** اور گہری غور سوچ نظر سرسری غور سوچ اور روح المعانی غور ہو سکتا ہے کہ غور معنی آگے سے دیکھنا

۱۰ **فی ملکوت السموات والارض** یہ حلق ہے **یمنظور** و اکے ملکوت کے معنی اور ملک و ملکوت میں بہت فرق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہاں لاکھ لو کہ ملکوت مجاہد ہے ملک کا یہیہ رمت کا مجاہد رمت بڑی رمت یا رتبہ کا مجاہد

و جوت براہی خوف و ذرا یہیہ ہی ملکوت کے معنی ہیں یا لو سمع ملک اس میں متنگو ہے کہ ملکوت کیا چیز ہے اس میں چند قول ہیں

(۱) اس کے سے بنا دو ملک ہے جو بغیر کسی کے بنے صرف کن سے دو ملکوت یعنی عالم اجسام ملک ہے عالم امر ملکوت (۲) چاند سورج تارے آسمان کا ملکوت ہے اور چاند اور زین کا ملکوت (۳) حلقوں کی ظاہری حلقوں ملک ہے باطن حلقوں ملکوت لہذا لہذا

جسم ملک ہے الہوی روح ملکوت (۴) عالم شہادت ملک ہے عالم غیب ملکوت (۵) جس کی ملکیت کا انسان کو عوی کر سکتے وہ ملک ہے یہاں کسی کا عوی نہ چلے دو ملکوت ہے، یکو جانور کے جسم کے ہم ملک ہو سکتے ہیں وہ ملک ہے اسکی روح کا کوئی ملک نہیں بجز

پروردگار ہے ملکوت عالم کے ظاہری اعضاء اور عوی ہے لہذا یہ ملک ہے اس کے دل و دماغ اور جس کی کسی کی حلیت نہیں وہ ہے ملکوت (۶) مشائخ کی نظر میں حضرت انبیاء کرام خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ شہداء زمین و آسمان بلکہ عرش پر کسی کی ملکوت

ہیں باقی لوگ ملک و ماخلق **اللمعن** جس عیہ مہارت یا تو ملکوت پر معنون ہے یا اس کے مضاف الیہ السموات والارض پر

معنی میں ساری چیزیں داخل ہیں مگر جو نہ آسمان و زمین اور دونوں کی ملکوت ایک امتیازی شان رکھتی ہیں اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر پہلے ٹیڈہ طور پر کیا گیا یعنی کیا یہ لوگ اللہ کی ہریدہ کی ہوئی چیز یا ہر چیز کی ملکوت میں غور نہیں کرتے ہر چیز کا باطنی

حلقوت ہے (روح المعانی) شی کے معانی اس کے اتسام ہوا کا نام ہم پہلے پارہ میں **ان اللہ علی حکم جس قعیہ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں** یہاں شی سے مراد حلقوں دو دو ہے **و ان عسی ان ینکون قد اقترب اجلہم** یہ عبارت ملکوت پر

معلول ہونے کے تحت ہے اور اصل ان تمام اہل سے مراد ان کی موت ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت ہے مگر قوی نہیں یعنی وہ اس میں ہی غور نہیں کر سکتے کہ ممکن ہے کہ ان کی موت قریب تن کی ہو یا پھر بات میں گے مگر یہ کار فبای حلیت ہے **عصفیہ و منون** یہ جملہ نیا ہے ایک چ شیدہ شراب کی جزا اور اس میں ف جزا تیس ہے **لما لیمو منوا بہما** ہاں تا ہے حدیث سے معنی نئی یا نوید چیز مستخرج میں بات کا حدیث لیتے ہیں کہ ہر بات زبان سے نئی خلق ہے ایک لفظ کے حرف

ایک ساتھ نہیں بولے جاتے جب پکارا جاتا ہے تو دوسرا راہ میں ہو تا جب دوسرا طرف بولتے ہیں تو پکارنا ہو چکا ہے لہذا ہر بات بلکہ ہر حرکت کا ہر حرف حدیث یعنی تفسیر ہے بعد وہ جس سے مراد یا تو مذکورہ لفظ میں یا قرآن مجید یا حضور ﷺ کے تمام فرمان ہیں یا خود حضور ﷺ ہی مراد ہیں آخری سنی پر ایک حدیث ہے شہداء سے بعد ہے بشا (ابو العلیٰ) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی ہے یا قرآن مجید سے یا محبوب ﷺ کے فرمان سے یا خود حضور ﷺ سے لیکن قول نہیں کرتے تو اب کس بات کو کس کی بات سے اعلان نہیں گئے پورا یہ کی آخری حدیث تو یہ ہے نہ قرآن کے بعد کوئی کلمہ آئے وہاں ہے اور نہ حضور کے بعد کوئی نبی تشریف لائے والے لفظ کی طرف سے آخری ہادی آپ کے جوں کے رو سے محروم رہا وہ رب کی رحمت سے محروم رہا مہن **یضللن اللہ فلاحی لہ** اس فرمان مطلق کا خود حضور ﷺ کو تفسیر دینا ہے کہ ان کا کلام ہادیات قبول نہ کرنا جس لئے نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں تاخیر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کی تشریح میں ہدایت نہیں۔

حقی داستان قسمت راجعہ سو دلا رہا کمال کہ خیر از آب جوی حق می آرد سکنہ و را

اس عبارت کی تفسیر یہاں کی جاتی کہ افعال کے متعلق کس کو گمراہی کی روایت دینی ہے اس معنی سے شیطان اور رسوخ یا دیگر لوگوں کو گمراہی میں اور اس کے معنی گمراہی پیدا کرنا بھی ہے یعنی نہ کے کسب کے بعد رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں گمراہی پیدا فرماتا جیسے گنگے پر چھری پھانسنے کے بعد فہم میں موت پیدا فرماتا ہے اس معنی سے افعال کا اہل رب تعالیٰ ہے وہی معنی یہاں مراد ہیں **یضللنہم فی ظلماتہم بعمہون** یہ عبارت مطلق ہے **لا ہادی لہ** اور **من یضلل** کی جڑ ہے ہماری قرأت میں بندوبستی سے بعض قراءت میں **نفذ** ہے نون سے **بعمہون** ہے عہد سے اس کی تفسیر نام پہلے پارے میں کر چکے ہیں یعنی ایسے اہل گمراہیوں کو ہم ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ جہنم اور جہنم میں رہتے رہیں انہیں دل کی تسکین میسر نہیں ہوتی۔

ہر سو دور آنکس زور خوشی برائما آزا کہ نخواستہ بہ در کس نہ دواند

یہ جملہ کلمہ ان کے شقی اہل ہونے کی علامت ہے۔

خلاصہ تفسیر یہاں ملاحظہ کرنے آسان اور زمین اللہ کی وسیع ملک میں غور نہیں کیا کہ جس کی سلطنت ایسی وسیع ہے وہ ملک و سلطان کیسی شان والا ہے اور انہوں نے اس میں بھی غور نہیں کیا کہ ممکن ہے کہ ان کی موت قریب ہو یا بھی وقت ہے اعلان اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے انہیں کیا خبر کہ یہ وقت کب ختم ہو جائے آخری نبی تشریف لائے آخری کتاب آج کی آج اب بھی وہ ہدایت پر نہ آئے تو کب آئیں گے پس ہدایت کب ملے گی انہیں گے اے محبوب لوگوں کے ایمان نہ لائے نہ ہوں نہ ہوں اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی تبلیغ میں کچھ کی ہے بلکہ وہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گمراہی کرنا چاہتا ہے اور ہدایت کوئی نہیں دے سکتا رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو بول چال دیتا ہے کہ وہ اپنی سرگمراہی میں پھنکتے پھرتے ہیں ان کا غور نہ کرنا کوئی نہیں ہو گا۔

قائد سے بن تبات کہ یہ سے چند ناکہ سے حاصل ہوئے پہلے قائل کا: علم وقت اور علم سائنس بہت اعلیٰ علم ہیں اور انہیں صرف اہل کلام ہی کلام ہی بتایا جائے کہ ان علوم کے ذریعہ آسمان و زمین اور ان کی چیزوں کا پتہ چلتا ہے جو رب تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہے یہ ناکہ اولیٰ نظر و احوال حاصل ہوا اور اس کا کلام جیسے روزہ نماز حج وغیرہ عبادت سے انہیں لوگ کرنا چاہئے ایسے

ی عالم کی پرچہ تھی کہ خود اپنے میں نور لکر رہا عبادت ہے اسی لئے اس عالم تعلق نے قرآن مجید میں جگہ جگہ عہد کیا کہ
ملکوت السموات سے بھی حاصل ہو اور **ما خلق اللہ من شیء** سے بھی۔ یہ سرفا فائدہ ہے کہ تعلق اپنے ملک اپنے
 بعض بندوں یا شاہوں وغیرہم کو عطا فرماتا ہے جن سے بندہ عوامی کر آئے کہ یہ ملک میرا ہے یہ ملک ملاں فخر عبادت پر قبضہ
 صرف وہ تعلق ہی ہے بندے سے وہ کہیں نور نہ آدیر رہ تعلق کو وہاں اس ایک ملک کے متعلق لڑتا ہے یہ ایوتی
ملک من یشاہد انہ لہ اور **توتی الملک من تشاہد وتزع الملک من تشاہد** تو ملک کے متعلق
 ارشاد ہو **اولم یظنر وافی ملکوت السموات** اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق لڑتا ہے **او کفنا لک
 نوری** یہ وہیم **ملکوت السموات والارض** چوتھا فائدہ ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی دولت کو قریب رکھے بلکہ ہر
 ماٹس کو آخری سانس جانے اور آخرت کی جاری کرے یہ فائدہ **ان یكون قد اقترب اجلهم** سے حاصل ہوا
 ہوا ہے **دلت باز آید کہ نہ آید! نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید**
سرتہ روزگارک این فتمیمہ دگر دلتے راز آید کہ نہ آید
 اگر یہ خیال رہے کہ **ما خلق اللہ من شیء** کے مراد ہوں یا پھر اس فائدہ **من یضلل اللہ فاعرف** حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری کتب حضور
 اور کے بعد کوئی نبی نہیں قرآن کے بعد کوئی کتب نہیں سیدہ ایت لڑا ہے۔ صرف اور صرف حضور علیہ السلام اور قرآن مجید ہے۔
فائدہ دہم یہ حدیث سے حاصل ہوا ہے **ما خلق اللہ من شیء** تو حضور علیہ السلام کے دوران سے شروع ہوا وہاں سے کہ راست بھی محرم
 یہ مانگتا ہے کہ کوئی حضور کے دروازے سے دور رہا جو سے دور وہ کسی اور جگہ سے اللہ کی رحمت حاصل کرے یہ بھی **فیہی
 حدیث** سے حاصل ہوا۔

یہ دن کے واسطے کہ خدا کچھ عطا فرمائے! ماٹا لفظ قلادہ ہے اس سے بے پیمبری ہے!

سوائے فائدہ جس کے جسوں کی وجہ سے اللہ نے اس کے دل پر گہرائی کی سرکردگی ہو کسی صحبت یا کسی کی نصیحت اور دعا
 سے ہدایت پر نہیں آتے مسلمان سے کہ نہ سید نہیں ہو سکتا یہ **فائدہ** **ومن یضلل اللہ فاعرف** حاصل ہوا۔ آنحضرت فائدہ
 ہے کہ وہ گمراہ گمراہ ہر جگہ بھٹکا کر آتا ہے نہ وہ ہدایت ہے نہ وہ کسی روزگاہ پر نہیں جاتا بلکہ مخلوق اس سے دور لڑا ہے
 آتی ہے یہ فائدہ **ویفہم** سے حاصل ہوا تو اس فائدہ **من یضلل اللہ فاعرف** سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کے حل پر حضور
 دیکھا کہ جرم بلکہ ظلم اور مہاسی لہ لڑتا ہے اس پر کوئی گرفت نہ ہو یہ **فائدہ** **اقرب لہ** اور **توتی الملک من تشاہد** سے اس کے حل پر حضور
 اس کہم کی خاص رحمت ہے یہ فائدہ بھی **ویفہم** سے حاصل ہوا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی آیت ہے **قد خلقنا
 کرم** فرمائی ہے **فما من ارض الا فیہا من نوح** ہے اور اس آیت کے بعد **انما یراد ان یضلل اللہ فاعرف** سے اس کے حل پر حضور
 دل کی بے اطمینانی تھی **انما یراد ان یضلل اللہ فاعرف** سے حاصل ہوا تو اس سے **فائدہ** **اقرب لہ** اور **توتی الملک من تشاہد** سے اس کے حل پر حضور
 ہوا کہ تعلق کا خاص کریم ہے یہ فائدہ بھی **ویفہم** سے حاصل ہوا تو اس سے **فائدہ** **اقرب لہ** اور **توتی الملک من تشاہد** سے اس کے حل پر حضور
العیون زیادہ فرماتا ہے **لا یضکر اللہ متعلمین القلوب**

یہ سبب اعتراف اس میں جھیلی آیت کریم میں حضور کی امت و صفات میں خود کرنے کے **مخلوق ارشاد ہو اولم یفکر** اور

کیا انہوں نے سواہل میں اور یہاں آسمانوں اور زمین میں خود کو نہ کے مخلوق ارشاد ہو **اولم یستظروا انہوں نے** کیا انہوں نے نہیں اس فرق یا ان کی کیا وجہ ہے۔ جو لوہب جس کا لوہب ابھی اشرافہ تفسیر میں گزرا کہ تمہا دنیا کے حادثات سے کرب نہیں جتنے کرب حالات و مصائب حضور ابراہیم کے ہیں عالم ظاہر ہے حضور۔ غیبی عالم غیبی ہے تو حضور انور اعلیٰ عالم مجسم نے تو حضور ابراہیم ظاہر ہے یہ بتانے کے لیے یہ طریقہ بیان اختیار فرمایا یا حضور عبود ہیں انکرم من الخس ہیں اور خفا ہیں **من کل شیء** ہیں **هو الظاهر والباطن** کا نظریہ ہمیں رب کی صفت یہ ہے کہ۔

بے تھاپا ہے کہ ہر ذرہ میں جلوہ آفتاب اس پر یہ گھونٹ کہ صورت آج تک ظہور سے
بار تیرے حسن کو نشیہ دوں کس چیز سے ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا تاویذ ہے

اس لئے حضور انور کو رب نے نور بھی فرمایا ہو آسمانوں دیکھا جاتا ہے **قد جاءکم من اللہ نور ویربان بھی فرمایا** **قد جاء حکمہرمان من ربکم** جو اصل سے سوئی جاتی ہے بلکہ حضور کو ہمارے بھی فرمایا **قد جاءکم بصر من ربکم** دو سرا اعتراض یہاں پہلے حکوت کا ذکر ہوا پھر حقوق کا کہ حکوت کے بعد قربانہ **وما خلق اللہ عبادا عورت بھی تو حقوق** ہے۔

جو تیرے سوا ہے وہ تو زندہ ہے

اس کی کیا وجہ ہے۔ جو لوہب جس کا لوہب ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ مخلوق کے دو معنی ہیں ایک تو جسکی سے جسکی شامانی کنی چیز اس معنی سے۔ چیز اللہ کی مخلوق ہے دوسرے بواسطہ بنائی گئی چیز اس معنی سے حکوت مخلوق نہیں کہ خود حکوت سے وہ جلا واسطہ صرف کن ہے یہ انہوں نے جیتے عالم ارواح و ظہور اور مخلوق وہ کہ کسی نے بنی جیتے انسان کہ مٹی کو لفظ و غیرہ سے بنا یہاں مخلوق موجود ہے ہماری روح حکوت ہے اہم اجسام مخلوق یوں ہی آسمان و زمین میں بعض چیزیں حکوت ہیں بعض چیزیں مخلوق جیتے کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا آئی تیسرا اعتراض **عندہ ضلالتی** کو ہر ایک کی موت حکوت معلوم ہے اس کا قریب یا دور ہونا بھی معلوم ہے کہ اس نے تو یہ وقت مفروضہ ہے ہیں پھر یہاں عسی کیوں فرمایا گیا یہ لفظ تو شک کے موقع پر لایا جاتا ہے۔ جو لوہب یہاں **عسی** فرماتا ہوں کہ لفظ سے ہے یعنی ہر مذہب یہ خیال کرے کہ شاید میری موت قریب ہے اس خیال سے وہ گناہ و گنہگار ہو گیا ہے لہذا میں دیر نہ کر کہ لایا **عسی** کو طرف کیا گیا **وما خلق اللہ** پر لور اس کا لفظ **اولم یستظروا** سے ہوا۔ چونکہ **ما خلق اللہ** کے یہاں **اجلہم** کہیں ارشاد ہو **اموتہم** کہیں نہ فرمایا گیا۔ جو لوہب بتا رہے ہیں کہ وقت مقرر ہو تو خود موت کا وقت ہو یا مذہب کا خود اہل کا خود قوموں کے بنے بنانے ہاں سب کو شامل کرنے کے لیے جیسے موت کے اہل ارشاد ہوا **بست لو تظن** وہ جب پر پناہ اور انھیں یا تو ہم یہ خیال نہ کرے کہ ہم لوہب کی ہیں کے مضمون ہے کہ اس کے ذہن کا وقت قریب آیا ہے ہر کمال کے لئے نزول ہے سوا اہل ذہن انہاں کے یا اس کے خاص مدوں کے کہ ان کا سورن بحث بندی پر رہتا ہے۔

چراغے دانگہ فیروزانہ کے کہ تھوہ و تھوہش ہونگا

پانچواں اعتراض یہاں ارشاد ہوا **اقبلی حلیت بعدہ و متون** یہاں لہاں کتاب کہیں ارشاد نہیں ہوا قرآن مجید کو حدیث نہیں کہا جاتا کہ جو لوہب یہاں حدیث لغوی معنی میں ہے۔ معنی خالی بات اس میں قرآن مجید بھی شامل ہے اور حضور علیہم

کے اقوال ظاہر و باہمی بلکہ حسد کے اعمال انہی اہل الفضل بلکہ خورشید و چاند کی ذات پر نکت شامل ہے کہ وہ بھی جتنی بڑا ہے
 جو نکت حضور انور کی ذات آپ کی ہر اہم آخری ہدایت نکتہ اس لئے ارشاد ہوا اگر کتب فرمایاں تو یہ عموماً حاصل نہیں ہوتے۔
 تفسیر صوفیانہ، نقد ست نے ہر چیز میں ظاہر بھی رکھنا ہے باطن بھی ظاہر کو مطلق باطن کو حکوت کہا جائے ظاہر بصارت سے
 دیکھا جائے باطن بصیرت سے عقل و ذلے و گ ظاہر مطلق سے حلقہ جستی کو استدلال سے پہنچاتے ہیں مگر قلب والے لوگ
 حکوت کے ذریعہ عالم غیب لا مشورہ یعنی مشاہدہ کرتے ہیں جس سے انہیں اللہ و ملائکہ عیان و الاہلیان نصیب ہوتا ہے۔ رب
 فرمایا ہے **وَكُنَّا لَكَ شِرِيًّا اَبْرَاهِمَ مَلِكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلِيكُونِ مِنَ الْمُوقِنِينَ** اللہ تعالیٰ
 قیمت اپنے خاص بندوں کو عالم کائنات کی حکومت نبوت بلکہ لاہوت دکھاتا ہے کہ انہیں یہ عطا نہیں ہوتے ہوں تو انہیں وہ حیوان
 میں فرق کیا ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عقل وادوں کے لئے استدلال ہے مگر قلب و دلوں کے لئے درود ہے لفظ عقلی نام کو
 عقل مسلم بھی سمجھتے تھے اور قلب سومن بھی نصیب کرے جو اہلیان سے ایقان سے محروم زیادہ ظہیلیان کے جنگل میں
 سرگرداں رہا ہے ہدایت کیسے ملے۔ (الروح البہیان)

يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا قُلْ إِنَّهَا عِنْدَ رَبِّي

سوال کرتے ہیں آپ سے نہایت سے کہ کیا وہ ظہیر نا اسی کا فرماؤ آپ کہ اس کے سوا کسی کا علم اس کا ہر خوب
 تم سے نہیں ہے کہ کہوں گے جس کو وہ کہہ کر ٹھہری ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ

کہہ پاس ہے نہیں ظاہر کرنے کا اس کو وقت پر اس کے مگر وہ بھاری ہے وہ بھگتا سمانوں اور زمین کے ذرا لگی
 اسے وہ اسی اللہ کے وقت پہنچا کر کہے گا بھاری پڑے ہیں ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر ڈرے گی

الْأَبْقِيَةَ يَسْئَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّهَا عِنْدَ اللَّهِ

وہ تم پر ٹھکرا ہاں سوال کرتے ہیں تم سے مگر یا کہ تم خوب واقف ہو اس سے تم فرماؤ کہ اس کے سوا نہیں کہ علم اس کا
 مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں مگر نام نے اسے خوب متوین کر دکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
 پاس ہے اللہ کے اور نہیں بہت رحیم نہیں جانتے۔
 تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت رحم جانتے ہیں۔

تعلق میں بہت زیادہ تعلیلی بات سے ہر طرف تعلق ہے۔ پہلا تعلق درجی آیت میں موت یا زندگی کی قسم کی شہید ہے
 قہر ہے۔ اب قیامت کے تصور کا جو ہے یعنی پہلی قیامت جتنی موت کے ذکر کے بعد دنی قیامت جتنی عطر لائن ہے
 کہ مگر موت اور قیامت اور بہت نام تجزیس ہیں کہ انسان وہ عیاں ان کی طرف رہے تو وہ نکو پور لیزر ہے۔ دو سرا

تعلق: کجیگی آیات شریعہ و روایات کا کرنا یا نہ کرنا انسان کے علاوہ کسی اور کو ہے یہ علیٰ ہرگز میں اسلام کے ارکان ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ نیز اس تعلق: کجیگی آیات میں لکھا گیا ہے کہ وہ ضروری چیزوں سے انہیں بند کرنے ہوتے ہیں کلموں میں غور کر کے متعلق نہ نہیں بھانپتے آپ لکھا کہ وہ سراسر اصیب بیان ہو رہا ہے کہ وہ غیر ضروری چیزیں لستہ رہتے ہیں کہ قیامت کب ہو گی اس کی طرف توجہ دینا چاہئے وہ لکھا کہ ایک صیب بیان فرماتے ہیں کہ وہ سراسر اصیب لکھا کہ ہے۔

شکل نزول: ہی آیت کریمہ کے نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں (1) ایک دفعہ سوراہان قریش جن میں اکثر حضور ﷺ کے قریب دار تھے حضور انور کی خدمت اللہ تعالیٰ میں حاضر ہوئے تو فرماتے کہ تم آپ کے رشتہ دار اور باطن قریش ہیں جن میں سے راز کی بات نہیں پھیلائی جاتی آپ ہم کو بتائیں کہ وہ قیامت جس سے آپ ہم کو روکتے رہتے ہیں کب ہو گی۔ کس طرح جس دن میں آئے گی ان کے نبیوں میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر، مخازن، سورہ البیان، لہذا کہ وہ نبی (2) حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ رسولی حمل ابن ابی قحیر اور رسولی ابن زید حضور انور ﷺ کی خدمت اللہ تعالیٰ میں حاضر ہو کر بولے کہ اگر آپ سے نبی ہیں تو فرمائیے کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ ہم کو تو اس کا علم ہے حالانکہ ہم نبی نہیں ہیں آپ کو حضور اس کا علم ہونا چاہئے ان کے جواب میں یہ آیت منقول ہوئی (تفسیر روح المعانی، سورہ البیان، صولوی، مخازن، بیضاوی وغیرہ)۔

تفسیر: **یستلونک** یہ لفظ ہے سوال سے قرآن مجید میں سوال کے معنی آگیا ہے اور **والسائلون** فلا تہنوا اور **یستلونک** سے **یستلونک** سے **الانفال** باب پوچھنے کے معنی ہوں تو اس کے بعد من آیت یہاں، معنی پوچھنا ہے کہ اس کے بعد من آیت ہے اگرچہ پوچھنے والے ایک دو آدمی تھے مگر یہ نکتہ یہ سوال پوری قوم کی طرف سے تھا ان لئے **یستلونک** جمع اور شلو ہو کر خیال رہتے کہ ان کا یہ سوال صرف تعلق کے طور پر تھا کہ اگر حضور نہ تھیں تو ہم نہیں کہ آپ نبی کیسے جو قیامت تک کو نہیں جانتے اور اگر یہ میں ہم نہیں کہ قیامت سراسر آئیہ میں سے ہے جس کے چھپانے کا حکم ہے، یہ آپ سے تھا ہر کون فرمایا کہ یہ میں سوال صرف تعلق کے لئے تھا کہ وہ رب تعالیٰ کے خوف کے چہ **عن الساعة** یہ تعلق ہے **یستلونک** کے معنی ہے تعلق معنی ہیں تعلق یعنی ان رات کاچھ سوالات اور کبھی عزا سے لئے ہی آتا ہے مگر اصطلاح میں قیامت کو ساعت کہتے ہیں کیونکہ یہ بل بھر میں قائم ہو جاتا ہے یعنی آج کا دن ہے کہ وہ ساعت شریف میں ہے یا اس کا صلیب و کتاب کوئی بھر میں ہو ملے گا تو وہ دن ہو جو بچاں بڑا اور اس کا ہونے کے لئے تعلق کے لئے آج کا دن ہے یا نیرودوں ان مومنوں کو نہیں حضور کے واسطے میں جگہ بل کے کوئی بھر کا علوم ہو گا، وہ سے اس ساعت کہا آیت یہ قیامت کا حضور نام ہے، خیال رہتے کہ قیامت کے ساعت نام ہیں (1) ساعت (2) قیامت (3) قلم (4) امتداد (5) ہفتہ (6) اربعہ (7) طالع (8) صائر (9) زلزله (10) عجم الفرقہ (11) عجم موعودہ (12) عجم الغرض (13) عجم امنا (14) عجم مسک۔ یہ نام آج مجید میں آئے ہیں ان کے ساعت معانی ہیں جن میں سے ہر معنی قیامت میں پایا جاتا ہے، تفسیر صولوی (یعنی نوگاہ آپ سے قیامت کے تعلق پوچھتے ہیں **یجانر ساہا** یہ عبارت **عن الساعة** کا بدل ہے لہذا اسی ساعت میں ہے قوی یہ ہے کہ لیان لفظ جلد

بے کسی سے ہائیں اس نے معنی ہیں کسب جیسے این کے معنی ہیں اعلیٰ بعض توحی کہتے ہیں کہ یہ بنا ہے یا ہی تن سے۔ معنی کوئی توحی یا ہی ان سے۔ "ان تو بہت امن نہ کہتے ہیں کہ یہ ای کا اعلان ہے، اکبر معنی وغیرہ اور ساسدہ مذہبی ہے رسالہ سواہ جس کا نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارا ہی چڑا کے روئے غمگین کو ارسا کہتے ہیں۔ رب فرمات ہے

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبُهُا وَ مَرَسِيْدُهُا۔ فرماتے ہیں **الجمال لرسا باہل** لیکن آخر مقدم ہے اور مرسلہ متروکہ اور مؤخر یعنی سب سے امن کا نام، دکان کا نام لائے ہیں، معنی وغیرہ **اقبل انما علمها عند ربی** یہ ان کے سواں کتبہ ہے عمارت میں پھر یہ کامرتج قیامت ہے اعتبار، قرآن لفظ میں مصدقہ پر شہود مثنوی کوئی صورت نہیں یعنی قیامت کاظم ندرت، قوت کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی سب کوئی نہیں ان کے اہل بیت کے سوا، عقل سے مزید معلوم نہیں کہ کتنا بعض چیزیں وہ جو ہمیں انسان عقل، سب علم کے ازید۔ معلوم نہ لیا کہ لفظ قیامت کاظم اسرار الہیہ سے ہے جس نے انہما کی اجازت نہیں۔ خیال نہ کہ ان فرماں جلی میں کتاب الیٰ علیٰ من تر نہیں جیسے وہ تعالیٰ فرماتے **انا الحكم الالہ حکم** صرف اللہ تعالیٰ کا ہے عمارت اور اللہ تعالیٰ کے اپنے اہل جنوں وہ ہے عیب اور فرماتے **انعموا والسمیع البصیر** صرف اللہ تعالیٰ نے وہاں بھیجے، عمارت کا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھ بھیجے، اللہ تعالیٰ نے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عیب لکھا اور ہماری علم نہیں اس لیے قیامت کاظم ہی ہے۔ جو تیس دنوں انبیاء اور ظہیر صلاہی یہاں انما فرماتے ہمارے طور لفظ و تفسیر اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ہے۔ قیامت کاظم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس سے مل سکتے تھے، تمہاری عقل تمام اسباب قیامت کو نہیں بتا سکتے یہ بات نوبیہ۔ **عند ربی** فرمادے انہما کہ وہ ہے میرا رب میں اس کا خاص مراد ہے۔ رب اپنے خاص مراد سے کوئی چیز نہ چھوڑتا ہے نہ انہما فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے علم قیامت دیا تم اس مرتبہ کے مراد نہیں تھیں یہ ہے علم دیوبند ہم وہاں کہ میں رب انہما میں ہی تھیں میں عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوت ہر بندے کے لحاظ سے مختلف ہے اس شان کی ربوت ہے۔ **ان محمد رسول اللہ** فرمادے اس شان سے کہ کسی کی پرورش نہیں کی کہ جو تہہ مطہر لائق تھا وہ اس حضور کو ہے۔

۱۰۔ اوتی خدا کی بھی دینے کے قتل خدا بن کے آتا دو بندہ خدا کا

جب خدا ہی حضور سے نہیں چھوڑتا قیامت خدا سے بلا نہ ہے وہ حضور سے چھوٹی ہے۔

اور کوئی شے تم سے مل سکتی ہے

جب نہ خدا ہی چھوڑتا ہے تم پر کروڑوں درودا

لا یجلیہا الوقتها الا مواس عمارت میں قیامت کو ٹھکی رکھنے کے واسطے جو عقلی کار ہے کہ وہاں جلی بنان سے عند وہی ہفتن قیامت آئے عمارتوں سے پر شہود رکھا ہو گا **لا یجلیہا** بنا ہے تجلیت سے جس کا وہ جلاہ ہے۔ معنی عمرو اس کا متیل۔ **عقار**۔ معنی پوشیدہ کی تجلیتہ ظاہر کرنا جلی ظاہر ہو **الوقتہا** اس وقت کے لئے ہے۔ **عقار** معنی ہے جیسے **اقم الصلوٰۃ للذلوک الشمس** میں بعض کے نزدیک۔ معنی عند ہے جن جب قیامت آئے کا وقت آوے گا تو رب تعالیٰ ہی اسے تو تم فرمادے **الظہیر** بنا ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت آوری ظاہر ہوگی اس سے پہلے نہیں

ثقلت فی السموات والارض۔ عبارت یا تو اتنی ہے جس میں قیامت کی عظمت و ہیبت کھڑ کرے یا لای علیہا کالیان ہے یعنی کفار قیامت کا نہ حق اڑانے اس کے انکار کرنے میں مشغول ہیں مگر اس کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ "انہوں میں فرشتوں پر زمین میں مومن جن و انس اور تمام جانوروں پر بھاری ہے کہ سب ابھی سے اس کی ہرشت سے کانپ رہتے ہیں یا مستعد ہیں کہ قیامت چیلنے کی وجہ سے سب پر بھاری ہے جس آفت کے آنے کا یقین ہو اس کو آفت کا معلوم ہو اور ہمت بھاری معلوم ہوتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ جب قیامت آوے گی تو آسمانوں اور زمین پر بھاری ہوگی کہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور آسمانوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے زمین تبدیل کر دی جائے گی تاکہ ہجر بیویوں کے چاند سورج سے نور اور ہندو قدر ہو جائیں گے اس کا مطالبہ ہی بھی ہو سکتے ہیں (روح المعانی) آسمانوں اور زمین سے مراد تو زمین کے رہنے والے ہیں یا خود وہی **لا تاتیکم الا بغتة** "یہ فریب حال یا ناگہانہ فریبوں کا بیان ہے یا مشغول علیہ وہ جملہ ہے جس میں قیامت کی دوسری شان بتائی گئی ہے حکم میں خطاب کا فرقوم سے ہے نہ کہ موجودہ کفار سے نہ مومنوں سے کیونکہ قیامت نہ تو مومنوں پر آئے گی کہ اس وقت مومن سارے وقت پائیکے ہوں گے اور نہ حضور کے زمانہ کے کفار پر کہ ان میں سے کوئی بھی اس وقت نہ ہو **بغتة** اور بھانپنا اور بھانپنا دونوں اہم معنی ہیں۔ معنی اچانک جس کی تمہید یا تیاری نہ ہو یعنی تم کافروں جن و انس پر قیامت اچانک آوے گی جس کی آمد کی کوئی نشانی اس وقت نہ ہوگی اگرچہ اس سے پہلے علامات قیامت بہت ظاہر ہو چکی ہوں گی۔ خدا کے معنی لیلیں میں رہے کہ مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس کو آفت بتاؤں تو اچانک نہ رہے گی اور ارادہ تو یہ ہے کہ اچانک آئے میں اور اللہ اسی کے خلاف کہہ کر سکتا ہوں اس وجہ سے **لا تاتیکم الا بغتة** اور اچانک ہے حضور اور اس کے نور خاص عدم کے لئے اچانک نہیں چاہیں اس کو آفت بتایا گیا ہے **یستلونک** کا معنی **حضی** ہے عبارت کفار کی دوسری حماقت بیان کرنے کے لئے لکھا ہے **یستلونک** کی وہی تحقیق ہے جو ابھی کہہ چکے عرض کی جو ابھی **حضی** مدون فعلی صفت شبہ ہے اس کا مصدر **حضی** یا **حلو** ہے۔ معنی بھٹ کرنا تحقیق کرنا بلا کمال میں خود کرنا میں مہلک کرنا معنی کتاب ہے۔

فان تستلوا حس فیہا رب سائل **حضی عن الا عشی بہ حیث اصمنا**

اسی سے ہے **احصا الشلوب** پتہ نہ **حضی** میں مہلک کے معنی شامل ہیں اس لئے اس کے بعد **عن** ارشاد ہو اور نہ علم کے بعد آئی ہے نہ کہ **عن** (روح البیان) **اصمنا** اعلق **حضی** سے ہے یعنی آپ سے یہ لوگ قیامت کو آتے ہیں پھر رہے ہیں گویا کہ آپ نے اسے خوب تحقیق کرنا مہلک سے دلائل میں غور کر کے معلوم کر لیا ہے پھر وہ بتانے کے قابل ہے کیونکہ جو چیز بھٹ مہلک دلائل سے معلوم کی جائے وہ ہے شریعت اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے نہ تا لازم مہلک حقیقت یہ ہے کہ علم قیامت علم لہائی ہے جس کا نظیر ہے چھاپا ضروری ہے اس وجہ سے یہاں **حضی** ارشاد ہو علم نہ فرمایا گیا مگر فرمایا گیا **اصمنا** فرمایا **حضی** اور **اصمنا** اور یہاں فرق لیلیں میں رہے **حضی** کے دوسرے معنی ہیں **حضی** یعنی عبت میں مہلک کرتے تو وہاں رہا ہے **اصمنا** **حضی** ہی **حضی** اور وہ بڑا مہلک ہے اس صورت میں **اصمنا** کا اعلق۔ **اصمنا** سے ہے اور **حضی** کے بعد **حضی** پر شہدہ یعنی یہ لوگ آپ سے اس قیامت کے متعلق ایسے پتہ چھ رہے ہیں کہ گویا آپ کو بہت ہی معلوم ہیں انہیں بتائی ہیں کہ **اصمنا** آپ ان سے اعلق ہی کیا ہے کہ وہ اگرچہ آپ کے قیامت وار ہیں مگر وہ **حضی** طور پر آپ سے **اصمنا** اور ہیں، **اصمنا** یعنی **اصمنا** (یہ دوسری

تفسیر سیدنا محمد بن عباس اور قتادہ سے مروی ہے (صحابی) اجماعاً اور شہاک نے فرمایا کہ صحیحی - معنی مسرور اور خوش ہے صحیحی وہ لوگ یہ بات اس طرح اپنے پوچھتے ہیں کہ گویا آپ اس سوال سے بہت ہی خوش ہیں، صحابی انیلول رب کہ اس آیت میں ایک سوال کو دو دفعہ بیان فرمایا گیا اور دو دفعہ ہی اس کا جواب دیا گیا کہ **قل انما علمنا عند اللہ** اس سوال و جواب کی اہمیت ظاہر فرماتے کے لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں سوال قیامت کا وقت پوچھنے کے لئے ہے اور یہ دو سوال قیامت کے خاص حالات پوچھنے کے لئے جو قابل بیان نہیں (صحابی) **قل انما علمنا عند اللہ** یہ فرمایا علی پہلے دو سوای کی عکس کے لئے ہے وہاں خاصہ دلی ریل ہے عند اللہ یعنی ان کے ایک سوال کو عکس فرمایا اس کا جواب بھی عکس کیا تاکہ سوال و جواب کی اہمیت کا پتہ لگے یہ فرمایا ان کے دو سوای کا جواب ہے کہ وہ لوگ توپ سے قیامت کے خیرہ حالات پوچھتے ہیں فریادوں کا عالم اند توالی ہی کے پاس ہے وہاں سے ہی سٹے گویہ علم تیشی نہیں تاکہ ہم تم کو علمائے تائیس عند اللہ کی وہی تحقیق ہے جو اہل صحرا کی تفسیر میں عرض کی تھی **ولکن اکثر الناس لا یعلمون** اس فرمایا علی میں اللہ کی دو سوای عظمت و جلالت کا لڑتے **لا یعلمون** کا معنی پوچھتے ہیں بہت سے قیامت کو نہیں جانتے نہیں جانتے نہیں یا اکثر سوایہ نہیں جانتے ہاتے تاکہ اس کا وقت ناقص بیان ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قیامت کا وقت بتانا بہت کے لئے لازم ہے جو قیامت کا وقت بتاتا ہے وہی ہی نہیں۔

جملہ اصغر تفسیر ہے! محبوب بیچیم اللہ! آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب تکس کے لئے ہماری ہوئی ہے اس کا تصور کب ہو گا آپ ان ظالموں کو جواب دے دیں کہ قیامت کے وقت کا علم صرف میرے رب کے قبضہ میں ہے نہ وہ چاہے بڑی مہم بتائے کسی بندے کو طوالت نہیں کہ اپنی عقل اپنے علم اپنے حساب والا کل و طیروت ہے معلوم کر سکتے ہیں اسرار الہی میں سے بہت ظاہر نہیں کر سکتے اس کا وقت بیٹھ صید راز میں رہنا چاہیے اسے اللہ تعالیٰ ہی مقرر وقت پر بغیر لوگوں کو بتائے ظاہر فرماتے کا قیامت اس وقت سے آسمان و زمین والوں پر ہماری سب سے کہ اس کے وقت کا اعلان نہیں کیا گیا جس پر لوگ فریاد کیا کرتے ہیں تو کہہ آئے کا وقت معلوم نہ ہو گیا وہ بہت تاکہ ہوتی ہے اسے کافر و قیامت صرف تم پر تو ہے گی اور اچانک آئے گی کہ لوگ اپنے نام لائق میں مشغول ہوں گے کہ قیامت آجوتے گی اگر میں اس کے وقت کا اعلان کروں تو وہ نہ تو اتنی ہماری رہے نہ اچانک یہ بات ارادہ ہی کے خلاف ہے یہ لوگ آپ سے قیامت کا وقت ایسے پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ نے اس کی بہت تحقیق کر رکھی ہے وہاں میں خود کے بحث و تحقیق سے اسے معلوم کیا ہے تاکہ اس کی ایشاموت فرمادیں یا وہ لوگ آپ سے ایسے پوچھتے ہیں کہ گویا آپ ان کے پاس ہی یہاں ہیں انہیں بتائی ہیں کہ آپ فرمادے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی بذریعہ وحی ملتی ہے بہت تاکہ پوچھتا ہے کہ کوئی اپنی عقل اپنے علم و حساب سے اس کا پتہ نہیں لگا سکتا کتھ لوگ یہ راز جانتے نہیں تو اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ کوئی تو قیامت ہی نہیں جانتا کوئی اسے اسرار الہی میں سے نہیں جانتا کوئی کہتا ہے کہ وقت قیامت کا بتانا ہم بہت سے سے ہونے تاکہ وہی نہیں یہ سبہ جلالت کے خیالات ہیں۔

خیال رہے کہ علم قیامت کے متعلق خدا اول سنت میں اختلاف ہے مہم علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ و قیامت کے وقت کا علم نہیں دیا گیا وہ حضرت اس جیسی قیامت کے ظہری معنی سے وہیں نکلتے ہیں مگر تحقیق سنا اور مشائخ جہرام

فرماتے ہیں کہ حضور انور کو یہ علم بھی دیا گیا اور ان حضرات کے دلائل بہت قوی ہیں ہم نے علم قیامت کی تحقیق اپنی لیب جامہ الخ حصہ اول میں کر دی ہے وہاں مطالعہ فرمایا ہے تاکہ کچھ لوگ اس آیت اور اس جیسی باقی آیات میں ایک لفظ لیا نہیں جس سے اس علم کی نفی ہو۔ اسی لفظ کا مطلب علم قیامت ہے۔ (1) قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ (2) قیامت کو اس کے وقت پہلے اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔ (3) قیامت اپنے معنی وہ لے گی جو اسے آمان و زمین میں ہماری ہے۔ (4) قیامت اہل ظلم اور ان چاروں باتوں سے یہ نہیں معلوم ہو گا کہ حضور کو اس کا علم نہیں دیا گیا بلکہ یہ معلوم ہو گا کہ وہ اسے منع فرمایا گیا کہ یہ علم شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جاوے و اللہ فی چیز ہے جس کا یہ پیمانہ، وہی ہے اگر اسے شائع فرمایا کرتے اس نے ہماری ہونے میں ہی ہو جوے نیز چہ وہ اہل حق سے رہے گی۔

اس کے علم بہت دلائل قائم ہیں (1) فرماتے ہیں ﷺ کہ میں اور قیامت من و علی ہوگی اللہ کی طرف سے (2) حضور انور نے ایک مجلس میں قیامت تمہارے کلمات من و عن تفصیل وار بہ ترتیب بیان فرماتے لفظ اخر من دن آخری واقعہ ہو گا جس دن قیامت آوے گی (3) حضور انور نے علامات قیامت اس تفصیل سے بیان فرمادیں کہ آج میں کہہ سکتا ہوں کہ اسی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ ابھی نہ، جہاں آواز سورج مغرب سے لگاتار باجور باجور ظاہر ہو سکتا۔ کسی علیہ السلام کھریں لائے (4) حضور انور نے قیامت کلون بتایا کہ بعد کے دن قائم ہوگی نوٹ (5) بلکہ مشہور یہ ہے کہ حضور انور نے قیامت کا سینہ بھی بتا دیا کہ عرم میں تو سب کی تاریخ بھی بتادی کہ وہیں تاریخ یعنی ماشرود کے دن آوے گی واقعہ و رسول اطہم بتی اور دعائے من بتانا اس کے بھی اشارات موجود ہیں۔ (6) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے سہولتی بعد جناب صدی کے ظہور کی تاریخ نہیں اور ظہور امامِ مہدی سے پانچ سو برس بعد قیامت تو سب کی (7) فرمایا ہے کہ تم گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں میری امت کی مدت اتنی ہے جتنے عمر کے وقت سے خواب آفتاب کی مدت (ظہری مسلم عن ابن عمر) (8) فرماتے ہیں ﷺ کہ انسان دنیا کی عمرات جزا رملی ہے ہم جتنے جزا رملی ہیں اوتنے۔ (9) حضرت علی العزیز ابن علی وغیر ہم لوگوں کو اللہ نے اشارت خفیہ سے قیامت کے قیام کی تاریخ بتادی ہے مگر اس کے کھینے کے لئے ظہر اہل درکار ہے یہی تفسیر روح المعانی نے علم قیامت کے متعلق بہت تفصیلی لکھی ہے۔ علامہ کے اقوال من کے حلیات لکھے ہیں، ہر حال قوی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ علم فرمایا کہ اس علم بھی عطا فرمایا مگر اس کا اظہار لفظان سے منع فرمایا اس آیت میں ہی اعلان سے روکا گیا ہے۔

فائدہ کے ہیں آیت کہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اور سوال کی حیثیت پر چھند والے کی نسبت سے مختلف ہوتی ہے ایک نہیں سے چھند والا عمل جواب اور تعریف کا مستحق ہو نہ ہے بدیہی سے چھند والا کلمہ کما آیت یہ فائدہ **یسئلونک** سے حاصل ہوا، دیکھو قرآن کریم نے مسؤلوں کے سوالات بھی نقل فرمائے **ویسئلونک عن المعیض**؛ آیت **ویسئلونک ماذینقونہ** غیرہ مگر وہی نقل بخش جواب دے دے گئے یہی کلمہ کلموں نقل فرمایا ان پر جواب کے لئے اللہ تعالیٰ ابھی نیت نصیب کرے۔ و سرافا کلمہ ہے فائدہ سوال سے پتا چاہتا فائدہ مند سوال ضرور کرنا چاہئے یہ فائدہ ایمان مر ساھا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ علم قیامت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اسے ملی

مخلص محل علم سب سے نہیں جان سکتا۔ **فائدہ: انما علمہا کے انما** قرآن سے حاصل ہوا کہ انما صرف نے آتا ہے، کوئی علم قیامت طرہی نہ رسدہ ہوتا ہے۔ چوتھا **فانذرو** اللہ تعالیٰ نے علم قیامت حضور ﷺ کو طافرا قیامت حضور ﷺ کے مطلقاً ہی بتایا ہے۔ یہ فائدہ **علمہا عند ربی** قرآن سے حاصل ہوا کیونکہ یہاں **علمہا** نہیں فرمایا نیز **عند اللہ** یا **عند رب العلمین** نہیں ارشاد ہوا بلکہ **عند ربی** ارشاد ہوا کیونکہ تفسیر بیت **ارشدنا** **وعدہ مفاتیح الغیب** یا **نحوہا** **فانذرو** قیامت آخر دم تک مخفی ہی رہے گی کبھی اس کے وقت کا اعلان نہ ہو گا یہ فائدہ **وعدہ لا یجلیہا لوقتہا**، **بہفتہ** قرآن سے حاصل ہوا اگر اس نوقت پتلا جاوے تو وہ اچانک کیسے رہے۔ چھٹا **فانذرو** کسی آیت پہنچا ہوا ہوتا ہے ہماری کرتا ہے۔ یہ فائدہ **تقلت فی السموات** سے حاصل ہوا **سواول** فائدہ قیامت صرف کفار جس واسطے قائم ہوگی اس وقت روئے زمین پر کوئی اللہ کئے گا **والذہ** ہو گا یہ فائدہ **لا تاتیکم** میں حکم قرآن سے حاصل ہوا کہ اس میں **طلب** کفار ہے۔ **آسواول** فائدہ: **ماثل** مثل مومن کے لئے کوئی آیت بخیر نہیں اچانک نہیں وہ ہر دم تیار رہتا ہے۔ یہ فائدہ **لا تاتیکم الا بہفتہ** سے اشارہ حاصل ہوا **فانذرو** اگر دس سال ہی تیار رہ کر مرے تو اس کی موت اچانک ہے کہ وہ اس دن میں یہ انورہ واسکے پیچھے رہتا ہے رب کی طرف موجود نہیں وہ ہمہ من مائل فرما چکا ہے بلکہ نہ کہ مرے کراس کی موت اچانک نہیں کہ وہ ہر دم تیار رہتا ہے۔ **سواول** فائدہ: **علم** اللہ تعالیٰ اور علم شریعت اشاعت کے اہل حق ہیں نظر طریقت کے مسائل لدنی علوم قائل اشاعت نہیں ان ناچھینا ماناں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ فائدہ **علمہا عند ربی** اور **حفی عنہا** سے حاصل ہوا کیونکہ تفسیر **سواول** فائدہ **اللہ** تعالیٰ اگرچہ عالمین کا رب ہے مگر اس کی ربوبیت خاصہ صرف حضور انور سے خاص ہے اس لئے رب کی ہر چیز حضور کی اپنی ہے تاہم اس لئے کہ کوئی چیز قائل مطاہر اور حضور کو عطا کی گئی ہو یہ فائدہ رب قرآن سے حاصل ہوا کیونکہ تفسیر۔

سبب اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کو علم قیامت نہیں دیا گیا کیونکہ اللہ صمد کے لئے ہے اگر حضور کو علم قیامت دیا گیا تو اللہ کے معنی درست نہ ہوں گے پھر تم لوگ حضور انور کو علم قیامت کئی کیسے بتاتے ہو۔ جو سبب اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے حضور کو علم کے پانے کی نفی ثابت ہو۔ **ولا علم الا ما علیہ** نہیں فرمایا **یا اوتی اللہ صمد کے لئے ہے** مگر یہاں **ولا علم** کے لئے ہے یعنی علم قیامت صرف اللہ کے پاس ہے حضور انور کو علم قیامت ہے حضور کے پاس علم قیامت نہیں رب تعالیٰ کے پاس حاصل کیا ہوا ہے۔ اس قسم کے حصر قرآن مجید میں بہت ہیں کیونکہ ہماری کتاب جاہ الحق ہے۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ علم قیامت علوم شریعہ میں سے نہیں جس کی میں اشاعت کرنا ہر جگہ علوم الہیہ میں ہے جس کے انکسار کی اجازت نہیں ہے **علم قیامت** مدوں کے محض حساب سے حاصل نہیں ہوتا ہے تو تیرا نہ اہل فاطمی ہے جو صلاب اسرار کو دیا جاتا ہے۔ **دوسرا اعتراض** یہ مانا ہے کہ یوں ارشاد ہوا کہ قیامت کو اس کے وقت پہر ہی ظاہر کرے گا ہر علم رب تعالیٰ ہی کرتا ہے قیامت کی کیا خصوصیت ہے۔ جو سبب اس بیان مانی ہے مقصد یہ ہے کہ قیامت کو آخر دم تک لوگوں پر ظاہر نہیں کیا جاوے گا **فانذرو** اور **فانذرو** قائم ہو کر ہی ظاہر کی جاوے گی یعنی **تعلی** جاسکتی تباہی نہ جانتی اس لئے آئے ارشاد ہوا کہ وہ اچانک تو سگی۔ **تیسرا اعتراض** قرآن مجید اور دوسری آیتوں کیوں

نے قیامت کی خبر سے وہی۔ حضور ﷺ نے طہارت سے اسے روز روشن کی طرح ظاہر فرمایا کہ وہ اپنا تکلیف اٹھائیں وہی پھر یہ کلام
 کیجو کھروست ہوا کہ **لَا تَلْبِسُ كَيْفَ الْبَهْتَةِ**۔ جو آپ اس اعتراض کے جواب میں ایک یہ کہ یہ اظہار ان کلمہ سے ہے
 جو نہ قیامت کو لیتے ہیں نہ ہی کو نہ ان کی خبروں کو ان کے لئے قیامت واقعی اٹھانے ہوگی کہ بے نیل یہ لمان آجہ۔
 دوسرے یہ کہ کلموں نے قیامت آنے کی خبری طہارت اس کا قرب ظاہر کریں گی مگر اس کی تو اظہار ہوگی جب کہ لوگ اس
 سے یا اٹھ بے خبر ہوں گے حتیٰ کہ کوئی اپنے جانوروں کی کھلی اور ست کر بہاؤ گا کوئی تاہر کا پتہ کو پتہ کو ہمارا بہاؤ گا کوئی کھن روٹی
 کھار ہاؤ گا کہ قیامت آجہ۔ یعنی صور پھونکنے لگے گا اس کا قرب ظاہر ہو گا مگر اس کی اظہار ہے۔ چوتھا اعتراض اس
 آیت کریمہ میں ایک سوال کو دو دفعہ کہیں بیان کیا گیا **يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْمَاعِثَةِ** اور دوسرا **يَسْتَلُونَكَ عَنْهَا**۔
 تکرار سے کیا فائدہ۔ جواب میں اعتراض کے جواب بھی فقیر سے معلوم ہو گئے کہ پہلے ان کے سوال کا ذکر ہوا
يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْمَاعِثَةِ پھر ان کے اصرار اور زہد ظہور ہوا کہ وہ ایسے یوں خدا کر کے پوچھتے ہیں کہ جیسے آپ انہیں نہ
 بتا دیں گے یا پہلے ان کے سوال میں قیامت لکھا کہ وہ اپنا روز مرے حالات قیامت امر اور قیامت غم صحتی رازوں کے پوچھنے کا
 یہ اور وہ بھی قیامت کی آیت پر پوچھتے تھے بھی قیامت کے مرتبہ روزیہ تکرار بے فائدہ نہیں ہے اس سوال کا جواب فی اہمیت
 اٹھانے کے لئے ہے پانچواں اعتراض یہ ہے کہ کیوں فرمایا گیا کہ قیامت آجہ اور روز میں پر ہمارا ہی ہے تیار نہ جانا ہے کہ
 آجہ اور زمین پر۔ جو آپ ظاہر ہے کہ آجہ اور زمین سے مراد ہیں کے پائندہ ہیں فرشتے جن دنوں سب ہی بھاری
 ہے ان دن سب ہی خاک ہے چاہیں گے ہر عرصہ کے بعد زندہ ہوں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آجہ اور زمین ہی ہوں
 قیامت ہونے کو بھی ہے کیونکہ اس دن میں سب ہی کھت آئے گی کہ آجہ اور زمین کے زمین تو ذی جلوبہ۔
 زمین آجہ میں حضور ہے انہیں خوشی و غم نہ ہو مگر فلاساف سب ہی کو ہے۔ چھٹا اعتراض یہ حدیث شریف میں ہے کہ
 ایک بار مجمع صحابہ میں جبریل علیہ السلام شکل انسان میں آئے چند سوال لگے ان میں سے ایک یہ تھا **مَتَى الْمَاعِثَةُ** قیامت
 کب ہے تو حضور نے جواب میں فرمایا **مَا الْمَسْئَلُ عَنْهَا بِالْعِلْمِ مِنَ الصَّائِلِ** یعنی سوال کرنے والے سے مسئول زود
 نہیں جانتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے علم قیامت نہیں وہ حدیث اس آیت کی شرح بتا رہی ہے کہ حضور انور
 قیامت کا علم نہیں۔ جو آپ ہم نے اس کا جواب مراد شرح مکتوبہ میں اس حدیث کی شرح میں دیا ہے نیز جہاد الحق میں اس کے
 بہت دو اہمیت دے ہیں یہاں لکھا کہ تو کہ حضور انور نے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ لا اظلم میں نہیں جانتا لکن اتقوا۔ لہذا نہایت قابل
 جس میں علم کی نقل نہیں بلکہ زیادتی علم کی نقلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسے جبریل قیامت کا علم تم کو بھی ہے نہ تو بھی مجھے تم سے
 زیادہ علم نہیں تم جمع میں یہ سوال کر کے اس مرتبہ راز کو ظاہر نہ کرنا اسی لئے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ انہیں نہیں
عَنِ الصَّائِلِ اچھا حضور اس کی نشانی ہی تھی تب حضور انور نے نشانیوں کا نہیں نشانیوں کا وقت سے ہی پوچھی جاتی نہ
 بلکہ وقت سے نہیں۔ ساتواں اعتراض یہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہے پھر اسے سات کیوں کہتے ہیں سات کے معنی
 ہیں صفحہ یا گہری بھر کا وقت یا نمودار العالی یہ نام درست کیسے ہوا۔ جواب میں دیا اس لئے کہ قیامت میں ہر جہت کا علم ہو
 جلوبہ گی یا اس لئے کہ مومنوں کو وہ دن بہت چھوٹا محسوس ہو گا وہ اس لئے کہ تمام عالم کا سب سے بہت بڑا وقت میں یا

نفس کے مت معنی ہیں ذات جان خون سانس وغیرہ پر ملا ہوا۔ معنی ذات ہے یہ۔ معنی جان یعنی میں وقت خودیہ رب کے مقابل اپنی ذات اپنی جان کے قطع نقصان کمال تک نہیں کہ رب مجھے نقصان دینا چاہے اور میں اس کا روبرو کر کے قطعاً حاصل نہ ہوں اور یہ **نفعاً ولا ضرراً** یہ لاملک کا مفعول ہے قطع نقصان سے کیا مراد ہے اس میں بہت قول ہیں (۱) اس سے وہ بھی قطع نقصان مراد ہے جس کا کفار نے مصلیٰ کیا تھا جنہوں کے مجھ کو روزی مگر لئی کی خبریں مقلدات کی خبریں اور روزی کرتی ہے (کبیرہ ۱۲۱) اس سے مام و زبیدی قطع نقصان مراد ہیں کہ فلاں چیز مٹا لیں مگر مینیفہ ہے اور فلاں مٹا لیں مگر کبیرہ (۱۳۱) اس سے بھی قطع نقصان مراد ہے کہ فلاں شخص نو صبری تبلیغ کرے گی اسے تبلیغ کر دے گی فلاں کو اثر نہ کرے گی اسے تبلیغ کرے یہ مشن ہے ہوں (کبیرہ ۱۴) اس سے آخرت نے اہل مراد میں یعنی میں خود اچھے اہل کرنے برے اہل سے بچنے پر قدرت نہیں وہی نہیں ہے کہ تمہوں جو کہتے ہی کہ تمہوں (۱۵) مصلیٰ سے فرود شہنوں پر غلبہ ہے برائی سے مراد تکلیف یعنی روزِ شہن بہت سبب ہے آنا ہے یعنی میں ان چیزوں کمال تک نہیں ورنہ اسے منہ تقویٰ الہ کا فرود تم سب کو صومیں بنا لیتا اور تم کو سعادت نصیب میں۔ نیز یہ کہ نہ انکارا (ترجمہ العرفان)۔ **الاماشاء اللہ** قوی ہے کہ یہ اللہ استقامت کا ہے اور ماشاء اللہ مستثنیٰ متصل ہے **ضرراً ونفعاً** اور **لاملک** کا مفعول ہے یعنی میں اس قطع نقصان کمال تک ہوں ماشاء اللہ چاہے اور مجھے مالک بنا دے۔ (تفسیر کبیرہ) اس بندہ میں مام و زبیدی ہے اور ماشاء اللہ کا مفعول ہے شہد ہے یعنی **الذو شامہ التعلیٰ کی ایامہ** ہو سکتا ہے کہ مام و زبیدی ہوا **لا بمشیتہ اللہ** اصل مطلب یہی ہے کہ اللہ کے چاہنے سے قطع نقصان کمال تک ہوں اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی ہے تاکہ ان کے وہ عقارہ تفسیر میں عرض کیا جاوے۔ ماشاء اللہ بعض مفسرین نے لاکو۔ معنی کن کہا جس میں وہ شہد ہیں اور اس جملہ کو مستثنیٰ متعلق یعنی ماشاء اللہ ہے چاہے وہ ہوتا ہے مگر پہلی ترکیب قوی ہے کہ دوسری کیفیت اس کی تفسیر کرتی ہیں **ولو کنت اعلم الغیب لا مستکثر من الغیب** اس قرآن مانی میں کفار کے اس مصلیٰ کا وہ عیب ہے کہ آپ ہم کو پہلے سے چیزوں کے جہاں اس کے آثار چھلائی خود سے دیکھیں اور خود مانی روزی کے مقابل بتا دیا کریں تاکہ ہم اس کا تقاضا نہ کر کے خوب قطع کیا کریں اس قرآن مانی کے بندہ مقصد ہو سکتے ہیں (۱) حضور مجاہد کے علم غیب کو رب کے علم کے سامنے مادم فرود آیا گیا ہے ہی نہیں کہ اللہ حضور کو اللہ سے چاہے لے کر قدرت نہیں تفسیر مصلیٰ مجاہد نے کہا جاتا ہے صحیحہ۔

بہت ہیست اندر آنچہ ہستی توئی

ابھی قوی ہے تیرے ہا اولیٰ نہیں جہنی مانی تیری ہستی کے سامنے سب کا مدم لو رویت ہیں (۲) پہلی آئی اور حقیقی علم ہی نبی ہے گلوتی کی ہر صفت نفازی اور ماضی ہے اللہ تعالیٰ کی صفات آئی اور حقیقی ہے تفسیر مصلیٰ (۳) یہ تمام نفاذ اور تامل ہے۔ طور پر سنا آتھی فہم انہی جہ سے ہے جہاں ہم نے کہ میں تو ایک سب علم ہوں (۴) یہ آیت اس وقت لی ہے اب حضور اور آپ علم غیب مصلیٰ ہو لیا ہے آیت مشورہ ہے اس آیت سے **عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً** آتھی خاندان مان و وہ ہے آیت کریمہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں حضور عالم غیب ثابت ہے (تفسیر مبارکی و خاندان) **لا مستکثر من الغیب** ہے استکثار سے۔ معنی زیادہ رہے بہت تکبر کر جان زائد ہونے یا جانی ہے یعنی استکثار سے منہل کر جان ب خبر سے مراد دنیا کی داری بی مصلیٰ ہیں اس سے مراد ہے رب تعالیٰ کے روبرو کے مقابل مصلیٰ جمع کر لے تاکہ رب مصلیٰ دینا۔

ہا ہے اور حضور انور اس کے ارادے کے خلاف بھلائیوں میں گریں یہ ناممکن ہے یعنی اگر مجھے ذاتی اور حقیقی علم غیب ہو تو مجھے ذاتی قدرت بھی ہوتی کہ یہ دونوں بلازہر مظلوم میں اور اس میں اس پر قدرت رکھتا کہ اللہ کے ارادے کے خلاف خیر میں لڑتا ہے تو بے نہیں ہوتا مجھے ذاتی علم غیب بھی نہیں (تفسیر صولای) لہذا یہ آیت ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ وہ اپنے حضور انور کو بہت خیر عطا فرمائی جیسے **انا اعطینک الکوثر یا جیسے یوت الحکمۃ و قدوتی خیرا کثیرا و نیرہ و ما منی السوم** اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ یہ جملہ چاہے اور دو ثابت ہے سو سے مراد جنوں ہے یعنی مجھے جنوں نہیں پہنچا سو سرت یہ کہ وہ تو مخالف ہے اور یہ جملہ از انکس پر مخلوق ہو کر قفل کا مفعول ہے یعنی یہ جی فرماتا ہے کہ مجھے جنوں نے مس بھی نہیں کیا تو کیوں جنوں سے کیا تعلق وہ تو تمام دنیا کے عاملوں سے بڑے ماحول ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ ہے کہ مخلوق ہو لا مستکثر تہ پر اور لو کی جزا ہو یعنی میں اگر غیب جانتا ہوں تو اس میں مست خیر بھی میں کر لیتا ہوں مجھے کوئی برائی بھی نہ پہنچی (خازن و صولای وغیرہ) لہذا یہ آیت ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ وہ اپنے حقیقی نے اپنے صحیب کو دشمنوں کی شر سے بچایا فرمایا ہے **واللہ یصمک من الناس ذلیل رہے کہ میں بھی وہی مراد ہے جو لا استکثر عن الخیر میں مراد خاتم النبیین اللہ کو چاہتا ہوئی مصیبت و برائی سے محفوظ رہتا کہ اس کے ارادے کے خلاف تقاضے سے ہی جاتا ہے صورت میں سو سے مراد وہی وہ نبیوی آیت و تالیف ہیں **انما الانذیر و بشیر لقوم یوسون** یہ بھی قیل کا مقابلہ میں حصر اطلاق ہے حقیقی نہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں سوا، بشیر و نذیر کے اور صفات سے موصوف نہیں حضور نبی بھی ہیں رسول بھی حقیقی بھی ہیں رؤف و رحیم بھی مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا کہ میں نے خدا انوں نے خدا سے سبے نیاز نہ اس کا مقابلہ میں لکھتا وہ انوں نذیر ہوں بشیر ہوں جو کہ ذرات پہلے ہے بشارت ہوں میں نہ ذرات سب کے لئے ہے بشارت صرف **مطمینوں** کے لئے ہے جو انوں سے نذیر کو بشیر سے پہلے بیان کیا جو کہ حضور کی ذرات و بشارت سے قائمہ صرف مومن احباب ہیں اس لئے **لقوم یوسون** ارشاد ہوا لہذا یہ آیت کہہ کہ اس آیت کے خلاف نہیں **لیکون للعالمین نذیرا** حضور انور سارے جنوں کے نذیر ہیں قرآن ہے **کافتہ للعالمین بشیرا و نذیرا** حضور سارے انسانوں کے لئے بشیر و نذیر ہیں۔ خیال رہے کہ سارے نبی بشیر و نذیر ہوں گے مگر ان حضرات کی بشارتیں نذارتیں سن کر انہیں حضور کی بشارت و نذارت دیکھ کر تہ اور ذاتی تہ اللہ نذیر و بشیر کی توحین تعلیم کے لئے ہے۔**

خاصہ تفسیر اسے محبوب علیہ السلام کے آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم کو آئندہ کے بھلائیوں میں لڑیں اور کرنی اور لڑائی کی جگہ تہ رہیں تاکہ ان جنوں سے فائدہ نہ اٹھا کر بلکہ انوں کے اس مطالبے کا مستند قویہ ہے کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے ارادے کے خلاف اسیر ہوں اللہ کے چھپے اسرار کو ظاہر کر دیں یہ تو خدا کا مقابلہ ہونے کہ اس کی رسالت و پیام رسالتی اس لئے آپ ان کے جو آپ نہیں کہتے تھیں کہ اللہ کے مقابلہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا ہنگامہ بھی نہیں کہ اب مجھے نقصان پہنچا ہے اور میں اس کے مقابلہ میں ماحول کر لوں یا اب مجھے فائدہ پہنچا ہے اور میں اس کے خلاف نقصان کر لوں میں تو اسی قدر کا لگاؤ و فکر ہوں جس قدر وہ چاہے میری ملکیت و اختیار اسی قدر ہے اگر میں وہ اپنے مقابلہ میں غیب رکھتا ہوں تو میں اس کے ارادے کے خلاف بنیادوں کی شریعت کر لیتا ہوں مجھے خدا کی بھیجی ہوئی مصیبت بھی نہ پہنچی مگر ایسا ہے

نہ ہو سکتے ہیں خود بخود رب تعالیٰ کا منتقل نہیں بلکہ اس کی طرف سے ہی رسول ہوں تو رسول اکرمؐ بشارتیں اور رزق پہنچاتا ہے تو لوگ محبت سے بے نیاز اور رب تعالیٰ سے متعلقہ کرنے کی باتیں نہ کرے۔

سلطنت معصطفیٰؐ اور مملکت انبیاء

ہر چیز کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی مملکت بغیر کوئی ایک ذرہ کا ایک قطرہ کا مالک نہیں پھر اس کو کہتے اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض بندوں کو اپنی چیزوں کا مالک دیتا ہے بندوں کی یہ ملکیت مطلقاً 'مادامی' یعنی جہاں تک ہے رب تعالیٰ کی ملکیت ذاتی' دائمی و حقیقی ہے اس مملکت کا ذکر قرآن مجید، تورات و انجیل میں ہے ملاحظہ ہو یہ آیت قرآنیہ

1 **قُلِ الْمَالُ لِلَّهِ الْمَالِكِ حَتَّىٰ تَمُنَّ بِالْمَلِكِ** کو اسے اللہ اسے مالک کے مالک کہتے ہیں چاہے اپنا

من تشاء و تنزع الملك لمن تشاء

2 **وَاتِيَنَهُم مَّلِكًا عَظِيمًا** ہم نے تو لو اور انہم کو بہت بڑا مالک دیا

3 **وَسَخَّرَ لَهَا مَالِ رِيحٍ تَجْرِي بِأَمْرِهِ** ہم نے سلیمن کے ذریعہ فریق ہوا کو کر دیا

جنوں کے حکم سے چلتی تھی

4 **إِنَّمَا كَانَ الْمُقَدَّمُونَ لِأَرْضِهِ وَأَتَيْنَاهُم بِهَا** نہ نیک ہم نے لو اور انہم کو زمین میں دیا

کئی شے سبباً

5 **وَأَوْتَيْنَاهُم مِّنْ حَيْثُ يَشَاءُونَ لِيَمْلِكُوا** مالک اور اس سے جس سے چاہتے ہیں

لور اس کا پورا تخت ہے

6 **أَن لَّا يَرْضَوْا تَهَاوَنُوا إِلَىٰ أَهْلِهَا** اس زمین کے لو اور انہم کو ہر ایک بندہ ہوں گے

7 **وَمِنَ الْجِبَالِ مَن يَعْجَبُونَ بِأَن يُخَاطَبَهُ** ہم نے حضرت سلیمان کے تابع ایسے جن کو کہتے ہیں

ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے

8 **وَأَن لَّا يَلْمِزُوا الْمَلِكَ وَالْحَكْمَ** اللہ نے تو لو کو مالک بھی دیا اور علم بھی

ان بھی بہت سی آیتیں ہیں رب تعالیٰ کی مملکت اس کے بندوں کا مالک ہو تا ہے ہے اپ حضور ﷺ کے بیان میں ملکیت خدا کا ہے

1 **لَا تُعْطِيَنَّكَ الْكُفْرَ** ہم نے تو کو کفر یعنی عالم کفر سے

محافظ فرما دیا (بخاری شریف)

2 **وَوَجَدَكَ حَيًّا لَّا فَلَاحَ لِي** ہم نے تو کو بڑی حیا لیا

تو علم بھی دیا (بخاری شریف)

3 **إِنَّهُمْ مَالِكٌ لِّمَنْ يَرْضَاهُ** اللہ رسول نے انہیں اپنے فضل و کرم سے

عقوبت فرمائی

لَا تَدْرِي لَعْنَةُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ حَالِ بُولِ

پسلا اعتراض جس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنی ذات کو طبع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو در سروں کو کیا پہنچائیں گے۔ یحییٰ بن یزید و خوف رکھنا ان سے آنگھان کے دروازے پر سائل بن کر جانا نافرمانی ہے اللہ کے سوا نہ کسی سے مانگو نہ کسی سے اس امید رکھو وہ بڑی) جو اسیب جس امیاض کے دو جو اسیب ہیں ایک اثری اور دوسرا حقیقی۔ جو اسیب اثری تو یہ ہے کہ رعایا حاکم سے لڑتی ہے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے خوف کیا وہ بنا لانا نفعاً یضر طبعاً علیہ نالور اور یطعن فریب لوگ امیر سختی سے امید رکھتے ہیں تم لوگ امیروں کے دروازوں پر چندہ کی امید لے کر جاتے ہو رب فرماتا ہے **وَمَا الْعَسَائِرُ فَلَاتَنْهَرُ** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **هَبْرِي الْاِحْكَمَهُ وَالْاَبْرَصِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ** میں اللہ کے حکم سے ہار ڈالوں گا میں کو اچھا کر سکتا ہوں اور موسیٰ زندقہ کرنا ہوں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا **انھبوا بقميص من القطن واملس وجهكم بصير اميري** یہ قمیص لے جاؤ میرے والد کے چہرے پر ڈال دو انھیاری سے ہو جائیں گے یہ بہ نفع رہے گی اسیب علیہ السلام سے فرمایا **فوكض يوجلك هنامفتسن يلودو شرابنا** پانچویں زمین پر رگڑاؤ اس سے پانی کے نقشے پیدا ہوں گے اس سے غسل کرو شفا ہوگی معلوم ہوا کہ یہ رگوں کے پانچوں حصوں میں شفا ہے۔ آجے ان کی قمیص واقع ہلا ہے یہ حضرت ان کے تحت نفع آسیتے ہیں موسیٰ علیہ السلام سامری پر عداوت ہوتے تو اس سے فرمایا **فانصب فخان لك في الحيوة ان تقول لا ماسس به اني اذتكي بمر كنا تلمرے** گا کہ مجھے نہ چھو نہ تانچہ ایسا ہی ہوا کہ آخری عمر میں سامری کا یہ حال ہو گیا کہ جو اس سے چھو جاوے تو وہ بھی بیکار ہو جاوے اور سامری بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرت نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں تمہاری قول ان تمام آیات کے خلاف ہے۔ جو اسیب: حقیقی یہ ہے کہ ان نیکو آیات میں حقیقی ذاتی ملکیت کی نفی ہے یا رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس کے متعلق نفع نقصان کی ملکیت کی نفی ہے اور ہماری پیش کردہ آیات میں مجازی مطلق غلبت کا ثبوت لہذا آیات میں تضاد نہیں۔ اس لئے اشکو ہوا الا انشاء اللہ سوا اس لئے نہ لفظ چاہے یعنی لفظ کے چاہے۔ یہی نفع نقصان کا ایک ہوں تمہارے اعتراض کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے **و سررا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو مطلقاً فریب نہیں آپ نے بالکل فریب بھی جمع نہیں کی جب ان کے اپنے پاس فریب تو تم کو فریب کیا میں گے (وہ بڑی) جو اسیب اس سوا کے تین جواب ہیں اولیٰ ایک حقیقی۔ پسلا اثری جواب یہ ہے کہ تم بھی طہر فریب حضور ﷺ کے لئے ناسخ ہو بلکہ کہتے کہ حضور ﷺ ساری خلقت سے زیادہ طہر والے ہیں یہ آیت۔ طہر فریب نہ مال نفی۔ وہی ہے یہ آیت تمہارے بھی خلاف ہے تمہارے جواب دو کے وہی بار بار جواب ہے **و سررا اثری جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو رب نے بہت فریب بلکہ حضور نے تخلیق بہت نے حلقہ فریبی رب فرماتا ہے **و يعلمهم الكتاب والحكمة** ہرے کی لوگوں کو طہر و حکمت سہلات ہیں دوسری ہر فرماتا ہے **ومن يوت الحكمة فقد اوتى شيئا كثيرا** انہ حکمت ہی گئی اسے بہت فریب ہی گئی ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور بہت تیرہ دیتے ہیں۔ جو اسیب حقیقی یہ ہے کہ ان بھی ساری آیات میں طہر فریب حقیقی ذاتی کی نفی ہے جس سے قدرت ذاتی لازم ہے اور ثبوت طہر فریب کی آیات ہیں طہر فریب مطلق کا ثبوت ہے۔ یہ کہو ایسی کی ہوئی ہماری تفسیر طہر فریب کی نہیں حقیقی ہماری کتب جاہ الحق حصہ اول میں دیکھو اور غلبت نے**

حبیب کے سارے مل کلاٹک ہو آئے۔

میں تو مالک ہی کون گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و حب میں نہیں تمرا میرا!

خلاق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا! دونوں جہلی ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میرا

(2) شریک شرکت کی چیز میں خود مختار نہیں ہو بغیر ساتھی کے مشورہ دیکھ نہیں کرنا مگر حبیب اپنے حب کی چیز میں خود مختار ہوتا ہے حضور جان بھی عرش و فرش پر مامور ہونے کے لگے مختار ہیں۔

گئی حبیبیں دی اپنے فرشتوں کی خدا نے سرکار بنایا حبیبیں خاک بنایا!

حضور نے ہاند توڑا تو رب نے یہ نہ فرمایا کہ ہم نے تم کو انکلام کی تہنیت کے لئے بھیجا ہے نہ اس لئے کہ آپ میری چیزیں توڑیں پھوڑیں سوئے تو نہیں کیا تو یہ نہ فرمایا کہ تم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ میرا نظام عالم بدل دو۔ رات کو دن اور دن کو رات بنا دے ہے مجھ پر ہے (3) شریک کسی کی کام میں خود نہیں کر سکتا اگر خود کرے گا تو ساتھی کے ساتھ لیا پھانسا لگا کر لو مگر حبیب اپنے حب پر خود کر سکتا ہے خود کر کے اس سے دو چار ہے لے سکتا ہے حضور حبیب ہیں خود فرما میں کہ جانی کے سارے گنلو معاف ہو جاویں۔ فرمایا کہ حقوق اللہ معاف کر دیں گے، مواضع میں اگر خود کی کہ مولیٰ حقوق عبد بھی معاف کر دے وہ معاف کر لے یہ ہے مجھ پر ہے۔

دل ایسے پیارے پر صدقے جہاں ایسی خودوں پر ہو قربان

خدا کر کے اپنی امت کو بخشا لیا رحمت والے نے

(4) شرکت شتم ہو سکتی ہے محبت ختم نہیں ہو سکتی، ہر اللہ جگر اٹکو تینا بھی، ہادی محبت سے نہیں نکل سکتا حضور، دونوں جہان میں اللہ کی چیزوں کے مالک ہیں حضور کو کھانا شریک نہ کو تنہا میں رہو گے کہ اسلام سے نکل کر مشرک بن جائے گا۔ اس میں حضور کی توہین ہو گی کہ حضور کو توہمے مالک بنا پڑے۔ گھر تو خدا کے حبیب ہیں ساری خدائی کے مالک ہیں۔ مولیاء فرماتے ہیں کہ لا اھکب لعیسٰ میں لایع کا ہے یعنی میں کو میں اور اس کے نفع کلاٹک اپنے لئے نہیں بلکہ اسے بندو سمدارے لئے مالک ہوں۔

کوئین بننے گئے سرکار کی خاطر

دین کارن دانا بنا سگن یعنی سولی ایسے دانا کی اس پر کھن سے کوئی نہ جانتے نخل

کہ ہم کے دل میں نہیں لاکھ ہو آئے۔

ہاتھ اٹھا کر ایک کھن ات کہہ! ہیں تنہی کے دل میں حقار ہم

جو دو دستا پر گدائے بے نوا

فقیر گنہگار ہمدیاد عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ سطور لکھیں آیت کی تفسیر میں مشورہ سے دلہنیں آکر نکلیں اس پر دینی

(1990ء میں حضور نور نے مجھے مدینہ منورہ میں ساڑھے چار ماہ لکھاں دور میں مجھ پر مجھ کر فرمائیں اور میں جس سے

چند عرض کی جاتی ہیں ان میں سے منورہ میں بھول کر گر گیا ہے ہاتھ کی کٹائی کی ہڈی ٹوٹ گئی دو زباناہ انہیں نے اسے وسر دے کر کہا کہ عورت کے دور خونی چمک میرے دل میں ہے تو تو مجھے بار کے دور از سہ سے چاہیے۔

ترا دور میرا وہی ترا غم میری خوشی ہے مجھے درد دینے والے تری بندہ پروری ہے
درد تو اسی وقت سے عاق ہو گیا ہاتھ کام نہیں کر تھا مزہ ان کے بعد سسٹنی ملک یعنی شہنشاہ ہسپتال میں ایک کمرہ بنا دیا گیا ہڈی کے دو ٹکڑے آئے جن میں تو رات کاصل ہے کہ ہم نے طاق نہیں کر لیا پھر آہستہ آہستہ ہاتھ کام بھی کرنے لگے منورہ کے اس ہسپتال کے ایک کمرہ میں مل گیا یہ خاص کمرہ ہوا ہے کہ یہ ہاتھ طبی لحاظ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا داکٹر سے یہ نہیں ہے ہڈی اب تک ٹوٹی ہوئی ہے اس ٹوٹے ہاتھ سے قصیر لکھ رہا ہوں میں نے اپنے اس ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو علاج صرف یہ لیا کہ آہستہ آہستہ پر کمرے ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اسے عہد لکھ لیجیے گی کی ٹوٹی ہڈی کو نہ دالے اسے۔ عہد ابن عمار کانوٹا ہڈی کو روہنے والے میرا ہاتھ بھی ہو ڈو (2) یہ گواہ تین مہینہ منورہ میں عارضی ہوئے چنگر کھانے کا موقع آیا چند لگا کہ حکومت پاکستان میں ہے کہ جو عارضی منورہ کی زیارت کر چکے وہ دوبارہ علاج منورہ حاضر نہیں ہو سکیں گے میں نے حاضر ہو کر عرض کیا رسول اللہ میں نے یہ شرط لکھی ہے کہ جو ہاتھ نہیں۔

کعب کو جاننے والے کعب کو جانیں گے ہم یار کی گلی میں ہی کعب بنائیں گے
کعب والوں نے کعب بنانا اپنا کعب تو چہ جاننا

دل میں لکھا ہوا کہ حج کو حلا میں سے عرض کیا رسول اللہ اس شرط پر جانوں گا کہ بدھ کے ان عشاہ کی نماز منورہ میں پڑھاں پتا چہ جہ کہ بعد نماز منورہ نہ ہو انہو کو حج ہو اب بدھ کے دن رومی کے بعد مکہ معظمہ سے چلا اور نماز عشاہ صید پاکستان میں پڑھی راستہ میں چار چکیاں پڑیں وہ تفتیش کرتی تھیں ریب کی شان کہ میں ان کو نظریہ نہ آیا میری کھڑکیں اور سواروں کی تفتیش ہوئی میری نہ ہوئی ہے کہ کرم تواری (3) ایک دن بعد نماز فجر عرض کیا رسول اللہ مجھے تمہارا کسرا (5) ایلان ہزار ہند آیا ہے حضور مجھے وہ علم عطا ہو اسی دن بعد نماز مغرب ابو بکر رضاعا صاب نے مجھ پر کرا (5) پیش فرمایا میں نے اسے کسے لئے خرید لیا ہے یوں ہی میں نے جو کچھ حضور انور سے لکھا وہی مظاہر یا اب میں تمہارا کسرا صاب علم سے لکھ رہا ہوں دست بہ نوازاں ہوں۔

بلکہ حق تو یہ ہے کہ۔

اتنی نوازشیں بھولنے ڈار نہیں سجود ہی کر کے وہ گئے در۔ بے نیاز میں
سپتالی ایک آستانہ ہمارا تری رشت
ندامت مانتے لے کر مانتے اسے ماجہ جدا
خواب شرمساروں کو وہ شہلا میں لڑتے
خون کے دامن تقدیر سے وہ ہیں اسے ملد
کسی نے مانتے وہ ہاتھ پینا اب نہیں رتے

اسپ میں تلاش کریں، گے والا کل قدرت پائیں گے **خلقکم من نفس واحدة** وجمع متناہز وجمع الیہا لیسکن **الیہا** عمارت لغوی جملہ ہے اس میں آنکھوں کے کہ **خلقکم** میں کس سے خطاب ہے اور نفس واحد یعنی ایک جان سے کون مراد ہے اور زوجات کون مراد (۱) جسور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں خطاب سارے انسانوں سے ہے، اور نفس واحد سے مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام اور زوجہ سے مراد ان کی بیوی حضرت حوا ہیں اور معنی یہ ہے کہ اب انسانوں اللہ نے تم سب کو ایک ذات جناب آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور خودوں سے ان کی بیوی حوا کو نکالا اس طرح کہ ان کی پائیں پہلی سے حضرت حوا کو نکالا تاکہ آدم علیہ السلام حوا کی وحشت سے گھبرائیں نہیں کیونکہ ہر جنس اپنے ہم جنس سے میلان و محبت ہے۔ (۲) بعض مفسرین نے فرمایا کہ **خلقکم** میں خطاب قریش سے ہے اور نفس واحد یعنی ایک جان سے مراد ہے قصی ابن شیبہ جو قریش کا وراثت اٹھی ہے اور زوجہ اسے مراد قصی کی بیوی ہے اس سے بنائے گئے معنی ہیں اس کی جنس سے بنائی یعنی ان کے نکاح میں ان کی بیوی دی۔ رب فرماتا ہے **جعل لکم من انفسکم ازواجاً** وہ آیت اس کی تفسیر ہے۔ (تفسیر بیضاوی) طحان مذکور کعبہ رضویہ (۱۳۱) حضرت کرم فرماتے ہیں کہ **خلقکم** میں خطاب سارے انسانوں سے ہے اور نفس واحد سے مراد ہر جنس کا پہلا پاپ ہے اور زوجہ اسے مراد ہے مراد پاپ کی اپنی بیوی ہے (تفسیر کعبہ طحان قرآن العزیز) خیال رہے کہ نفس واحد ہے کس کی اس سے مراد ہے اس کے معنی کی طرف اشارہ ہے یوں ہی زوجہ سے مراد بیوی ہے لہذا اس کے لئے حیرت منگانی **الیہا** ہماری یہ تحقیق خوب خیال میں رہے کہ چونکہ طحان کو سکون اپنی بیوی سے ہوتا ہے اس لئے **لیسکن الیہا** ہرانا بالکل مناسب ہے **فلما انفشاہا حملت حملاً خفیفاً** خفیفاً ہے خفیفاً ہے۔ معنی چھاپا ہے اسی لئے مدحوشی کو فطنی کہتے ہیں کہ وہ حمل پر چھاپاتی ہے پر وہ کو فٹوہ کما جاتا ہے کہ وہ جن پر چھاکر اسے چھاپتا ہے یہاں خفیفاً سے مراد ہے اعلیٰ اور صحت اگرچہ صحت دو طرف ہوتی ہے مگر چھاپنا زوجہ کی طرف سے ہوتا ہے اتنی عمارت تو لانا کی شرط ہے اور حملت اس کی بڑا **حملاً خفیفاً** سے مراد ہے نطفہ یا عورت کے بیٹ میں ٹھہر گیا اور لولا اسے کوئی وجود غیر محسوس نہ ہوتا یعنی جب طحان نے اپنی بیوی سے صحبت کی تو اسے حمل ٹھہر گیا اور لولا بہت ہی بگا اور غیر محسوس خاصرت بعد عمارت **حملاً خفیفاً** صفت یا مثل ہے عورت سے مراد ہے پانا ٹھہرا اور اسے لئے ٹھہرنا یعنی عورت کو ایسا بنا دینا کہ حمل قائم ہو کہ وہ بے نطفہ اسے نطفہ پوری **فلما انقلبت حملاً لثیباً** عمارت پچھلے جملہ پر معنوں سے یہاں ہی وہ جن امکان ہیں جو **خلقکم** میں تھے یعنی جب حوا پر حمل ہو نہیں ان کے بیٹ کا حمل بھاری ہو لیا اور اشل قریب ہوئی تو آدم حوا، انوں سے وہب سے دمائی یا جب قصی کی بیوی پر حمل ہوئی تو پیدا اشل خلوت قریب آیا تو قصی اور بیوی دونوں نے وہب سے مائی یا جب ہر ماں کے جننے وقت قریب آتا ہے تو مرد و عورت دونوں وہب سے دعا کرتے ہیں (کہیں وہ طحان رضوی) **لنن اقلبتنا صالحاً لکن کن من الشاکرین** یہ عمارت **دعو اللہ** کی تفسیر ہے یعنی ان دونوں نے یہ دعا مانگی کہ میں حضرت آدم حوا مرادوں تو اس دعا کی تفسیر میں ہیں (۱) حضرت آدم اگرچہ جنت میں بھی جناب حوا سے مقاربت کرتے تھے مگر وہاں نہ نطفہ نہ قرار حمل (تفسیر صاوی) (۲) جب یہ دونوں زمین پر آئے تو حمل قرار پایا یہ جیب بند کیجئے کہ وہب دونوں ٹھہرائے اور دونوں سے یہ

دعائی (2) حضرت عرف کے اس سے پہلے پہلے پیدا ہونے تک مر گئے اس بار جب نسل کا ہر دو جنوں دونوں حضرت نے یہ دعائی فرستادہ ہوں کہ نام عبد اللہ عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے (تفسیر صلی)۔ خیال رہے کہ حضرت آدم و نوح و ہاب و ہارہار میں ہوا پیدا ہوا اہل ایک ہزار پہنچے ہوئے سدرن البیان (3) قصی اور ان کی بیوی نے اس وقت یہ دعائی جب قصی کی بیوی نے کی زندگی کا زمانہ قریب آیا (4) اسے لڑکوں کو اب مشرکوں کا فرقہ شمار سے ملنا باپ نے اپنے پچھلے ہونے سے کچھ پہلے یہ دعائی مانا کرتے ہیں **صالحا** سے مراد تو یہ ہے کہ یہ جو پڑا ہو چکا ہے صلیت ہے یہ قول حسن کا ہے (روح المعانی) مدارک کبیرہ قریباً کہاں سے مراد ہے خود دست لور صحیح اعضاء پر جس کا متعلق ہے ناقص اعضاء کا پچھلے یا نیک و صلح پڑا یا صاحب نسل پڑا جس سے ہماری نسل پہلے یعنی اگر تو ہم کو ایسا نیک کا تو ہم شکر گزار ہوں گے ہوں گے کہ تیری ہار چھٹیوں شکر کے بعد سے کریں گے پچھلے کو یعنی تعلیم سے کہ نہ مست دین پر کامی کے کہ لڑا کا شکر ہے یہی ہے **اتھما صالحا** **جعلنا لشرکاءنا فیما نھما** اس فریضہ حلی میں ان کی دعائی قنوت اور بعد میں ان کی یہ دعویٰ اور کفران نعت کرنے کا کہ ہے اگر اس سے مراد حضرت آدم و حوا ہوں تو اس جملہ کی بہت تفسیر ہیں (1) **جعلنا** استفہام انکاری کے طور پر ارشاد ہوا جیسے کہ حضرت امیر المؤمنین چاند گدوں کو دیکھ کر فرمایا **ھنفری** کیا ہیں میرے رب جنی ہرگز نہیں ایسے یہ ہے یعنی جب حضرت آدم و حوا کو نیک صلح صحیح سہم پچھلے رب سے لڑا تو کیا انہوں نے اس پچھلے خدا اور شرک ٹھہرایا کہ اس کا نام مشرکان رکھا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہاتھ نہیں ہرگز نہیں (روح المعانی) زبیرہ (2) **جعلنا** میں اضافہ پڑا ہے **جعل اولادھما** یعنی حضرت آدم و حوا کی اولاد سے اللہ کے شرک ٹھہرانے اس نے آئے **عمایشرکاءنا** اور **ایشرکون** معنی کے لینے اور شاد ہونے ہیں اگر وہ دونوں حضرت مراد ہوتے تو آئندہ سے نسبت کے آئے **عمایشرکون** اور **ایشرکون** تفسیر طبرانی نے فرمودہ انہوں نے انہوں نے انہوں نے (3) خود تو مراد ہونے مشرکوں کا سلام کیا کہ اس پہلے کا نام عبد اللہ رکھو۔ سہارٹ شیطان کا نام تھا اس امید کہ اس نام کے سبب یہ پچھلے زندہ رہے یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے (خانقاہ بیضاوی کبیر روح البیان) تہذیب شریف وغیرہ) مگر شرک فی الخلوۃ نہیں بلکہ شرک کا سلام ہے کہ عید کی نسبت پھر مذہبی طرف کی جانے مگر یہ تفسیر قوی نہیں جیسا کہ ہم ایشاء اللہ سوال دہنا سب میں عرض کریں گے اور اگر اس سے مراد قصی ابن کلاب اور ان کی بیوی ہوں تو صحیح یہ ہونے کہ ان دونوں نے اپنے بچوں کے نام مشرکان رکھے۔ عبد مناف محمد جنس عبد المعزی اور عبد اللہ (مدح العقیلی) اور اگر مراد سے کفار و مشرکین ہوں تو مطلب کا ہر ہے کہ مشرکین اولاد تو ہم سے مانگتے ہیں مگر یہ پیدا ہونے پر شرک کا کرنے جتنے ہیں **فقتالی اللھما** **بشرکون** اس فریضہ حلی میں ان کے اس مشرکان عمل کی تردید ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے برتر ہے اسے ان کی حرکتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے کہ کی تین تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اس میں حضرت آدم و حوا کا ذکر ہے دوسرے یہ کہ اس میں قصی ابن کلاب کا ذکر ہے جو قریش کے مورث ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں عام کفار و مشرکین کا ذکر ہے۔ حیرت نزا یک یہ آخری تفسیر قوی ہے ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اسے مشرکوں کا فرقہ اللہ تعالیٰ وہ وقت دعا ناپ جس نے تم میں سے ہر ایک ایک جان یعنی اس نے ہاب سے پیدا کیا اور اس باپ کی جنس سے اس کی بیوی نے لڑا وہی سوانی

طرح انسان ہے میرا انسان نہیں بھر جب یہ دونوں یعنی تمہارے ہاں باپ جمع ہوتے اور صل کا نام ہو اس طرح کہ پہلے تو تعلق کی شکل میں بیعت میں رہا جس سے ہاں کو کوئی شراہی غموس نہ ہوئی اور ہاں اسے بیعت میں لے چاری۔ بھر جب بیعت میں بیعت ہو اور اوراد سے کا زمانہ قریب ہوا تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور نہ رہی کہ اسے سونے اور ترمیم کو صحیح سالم زندگی کے لئے عطا فرمائے تو ہم تیرے شکر گزار نہ بنیں گے اس طرح کہ اس بیچے کو تیری عطا میں گے ایسا لائیں گے بچہ کو سو من بنائیں گے اسے خدمت دہی کے لئے وقف کریں گے انہوں نے وعدہ تو یہ کیا تھا مگر عمل ہی کیا کہ جب رب نے انہیں ایسا جتنا تو ہائے شکر کے شرک کرنے لگے کہ جن میں سے بعض نے کہا کہ خدا ہے ہی نہیں اوراد تو اتفاقاً اسباب کی وجہ سے ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ بڑوں کا عقیدہ ہے کوئی بولا کہ ہم کو اللہ چاند مانگے سورج دیتے ہیں جیسا کہ ستارہ پرست کفار کا عقیدہ ہے توئی کہنے لگا کہ ہم کو اللہ ہمارے ہوتوں نے ہی جیسا کہ ہم پرستوں کا عقیدہ ہے یہ تمام کواں شرک خاص ہے کہ رب کے حلیہ کو غیر کی طرف نسبت دے۔ کراہی کی پرچاپت کی جاوے خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ جن سب لوگوں کے شرک سے بلند و بالا ہے جن کی بدعتیں گھیل کی وجہ سے اس کا کلمہ بھی نقصان نہیں۔

فائدے بن آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے۔ پہلا فائدہ و نولاد باپ کی ہے اس سے اولاد ناسب ہو گئے ہیں سے سب نہیں یہ فائدہ خلقکم من نفس واحدہ سے حاصل ہوا اس دامن سے مرد باپ پہ لفظ لاکر باپ سید ہو اور ہاں نیر سید تو اولاد سید ہوگی اور گرہاں سیدانی ہو گریبا سید نہ ہو تو اولاد سید نہ ہوگی۔ دو سرا اعتراض ہائیں کی یہی انسان ہی ہو سکتی ہے جانور یا جتان نہیں ہو سکتی یہ فائدہ جعل منہا زوجھا سے حاصل ہوا کیونکہ زوجہ سے مرد پر ہی بنے ہیں ہی انسان عورت کا مخلوق انسان ہی ہو سکتا ہے کوئی جانور یا جن نہیں ہو سکتا۔ تیسرا فائدہ یہی ہی اس لئے ہے کہ اس سے اولاد حاصل کی جائے اور وہ مخلوق کے سکون قلب کا نتیجہ ہے اس طرح کہ اس کا گھر سنبھلنے سے آرام پہنچانے میں لے نہیں کہ مخلوق کو اولاد کو کما کر نکالنے سے فائدہ لیکن البیہات حاصل ہوا یہی بچوں کا فرچہ ہو کے دوسرے دو سری جہد قرآن فرمائے **و علی الموالود لعلز قہن و مکسو تہن** اگر اس کے برعکس کیا گیا تو نصرت اور قانون الہی کے خلاف ہو گا کبھی برکت اور کامیابی نہ ہوگی۔ چوتھا فائدہ و تعلق اور صحبت اگرچہ فریقین کا ہم ہے مگر اس میں مرد و عجل ہے عورت منقول یہ فائدہ تعشاہات حاصل ہوا اگر سہا قائل مرد کو اور منقول عورت کو قرار دیا گیا پھر چوال فائدہ: عموماً انسان لڑکیوں کے متعلق بیٹوں کو پسند کرنا ہے یہ ممنوع نہیں۔ ہاں لڑکیوں سے گھبرانا نہیں ناقدوری اور عقارت سے گھر میں رہنا یہ برا ہے طرہت مشرکین حضرات انبیاء کرام سے بیٹے کی دعائیں مانگی ہیں اور انہما علیہ اسلام نے دعا کی **ربھب لس من الصالحین** حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی **رب لا تنونی فرقا و انت خیر الوالوتین** اور دعا کی **قہب لس من لعلک و لیایرثنی و یورث من ال یعقوب یہ فائدہ صالحا** کی ایک تفسیر سے حاصل ہے ایسا کہ صالحا سے مراد بیٹا ہے۔ چھٹا فائدہ: عموماً انسان نا شکر اور اذیہ ہونے کے فرض کے وقت رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور کام نکل جاتا ہے رب کو حوصلہ جاتا ہے بلکہ اس کی نافرمانی کرنا ہے یہ فائدہ **فما اتاہا صالحا** سے حاصل ہے دوسری جہد ارشاد ہے **و اذا نعمنا علی الانسان رض و نابجانبہ و اذا مہ الشر۔ فذو دعاء عن رض انسان** کا چاہیے کہ ہر حال میں رب

کہ وہ اڑے پر ہے۔

ہر کہ بیٹے راستی دادا! سر خدمت بر آئیں دادا!

نوٹ ضروری یہ لہجہ تاکہ ان آیات کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوئے جو کہ قوی ہے۔ سزاؤں کا ذکر دہانے نہیں کے نام عبد۔ خوٹ یا عبد اللہ رکنا متوج ہے یعنی انیس بتوں کا بعد یا بتوں کا نام نہ کہ وہ یہ اعتقاد "یا مملو" شریک ہے تاکہ جملہ مشرک کا ہی ایک تفسیر سے حاصل ہو، بلکہ اس سے مراد ہوئے کلام عبد اللہ رکنا۔

پہلا اعتراض جس آیت سے معلوم ہو کہ انسان کی پیدائش میں باپ دونوں سے ہے لہذا کسی علیہ السلام کو بطریق صرف میں سے نہیں آیت کے خلاف ہے رب فرماتا ہے **اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نَطْفَةٍ مَّا شَاج** ہم نے انسان کو گولہ لٹنے سے پیدا فرمایا (مرزائی پر) بولاب بن جیسی کلام آیات میں لفظ تعلق کے قانون نکال کر ہے، واقعی انسان کی پیدائش کا قانون یہ ہی ہے حضرت۔ کسی علیہ السلام کی پیدائش میں لفظ کی قدرت کا ظور ہے قانون کے پہلے ہم ہیں نہ کہ لفظ تعلق اس نے حضرت آدم اور حوا کو نہیں باپ کے پیدا فرمایا حضرت۔ کسی کے متعلق فرماتا ہے **اِنَّ مَعْشَرَ عِیْسَى حَسْبُكَ مَشِ اِدْم** اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب اسرار اللہ میں ملاحظہ کرو۔ دوسرا اعتراض "تذنی شریف نے" یہ آیت یہ سہو میں جناب روایت کی یہ واقعہ حضرت آدم و حوا کے ان کے پاس شیطان آیا اس نے جناب حوا کو اور جب حوا نے آدم علیہ السلام کو فرست دی کہ ہونے والے پر، کلام عبد اللہ رکنا بھی انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب تعلق نے اس آیت کہہ میں ان پر عقب فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے یہ شرک واقعہ ہوا اور دونوں شرک ہوئے۔ جواب: حضرت آدم علیہ السلام کی نبی میں شرک و کفر تو کیا گناہوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں ان کی عصمت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ یہ حدیث خود امد ہے مگر صحیح بھی نہیں ہے اسے تذنی نے فریب حسن کہا مگر اس میں تضاد بھی ہے بعض روایات میں مرفوع ہے بعض میں موقوف نیز بعض روایات میں ہے کہ حضرت حوا علیہ السلام حمل تھا بعض میں ہے کہ یہاں چوں حمل تھا اس سے پہلے چارپے فوت ہو چکے تھے اسے تعقیب کے بعد وہ قرآن مجید کے خلاف ایک عقیدہ اس سے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے حق یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے۔ تیسرا اعتراض سیدنا عبد اللہ ابن عباس اور عام مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے مگر اسے کیوں قبول نہ کیا ہو۔ جواب: یہ تفسیر چند وجہ سے ناقص قبول ہے (1) حضرت آدم نبی معصوم ہیں اور معصوم سے شرک و کفر مراد نہیں ہو سکتا (2) حضرت آدم ایک ہر انیس سے ہو کر کھا چکے تھے اس وجہ سے بہت تکلیف اٹھا چکے تھے اور وہاں دھوکہ کیسے کھا سکتے تھے۔ (3) رب تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام نام سکھائے تھے و **عِلْمًا مَّا دَاسَا مَعَكْلَهَا** آپ کو معلوم تھا کہ عبادت اللہ میں کلام ہے مگر اپنے بیٹے کا نام عبد اللہ رکنا کیسے رکھ سکتے تھے (4) اگر یہ واقعہ حضرت آدم کا ہوتا تو آگے **عَمَّا يَشْرِكُونَ** میں ہی **يَشْرِكُونَ** کو **عَمَّا** و **يَخْلُقُ** جن کے معنی ارشاد ہوتے بلکہ تشبیہ کے معنی فرماتے جاتے کیونکہ یہ کلام صرف حضرت آدم کو ہوا تو اسے مراد ہوا تھا (5) اس صورت میں اللہ کو من لائق ارشاد ہوتا نہ کہ لائق تعلق کیونکہ اللہ تعالیٰ ہے فیہ تعالیٰ نہیں نور صافیر تعالیٰ کے لئے ارشاد ہوتا ہے (6) اب آدم علیہ السلام ایک بڑا انسان تھا وہ تعالیٰ کی وجہ سے انصاف طلب ہوا کہ جنت سے باہر بھیجا گیا جن سو سال تک وہ رب سے کلام و سلام بنا رہا اگر آپ نے شرک کیا ہو تو اس سے زیادہ اس پر عقب ہو تاکہ گنہ گن نہ ہو۔

مسلم ہو گا یہ کام ہی کا تقاضی نہیں (7) اگر مان لیا جاوے کہ اس جگہ ان دونوں بزرگوں کا ہی ذکر ہے نہ جملہ لمشركاء میں سوال انفرادی ہے نہ ہی کیا انہوں نے نہ انکا شریک بنایا ہرگز نہیں جیسا کہ ہم ابھی تفسیر میں عرض کرچکے ہیں ہر حال یہ تفسیر باطل کا مدعہ ہے حضرت آدم سے شرک ہرگز صادر نہیں ہو سکتا (تفسیر کبیر) آخری تیسری تفسیر قوی ہے) چوتھا اعتراض: بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں کسی ابن کلاب مراد ہے ان کا والد ہے انہوں نے ہی یہ شرک نہ تھا تم نے اس تفسیر کو اختیار کیا ہے نہ کیل جو اسب تفسیر ہی ابن کلاب حضور علیہم السلام میں دلوایں اور حضور انور کا نسب شرک و ذلت ہے پاک صاف مخلوق ہے۔ یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ کسی بچے کا نام عبد اللہ رکھ دیا تو شرک نہیں جب تک کہ یہ عقیدہ نہ ہو کہ وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں فقط یہ نام رکھنا عقیدہ کی دلیل نہیں ہر حال تفسیر قوی وہ تیسری ہی ہے جو ہم نے اختیار کی۔ پانچواں اعتراض: ابن کلاب سے مسلم ہوا کہ عبد اللہ، عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا شرک ہے، کچھ روایات نے عبد اللہ نام رکھنے کو شرک فرمایا جملہ لمشركاء بجز تم لوگ ان ناموں کو پہنچا کیوں رکھتے ہو۔ ان ناموں کے معنی ہیں نبی یا رسول کا بندہ ہون کی تعلق یہ کلام ہوا کہ شرک ہے۔ جو اسب: یہ تفسیر درست نہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شرک وہ عقیدہ ہے جو ہم نے عناصر تفسیر میں ظاہر اور مشرکین کے نقل کئے۔ عبد الرسول عبد اللہ کے معنی ہیں نبی کا خادم نبی کا غلام رب تعالیٰ فرمایا ہے من عبدکم و اما انکم ایک شاعر کہتا ہے۔

وانی لعبد الضیف ما کان تاویہ

اس شعر میں عبد اللہ کے معنی ہیں مسلمانوں کا خادم (تفسیر غلغان) یہاں تفسیر غلغان نے فرمایا کہ عدو کو رب کہہ سکتے ہیں انہی کے اسلام تو مالوہ اسلام سے صرف لفظ تعلق کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: جو لوگ اسلام میں معتزم ہیں ان کی طرف عہد کی نسبت یا کرامت جائز ہے لہذا عبد اللہ القہمی عبد الرسول نام رکھ سکتے ہیں اور مودودین کی طرف عہد کی نسبت ممنوع حرام ہے لہذا عبد اللہ نہیں کہہ سکتے۔ (تفسیر صلی)۔ چھٹا اعتراض: تم نے جعل منسا لوجا سے ثابت کیا کہ انسان کا کلام انسان عورت سے ہی ہو سکتا ہے وہ سری تعلق سے نہیں مگر رب فرماتا ہے **ووزوجتھم بہ وورعین ہم نے جتنی انسانوں کا کلام حوروں سے کہو یا ملائکہ حوریں انسان یعنی اولاد تم میں بھی نہ نکال** درست کیسے ہوا جو اسب یہ انکام اس دنیا کے ہیں نہ وہ سری دنیا ہے وہاں کے اداہم دوسرے ہیں وہاں غیر ہمیں سے نجات درست ہو گا یہاں دیکھ کر اس دنیا کا ہے۔ ساتواں اعتراض: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک بھیجے سے نکال کیا تو جانتی تھی ہاں ہی حضرت ملی کا کلام ایک جانتی ہے ہوا جس کے ہاتھ سے محمد طفیل پیدا ہوئے پھر حسد راہ کا مدعہ درست کیسے ہوا۔ جو اسب ہر دونوں باتیں قلم ہیں بھیجیں انسان عورت تھی قرآن کریم نے بد بد ایہ قول نقل فرمایا **انی وجعلت امر اہلہ تعلککم** جس سے معلوم ہوا کہ وہ عورت تھی امر اہلہ انسان عورت کو کہتے ہیں۔ حضرت علی کا کلام کسی جانتی سے نہیں ہوا نہ آپ کے کسی بیٹے کا نام محمد طفیل ہوا عبد اللہ بنی طفیل سے بلکہ ہوئی جو سیدہ کے اب کی قوم تھی اس جنگ میں ایک عورت نہایت جعفریہ ہو کر آئی اس کے شکم سے نوزاد پیدا ہوا اس کا نام محمد بن حنیف ہوا اگر ان کی یہاں حنیف تھی۔

تفسیر صوفیانہ: مانگنی نفوس ایک نفس یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئیں مگر ساری ارواح ایک روح یعنی روح محمدی سے پیدا ہوئیں آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں اور حضور محمد ابو الارواح خود فرماتے: **انما انا لکم كالوالد لولد** اے اللہ تعالیٰ! میں ہوں اول ماخلاق المروری مولا بناتے ہیں۔

مگر بصورت من ز آدم زواہ ام من معنی جد جدا قدام

(روح البیان)

اللہ تعالیٰ نے فیض نبوت کے ساتھ فیض ولایت کو اس طرح گھولا فرمایا کہ نبوت کا فیض ولایت کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا دیتے سورج کا فیض آتشیشہ کے ذریعہ پہنچانے کو جلا دیتا ہے طالب کی مدد جب اس فیض سے مستفیض ہوتی ہے تو کولاد سے اپنا انقلاب محسوس نہیں ہو تا مگر آہستہ آہستہ اسے یہ انقلاب محسوس ہوتے آتا ہے جو والے خوش نصیب کو گناہ سے بدبخت کر لیتے ہیں کم ظرف اچھے لوگ سے بدبخت نہیں کر سکتے خوش نصیب سے بالکل غلطاری پائی تصور کر کے شکر کے دریا میں غوطہ کھاتے ہیں ان سے کبھی کوئی نقد فحشی کا صلہ نہیں ہو تا مگر نصیب سے اپنا کمال سمجھ کر تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں یہ تو کمال طریقت کے مشرب ہیں مشرک ہیں کہ انہوں نے اپنی اہمیت تقدسیت کو رب کا شریک ٹھہرایا لہذا تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے بڑا ہے۔

اَيُّرْكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ﴿٦٠﴾ وَلَا يَسْتَصِيحُونَ

کہا کہ کرتے ہیں وہ اس چیز کو جو نہیں پیدا کرتی کسی چیز کو اور وہ خود بناتے بناتے ہیں اور میں طاقت رکھنے کیا اسے شریک کرتے ہیں جو کچھ بنا ہے اور وہ خود بناتے ہوئے ہیں اور وہ وہ ان کوئی مدد

لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿٦١﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوا

وہ واسطے ان کے مدد کی اور نہ ہی انہوں کی مدد کرتے ہیں اور اگر بلاتے تو انہیں طرف ہدایتہ کے تو نہیں پہنچتے انہیں نکلیں نہ اپنی جانوں کی مدد کریں اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے سمجھتے آؤں تم

كَمَا سَأَلْتُمْ عَلَيْهِمْ ادْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوا

کہتے وہ تمہاری ہدایت پر بلاتے ہیں اور تمہارے سمجھتے آؤں تم غامض رہو۔

پر ایک ساتھ ساتھ آئیں بکادو یا سپہ ہر ہر ۔

تعلق میں تینت ریزہ نامکملی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق یہ آیات مجملی آیات کی تفصیل ہیں ان آیات میں اہل ایمان آیات نے ان کی تفصیل کر دی کیونکہ وہاں یہ نہیں چلا تھا کہ دونوں مال باپ کون تھے آیا آدم حوا تھے یا انیس ابن کلاب اور ان کی بیوی نام کا لڑکا باپ اور انہوں نے شرک کیا یا صرف یہ کہ اپنے بیٹے یا ہم عبد اللہ کا صاحب یا معویہ کا تھا یا

نئی ہو چلا۔ اور ممکن ہے کہ وہ سے مراد ہو۔ عہدیت کی دہریا عہدیت پر مد یعنی ان بتوں میں یہ طاقت میں کہ اپنے پیاروں کی
 بخشش کر کے انہیں مسترد نہیں کرتا۔ آیت واضح ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی بندہ کسی کی وہ کرے تو اس کی عہدیت
 کی بنا پر جیسے پادشاہ حاکم حکیم بندہ کو لوگ اور ملیا کی پیاروں کی فریبوں کی مدد کرتے ہیں نہ یہ لازم آتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ
 کسی سوا سے دہریا مدد نہ کرے تو اس کی عہدیت نہ کی جاوے۔ **وَالانفسهم بصبر و ناس** فرمایا ملی میں بتوں کی دو سری
 کڑوری کا ذکر ہے یعنی وہ تساری مدد تو کیا کریں گے وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے سے آئیں اور نہیں کر سکتے۔
 مشرکین عرب بتوں پر مفران شدہ غیر قابل دینتے تھے ان پر بے شمار کھیل مریخ ہو جاتی تھیں۔ بتوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ کھیلوں
 اپنے من سے ان لوگوں میں ان کے پاس رکھی ہوئی مصلحتی کارکن لے چلائے۔ تو وہ اسے دفع کر دیں مصلحتی چاہیں اپنی کڑور تھوڑی کی
 پر مشغول کر کے سوار ہے۔ خیال رہے کہ بتوں کی یہ مجبوریاں ان کی مہربوت کی نفی کے لئے بیان فرمائی گئی ہیں نہ
 کہ وہی چیزوں کی تعلیم کی نفی کے لئے مسلمان کعبہ مصلحتی قرآن مجید یا بتوں کی عہدیت نہیں کرتے۔ ان کا احترام کرتے ہیں
والنتموہم ائی الہمی لایتموہم اس مذکی نبوی ترکیبیں بہت ہیں اور اس کی تفسیریں بھی بہت ہیں۔ ہم صرف دو
 ترکیبیں اور تفسیریں عرض کرتے ہیں۔ **الانتموہم** میں **انتمو** اتمو لایتموہم کا معنی ہے۔ مشرکین سے پہلے انہیں عہد
 کے معنی سے ذکر فرمایا اب حاضر کے معنی سے جسے بلاغت میں التعلات کہتے ہیں اور ہم کا معنی ہے۔ **ہدی** سے مراد ہے
 بتوں سے ہدایت، انہوں سے اچھا مشورہ اور کھینچنے والے مشرکوں کی یہ بات ہے۔ **انتمو** کا معنی ہے کہ اگر تم ان کی طرف جاؤ اور کوا
 بتوں کو گلاں کلام کا مشورہ دہریا دہریا کو توہر تساری یا توہم بھی نہیں کر سکتے۔ تساری یہ بات بھی نہیں سن سکتے (۲) **انتمو**
 میں خطاب ہے نبی کریم ﷺ اور مومنوں سے اور ہم کا معنی مشرکین ہیں یعنی ان کے محبوب بتوں کے سوا بتوں کو گلاں ایسے وحی
 ہیں کہ اگر آپ انہیں ہدایت یعنی دین اسلام کی طرف دعوت میں اور لاکھ لاکھ سے سمجھائیں یہ آپ کی جدی نہیں کرنے
 کے (دوح اعلیٰ) پہلی تفسیر قوی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ آگے پیچھے سے مناسب رکھتی ہے **سواہ علیہم اتمو**
تموہم اتموہم صاحبوناس فرمایا ملی میں بتوں کی چھٹی مجبوری کا ذکر ہے یہ نیا نیا ہے اس میں فرمایا گیا کہ بتوں
 میں مذکورہ توہم تو کیا ہو جس میں اس میں دینے کیجیے کی بھی قوت نہیں تمہارا نہیں بلانا پارنا اور ان کے سامنے خاموش رہنا اور
 بنے بعض مشرکوں نے فرمایا کہ اس میں بھی خطاب نبی ﷺ اور مومنوں سے ہے یعنی آپ لوگوں کا انہیں دعوت اسلام دینا یا
 خاموش رہنا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے ہے کہ انہیں ہدایت میں ملتی کہ یہ تفسیر قوی نہیں دینے چاہوں ہو **سواہ**
علیہم اتموہم جیسے رب فرماتا ہے **سواہ علیہم اتموہم** انہیں ہدایت پر آمیز دینے آئیں
 مصلح کو قائمہ تخلیق یعنی جاتا ہے کہ وہ تخلیق کا ثواب پاتا ہے۔ غیبی کو مصلحت کی فیس اور وہ کی قیمت بہر حال ملتی ہے۔ مصلح کو
 سے ناکارہ دینا نہ ہو یعنی اسے مشرکوں کو پکار دینا، پکار دینوں حال میں تم انسان ہی ہو اور وہ پھری ہیں۔ تم میں فرق تو نہ
 ان میں تفسیر کے معانی وغیرہ۔

خلاصہ تفسیر یہ ہے۔ مسلمانوں کی حیرت کی بات ہے کہ مشرکین بتوں کا وہ سورج ناموں کو نہ توئی شریک مانتے ہیں۔
 کسی ایک ذرے ایک قطرے کے خالق نہیں بلکہ وہ خود کھڑے چلتے ہیں کہ بہت پرست خود انہیں گھڑتے مانتے ہیں جو خالق

اند تکہ کرنے کی جرات نہ کرے۔

یہ سہل الاعتراض بن آیت سے معلوم ہوا کہ بن ہمو نے معمول کی عبادت نہیں کرتی چاہے جو ہماری مدد نہ کر سکیں جو ہماری فریاد نہ سن سکیں اس سے لازم آتا ہے کہ جو مخلوق ہماری مدد کر سکے جو ہماری سن سکے اس کی عبادت کر لینی چاہیے جیسے فرشتے یا بعض قوم خدا کے لئے انسان اس میں تو شرک کی تعلیم ہے (آریہ) جو لوہب اس اعتراض کے چند جواب ہیں جن میں سے بعض ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے (ان آیات میں پہلے ذکر ہو افاق نہ ہونے کا حقیق ہونے کا لہجہ ذکر ہوا اور وہ لہجہ نہ کرنے کا فرشتے اور قوم والے انسان خالق نہیں ہیں مخلوق ہیں لہذا وہ معبود نہیں ہو سکتے (2) ان آیات کا تصور ہے بہت پرستوں کی معقت کلیان کرنا کہ یہ اشرف المخلوق یعنی انسان ہونے کے باوجود قرین اور کمزور ہے اصل بلکہ بے جان مخلوق کی عبادت کرتے ہیں اور کا مقصد یہ نہیں کہ جہاد اور اور لاکھ منہ حقوق کی عبادت کیا کریں (3) یہاں فتح اور مدد سے مراد ہے جہاد کا فتح آخرت میں مدد کرنا یہاں کسی مخلوق میں ہے۔ کسی کی عبادت مفید نہیں، بجز وہ لوگ کہ دو سرا الاعتراض یہ کہ لوگ جہاد کی قربوں کی تنظیم و ترقی کرتے ہوئے مددوں سے مدد مانگتے ہو مگر یہ مدد ہی نہیں ملتی ہے، یہاں حقیق نہیں، یہ حقیق ہے وہ تسلی مدد نہیں کر سکتے وہ تو خود تسلی مدد کے حالات میں وہ تسلی دینا نہیں سن سکتے وہ تفسیر یہاں نہیں سے سنتے پھر تم میں اور کھلے مشرکین میں فرق کیا ہے (دوبلی) جو لوہب ۱۱ الاعتراض کے (2) جواب ہیں ایک اترائی اور دو سرا حقیقی جواب اترائی تو یہ کم تم بھی کہہ معظم خلاف کہہ قرآن مجید اپ مولوی کی بڑی تفسیر و تفسیر کہتے ہو تم بھی مسیت کے وقت ماکوں عیبوں سے مدد مانگتے ہو تم بھی ہر وقت اسدوں سے چند مل لیا لیا مانگتے ہو ان میں تمام ذکر اور جیس مسودہ ہیں تم مشرک ہو سکتے یا نہیں تم میں اور یہاں پرستوں میں فرق کیا ہے۔ جواب حقیقی یہ ہے کہ مذکورہ صفت خالق ہو نہ مخلوق نہ ہو نہ مددگار ہو نہ فرما عبادت کے لئے ہیں کہ معبود وہ ہے اور ان صفت سے موصوف ہو عظمت و تعظیم خدا انکار فرما کے لئے شرط نہیں دیکھو تعظیم کے مستحق رب فرمایا ہے **ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب** اور فرمایا **ان الصفا والمرود من شعائر الله** دیکھو مقام وہ ہاڑی ہی حدی کے باہر خالق نہیں۔ مخلوق ہیں کسی کی فریاد نہیں سن سکتے کسی کی مدد نہیں کر سکتے مگر ان کی تعظیم، اعلیٰ علیٰ العین ہے ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ عبادت کا معنی تعظیم اور استحقاق یعنی مدد مانگنا میں بلا فرق ہے۔ عبادت صرف خالق کی ہی ہوگی مگر لوہب کا معنی تعظیم خدا انکار فرمادوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ عبادت اور تعظیم میں فرق کرنا چاہئے۔ تیسرا الاعتراض باہر عبادت صرف اس کی کی جیسے جو ہماری مدد نہ کر سکتے کہ وہ رب متالی کی عبادت بھی نہ کی جائے کیونکہ ہمست دفعہ وہ ہماری مدد نہیں کر سکتا ہماری فریاد نہیں سن سکتا اور ہمیں مدد نہیں کر سکتا لہجہ آیت کیونکہ درست ہوئی۔ جو لوہب اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ مدد نہ کرنے کا نہ نہیں بلکہ مدد کر سکتے کا کہہ **لا يستطيعون نصر** اور رب متالی ہر شخص کی ہر قسم کی مدد کرنے پر ہر وقت قادر ہے۔ کسی موقع پر مدد نہ کرنے میں مدد عظیم ہوتی ہیں۔ ہاڑی بر سلا سورج چمکاتا ہو اجا جاتا کھیت میں دانہ پکاتا ہے سب رب متالی کی مدد ہی ہے وہ کون مدد ہے جس کی مدد رب متالی کی مدد وہ ہم کو نظر نہیں آتا ہمارے کام ہمارے کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

يا معني النكات محسوس العطاء اتت كالماء ونحن كالنورسما

انت سكالريج و نعن سكالغبار یعنی صوفیوں اور غیر صوفیوں کے درمیان جو فرق ہے۔ مگر یہاں انہیں اس آیت کے تحت سے نقل نہیں ہو سکتا وہ کہہ دیتے کہ نہ بہت عاقل ہیں نہ خدا تعالیٰ ہے نہ وہ عاقل و دانا ہے۔ صحیح رہے گا کہ یہاں نہ بہت سمجھتے ہیں نہ خدا تعالیٰ سنا ہے ہماری ماہیت نہ ہم پروری کر سکتے ہیں نہ خدا تعالیٰ اس آیت سے انہیں کیسے قائل کیا جاوے گا لہذا بہت مشکل نہیں۔ جو آپ یہاں سے اس شخص میں گمراہی سے ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے۔ عرب میں دھرمیہ یا تو تھی نہیں یا تھے تو کثرت توڑے مگر اس آیت سے دھرمیوں کی تردید بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل ایسے زیادہ اور قوی ہیں کہ ان کے ہوتے کسی کو انکار کی مجال نہیں اگر کوئی نہ مانو کہ انکار کرے تو وہ قائل شمار نہیں ہوتا اور نہ اپنے عقائد کی بدلیل ہے پھر اس میں نکلیں اور مجھے حضرات انبیاء کرام صہ صہ حضور سید الانبیاء کی ذات و اصافات رب تعالیٰ کے قوی دلائل ہیں سورج کی شعاعیں سورج کی ہستی کی دلیل ہیں۔ پھر انہیں صوفیوں میں جہالت میں یکساہت نہیں ہے کہ اگر اللہ ہو اللہ تو وہ ہے بلکہ علیہ ہے ہم انتم صامتوں پر حملہ امیر ہے مطوف اور مطوف علیہ یکساں ہائیں ہوں چاہئے تمام انتم صمتم کہ صمتم کے موافق ہو کہ جو صوفیوں میں یہ دوسری آیات کے موافق نہ ہو آئی ہیں تو یہ یقولون یشرکون۔ بصرون یہاں دو اصمتم آیات کی مطابقت کے لئے اس طرح اوشادہ ہوا ہے کہ انہیں صامت ہے ناموش رہتا صلی صامتوں دونوں صامتوں میں فرق کھانے کے لئے اس طرح اوشادہ ہوا۔

تفسیر صوفیانہ انہیں ایک عیب انتقادی فرق ہے اگر وہ تعالیٰ اس پر فضل کرے تو جہالت و فرشتوں سے بڑھ کر عارف ہوتا ہے اگر اس کا فضل نہ ہو تو بے مثل جانوروں سے بدتر ہے دیکھ جاوے گی کہ یہ صوفیوں میں کتنے دوسری باتوں کا اپنے سے کتر جانتے ہیں جاہل یا غیبا کہ ایک چکر کو شکر سمجھ کر کہے اس پر کتا کی شاپ کر کہے لے عاقل انسان ان بے عقلوں سے سبق لے عاقل غیر عاقل ناک فیہ ناک میں جاوے فرق کریں اور تو نہ کہے کتنی غیرت کی بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ وہ تعالیٰ کا عظیم فریب مسیح ہے جو پانچ دھروں کو محسوس ہوتا ہے نہ ایک ہر کتابتے یہاں سے ستر ہر وہب آتا ہے یا عیبی نہ وہب آتا ہے کہ کتابتے انصافیت میں نے کلمہ کر لیا وہاں سے ستر ہر وہب آتا ہے کہ حضرت میں نے کلمہ دیا اللہ کرنا تجھے آتا ہے پشیمانے آتا ہے یعنی تو اسو من گھصص کے دل پر وارد ہوتی ہے اور خدا تکوینوں کے بتانے پر باتوں کہتا ہے ہم کہ چاہئے کہ دل رسول کی باتیں خبریں پتہ چن لائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ فَأَدْعُوهُمْ

تجھنے والوں کی دعا کرنے کے لئے جو تم دعا کرتے ہو ان کو
یہ تک وہ جن کو اللہ کے سوا بد بھگتے جو بھگتے ہیں ان کو دعا کرنے کے لئے کہتا ہے

۔ معنی عبادت کرنا ہے اور اس کا مفہول پوشیدہ ہے اصل میں مذکورہ تمام قرآن میں ہے کہ ظم رکھنے کے معنی ہوں تپ اس کے دو مفہول پوشیدہ ہوا گئے **تدمونہم اللہ تعالیٰ** (روح المعانی) دونوں کے متعلق ہر امر عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ تپ معنی میں آتا ہے اور **میلجہ** کا تکرار استفاداً اور **علاوہ** یا **سوی** یہاں ۔ یعنی علاوہ یا **سوی** یہاں ۔ یعنی علاوہ اور **سوا** ہے یعنی اے مشرک و بت، جن کی تم اللہ کے ساتھ عبادت کرتے تو یہ جان لو کہ تم ان کے ساتھ اللہ کہتے ہو ان کا نام اللہ کہتے ہو **عبادۃ** کا معنی عبادت ہے اور ان کی تہ سے حق یہ ہے کہ عبادت میں ہے عبادت کی ۔ معنی **رندو** یا **تعلق** لفظ ہر تعلق چاند اریا ہے جان مائل یا غیر مائل لفظ کا تکرار اس کا مفہو ہے اور اگر مفہو صرف چاند ارشل دالے گا کہتے ہیں تو ان میں عبادت لفظ اللہ کے عقیدے کی تہ ہے کہ وہ بتوں کا معاشی جانتے تھے اور ماکوں کی ہی شکل بناتے تھے۔ اسلئے معنی ہے شکل کی ۔ معنی طرح یا جانتے یعنی یہ سب تسداری طرح تسداری جانتے تھے اور سادہ ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں تقویت مملوکت بندہ ہونے میں شکل مراد ہے اور نہ انسان پتھر یعنی اسوے شکل سے نہیں افضل ہے کہ وہ معاشی جانتے اور سمجھ رہے ہیں اس لئے آگے اور شلو ہو **افلاموہم فلیستحبوا العکم فلامواہم** اسلاف ترتیب کی ہے اور **فلیستحبواہم** اسلاف جو اب امر کی یہاں دما کے معنی یا پکارنا یا بلانا یا بلانا یا بلانا اور استیجابت کے معنی میں پکارنا جو اب دیکھا گیا ہوئی اور مبالغوں اور مبالغوں سے ان کو بتائی چنانچہ تم جن بتوں کو پکارو گے کہ وہ اللہ اور سوا ہے تو اس میں نام ان سے دما تک کرنا کہ وہ تسداری جانتوں کو نہیں تسداری جانتے ہوئی تو اس میں ہرگز نہ کر سکیں گے پھر ایسی مجبوراً مسند و تعلق کی عبادت کیسی **اللہ** جس میں **مشون** بھی اس فریضہ علی کا نشانہ ہے کہ ان بتوں کے پاس تو وہ اعضا ہی نہیں جن میں سننے دیکھنے بچنے پڑانے کی طاقت ہوتی پھر وہ تسداری مدد کر سکیں۔ تسداری پکار کیسے تپیں۔ اس سلسلہ میں چاند اعضا کا ذکر فرمایا پہلے پڑوں کا پھر انہوں کا پھر آنگھوں کا پھر **اللہ** میں سوال انکار کا ہے **لہم** اور **یمشون** کی تفسیر مذکورہ بتوں کی طرف میں **لو جس میں تپ رہے** ۔ معنی پڑوں پر نقد مشرکین بتوں کے ہاتھ پڑوں آگھناتے تھے مگر ان میں طاقت تو تھی نہ تھی اس لئے **یمشون** بھی ارشاد ہو گیا یعنی تم خود کچھ ہماری نوسون لو کہ کیا بتوں کے ایسے پڑوں ہیں جن سے وہ چل سکیں پڑوں تو ہیں مگر ان میں چلنے کی طاقت نہیں۔ خیال رہے کہ اگر آج مشرکین اپنے بتوں کو چلنے کی طاقت سے چاروں تو اس کا نام چلانا ہے وہ گھٹایا حرکت کرنا ہو گا چنانچہ وہ ہے اور اپنی طاقت سے اور دوسری یاد دوسرے کی طاقت سے حرکت کو چلانا نہیں کہا جا سکتا لہذا آیت واضح ہے کہ **یمشون** ارشاد ہوا ہے **یتحرکون** یا **یتقلون** نہیں فرمایا گیا۔ **اللہ** **اینبطشون** بھی فریضہ علی جملہ پر مطوف ہے اس ۔ معنی میں ہے اور **لہم** سے پہلے سوال کا تکرار پوشیدہ ہے اید معنی ہے دید کی یہ بہت معنی میں آتا ہے **قوة** و **رحمت** **مصدق** میں آخری معنی میں ہے **بطش** معنی ہلنے سے پکڑنے کو کہتے ہیں صرف پکڑنے کا لفظ کہا جا سکتا ہے چونکہ چلنے کا متعلق خود چلنے والے سے ہوتا ہے اور پکڑنا متعلق دوسرے سے یعنی پکڑی چیز سے اس لئے پڑوں کا کچھ چلنے یا ہاتھ کا ہاتھ میں یہاں بھی وہی تحقیق ہے کہ بتوں کے معنی یا ہاتھ تو تھے مگر ان میں پکڑنے کی طاقت نہ تھی ہاتھ کی طبی مقصود نہیں۔ اس کی طاقت یعنی پکڑی لٹی مقصود ہے کسی کی مدد عموماً چل کر پکڑ کر ہوتی ہے یعنی ہاتھ پڑوں پڑوں پہلے مقصود ہے اس وقت میں پھر ہاتھ کام کرتے ہیں۔ لہذا پڑوں کے چلنے اور پکڑنے اور ہاتھ کے پکڑنا کر ہوتے ہیں۔ **اللہ** **اینبطشون** **اینبطشون** کی تحقیق بھی وہی ہے جو ابھی **اللہ** **اینبطشون** کی گئی کہ بتوں کی معنوی آنگھیں تو ہوتی تھیں مگر ان میں روشنی نہ تھی اس روشنی کی نفی

حضور ہے قوی یہ کہ نظر عمر اور وہ یہ ہم معنی ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کے لئے قرآن کہ ہم میں
 تینوں الفاظ ارشاد ہوئے۔ کبھی حق میں فرق بھی کما جائے کہ ظاہر کو دیکھنا ظہر ہے فور کر کے دیکھنا ہمعینی نظر دیکھنا کتنا دور رہا
 سوا معنی فرمایا ہے تو ہمہ منظور والی حکم وہم لایبصر و نہ ہاں نظر ناہوت ہے ہمعینی یعنی کیا ان بتوں کی ایسی
 آنکھیں ہیں جن سے وہ تم کو ہمدردی محبتوں کو یاد دہانی کی چیزوں کو دیکھیں ۱۱۱ **اللهم انان یسمعون بہاں** فریاد عالمی اور ہی
 مطلب ہے جو پہلے ذکر ہو الفظ مانع ہے اللہ کی۔ معنی کلن ہوں کے معنی ہوں نے محرم کلن میں سننے کی طاقت نہ تھی۔
 خیال رہے کہ معنی شہادۃ اللہ کے معنی ہیں کلن ناگرمور مشاہد فرمایا ہے **فاستمعوا لہموا نصتوا**۔ خاصہ یہ
 ہے کہ نہ ہمدردی سننے میں نہ تم کو دیکھتے ہیں نہ ہمدردی دیکھنا دیکھتے ہیں نہ ہمیں نکلتے سے بچا سکتے نہ تم کو کچھ دے سکتے ہیں
قل ادعوا مشرکاکم اب تک بتوں کی مجبوری کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ قدرت کاملہ میں کی دعوت کا ذکر ہے کہ اگر تم کو
 میرے رب کی قدرت و قوت دیکھنا ہے تو مجھے اور میری بے نیازی کو دیکھ لو میں آیا ہوں بے سازد مسلمان ہوں تم جیسے والے سازد
 مسلمان والے تم سب مل جاؤ اور اپنے معبودین و پلٹھ کو اپنی مدد کے لئے میرے مقابلہ بلانویں دعا۔ معنی چلا ہے اور شرکاء
 سے عداوت پرستوں کہتے ہیں اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام پانچ فرشتے داخل نہیں رب فرماتا ہے **فاتوا بسورۃ**
من مثلکموا مشرکنا حکم من جیسی آیات میں یہ دونوں حضرات انبیاء یا فرشتے داخل نہیں ہوتے اگرچہ کفر میں کو
 معبود جانتے ہیں کی پرستش کرتے ہیں وہ حضرت حضور جبر کے مقابلہ میں کب آسکتے ہیں اور کب فریب دے سکتے ہیں ہم
کیون فلا یمنظرون یہ عبارت معلوم ہے ادعوا پر اور مفعول ہے قل کا یہاں تم مسلت اور ترائی کے لئے ہی ہے
 یعنی پہلے اہل طاقتیں مانع کر دیا میرے خلاف تدبیریں سوچ پھر ہم نام کر کے مجھ پر حملہ کر کے گید کے معنی کو فریب میں ہوں اور
 غیبی تدبیر بھی رب فرماتا ہے **انہم یدیکون کیون کیون** اکیس کیلئے ایمان دونوں معنی درست ہیں۔ نظر کے معنی ہیں
 دیکھنا اگر اللہ کے معنی ہیں مسلت یعنی تم متعلق ہو کر مسلمان مانع کر کے مجھ پر اپنے سامنے دونوں دست لائے سننے کی مسلت نہ
 وہ پھر میرے رب کی قدرت اور اپنے بتوں کی بے بسی کا نظارہ کر لو کہ تم سب میرا بل پکائیں کہتے میری تبلیغ میں رکھتے نہیں
 ال لئے حضور انور کی توکل بڑی ہے جس پر حضور نظر کر م فرما میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

خلاصہ تفسیر اب مشرکوں کے سوا ان بتوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ تم جیسے ہی ہمارے ملوک مخلوق بندہ ہیں ان
 میں عبودیت کا شائبہ بھی نہیں تم انیس مد کے لئے بلا کر پھا کر دیکھ لو اگر تم ہے ہو کہ اللہ معبود ہیں تو چاہیے کہ وہ ہمدردی پکار میں
 تمہارے بلائے پر تمہارے پاس مدد کو بھیجیں ایمان نہ ہو ہے نہ ہو تم نے فور نہ کیا کہ کیا بتوں کے پلاں ہیں جن سے وہ مدد مل سکیں کیا
 ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ دیکھا سکیں اور تم تک پہنچ کر ہمدردی دیکھ کر سکیں تم کو نکلتے سے چھوڑ دیکھیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن
 سے وہ ہمدردی حاصل کیج سکیں کیا ان کے گلن ہیں جن سے وہ ہمدردی پکار سن سکیں یہ کچھ بھی نہیں تو وہ تم سے بھی بدتر ہوں گے
 کہ تم میں یہ اعضاء اعضاء میں یہ طاقتیں ہوں ہیں جو کفار آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں کہ اگر آپ نے تبلیغ بندگی تو
 ہمارے ہمت آپ کو جالی ملی نقصان پہنچائیں گے آپ کلامت طمانیہ طور پر فرمادو کہ تم صلوات بہت پرست تھے وہ جو اور اپنے
 بتوں کو بھی بلانویں میرے مقابل اپنی ساری قومیں مانع کر لو تدبیریں سوچ لو پھر جو تم سے ہو سکتے میرا بلانویں مجھے سننے کی بھی

رب تعالیٰ تم کو بھیجے گا۔

تفسیر صوفیانہ: جنوں کے پاس یا ان اعضاء نہیں جیسے سارے اعضاء میں مگر طاقت نہیں جیسے کثف مثل ثوب کے جسم اور تیاں بہت پرستوں کے پاس اعضاء اور اعضاء میں تو میں ہیں مگر ان میں ان طاقتوں سے قائم حاصل کرنے کی قوت نہیں اس لحاظ سے یہ جنوں سے بدتر ہونے کی نسبت ہے جس لیے جان میں حرکت پرست جان کو مثل والے ہو کر نہ جھٹلے کہ انہوں نے اپنی طاقتیں ظاہر کرنا صرف کیوں اس لئے وہ ان میں بہت پرست یا سببائیں کے اور متذاب ہیں کے و قودھا النصر والحق والحقہ حضور اور جہاد نے بہت پرستوں کو عزت و عظمت عطا کیا ہے انہوں نے انہاں پہاڑیہ حضور کے دشمن ہو گئے جنوں کو ذلیل کیا انہیں لوہے کے نیچے گرایا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے گئے ہاں سورج لڑنے کے لئے نکل فرما رہے بہت بائبل پر عمل ہو گئی۔ تعذیب حق جرات و دلیری ہے نفسانیت میں برائی اور کم حق ہے دیکھو ایک تعذیب والے بلکہ سرالاق نبی سارے نفسانیت والوں کو لٹکا رہے ہیں کہ جو بائبل دیکھتے ہو بائبل کو۔

إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي تَزَلُّ الْكُتُبُ وَهُوَ يَتَوَلَّى الضَّالِّينَ ⑤

حقیقاً میرا مددگار اللہ ہے وہ میرے انہاں کتاب اور مدد کرتا ہے جیسے کتابوں کی
بہ شک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب انہاں اور وہ یقیناً کو درست رکھتا ہے اور نہیں اس کے سوا

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ

اور وہ لوگ جنہیں پوجتے ہو تم سوا انہوں کے نہیں طاقت رکھتے وہ مدد کی تمہاری اور نہ ہی اپنی
پہنچتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد

يَنْصُرُونَ ⑥ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا وَتَرْجُمُهُمْ

جانوں کی مدد کرتے ہیں اور اگر بلا تم انہیں طرف ہدایت کے تو نہ سنیں وہ اور دیکھو تم
کریں اور اگر بلا تم انہاں طرف ہدایت کے تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھتے

يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ⑦

انہیں کہ وہ نظر کرتے طرف تمہارے اور وہ نہیں دیکھتے
کردہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہاں دیکھ بھی نہیں سکتا

تعلق میں آیت کریمہ کی تعلق ہے پہلا تعلق کجی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ تلوہ رسول نے
سجد کسی کی دیکھو نہیں کر سکتے آپ ارشاد ہے کہ رسول برحق اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد بھی فرماتا ہے اور نبی بھی کہو کہ
ہت مجبور محض ہیں رب تعالیٰ خود مطلق گویا کہ کجی آیت میں فرمایا اللہ کا ذکر ان آیت میں ہے دو سزا تعلق:

سبلا اعتراض نہیں آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ کاروانِ ہارٹ صرف اللہ تعالیٰ ہے وہو یتولی الصلحین تو
 ہر کوئی ہی دلی کو مدعا کر سکتا ہے وہو زما شرک ہے اس آیت کے خلاف اس کا نتیجہ ہے۔ جو سبب: حقیقی مدعا گزار ہی صرف رب
 تعالیٰ ہے اس کے خاص ہونے سے اس کی مدعا کے مستمر اور مجازی مدعا گار ہیں۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے انما ولیکم

اللہ ورسولہ والذین امنوا اور فرماتا ہے واجعل لنا من لندک وایمنا
 نصیر ان آیات میں بندوں کو بھی دلی اور مدعا گزار فرمایا گیا جو حقیقی شائق حقیقی مانگ اللہ تعالیٰ ہے لیکن بعض دلوں کو داغ
 بخار قبض کٹا شریعت فریادوں سے کہتے ہیں بلا شاکہ کلمک کلمک کہنے آپ کو گمراہ کلام کہا جاتا ہے۔ آیات میں اعتراض ہے اور
 نہ ہی دلی کو مشکل کشا حلاوت دلاتا شرک ہے یا سناکتو نہیں پر جلتے تو شرک میں جوں ہی نگار حضور کے روز سے پر جائے
 تو شرک نہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاہِ اعلیٰ میں ہو چکی ہے۔ دوسرا اعتراض یہی ہے اللہ کے ساتھ نزل الکتب کیوں
 فرمایا گیا رب تعالیٰ قرآن نازل فرماتے سے پہلے وہ گمانہ تھا اس نے تو حضور کی مدعا پیش ہی فرمائی۔ جو اسبب میں اعتراض کلاواپ
 ایسی تفسیر میں گزر گیا کہ چونکہ رب تعالیٰ نے مجھے نزل قرآن کے لئے منتخب کیا اس لئے وہ میرا مخصوص مدعا گار ہے وہ مجھے
 دشمنوں میں گناہ دے گا۔

مفل است ہوں دوست دارو ترا کہ در دست دشمن گزارو ترا
 دیکھو موی علیہ السلام کو تورت و لفظ علیا تو سطر نہیں فرعون کے شر سے بچایا۔ تیسرا اعتراض یہی ہے آیت سے معلوم ہوا
 کہ رب تعالیٰ نیکوں کی مدعا فرماتا ہے محمد نکھا ایسا ہے کہ کبھی نیکوں پر ہوں کو غلبہ ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نیکوں کے مقابلہ کاروں
 کی مدعا کرنا ہے دیکھا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو نکھارتے شہید کیا امام حسین کو لشکر بڑھانے شہید کیا۔

موسیٰ و فرعون شہید و یزید! میں دو طالت از انزل آہ بیہ
 بھرت آیت کیہ درست ہوئی جو اسبب مدعا گزار کی مدعا نہیں بلکہ انہیں ذمیل دی گئی ہے جسے کہتے ہیں استدراج مدعا تو چربی اور
 ہے اور اللہ کے مشہدوں کی ہوتی ہے بر کاروں کی دوسری مدعا میں ظاہری ہوتی ہے جو تھا اعتراض ناگوار اللہ تعالیٰ نیکوں کی مدعا فرماتا
 ہے تو وہ نکھارتے ہاتھوں شہید کیوں ہوتے ہیں انہیں ہر جگہ نفی ہوتی ہے۔ جو اسبب مدعا حضرت کی شہادت میں ہی رب کی
 مدعا ہے وہ شہید ہو گئی جلتے ہیں بلکہ انہوں کو چاہا جاتے ہیں شہادت مومن کی شہادت نہیں مندی پس کرونگہ جی ہے شہید
 مکرر کہہ جاتا ہے۔

تکلی حسین اصل میں مرگ یزید ہے! اسلام زندہ ہونا ہے ہر کرپا کے بعد
 فکالت اس کی ہوتی ہے جس کا مقصد حاصل نہ ہوا ہم حسین شہید ہو کر اپنے مقصد پورا کر گئے قرآن ہی کی ہوتی پانچواں
 اعتراض یہی ہے آیت سے معلوم ہوا کہ نظر اور ہر میں فرق ہے حلاکت میں نظر مبرور وعت تینوں ایک ہی معنی میں
 آتے ہیں ہر نکھارتے نظر کا ثبوت اور ہر ہی لٹی کیسے صحیح ہوتی۔ جو اسبب ناگوار میں ہوں نکھارتے تہ تو مطلب ظاہر ہے کہ تم کو
 ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہمدیکہ رہے ہیں کیونکہ ان کی آنکھوں میں ہنک سفید ایسا ہی سب کچھ باری کی ہے خواہ اللہ سے وہ
 دیکھتے نہیں یہاں نظر کا ثبوت نہیں بلکہ نظر محسوس ہونے لکھ کر ہے جیسے وتری الناس سکاری و ما ہم بسکاری

روانگہ نشیمن معلوم ہوں گے۔ حقیقت میں نشیمن میں ہاتھ کھینک لیا اور اگر دست پر سونے کا کڑا ہے تو اس کا وہ سبب ہے جو انہی فائدوں اور تفسیر میں گزارا گیا ہے اور سبب سے مراد یہ ہے کہ اگر بیہوش و غلطی سے قریب اہل صاف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ آپ کی شہرت کو دیکھتے ہیں نبوت کو نہیں دیکھتے۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے نعرش قرآن کی حفاظت گئے کے ذریعے سے اتفاقاً قرآن کی حفاظت مانگوں کاروں کے ذریعے سے ہے احکام قرآن کی حفاظت ملانے کے ذریعے سے اسرار قرآن کی حفاظت صوفیاء کے ذریعے سے یوں ہی روح قرآن جان قرآن اصل قرآن کی حفاظت حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سے ہے جس میں حسب رسول نہیں اس میں قرآن مجید ہرگز نہیں رو سکتا۔

اصل قرآن ' روح ایلیٰ مغزیں ہست جب رحمت اللعالمین

لقد تعالیٰ نے قرآن باری رکھا ہے اس لئے وہ حضور ﷺ کو اولیٰ دعویٰ ہے وہ جانتا ہے کہ میرا قرآن اس سلطان کے ذریعے باقی ہے پھر رب تعالیٰ حضور کو انور کا ایلیٰ بولوا کہ جو حضور کے واسطے سے لگے گی یہ علمہ لایا وہ ان کا بھی رب بولوا ہو گیا حضور کے نام کا لفظ رالی حضور کی عزت کا لفظ والی۔ حضور کے لفظ والی حضور کی نمازوں شرعی احکام کا لفظ والی حضور کے نام لیا وہ ان کا لفظ والی۔ محمد مصطفیٰ کے بلغ کے سب بولوا ایسے ہیں کہ بے پائی بھی ترس جاتے ہیں مرعوب نہیں کرتے جس خلاف میں قرآن رہے وہ خلاف عظمت تھا جس میں حسب قرآن رہیں وہ جین عزت والا۔

میری حاجتی سے پہلے مجھے کون جان تھا میری پوچھ بچھ یہ ساری ترسے نام کی بدولت

اس لئے ارشاد ہوا **وہویتوئی الصالحین** صالحین وہی ہے جو ان کے قدم سے والہت ہے جو تکہ مشرکین انکار اس نسبت ظلالی سے عہد تھے لہذا ان کا ذکر کوئی نہیں نہ رب تعالیٰ نہ ان کے بت مومن کے لئے وہ ذکر اللہ تعالیٰ بھی ہے اور مشرکین کے بت بھی ہیں کہ مومن کے کہنے پر کلمہ پڑھ دیتے ہیں اسما کی تقاضیت کی گواہی دے دیتے ہیں جیسا کہ بت پرروں سے منقول ہے۔

حکایت: بشر متو پہلے زاکرستان تھا پھر جو کہ میں دودھ دواہوں کی دو کاہیں تھیں ان میں چمڑی کا تھی کہی تھیں ایک فقیر رہا وہ پناہ دیا اور اسے پیرا لگا دیا وہ لاکہ اس چمڑی کا تے سے دودھ نکال دے پیرے کے لئے فقیر بولا نہیں میں چمڑی کا تے سے دودھ نکالوں تو مسلمان ہو جاؤ اور اس ارکان کو مسجد بناؤ سے اس کا نام نبی کی مسجد رکھا وہ عند راضی ہو گیا فقیر نے اسے دوتی سے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں رسول کا امتی ہوں اسلام کو کفر کا مقابلہ ہے اللہ کے حکم سے رسول کی مصلحتی سے دودھ سے چاندوں تھنوں سے دودھ جاری ہو گیا۔ سارے ہزار کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے بولا کہ اگر تو گئے تو ستر اشتر کو دودھ میں فرق کر دوں دودھ دلا بندہ دلاں ایسا مسلمان ہو تاہوں وہ جب مسجد بنی تب تک نبی کی مسجد بازار میں موجود تھی اب خبر نہیں کیا حضور کو لاندن خستہ (۱) فرنگہ ہرچ مومن کی خادم اس کی مدد گا ہے۔

مرد مومن مالک ننگ و تراست

مرد مومن را محمد ابتدا است

مرد مومن نانپ ہنجر است

مرد مومن را محمد اتنا است

موازیہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء و اولیاء حق تعالیٰ کی شان کے آئینے اس شکل کے منظر میں ان سے اولیہ مکان
تو اس میں تو حضرت نور انوار سے اولیہ اس صفت اسرار سے نوے نوے ہر وقت بھی رہتے کہتے ہیں ۔

مشہور ہے کہ ہر ایک اہل بل زمین پر خواب مردم آنگہ میں ہے اور اسے
بہمیں کو اور نظر سے پہلے ہیں جی ہا اور نظر سے یہی دور نظر سے ہر حال حضور کو مصداق نظر ہے ۔

حکایت: سلطان محمد نے خواب اپنا اس فرشتے سے پوچھا کہ با زیو ۔ سہانی کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں فرمایا : وہ ایک ہیں
کہ ہوا میں ، کیجئے سعید وہ ہے ۔ سلطان محمود نے کہا کہ ہر حال سے حضور کو یکساں ہے جو لہجہ میں تو تینے اور سعید ہے ۔
سکنا ہے خواب فرمایا کہ ہر حال سے حضور کو یکساں ہے ۔ یہاں سے محمد بن عبد اللہ بن جعفر اور دیگر رسولوں کو ، کچھ لہجہ
پاتی ہو جاتا ۔

ہر اسے دیان روح تو چشم و علم باہر
ارہیں چشمے کے من اور نہ تھا ت ۔ وہی شایہ
مولانا نے ایک حدیث قاریوں فرمایا

انک طوبی من رانی مستظلا
وہفتی یصبر لمن وحوشی رای
چہ زانہ نوہ شمس رأشیا
ہر کہ وہ آزا نہیں تہ تہ
ہم نہیں قصد چہ رخ از نقل شد !
ایہا آخر نظام اسل ن

اولیادانہ تو عسرت سے رہتا تو ہر حضور ہی کو ، یکساں ہے جبکہ صحیبت سے ہر حضور فرماتے ہیں من رانی فقللدی الحق
فرمان حال خواب و بیداری سب کو شامل ہے جس سے حضور کو بیداری یا خواب میں ، یکساں اسطہ یا اسطہ اس سے حضور ہی
دیکھا ایک چہ رخ سے ۔ چہ رخ روشن تر اور ہر ایک میں پہلے چہ رخ کا ہی نور ہو گا ان میں سے جس چہ رخ کو دیکھو پہلے چہ رخ ہی
دیکھوئے شیطان نہ حضور انور کی عقل من سکنا ہے حضور کے خاص اولیاد یعنی قلب عالم کی عقل من سکنا دونوں اولیاد

حٰذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۗ وَإِنَّمَا يَنْزِعُ عَثَانَ

اوسمانی کبر اور حکم کرو اور چھو بات کا اور نہ کہتے رو جگہ علموں تداوی سے ۔ اور اسکی بجگہ تجوز
اسے مجبوب معان کرنا اختیار کرو اور صفائی کا حکم دو اور بنا ہوں سے ہر پھر اور اسے سے اس

مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۗ

ظن سے ایسی کی کوئی اثر جس نہاد بر اندکی وقتیں دور سلطے واہ جاننے والا ہے
اور کھینچا نہ تھے کوئی کبر ہا جسے تو اللہ کی مہاد نامک بند تک رہی سنتا جاتا ہے

تعلق ان آیات کا چھلی آیات سے ہر ظن تعلق ہے ۔ پہلا تعلق ، چھلی آیات میں کلام مشرکین کی جہانوں کو
ممانوں کا ۔ اور وہ اپنے سے ہم ترچوں کی مہبت کرتے ہیں اب مجبوب لہجہ کو ان کی جہانوں سے مہبت کے تعلق سے
انتہا فرماتے باطنی آیات میں ان کی مہبت کے تعلق سے بریشان نہ ہوں دو سرا تعلق ، چھلی آیات میں اشارہ اللہ تعالیٰ سے

صبر فرمائے گا اور اگر آپ سرکش کو روزی دیتا ہے ہر طرح کے آرام پہنچاتا ہے اب حضور ﷺ کو اطلاع ایہ اختیار فرمائے گا حکم ہے کہ اولاً اللہ تعالیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ محمدی کا ذکر ہے۔ قیصر اعلیٰ کی بجائے آیات میں کفار کی عبادت کا ذکر ہو گا وہ اپنے سے کمتر مخلوق کو پوجتے ہیں اب تصور کرو اس کا کیا بار پائے گا اپنے سے افضل یا اشرف یا نبی کی مخالفت کرتے ہیں تاہم عذاب تپہ و گذر سے ہم نہیں گویا ان کفار کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کا ذکر ہے۔

نزولِ نسیب: یہی آیت خدا تعالیٰ کا ہے اور نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جس کی عبادت میں حکم الہی کی ایک تپہ دوسری آیت و امایین غسک مائل کوئی تفسیر کیر غلان و تفسیر روح اللطیف۔

تفسیر: خدا تعالیٰ اس فریضہ میں اس کی چند تفسیریں ہیں (۱) اخذناہ لغذہ۔ یعنی لینا حق کے سنی ہوئی یا داخل حج یعنی اسے وصول فرمائیں لوگوں کی ضرورت سے بچنے سے مل لوگوں کو فراہم مساکین میں تقسیم فرمائیں رب فرماتا ہے ویستلونک ماذا یعقون قل العفو وہاں بھی غصہ سے یہی مراد ہے اس صورت میں یہ فریضہ مالِ ذکوۃ کے حکم سے منسوخ ہو گیا یہاں اللہ تعالیٰ میں اس کا یہی فریضہ ہے (تفسیر کیر روح العنی تفسیر غلان وغیرہ) (۲) اخذناہ معنی میں قبول فرمائے اختیار کیجئے۔ حق کے معنی میں روگنڈ فریضہ معنی لوگوں کی تپہ خلیق پر دو گذر فریضہ محنتیں پر صبر فرمائے اختیار کیجئے اس پر صبر فرمائے اس صورت میں یہ آیت جہاد کی آیات سے منسوخ ہے یہ فریضہ ہے حضرت ابن عمر بن زین۔ ماش صریحہ جہاد کا معنی اللہ صفا غلان کیر وغیرہ شاعر کا ہے۔

خفو العفو من تسلیم موعتی ولا تعلق فی صورتی من انصب

اس شعر میں غصہ۔ معنی آئی پر روز کرنا ہے (۳) اخذناہ معنی میں اختیار کرو غصہ کے معنی میں معلق دیکھنا ہے تصور منہ پر تعلق نہ کرنا یعنی اسے مجبور لوگوں کو مصلیٰ و بطور گذر اختیار فریضہ اس صورت میں حکم حکم ہے منسوخ نہیں ہے یہی تفسیر قوی ہے حکم منسوخ نہیں ہے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت میں معلق سے مراد ہے اپنے ذاتی معاملات میں مصلیٰ و جانچنا حالت کے مجرم کو مصلیٰ و جانچنا قوی یا قوی مجرم اس میں داخل نہیں اسی لئے آگے ارشاد ہوا امور بالعرف امر کے معنی ہیں عہد و عارف کے معنی ہیں صرف چیز یعنی ایسے عمل ایسے احوال ایسے عقائد بعض نے فرمایا کہ لا المال اللہ محمد رسول اللہ صرف ہے مگر یہی بات قوی ہے کہ اس میں کلمہ طیبہ بھی داخل ہے بعض نے فرمایا کہ لفظ سے ذمہ مصلحہ کی کرنا زبان صحت و نیت سے محفوظ رکھنا لفظ کو حرام سے استعاذ کرنا ہے پھر تفسیر روح البیان) و امر من عن الجاهلین اس فریضہ میں اس کی دو تفسیریں ہیں (۱) امر اس سے مراد ہے توبہ نہ کرنا جاہلین سے مراد ہیں کفار یعنی باغیوں کی خلق کی طرف و صیان نہ دین اس صورت میں یہ حکم جبہ کے حکم سے منسوخ ہے (۲) جاہلین سے مراد ہیں وہ لوگ جو توبہ و بار سے واقف نہیں یعنی ان لوگوں کی سخت کالی سے منہ پھیریں اس پر نہ مانگنے اس صورت میں یہ حکم حکم ہے منسوخ نہیں ہے یہی قوی اور صحیح تفسیر ہے و امایین غسک من الشیطان غیغ یہ فریضہ معلق ہے بلکہ ہے اہلبیت ان شرطیہ اور ما تفسیر ہے اس نے معنی ہے اس میں اگر بھی منسوخ غسک من الشیطان معنی ہیں جس کے معنی ہیں سوئی یا تیرہ کلام جس میں مجبہ ناست اور میں کہتے ہیں کو پہلے اگر اس میں خطاب ہی اللہ ہے ہے تو شیطان سے مراد ہے انہیں کہ تک حضور کا قرین تو سلطان ہو چکا ہے یہاں

تخلی کر کے دکھایا کہ عالم بھی دو حکم زماہل ہے۔ یہ فائدہ من الہیاً یعنی فریاضے سے حاصل ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں سے تومر
پایر اور مختلف عالم کے گلے پر چڑھو عیسا علیہ السلام جہاں ہے۔ آسمانوں کا فائدہ ہر سے دوسرے سے اوروں کی حالت میں اموذ
باللہ یعنی ہا ہے۔ یہ شیطان اور فریاضے حسان کے جان کے لئے منیہ ہے۔

کھل جس قسم کو سوسلی کی بازیادہ اور بے جا ہنسی پتاری ہو یا نماز میں دل نہ لگنا اور وہ روزگار نہ ہو تو فریاضے نماز مغرب کیوں
بار اموذ باللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہانی پر دم کر کے چلا بھی کہے اور دل وہاں پر چڑھا بھی کہے اور نماز شروع
کرتے وقت آئیں طرف تھکے اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہے اور نماز کے بعد کہے کہ بھرب ہے۔ نوال فائدہ نماز پختہ پڑھنے میں
حضور تھی چاہتے ہیں سے انہیں یہ کیجئے کہ میں اپنے کو فائدہ کو پتہ میں ہے۔ وہاں یہ فائدہ صحیح طیم فریاضے سے حاصل ہو کہ
سبح و تعالیٰ صراط اللہ ہے علم کا تعلق نیت سے۔ دوسواں فائدہ ہے کہ تبلیغ کے وقت نہ لوگ زیادتی کریں ہم کو ان
فرد تو ہے تو ہم اموذ باللہ پڑھ لیا کریں یہ فائدہ بھی واصلین من سے حاصل ہو کہ وہ اپنے تبلیغ کے بعد اس لاکر فریاضے
یہ ہی کہانے کے لئے

پہلا اعتراض جس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی طبیعت سخت تھی کہ جہاں سے تڑپتے تھے جھڑکتے بھی تھے
اور تبلیغ بھی نہیں کرتے تھے اگر پہلے سے آپ کی حالت کیرہ و گداز و جھوٹی ہوئی تو وہ تبلیغ آپ کو کون چیزوں کا حکم کیوں دیتا
تھا اس کو دیا جاتا ہے۔ پہلے سے مائل نہ ہو اور یہ جو لب زبان بھی آتھوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کہ لب محبوب تمہیں اہتمام
پہ فائدہ ہو رہا ہے تا جہاں اللہ تعالیٰ کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور اس آیت کے نزول سے پہلے تھوڑے
طہارت سے موصوف تھے فسق و فجور سے تھل کر رکھتے تھے نماز پختہ ہوا کرتے ہیں۔ اھذا الصراط المستقیم اس کا
مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا یا ہم گمراہ ہیں ہم نوجوانت سے مطلب یہ ہے کہ ہم نوجوانت پر قائم رہے۔ حضور انور علیہین
شریف بلکہ پیدائشی مسلمان عملی تبلیغ حضور نے پیدائشی کی۔

بھائیوں نے لئے ترک پستان کریں! بچپن کی نفاقت پہ لاکھوں سلام
انکار عرب بچپن شریف سے آپ کو صلوات اللہ علیہم کے لقب دیتے تھے نزول قرآن کے بعد آپ نے قرآنی تبلیغ شروع فرمائی
بلکہ حضور انور نزول قرآن سے پہلے قرآنی حیات کرتے تھے اختلاف کی حالت میں پہلی آیت نازل ہوئی۔ دوسرا اعتراض
یہاں فریاضے لیا کہ جہاں سے دو کوئی نرہ تو کیا جھڑکا انہوں سے ہم ابھی کریں۔ جو جواب ہے حضور انور نے پہلے سے وہ علم کے
لحاظ سے علم ہے عمل نے لحاظ سے جہاں اللہ صاہلین دونوں کو شامل ہے۔ تیسرا اعتراض ہے کہ مشرکین نے پہلی آیت
کے آگے بڑھنا العفو اور آخری آیت و امراض من الہا صین۔ ان دونوں آیتوں کو آیت جملہ سے منسوخ شانہ لگتے ہیں کہ قرآن
بجھ میں ہے یہ ہے۔ یہی ہے جس کا فائدہ پچھلا ہے منسوخ نیک کا یہ حکم تو کیا ان کے نرہ یک اللہ تعالیٰ حکم منسوخ ہیں ہم کسی کو معافی نہ
دیں اور جہاں سے کرتے پھر میں دیکھو تمہیں کہ ہے۔ جو جواب ہے معافی دو طرح کی ہوتی ہے پہلی وہی جب کہ ہم غلام تہ دل نہ لے
تھیں اور اتفاق کی کہ ہر لیے یہ تھوڑے ہوں کہ ہم معافی سے نہ لیں اور دوسری معافی منسوخ ہے۔ جب فعلی فریاضے سے فاعل
واصف و احسن یا اللہ ہمارے ہیں ہی جہاں سے درگزر کرتا ہوں ہم کا ہے بچہ وری کی بنا پر اور اتفاق لحاظ سے پہلا

اعراض اور چشم پوشی مشورہ ہے۔ در سراقا تم میں نفسین کے نزدیک ہیں اور وہ مجبور کی کو معافی ہے کسی کا عرض مراد ہے اور
دووں مشورہ ہیں حضور اور نے جو سفیان ہندو غیر ہم کو معافی ہی مگر کرب جب ان کا زور نوت گہا اور دو سو سن میں گئے یہ حتی
الذنیق اور کرم کی معافی اس کی طرف ہے ہے کسی کی معافی کمزوری ہے۔ ذلیل رہے کہ کل اور دینے دشمن کو معافی اور معافی نہیں
بلکہ لا تقویٰ ہے جس سے دنیا میں خدا پہنچا ہے۔

کوئی بادر کون پنک است کہ در کون بجائے نیک موص

حضور اور نے جو سفیان وغیر ہم کو معافی دے دی کہ وہ لوگ حضور کے جرم تھے مگر قاطع غمزد میں جن سے چوری سرزد ہو گئی تھی
انہیں معافی نہ دی ہوتے کراہی اور سفارش کرنے والوں پر پڑا ہے ہوتے کہ یہ قانون کا جو تمہارے معافی لغت غمزد میں ہے۔ چونکہ
اعراض نہیں ارشاد ہوا کہ جب تم کو شیطان کا اثر پہنچے تو اللہ کی پناہ اور حمد و سوری چک ارشاد ہے کہ **افاقواہد القرآن**
فاستغذباللہ جب قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ لو ان دونوں آیتوں میں تمہارے ہے۔ تلاوت قرآن تلاوت تو درست تلاوت
ہے۔ جو اس وقت کہ شیطان، عیاں ہانے اور کوشش لگنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس وقت امر پڑھنا چاہئے
جیسے **لوزی میں حسن علی الصلوٰۃ** اس کو لاء اول پڑھتے ہیں کہ اس وقت شیطان کے دل کا اندیشہ ہو آئے۔ پانچواں
اعراض ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ پناہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہی چاہئے نبی ولی کی پناہ یا نازا شرک اور اس کی آیت کے
خلاف ہے۔ چکو فرمایا **فاستغذباللہ**۔ جو اس نبی ولی کی پناہ رب تعالیٰ ہی کی پناہ ہے انہیں رب عالم کی پناہ کہنا چاہئے کہ
پارش میں پخت کی اور وہ چھپ میں گئے درشت کی پناہ یا انہیں ہی پناہ میں غیب کی اور کوئی حکم کرے تو حکم کی پناہ یا رب ہی
کی پناہ ہے مولا جاہلی عرض کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ بدگاہت پناہ آور دا اما - چھو کا ہے آدم کو ہے گنہ آور وہ لم

تفسیر صوفیانہ: ہنصر چند قسم کا ہے اللہ کے لئے ہنصر جیسے جلیو کو میدان جلال میں کفار پر ہنصر آتے اپنی اذیت کے لئے
ہنصر۔ لیس کے لئے ہنصر ہی کے لئے ہنصر وغیرہ ہنصر اللہ کے لئے ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی رحمت ہے اسے
جاری کرنا تو اس ہے جو ہنصر نفسانی یا شیطان ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے اسے دفع کرنا معافی اور جواب ہے یہی آخری قسم
کے ہنصر ہے جو ہنصر کے نزدیک مومنوں کی نیکی سے مومنوں کی طرف سے ہے اور وہ ہنصر ہنصر میں کی نیکی یا ربی ارضیہ اور
رب تعالیٰ اور اس کے حیب گنہ سے راضی ہوں تو وہ گنہ نہیں رہتا نیکی ہی جانا ہے حضرت صدیق کائناتؓ فرمیں اپنے گوساپ
سے کوا لہ حضرت علیؓ کا ہنصر میں حضور کی نیز پر نماز تھا کہ آن لانا۔ حدیثی تھی جو ہم کو اللہ و رسول سے روکے اور جابل ہے کہ اللہ
رسول کو نہیں جانتا عالم وہ ہے جو یاد رکھنا چاہی وہ ایسے جگہوں سے منہ پھیرنا کہ وہ وہاں کے لباس میں ہوں جو علم رب سے
تجلیب بندہ و رحمت ہے ایسے علم کے حلق معافی مولا فرماتے ہیں۔

صد کتب و صد ورق دو نادر کن! دوسے دل را جانب دلدار کن

اگر دلو طلب میں شیطان اور ہارنے کی کوشش کرے تو قاسمی اللہ سے اللہ کی طرف ہارنا کہ رب تیری پناہ میں

قال اللہ الاعراب

طلب نور دل اصل جان ہے قربانیت **ففر والی اللہ شیطان** تم کو کہتا ہے مگر تم اسے نہیں جانتے تو شیطان سے بھلائی اور جو شیطان کو دیکھتا ہے اور شیطان اسے نہیں دیکھتا یعنی رہنمائی چھپا کر اسے چھپے ہانسی دے وہ۔ رہب نے شیطان کو آسمان سے روکا مگر حضور جہنم سے۔ روکا مگر حضور نورانی طاقت کا پتہ لگے کہ آپ کا قرین تو مسلمان ہو گیا اور ابلیس سب اس کو زور دیا آپ پر ہاتھ نہ چا۔ کھد راتوں کو فخر میں تہ کھڑا ہے۔ نور کو زائل نہیں کرتی۔ رات کو فخر کا ثبوت کھد رات سے غفلت کا ثبوت نہیں کرتا جسکی جیہ اسلام مردوں کو زندہ فرماتے تھے تمہاری موت کو دفع۔ کریں کہ جگہ قبول کریں گے تو حضور صری طاقت ہے کہ قرین شیطان سے شیطان کو زائل کرے اسے مسلمان بنا لیا اور اپنے مفضل ابلیس کو سب جاہد کر کے رکھ دیا ازواج ابلیس (مردوں کو زندہ کرنا سکتی مجھو تمہا مگر تمہا سرت موت کو زندگی دیا ہے حضور نور کا مجھو ہے میں **ایماہ و لیکن لا تشرورن** سو ماہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نفس شیطان سے زیادہ خطرناک ہے دشمن ہیں کہ شیطان تو انہوں سے بھلا جاتا ہے مگر نفس اللہ والوں سے بھی نہیں بھلا سکتا اس کا مقابلہ صرف اس کی مخالفت سے ہو آجے بیشہ نفس اللہ کی مخالفت نہ ہو داریہ

گ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذْ آمَنَتْهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا وَإِذَا هُمُ

بہت شک وہ لوگ جو پرہیزگار ہوئے جب بھو جاتی ہے وہی کو کوئی شیطان کی طرف سے تو وہ جانتے ہیں اس وقت

مُضَيَّرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝

وہا کہ وہ دیکھتے دیکھتے ہوتے ہیں اور ان کے بھائی کھینچتے ہیں انکو سرگرمی میں پھر وہ کوئی کامی کرتے

ان کی آنکھ کھلی جاتی ہے اور وہ جو شیطان فرسے کھاتی ہیں شیطان انہیں سرگرمی میں کھینچتے ہیں پھر کہہ دیتے

اعقل من آیات کا پہلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیات میں شیطان کے معمولی اثر اور اس کے طاقن اثر اور اس کے بد اثر اور اس کے طاقن اثر کرتے اور معمولی بیماری کے بعد سخت بیماری کا ذکر ہے اور بد بابت۔ دوسرا تعلق: پہلی آیات میں شیطان سسر قائم طاقن اثر ہے اور اسی سے **موفی بالہ** بد بابت میں بیماری اور سراسر طاقن طاقن ہو رہا ہے یہی اولیٰ کی آخر عمل کو نور و ظلمت تیسرا تعلق: پہلی آیات میں دوسری بیماری کا طاقن اثر ہے اور اب اس کا بد نصیبوں کا۔ ستواہ طاقن۔ کریں اور اپنی بیماری معاش کو باطلان نہ کرنے والوں کے نصیحتات کو گرا پے۔

تفسیر ان الذین اتقوا: خدا اس آیت اور اس کے معنی کے لغت و مشرکین مگر تھے اس لئے اس لئے اس لئے شروع فرمایا یا الذین سے مراد مخلص انسان ہیں جو نہ فرشتوں و جیہ کو یہ واقعات پیش ہی نہیں آتے **اتقوا** نابت نگاہ سے اس لہاء آتی ہے۔ معنی دیکھا پہنایا اور بنا دینا یعنی سنی درست ہیں تقویٰ کی تحقیق اس کے اقسام و حکام ہم پہلے بیان کر چکے ہیں **لمعتقین** کی تفسیر میں کہ پہلے یعنی جو لوگ دوسرے ہیں اللہ سے بڑا جو لوگ کہ بھلائی میں اپنے کو گناہوں سے بچا سکی اللہ سے بڑا

ہو لوگ کہ بچتے ہیں۔ نفس اور نور سے ان کی صفت یہ ہے **انما سمع طائف من الشیطان** اور **انما** معنی جب یا جب
 کبھی سے نیز ان کو سوس دو نوں کے معنی قریب قریب ہی ہیں فرق اتنا ہے کہ چھوٹے کو نزع کہتے ہیں اور سخت چھوٹے کو سوس
 ۔ معنی پھانسی یا ٹھیس لگانا ہی قرأت میں طائف بہ گمان کثیر اور عموم اسالی کی قرأت میں صفت ہے **ی** کے سکون طائف
 سے دونوں معنی ایک ہی ہیں **انحیر** کہیں اس کا وہ صفت ہے ۔ معنی اتنا ہائیکہ تم کو مت گردش کر میں اس مراد ہے سوس اور چہ تک
 یہ بھی آئے جانتے والی چیز ہے سوسوں میں **انحیر** تمہیں اس لئے است طائف یا صفت کہتے ہیں **من الشیطان** صفت ہے
 طائف کی شیطان سے مراد قرین شیطان ہے یعنی جب کبھی انہیں شیطان کی طرف سے سوس کا اثر پہنچے **تفکر** و **انفاہم**
ببصرو نہ لڑائی جزا ہے **تفکر** کے صحت معنی ہیں بیدار ہو جانا بصحت حاصل کرنا کرنا ہو شیخ زوہد جانا اس سے مراد ہے دل
 کی بہت لڑائی حالت ہو انسان کو برائی سے روکنے کے لئے ہے **فانفاہم** انفاہم ہے ۔ معنی انفاہم **ببصرو** و **انفاہم** سے ایسی
 سے ان دونوں میں فرق یہاں بیان کر رہے ہیں یعنی متنی لوگوں کو کامل یہ ہے کہ جب انہیں شیطان کا اثر پہنچتا ہے تو فوراً ہو شیخ زوہد
 جانتے ہیں جاگ جاتے ہیں اور ان کے دل کی آگھ کھل جاتی ہے نو وہ تو یہ کہ ان کو سوسوں سے الگ ہو جاتے ہیں انہ عقل یہ
 صفت نصیب کرے۔ **واخوانہم یمدونہم فی الضی** یہ تصور کا وہ سرا ہے ۔ جس میں غیر متنی یعنی کفار فساق حامل
 بیان فرمایا گیا ہے تاکہ سوس میں اس عیب سے بھی **انخوانہم** میں دو احتمال ہیں ایک ہے کہ انخوان سے مراد ہے کفار فساق حامل
 سے مراد ہے کفار فساق **یمدون** سے مراد ہے ان لوگوں کا اور بھی زیادہ کرنا کہ بتلنی شیاطین ان کی امامتہ کچھ کر اور بھی
 شکریہ جانتے ہیں یا ان فساق کفار کے شیاطین ہماری انہیں اور بھی زیادہ کرنا میں چھپتے ہیں کہ پہلے ان سے معمولی کفار آتے
 ہیں پھر بڑے کفار پھر انہیں دو عقیدہ اور ہے یہ ہیں **ثم لا یقصر و** یہ عبارت معطوف ہے **یمدونہم** اور **انخوانہم** کی خبر
 یہ تصور ان کا ہے نصرت ۔ معنی یہ کہ نہ کتنا کسی کی سوس کی نماز کو نصرت کہتے ہیں کہ اس میں نماز کہو جاتی ہے یہاں ۔ معنی کم کرنا
 ذلت شیاطین کو کرنا انہوں کو صرف ایک بار کا کرنا غاموش نہیں رہتے بلکہ گمراہ کرنے میں گمراہ رکھنے میں کوئی کمی نہیں کرتے
 جہاں تک ان کا پاس چلا ہے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر یہ تاہم لوگ وہ قسم کے ہیں کہ بڑے گمراہ اور بڑے گمراہوں کا دل کامل ہے ہے کہ جب ان کے دماغ میں شیطان
 خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے انہیں شیطان سوس چھو بھی جلا ۔ تو ان کے دل فوراً بیدار ہو جاتے ہیں ان کی تکبیریں کھل جاتی ہیں وہ
 گمراہوں سب گمراہوں اور ان سے اسے کنارہ کھل ہو جاتے ہیں بلکہ انہ کا کفار ہوا اگر ہے یہ وہ کفاروں کے لئے رحمت واجب
 بن جاتا ہے کہ اس کے بعد تو یہ کفار انہ است آسوس ہوتے ہیں سوس ہو جاتی ہیں ۔ رہے لاپرواہ اور گمراہ وہ شیاطین کے معانی
 برادر ہیں شیطان انہیں ہر طرف گناہوں میں بھیجے بھیجتے پھرتے ہیں پھر وہ گمراہ کرنے پر کلائے میں کمی نہیں کرتے اپنے سے بڑے
 بنا رہتے ہیں۔

مشکل بدایتہ میں تفسیر کہہ نے ہمیں بدایتہ کے اس آیت کو واضح کیا ہے اگر کوئی شخص تیسرا ساتھ بد سونی سے تو
 شیطان تیسرے دل میں نہیں خیال پیدا کر کے تجھے ضرور دلا تا تو اس سے لڑنے بھگڑنے پر تیار نہ رہتا ہے ایک ہے کہ اس نے یہ کام

ہمت ہی برائی (2) میں سی سے قوی تر ہوں اسے سزا دے سکتا ہوں (3) اور مجھ سے کمزور ہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ خیالات
طاقت شیطانی اور کٹر خون ریزی کا پیش خیمہ ہیں۔

ان کا علاج بالیقین تکرار اور بصیرت چند خیالات ہیں (1) اس سہ جو کہ برائی کی وہ مقدار تھی اب اس سے ہے میرے مقدر میں
آج یہ تالیف لکھی تھی یہ شخص اس کا مطرب ہے۔

از غداوں عطاں دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تعریف لوست
گرچہ تیرا از کمل ہی گزود از کمل دار بسند تل خود

(2) اگر میں اس سے زیادہ قوت والا ہوں تو میرا رب مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے وہ مجھے سزا دے سکتا ہے (3) یا اگر وہ شخص میرے
آگے بچ رہے میرا کچھ نہیں کر سکتا تو میں وہ سب کے حضور بچ رہوں گا (4) ہو سکتا ہے کہ تیرے دل میں گدڑوں اور بچوروں کی وہ قدر ہو
جو اسے میں بچو رہا ہوں مجھ سے بدلہ لے تو میں کیا کروں گا (5) یا اگر میں نے اس سے بدلہ لیا تو وہ کام کیا تو خود نورا نہ بھی کرتے
ہیں لو اگر میں نے اسے معاف کر دیا تو وہ کام کیا جو غلٹ ہے، یہ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خدا ان خیالات کے آتے ہی تمام حوش ختم ہو جاتا ہے اور وہ شخص تمام افعال میں بدلے گا یہ ہے
تکرار اور بصیرت (تعمیر کبریٰ)

فائدے: اس آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: بڑے خیالات اور دوسروں سے کوئی مخلوق نہیں کرتی
آتے ہی رہیں گے یہ فائدہ اور دوسرے فائدے حاصل ہو گئے کہ حقی لوگوں کو شیطان بدوسٹے پہنچے ہیں بڑے کھنکھناتے ہیں
کہ دوسرے کمل انسان کی دلیل ہیں چور بچے گھر میں جانا ہے شیطان بچے دل میں جانا ہے جو ایمان و عقلمند سے بچا ہے۔
دوسرا فائدہ: جیسے ہر جسمانی بیماری کی وہ اللہ نے پیدا فرمائی ہے ایسی ہی ہر روحانی بیماری کا علاج اللہ ہی نے فرمایا ہے نہ کہ انسان یا
محقق کا علاج ہے۔ یوں ہی دوسروں کا علاج تکرار اور بصیرت ہے جس کا بدلہ کرے۔ تیسرا فائدہ: انسان کو چاہیے کہ گناہ
سے توبہ بہت جلد کرے یعنی حقون کا فائدہ جلد دے دوسرے جلد کرے یہ فائدہ فافاکیف اور افاقہ ہے اس سے حاصل ہوا
کہ ارشاد ہوا **افاقہم مبصرون** رب نے اسے شیطان کی طاعت قرار دیا۔ چوتھا فائدہ: معمول دوسرے کا علاج لا حول
شریف ہے بڑے دوسرے کا علاج صرف لا حول نہیں بلکہ اس کے ساتھ نہایت کٹاؤٹھس کی مخالفت بھی پڑتی ہے، کچھ رب تعالیٰ
نے نازل کیا ساتھ فرمایا **فاستعين بالله** اور طائف من الشيطان کے بعد فرمایا **تلتكرو** اور **مبصرون** یا چچواں فائدہ
دوسرے کو قرار نہیں دینا، یہ دل پر چنگلی کی طرح آتے جاتے ہیں، یہ سب کچھ توبہ ہے کہ ہر ساعت تلو سوسر آئے یہ کچھ شدہ شیطان کو
قرار ہے نہ اس کے دوسروں کو۔ دینی امام کے لئے قرار ہے یہ فائدہ طائف فرہنے سے حاصل ہوا، یہ سب کچھ توبہ میں مرض
کیا گیا۔ چھٹا فائدہ: مگر انسان شیطان کے بھائی ہیں وہ صورتاً انسان ہیں، شیطان یہ فائدہ **فاستعين بالله** فرہنے سے
حاصل ہوا، یہ لوگ شیطان کی ہم جنس ہیں۔ ساتواں فائدہ: ٹھس اور اس کی ذریت شیطان لوگوں کی کہلوں میں ہر طرہ سے
کرتے ہیں یہ فائدہ **يصدونهم في الغيب** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: جس گناہ سے توبہ نصیحت مگر یہ دوسری
ذرت نصیب ہو جائے وہ اس مذمت سے اٹھتا ہے جس سے خود رو تکبر پیدا ہو جائے حضرت آدم علیہ السلام کا مذم گناہ

انہیں کی مہارت سے افضل ہے۔ یہ فائدہ تدارک اور فائزہم بصرون سے حاصل ہوا۔

سہم الاعتراض جس آیت میں شیطان دوسروں کے دو طعن اور شلو ہوئے۔ **تذکر** اور بصیرت مگر تذکر کو ماضی سے اور بصیرت کو جملہ امیہ سے اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جو اسب۔ تذکرہ بتداسیہ اور بصیرت انتہا ابتدائی ہوتی ہے۔ انتہائی یعنی وہ حضرت دوسرے وقت خود کرتے ہیں پھر طرہ مرقا رہتے ہیں اس کے قریب نہیں جاتے ماضی میں حدوث ہو آتے جملہ امیہ میں دو اسب۔ دو سمر الاعتراض۔ انسان کسی جن کو کھلی بیٹا پاپ نوج نہ دے نہیں ہو سکتا کہ یہ رشتے بنویت چاہتے ہیں جیسے جانور اور انسان میں یہ رشتے نہیں ہو سکتے ایسے ہی جن والہ میں نہیں ہو سکتے پھر کفار فسق کو شیطان دہمائی کیوں کہ آیا۔ وہ سمری جگہ فرہان ہاری ہے **ان المبذین کفوا الشیاطین** یہ آیات واقعہ کے خلاف ہیں۔ جو اسب۔ یہاں انہوں سے مراد نہیں انہی بھائی میں ہیں بلکہ ان کے سے کام کرنے والے ہون کی مثل مراد ہیں بل عرب مثل کو بھائی کہہ دیتے ہیں مثلی از غلی مسلطی پیشہ کے بھائی چارتے تو ہمارے ہاں بھی بولے جاتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ جیسے انسان کی فطرت بعض مذاہم قبول نہیں کرتی اگر وہ بینہ میں پہنچ جلیوں تو فوراً دست بائقہ کے ذریعہ نکل جاتی ہیں ایسے ہی مومن مثلی کی فطرت شیطان دوسروں ایسی خیالات کو قبول نہیں کرتی اگر یہ چیزیں کبھی مومن کو پیش آجلیں تو رب کی طرف سے تدارک اور بصیرت کے ذریعہ ان کو نکل دیا جاتا ہے پہلی آیت میں ماضی کا ذکر ہے لیکن جو ایمان و تقویٰ سے مشابہہ شیطان کام تو اسے اس دہمائی اس کی اور شیطان کی فطرت ایک ہی ہے یعنی سرکش ماضی سے وہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ جیسے یہ سرکش انسان شیطان کام میں ہے ایسے ہی مومن مثلی فرشتوں کے گروہ سے ہے کہ اس کی اور فرشتوں کی فطرت یکساں ہے یہ حضرات ضرورت تک بصیرت ہوتے ہیں۔ جو کچھ حضور انور نے بعد کے حلقہ فریاد کہ **ہناک یطعن قرن الشیطان** ہاں شیطان کا بیگ لگے گا ان انسانوں کو شیطان کا بیگ فریاد کیاں بندو جہ سے (1) جانور کے تمام اعضا میں بیگ۔ دست سخت ہو آتے ہمدی بھی شیطان سے سخت تر ہیں شیطان تو اللہ والوں کے متعلق کہہ دے گا **لو ینہم ارحم من الابدانک منہم المخلصین** میں تم سے سارے بندوں کو گروہوں کا گروہ تیرے خاص بندوں کے کندہ والوں سے شیطان ماضی ہو چکا مگر یہ پیش کندہ والوں کے ہی پیچھے پڑے رہتے ہیں معنوم ہو اگر شیطان سے سخت ہیں (2) بیگہ ۱۱ جانور جب کسی سے لڑتا ہے تو بیگہ ہی ٹنگ کر کٹے اور پیچھے سے بیگ پڑا پڑا زور لگا آتے۔ شیطان بھی جب کسی سے لڑتا ہے تو اپنے بیٹوں قرن شیطان کو ہی سامنے کر آتے پھر پیچھے سے خود زور لگا کر کٹتے لڑے جانیہ ترا کام میرا پڑھو **امواتہم یمدوہم فی القبر** یہ ہے شیطان کی مدد شیطان کو انگوٹھ خصوصاً قرن شیطان کے لئے (3) جب بیگہ جان جانور کسی بند میں داخل ہو آتے تو پہلے اپنے بیگ کو داخل کر لے پھر تیرے جسم کو جب دوزخ میں شیطان داخل ہو گا پہلے وہ اپنے ان بیٹوں کو دل داخل کرے گا پھر خود داخل ہو گا **پڑھو م لا بقصر وں** یہ دونوں آیتیں ایمان و طہان کی دہمائی اور شیطان جماعتوں کے ذکر کی جامع آیتیں ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تکلیف کو فریاد والوں کی طرف سے کھتا شیطان را حک کہ ہے جس سے پریشانی یا سختی ہے اور مردہ کو درد تکلف کو رب تعالیٰ کی طرف سے کھتا اس کا طعن ہے اور راحت کار یہ اسی لئے فریاد **افاقہم طائف من الشیطان** یہ ہے مرض اور تدارک کو اللہ تعالیٰ مہموں یہ ہے طائف۔ شہر

سائیں تیری روئے سے حمار اور کتہ نہ کوک
 اور وہ کریں شیطان میں مڑ مڑا دیجوں تو سے
 سائیں اہل پھیراں میرا ویری ملک حکم
 ذرا سی بھائی نہی تو لاکھوں کریں سلام

وَإِذْ أَلَمْتَ أَنْ تَرَىٰ بَابِيَةَ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْنَا إِنَّمَا أَتَيْتُم بِمَائِدِي إِلَىٰ مَنْ

اگر تہا نہیں لائے آپ اٹکھے ہاں کوئی آیت نہ تو چننے میں کھولیں گے اور چننے آپ سے نہ ہوا اس کے سوا میں کہہ دی کہ ہاں میں
 اور اسے محبوب مہیا مانجے ہاں کوئی آیت نہ ہوا تو چننے میں تم نے دل سے کھول نہ بنائی تم نہ ہا تو میں تو اس کی

تَرَانِي هَذَا بَصِيرَةً مِنْ رَبِّكُمْ وَهَدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

اور میں کوئی کہانی ہے بری طرف میرے رب کی طرف سے اور سیرتیں ہیں میرے رب کی طرف سے اور مانت اور راست واسطے اس
 بری کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وہی ہو گیا ہے یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں کھولتا ہے اور چاہتا ہے اور راست

تعلق ہاں آیت اور دیکھیں آیت سے چند طرف تعلق ہے پہلا تعلق: دیکھیں آیت میں ارشاد: اِنَّا كَرَّمْنَا شَيْطَانَ اِسْمَ

قرآن اور انسانوں کے گمراہ کرنے میں کوئی نہیں کرتے پس آیت کریمہ میں شیطانوں کے گمراہ کرنے کی ایک خاص نوعیت
 کا ذکر فرمایا جا رہا ہے گویا تقدیر ہے کہ بعد ان کی ایک بڑی فاکر ہے جو اس کلی کو ظاہر کرتی ہے۔ دوسرا تعلق: دیکھیں آیت
 میں شیطان کے دواؤں کے پھانے کا ذکر ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہوشیاری پہنچان میں کھینچا جاتا ہے اور قرآن مجید صاحب
 قرآن سے بھی ہدایت نہیں لیتا۔ بیشک جو کچھ سنائی دیتی ہے میرا تعلق دیکھیں آیت میں شیطان اور شیطان حرمت کا اور آیت
 اب قرآن والے محبوب اور قرآن مجید کے فیوض و برکات کا ذکر ہے گویا بیماری کے بعد حکیم اور علاج کا ذکر ہے کہ ہذا

بصائر

تفسیر: **وَإِنَّمَا أَتَيْتُم بِمَائِدِي إِلَىٰ مَنْ**۔ معنی: جب بھی تم
 قات میں خطاب ہے نبی کریم ﷺ سے آیت سے مراد قرآن مجید کی آیت ہے یا کفار کے منہ مانگے مجربات جیسے ہمارے
 مردوں کو زندہ کرنا، تپ کی نوبت کی توالی ہمارے سامنے دینی یا کفار کے منہ مانگے مجربات جیسے ہمارے
 وہ ساری جہاد میں کہ عرض قاتل کاست زمین کہ مظہر میں شعل کھڑا کہ یہاں تکھی باڑی ہوا کہ وہ غیر ہوشیاری جب بھی
 رسول آیات نگاہ روئے کے ساتھ نہ ہو جائے اور آپ ہی آیت کفار کہ کو نہیں حالت یا جب آپ کفار کے منہ مانگے مجربات میں
 دکھائے آیت عمر فرما کر ہر جسم کی آیت ہر جسم کے مجاہد کو شامل فرمایا **قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا** یعنی اڑانی ہے **لَوْلَا**۔ معنی
هَلَا ہے یعنی کیوں نہیں ملائین یا جہاد کے است معنی ہیں۔ آیت صریح کرنا ہی کے عوض کو جلیبہ کہتے ہیں کہ وہ جلیبہ یعنی لیا جاتا
 ہے ایسا نہ کہ لیا جاتا (روح الحالی) میں اگر آیت سے مراد قرآنی آیت ہے تو ایسا جہاد معنی گمراہ اور غفلت ہے اور اگر آیت
 سے مرادوں کے منہ مانگے مجربات ہیں تو ایسا جہاد کے معنی لیا جاتی ہے خود آیت قرآنی گمراہوں میں لیتے جیسے اور آیات گمراہ

اعمال مرویہ میں ہی گناہوں کی معافی کی رحمت 'بیشک اجنت نوید اور اہل کی رحمت صرف مومنوں کے لئے ہے اور نہ یلادی
عذاب بھی ہے چنانکہ رحمت سارے لوگوں کے لئے یہاں پہلی ہدایت مرویہ اس وجہ سے ارشاد ہو **القوم مؤمنون** اس
کی تفسیر **ہدی للمؤمنین** کی تفسیر میں ہو چکی وہاں ملاحظہ کرو۔ ثانیاً وہ ہے کہ قرآن مجید کمال ہدایت تھا رحمت لوگوں
کے لئے ہے جو مومن نہیں اور مومن میں ایمان پر قائم وہیں اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہیں اس گناہ کو اطاعت خدا اور رسول
یا خوف خدا شش رسول کمال دیتے رہیں اور وہ سے **للمؤمنین** ارشاد نہیں فرمایا لکہ ایک دراز عبارت **لقوم مؤمنون**
ارشاد ہوئی فرمادہ اس تفسیر ہی عبارت میں بہت نکتہ ہے۔

خلاصہ تفسیر: یہی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی دو تفسیریں ہیں ہم ان دونوں کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔
(1) جب چھ روز کے لئے آیات قرآنیہ کا نزول ہوا چاہے اور آپ لوگوں کوئی آیت نہیں سنا تے تو کفار بطور مذاق کہتے ہیں کہ
اے محمد ﷺ جیسے روزانہ آپ آیت گزرتے کر سنایا کرتے ہیں آپ کیوں نہیں گزرتے آپ چند روز سے غامض کیوں ہیں آپ
ان کے جواب میں نقل فرماتے ہوئے فرمادہ کہ میں وہی اہی کا بیج ہوں جس آیت کی وہی ہوتی ہے وہ لوگوں کو سنا رہے ہیں پتلا پتلا
ہوں سمجھا رہے ہوں یہ تو قرآن مجتبیٰ آیات میں تم کو سنا چکا پتلا یہ سب قسم سے لئے قسم سے رب کی طرف سے دل کے چراغ
دل کی روشنی ہیں اور خاص مومنوں کے لئے ہر طرف کی ہدایت بھی ہیں نور اللہ کی رحمت بھی جس سے وہ اللہ کے انعام سعادت
کنہ اجنت وغیرہ کے مستحق ہو جاتے ہیں (2) اب محبوب ﷺ کفار کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے مجھرتے جانتے رہتے ہیں کہ
ہمارے سروں کو زندہ کر کے اپنی نبوت کی کوئی بولادہ۔ کون کے پھاڑ سونے کے گواغیرہ اور جب آپ ان کے یہ مطالبے پر سب
نہیں کرتے تو کہتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ اپنے رب سے دعا کر کے یہ مجھرتے لاتے کیوں نہیں آپ تو تعالیٰ اپنے مقبول اللہ ماہ
رب آپ لی جاتا ہے۔ فرمادہ ہے محبوب کہ میں اللہ کے فضل اس کی عطیہ سے یہ سب کچھ کر سکتا ہوں مگر کہہ رہے ہیں وہ کھانا جو
ہی مجھڑ ہوں جس کے دکھانے کی مجھے بھڑ بھڑا وہی علی یا وہی غنی عبارت مل جاوے میرے رب کی طرف سے اسے یہ تو قرآن مجتبیٰ
مجھڑ سے ملے تم کو دکھا دیے ہی تم کو آنکھیں کھولنے کے لئے لطفی ہیں۔ مومنوں کے لئے ہدایت خاطر بھی ہیں اور رب
تعالیٰ کی رحمت بھی جو ان سے ہدایت نہ لے وہ بڑا ہی بد نصیب ہے نبوت صرف مسلمانے مجھرتے دکھانے کئے نہیں ہوتی وہ
ہدایت کے لئے ہوتی ہے۔

فائدہ کے پاس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مسلمان کو چاہئے کہ جاہلی کی حرمت کا جواب حق
نور و ہدایت سے دے کہ یہ دعوت حق کا معزز طریقہ ہے۔ شد کا ایک فقرہ دعوت ہی کھیلوں کو اپنے میں پھانسی لیتا ہے اور سر
کا ایک گمراہ کھیلوں کو بھی نہیں پھانسی سکتا کچھ یہاں رب تعالیٰ نے بد فیز سب کفار کے ذہن دل لگی کا جواب کس
بیارے طریقہ سے اپنے محبوب سے، نولیا، ایمان لاند۔ دو سرا فائدہ: حضور ﷺ کے کلمات کا کفار کو لفظی اڑانا طریقہ کفار
ہے۔ یہ فائدہ نولیا اجتہاد تہائی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ کفار حضور کے مقبول اللہ ماہ ہونے کا لائق اڑاتے ہوئے انکار
کرتے تھے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں کہ خدا دل نہیں کرتا بھی میلہ تیار ؟

ناممکن ہے کہ حضور انور کسی چیز کو دل سے چاہیں اور وہ بندہ سے اس کی حقیقت ہماری کتاب سلطنت صحتیٰ میں دیکھو حضور انور نے صرف دل سے چاہا تھا کہ ہمارا قلب کعب بن ہلہ سے فوراً بٹھارے گا **فَلَمَّا قَالُوا لَيْسَ لَكَ قَبْلَهُ تَوْصِيَةٌ**۔ میرا لقا کدو: حضور انور صرف قرآن کریم کے قبیح نہیں بلکہ جو کچھ رب کی طرف سے وہی ہو اس میں کسی کی اپنی فریاد ہے یہ فائدہ اتبع ما یوحیٰ الٰہی کی ایک تفسیر سے حاصل ہو لڑیکہ سرکار نزول قرآن سے پہلے بھی جی ہادی اہلی کے قبیح تھے راست گوئی پاک ہڈی رونا الحکاف ممد و خیرات اللہ ہادی صدق متل اکل عاہل سب پر مال تھے یہ اتبع ما یوحیٰ الٰہی کی تفسیر عملی شاہد چوتھا فائدہ حضور جلاہان عالم کے عہد مطلق ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں مگر کدو ہی ہیں جس میں رب کی رضا ہو جو سرکار نکلوں پنہوں سے لپٹا کر پڑھا میں کیا وہ مڑے زندہ کر کے نہیں پڑھا سکتے ہو انگلیوں سے پانی کے خشے ہلا میں کیا وہ زمین مکہ سے خشے ہادی نہیں کر سکتے فریاد ہے کہ اگر ہم چاہیں تو سونے کے پھاڑ ہمارے ساتھ نکلیں یہ فائدہ اتبع ما یوحیٰ الٰہی سے حاصل ہو لڑیکہ تفسیر پانچواں فائدہ ہفتہ تعالیٰ مبارکہ جن عرب ہے مگر حضور ﷺ کا خصوصی سبب ہے جس ربوبیت سے حضور کو پاتا ہے اس سے کسی لڑکوں نہ پانا نہ پالے یہ فائدہ من وہی فریاد سے اشارہ حاصل ہوا چھٹا فائدہ حضور انور سوا ہادی الٰہی کسی چیز اور کسی شخص کے قبیح نہیں ہم لوگ کھلنے پینے میں مل ہاپ کی لاپ میں ہاپ کی طہ میں استاذی اور دست چڑوں میں دنیا کے عالموں کی اپنی کرتے ہیں حضور انور کا دامن ان تمام اپنیوں سے پاک ہے۔ یہ فائدہ انھا اتبع سے حاصل ہو لڑیکہ انھا صبر کے لئے آتے ہیں وہ لڑکی کو میں بھی ان کا لیاں پستان نہ چو سلوہ طہر کے بچے کے لئے چھوڑ دیا ہے اپنی الٰہی ساتواں فائدہ ہم لوگ ہادی الٰہی پر عمل حضور انور کی اپنی لڑکے کر سکتے ہیں برادر است نہیں کر سکتے کہ **وَقِيمُوا الصَّلَاةَ** کی اپنی پہلے حضور انور سے ہی پھر ہم نے حضور کامل حضور کی اپنی لڑکے کر اس آیت پر عمل کیا حضور کامل اس آیت کی زندہ ہلا میں جتنی پائی تفسیر ہے اگر حضور کامل نہ ہو تو ہم اس آیت پر ہرگز عمل نہ کر سکتے یہ فائدہ بھی انھا اتبع سے حاصل ہوا کہ وہی پڑھا صرف حضور کریں گے۔ حضور کی اپنی یا حضور کو دیکھ کر قرآن کی اپنی ہم کریں گے۔ انھوں فائدہ: قرآن حدیث اگرچہ سارے عالم کی ہدایت کے لئے آئے مگر اس سے فائدہ صرف مومن عالمی تھے ہیں فائدہ **لِقَوْمٍ مِّنْ دُونِ** سے حاصل ہوا لڑکے قرآن مجید حضور ﷺ کے لئے ہدایت نہیں حضور انور تو پہلے ہی سے ہدایت یافتہ تھے۔ جیسا کہ الٰہی تفسیر میں عرض کیا گیا یہ فائدہ بھی **لِقَوْمٍ مِّنْ دُونِ** سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: اگرچہ قرآن مجید سارے مومنوں کے لئے ہدایت رحمت ہے مگر جیسا مومن کسی ہاس کے لئے رحمت ہدایت یہ فائدہ **بِهَاطَرِ** الٰہی اور رحمتہ اور پھر قوم کے گم فرمانے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض ہاس آیت کریم سے معوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنی تفسیر نہ قیاس کر سکتے ہیں نہ کچھ اپنی طرف سے کہتے ہیں صرف قرآن کی بیوی کرتے ہیں ہم کو بھی صرف قرآن کی بیوی چاہئے: تفسیر روح المعانی یا اعتراض روح المعانی نے بعض سببوں کا نقل کیا۔ جو اسب ہاس اعتراض کا جواب الٰہی تفسیر میں گزر گیا کہ **بِهَاطَرِ** الٰہی سے مراد صرف قرآن مجید نہیں بلکہ ساری وحی الٰہی ہے خواہ قرآن ہو خواہ جواب خواہواہ علم خواہواہ ہاتھ سے حاصل کردہ مسائل حضور کی یہ تمام چیزیں وحی الٰہی ہیں اس لئے لفظ قرآن نہ لیا گیا بلکہ **الْحَدِيثِ** اور **رِوَايَاتِ** الٰہی اشارت ہوئی دیکھ لو تفسیر کی لائن صحابہ کے

جواب سے جاری ہوئی حضور ملی تصدیق کی وجہ سے۔ دو سرا اعتراض ہننا ہے اور واحد ہے ہننا اور اس کی قرآن مجید اور توح ہے نوری قلم۔۔۔ یہ چار نہیں واحد چاہئے پھر میں ایسا کیوں ہوا۔ جواب ہننا ہے قرآن مجید ہے اور قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو پچاسیا سو (6454) آیات ہیں۔ ہر آیت مومن کے لئے بصیرت بھی ہے نہ رحمت بھی ہے ایت میں اس حد سے اسرار معذکی نہیں کیا کہ وہ الفاظ واحد ہے میں ہیں۔ تیسرا اعتراض بقرآن مجید مبارکی مخلوق کے لئے ہے ایت نہ رحمت ہے۔ پھر میں مومنوں کی تہیوں گائی جو اسب ہے ایت نہ سکتا بھی قرآن مجید کی صفت اور ہدایت نہ دیتا بھی۔ چہ ایت نہ سکتا نہ دے اسقرآن مجید ہدایت کے لئے بھی ہے کہ ہدایت کرو چاہے صفت صرف مسلمانوں کے لئے ہے میں دو سری صفت مراد ہے۔

تفسیر صوفیانہ: محفل حسن کا نام ہے جو کہتے رہنا عشق کا نام ہے اور اس کا یہ کہہ میں محفل و عشق بہترین اجتماع ہے لہذا اجتہاد تہائیں محفل کا کہ ہے اور انما تتبعہ میں حضرت عشق کی جلوہ گری پھر محفل دو قسم کی۔ ایک وہ جو کلب کی بنا ہو دو سری وہ جو صرف قلب کی بنا ہو۔ پہلی محفل رحمتی ہے دو سری نفسانی یہی ماں علم است۔

علم تو برحق زنی نام ہے علم اگر میں زنی نام ہے اور
محفل نہ علم بل ہدایتی است چون زنی تو از شد شیطانی است

قرآن مجید ایسی محفل و ہوں کے لئے ہمارا حق روشنی بلکہ روشنی ہیں گویا علم الحقین و مومن کو بصیرت کا نام ہے ایت نہ اور مومن الحقین و مومن کے لئے ہے ایت نہ اور حق الحقین و مومن کے لئے رحمت نام ہے کہ نام علم الحقین ہے، چہ کہ جانا مومن الحقین اور اس میں داخل ہونا ہے کہ جانا مومن الحقین جیسے ہدایت ہدایتی میپ کو موعی، لفظ ہے بلکہ جو چل پھول اور کھیت کو اٹانے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرآن ہی رحمت نامہ مبارک عالم کے لئے ہے کہ اس کے آنے سے وہ ایمان خدا علی آتا نہ ہو گئے اس و ایمان کلور و وہ وہ آیت نہ رحمت نامہ صرف مسلمانوں کے لئے کہ انہیں ہدایت مل گئی۔ یہی محفل قرآن والے محبوب مجید ہے حضور رحمتہ للعالمین بھی ہیں اور جاسوسین اور فوجیم بھی اللہ آیات میں تعارض نہیں۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰﴾

اور جب تلاوت کیا جاوے قرآن ہی بغور سنو تم اسے اور چسپ رہو تاکہ تم کو رسم کئے جاوے اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان ٹکا کر سنو اور حنا موش رہو کہ تم پر رحم ہو

اعلقت میں آیت کا تیسری آیت سے بندہ طرف متعلق ہے۔ یہ سلا متعلق نہ پہلی آیت کہہ میں قرآن مجید کے مضمون ہے۔ ہوا کہ یہ بصیرت ہدایت نہ رحمت ہے وہاں ہے اب اس سے یہ لہذا لینے کی شرط بیان ہو رہی ہے کہ اس کو یہ بغیر لئے کا وہ اس کا وہ احرام رہے گا اس آیت اب یہ بھی ہے کہ جب اسکی تلاوت ہو تو خاص شی سے کلن لگا کر سنو۔ دو سرا اعلقت: یہی

آیت میں ارشاد ہوا کہ قرآن کریم اس قوم کیلئے رحمت ہے جو ایمان رکھتی ہو۔ لہذا یہ ثابت ہے کہ ایمان رکھنے کے لئے صرف اسے مان لیا جائے گا۔ لیکن بلکہ قرآن کا لہجہ احترام بھی ضروری ہے۔ گویا ایمان اعتقاد کی ہے۔ بعد ایمان عملی جو ایمان اعتقادی کی دلیل ہے۔ ایمان اور رہا ہے۔ میرا حلق بگڑا ہے۔ آیت میں انکار کا یہ صیغہ ہے جو کہ آیات کا خطاب ہی کرتے رہتے ہیں۔ مثال شدہ آیات کی طرف دھیان نہیں دینے جب مسلمانوں کو بدعت دی جا رہی ہے کہ تم نازل شدہ آیات کو بغور سنا کر آئندہ کے معاملات میں پابندی قائم رکھو۔

شان نزول: ایک بار حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو پتھراعت نماز پر دعوتی ایک انصاری نے حضور کے پیچھے پھر قرأت کی تہی ہی یہ آیت نازل ہوئی اور صحابہ کرام حضور کے پیچھے نماز میں قرأت میں عدم منع فرمایا گیا اور صحابہ کرام نے جو عہد عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سہم نے پہلی من جہاد کا خیال رکھا کہ شروع اسلام میں نماز میں تلاوت کی جائی تھی اور امام کے پیچھے قرأت بھی ہو۔ **وقوم اللہ قانتین** سے نماز میں کلام یعنی باتیں کرنا منسوخ ہوا (اسلمہا) پھر اس آیت سے نماز میں امام کے پیچھے قرأت منسوخ ہوئی۔ جیسا کہ ابھی شان نزول سے معلوم ہوا۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ آپ نے لوگوں کو نماز پر دعوتی تو بعض لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت قرآن کی آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ کیا آپ تک نہ آؤں نہ یہ آیت نہیں سنی۔ **واناقرئ القرآن** (دعوتی) خیال رکھے کہ اس آیت کے شان نزول کے حلق اور چاروں آیتیں ہیں۔ شروع قوی نہیں ہے (۱۱) صحابہ کرام حضور انور کے پیچھے نماز میں بلند آواز سے قرأت کرتے تھے انہیں اس عمل سے روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی مگر یہ درست نہیں ہوا۔ انہوں نے کہ مقتدیوں کی بلند آواز سے قرأت نہیں جارت نہیں۔ وہ مسجد میں شروع ہلکا کر تلو سے اس لئے کہ یہی ہے اعلا صلوٰۃ روضہ پھر انہوں نے آیت سے (۲) آیت نماز میں تلاوت کی بات نہایت منسوخ کرنے کے لئے آئی مگر ابھی ہم بحوالہ مسلم شریف عرض کر چکے کہ نماز میں کلام منسوخ ہوا ہے **وقوم اللہ قانتین** سے (۳) انکار قرآن میں کرنا شروع ہوا تھا۔ انہیں اس حرکت سے روکنے کے لئے یہ آیت اتاری مگر یہ غلط ہے کیونکہ انکار شرعی اسلام کے مکلف نہیں تھا۔ اگر انکار قرآن مجید بلکہ قرآن ہی لیا کریں غلو میں رہ کر پھر بھی وہ لفظ کے رحم و کرم کے مستحق نہیں تھے۔ اگر ہم صرف مسلمان ہی ہو گا (۴) یہ آیت خطبہ جمعہ کے حلق نازل ہوئی اور یہی قرآن سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ چونکہ خطبہ میں قرآن مجید کی تلاوت بھی ہوتی ہے اس لئے اسے قرآن فرمایا گیا مگر یہی لفظ ہے کیونکہ یہ آیت کبھی نہ اور جمعہ اور خطبہ جمعہ بعد ہجرت آئے۔ خطبہ میں سکوت و خاموشی حدیث شریف سے واضح ہے۔ دیکھو تفسیر خازن وغیرہ۔ فرمادہ اس آیت کے نزول کے حلق یہاں نقل قوی ہے۔

تفسیر: واناقرئ القرآن حق یہ ہے کہ اگرچہ اس آیت کا نزول نماز کے مقتدیوں کے لئے ہے مگر چونکہ الفاظ عام ہیں اس لئے انکا کے معنی ہیں۔ جب کبھی خزانہ نماز میں نماز سے باہر قرآن پڑھا جائے مگر فرق یہ ہے کہ مقتدیوں پر اس وقت قرآن سننا خاموش رہنا فرض میں ہے۔ مگر خاموشی تلاوت پر فرض آگیا ہے کہ اگر ایک بھی اس پر عمل کرے تو سب کا لہجہ ہو گیا ہے۔ نماز کا وہ اشیا وغیرہ) قوی ہر نماز میں تلاوت کیا گیا۔ جب پڑھنے والا تلاوت کیلئے پڑھے تب یہ حکم ہے اگر کسی اور مقتدی پڑھے تو نہ خاموشی واجب ہے نہ خاموشی نہ مانجیے۔ اسکا کے سامنے شکر و قرآن پکھنے کے لئے پڑھے کہ وہ قرآن پڑھا نہیں سکتا یا اگر آ

ہے نیز اگر بھکاری جیسا سمجھنے کے لئے قرآن پڑھے تو اس وقت خاموش رہنا واجب نہیں کہ وہ تلاوت نہیں کر رہا ہے بلکہ قرآن کو بھیک کا نام نہ پڑا ہے بلکہ بھکاری کو خاموشی اور خاموشی سے کہ وہ قرآن کی قوت میں کر رہا ہے قرآن سے مراد پوری آیت قرآن ہے کہ تلاوت قرآن اس کا نام ہے اسی لئے شاکرہ مسند کہ قرآن سنا لے وقت **امو ذب اللہ** نہیں پڑھنا (شاید تلاوت کے وقت عمرو پڑھنا چاہئے۔ رب فرماتا ہے **ان خافوا القرآن فاستمعوا له**۔ یہ فرق ہے تلاوت اور علم یعنی سنیے میں نیز سلام کا واجب پڑھنا فرض ہے مگر بھکاری کے سلام کا واجب ضروری نہیں کہ وہ سلام نہیں بلکہ بھیک کا نام ہے یہ تحقیق خیال میں رہے نیز جب مسلمان آدمی قرآن پڑھے تب سنتا خاموشی و معارضہ ہے مگر چاہو یا تو نوکرانہ یا شیپ رہو یا یاد ہو سے قرأت ہو تو اس کے لئے خاموشی وغیرہ فرض نہیں کہ یہ تلاوت نہیں اس لئے ان ذریعوں سے مسجد کی آیت سنی جیسے تو مسجد واجب نہیں ان جیسے مسائل ایک **لذا قرأ القرآن** سے حاصل ہوئے۔ **فاستمعوا له** معنی **استوا** یہ عبارت جزا ہے **ان خافوا** کی اس میں خطاب مومنوں سے ہے کہ شرعی احکام انہیں پر جاری ہیں استعمال بنا ہے۔ معنی کے معنی ہیں **استوا** اصل میں آکر اس کے معنی یہ ہے کہ سنتا کن لاکرول اور طرف سے ہٹا کر سنتا کہ **امو ذب اللہ**۔ معنی لے گیا۔ معنی علی یعنی طرف یا سلاہ جس کے معنی کوئی نہیں یعنی اس کیسے اس کی طرف کان لگا یا اسے کان لگا کر سنتا ہے معنی قوی ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ ترمذ بھی اسی پر ہے **انصتوا** اصل **انصت** ہمارے اس کا وہ نصبت ہے فون کے پیش سے۔ معنی خاموشی (روح المعانی) خیال رہے کہ ہر خاموشی کو سکوت کہتے ہیں مگر یہ کہنے کے لئے خاموشی کو **نصوت** ہذا سکوت عام ہے نصوت خاص (روح المعانی) یہ دونوں معنی فرضیت کے ہیں مگر متقویوں کے لئے فرض میں کہ وہ دوسروں کے لئے فرض نکلتی ہے خوب خیال رہے مقتدی کے لئے بہر حال خاموشی فرض ہے خواہ قرأت تمام آیتیں کر رہا ہو یا کو اتار سے مخرامی تلاوت جب آواز سے ہو تو یہ حکم ہے **لعلکم ترحمون** یہ کراہت حکم کی حد ہے خیال رہے کہ **لعل** وہ تعالیٰ کی نسبت سے، معنی تاکہ ہو تاکہ پورے بندوں کی نسبت سے، معنی شاید اعلیٰ حضرت قدس سرہ ترمذ فرمایا کہ وہ دونوں معنی کو شامل ہے ہر معنی کے معنی اس کے اقسام ان اقسام کے مستحقین کے ہر معنی اور فصل میں فرق ہم پہل بیان کر چکے ہیں۔

خلاصہ تفسیر ہمیں تفسیر سے معلوم ہے کہ اس آیت کہہ کی بہت تفسیریں ہیں کیونکہ اس کے شان نزول کے متعلق بہت قوی ہیں جیسا شان نزول کی تفسیر ہم جن میں سے ایک تفسیر **الخاصہ** عرض کرتے ہیں ہو قوی ہے اسے مسلمانوں میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کی جاوے کہ کوئی مسلمان پڑھے تو اسے کان لگا کر سننا اس وقت اپنا بیان صرف قرآن مجید کی طرف کرنا کسی اور طرف تو نہ کرنا اور پانچ خاموشی رہا اس میں قرآن مجید کا وہ ہے جس میں کیا غیر شاید اسی ادب کی وجہ سے تم سب پر لفظ تعالیٰ رحمت فرما۔

قرأت خلف الامام یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ

اس باب کے نزدیک امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا کوئی آیت قرآن پڑھنا حرام، معنی کہ وہ خرقی ہے خواہ نماز حرمی ہو جیسے فجر مغرب امشاء جمع، عیدین یا سری جیتے عمر، مہر اور سرے اماموں کے نزدیک **امام ولا الضالین** کہہ کر خاموشی رہے مقتدی اس وقت پڑھیں۔ یہ مقتدیوں کے نزدیک مقتدی امام کے ساتھ ہی سورہ فاتحہ پڑھے امام کی قرأت کی پانچ روایتوں کے اس

بار میں یہ سب معنی قرابت ہی قوی ہے ہم نے اس کی عملی بحث اپنی کتاب جاہ النہج حصہ دوم میں کر دی ہے یہاں اس میں سے کچھ مختصر و سطر میں کرتے ہیں۔ ہم کے پیچھے مقتدی کو قرآنی قرأت کرنا تمام ہے دو سرے سے بلکہ فرض حرامت پر مسبذ لہ دلائل ہیں۔

(1) یہی آیت کہہ کر اس میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے تلاوت سے دو گایا نماز خواہ کوئی ہو (2) فرمایا نبی ﷺ نے مقتدی جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (3) فرماتے ہیں امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے وہ جب تکبیر کے وقت تم بھی تکبیر کو جب قرأت کرے تو خاموش رہو (4) ایک شخص نے حضور انور کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی تو ایک صحابہ نے انہیں روکنا شروع کیا تو بعض صحابہ نے حضور کے پیچھے کی فرمایا وہ ٹھیک کہتے ہیں امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے (5) ایک دفعہ حضور انور نے نماز پڑھائی تو بعض صحابہ نے حضور کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھی بعد سلام فرمایا کہ تم مجھ سے قرآن میں جھگڑتے کیوں ہو (6) اکثر صحابہ کا یہ ہے فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے مطلقاً قرأت نہیں چنانچہ عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود تکبیر ہی فرماتے ہیں (7) حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے کچھ تلاوت کرے اس کے منہ میں پتھر ہے (8) امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اکثر صحابہ کا تعلق ہے (10) حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کچھ لوگوں کو امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے منع فرمایا کہ کیا تم نے ابھی تک یہ آیت نہ سنی **اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** (11) حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں (12) امام سرخس نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے اس کی نماز ٹھیک ہو جاتی ہے بہت صحابہ کے نزدیک جن میں حضرت ابن ابی وکاش شامل ہیں (13) حضرت انس فرماتے ہیں کہ جو امام کے ہتھکھٹ تلاوت کرے اس کا منہ آگ سے بھر چلے (ابن جبار 14) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور جب مقرر فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں خاک (طحاوی 15) حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (16) حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آیت **وإذا قرأ القرآن فاستمعوا لقرآنہ** امام کے متعلق بتاں ہوئی لہذا جب امام قرأت کرے تو تم سناؤ اور خاموش رہو (ہماری 17) اہل علم نے یہاں حضرت زید ابن ثابت سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا امام کے پیچھے بالکل تلاوت نہیں (اسلم ان تمام احادیث کے عمل حوالے تفسیر روح المعانی اور ہماری کتاب جاہ النہج حصہ دوم اور صحیح ابی ہریرہ شریف میں ملاحظہ کریں انہ کو روہ دلائل کے علاوہ اور بہت احادیث اس بارے میں موجود ہیں، کیونکہ جاہ النہج حصہ

دوم

عقلی دلائل: عقل کا ناقض یہ ہے کہ امام کے پیچھے تلاوت فرض نہیں منسوخ ہے۔ دلائل مسبذ لہ ہیں (1) اور روکے میں امام کے ساتھ ملے وقت سے روکت مل جاتی ہے اور سورہ فاتحہ مقتدی پر فرض ہوتی تو اس فرض کے وہاں سے روکت ملتی ہے اور روک رہ جاتا ہے۔ روکت نہیں ملتی۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ شخص تکبیر تحریر کے بعد بعد ایک صحیح قیام کرے۔ پھر روکے میں جائے تاکہ تکبیر تحریر اور قیام دونوں فرض لیا جا سکیں۔ (2) اگر سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھا تو فرض ہے کہ اگر مقتدی سورہ فاتحہ پڑھا دیا ہے کہ امام نے روک دیا۔ چاہے یہ کیا کرے یا کیا فاتحہ پوری کرے روکے میں نہ ملے یا فاتحہ پوری کرے روکے میں مل جائے مگر جواب

فاستمعوا اور نصتوا سے حاصل ہوا

مسئلہ: سبق میں پہلی آیت کے بعد اہل رعایت ہم امت سے رو لگی ہیں وہ جب اپنی رکعتیں پوری کر کے قرات کرے کہ اب وہ مقتدی نہیں۔ مسئلہ: اہل اول سے دعاعت میں تمنا بھی رکھیں بلکہ وہ میں وہ اپنی رکعتیں پڑھتے وقت تلاوت کر کے یہ نکر وہ اب بھی صحابہ مقتدی سے یہ مسئلہ نہیں ہے۔ مسافر امام کے پیچھے قائم مقتدی نے نماز پڑھی تو جب یہ آیت دو رکعتیں پوری کر کے قراتیں پڑھتے رہے۔ ساتواں فائدہ جو کہ اگر بلکہ ہزار ہے بلکہ بیلاکھت ہستہ سے یہ فائدہ بھی فاستمعوا اور نصتوا سے حاصل ہوا۔ کیونکہ قرآن جب پڑھا جا سکتا ہے جب کہ بلند آواز سے پڑھا جائے۔ یہ بات یاد رہے۔ آٹھواں فائدہ: جب میں بیٹہ وقت توئی آواز سے قرآن مجید پڑھ بھی سکتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ تلاوت میں قراءتوں میں نہیں کرتے حفاظت قرآن یا تقسیم قرآن کرے ہیں یہ فائدہ قوی القرآن سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: جتنے تلاوت قرآن مہلت ہے جس پر بڑا ثواب ہے ایسے ہی قرآن مجید سننا بھی مہلت ہے جس کا بڑا ثواب ہے یہ فائدہ بھی فاستمعوا سے حاصل ہوا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن اصب کو حکم دیا کہ مجھے قرآن پڑھ کر تلاوت حضور میں کر دے۔ دسواں فائدہ: قرآن مجید میں خود فکر کرنا بھی مہلت ہے بلکہ قرآن دیکھنا بھی ثواب ہے یہ فائدہ بھی فاستمعوا سے حاصل ہوا۔ خوش نصیب ہے وہ عالم جس کی زندگی قرآن مجید سوچنے اس سے مسائل نکلنے میں گزارے۔ گیارھواں فائدہ: قرآن مجید کے سننے اور کہنے وہاں پر لفظ حق خاص رکھیں مثل فرمائے یہ فائدہ لعلکم تر حمون سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت میں امام کے پیچھے قراءت ممنوع نہیں ہوئی بلکہ دیوبندی بہت جیت ممنوع ہوئی پہلے نماز میں باتیں رکھنا اور تلاوت امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ضرور پڑھی جیسا کہ غیر مقلد کہ جو اب اس اعتراض کا جواب بھی ہم تحریر میں عرض کر چکے ہیں کہ مسلم شریف میں ہے کہ نماز میں کلام اس آیت سے منسوخ ہے **اوقوموا اللہ فنتین لہذا** آیت قراءت خلف امام روکنے کے لئے حلال ہوئی **دوسرا اعتراض** حدیث شریف میں ہے کہ **لا صلوة لمن لم یقر بایضا تحتہ الكتاب** اور سورہ تہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ شخص خود آگیا یا خود امام خود مقتدی ہے اور وہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ جواب اس اعتراض کے بہت تفصیلی جوابات ہم نے اپنی کتاب جاریہ میں حصہ دوم میں اپنے تئیں دیئے ہیں تاکہ اگر اس حدیث وہ قرآن ہے تو ہم نے یہاں تک حدیث اس آیت کر کے کہ بھی خلافست **واذ قری القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا** اور مسلم شریف وغیرہ میں ان احادیث سے بھی خلاف ہے کہ **واذا قرء فانصتوا لہذا**۔ حدیث اہل میں اور ان میں یہ مطلب وہ نہ اہل کرتے ہیں اور وہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث تلامذہ عارف سے تالیف ہے اور وہ قرآن میں ہوتی خواہ وہ پڑھے یا نہ پڑھے امام پڑھے امام کی قراءت مقتدی اپنی قراءت ہے اس سے یہ منہ لٹ جائے۔ حدیث میں جاتی ہے یوں اس لئے کہ امام نے فاتحہ پڑھی ہے باقی یہ آیت حدیث دوم میں ملتا ہے۔ تیسرا اعتراض: اگر اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ قرآن پڑھا جاوے تو مسافر میں رہیں تو مسیبت آجہاں ہے۔ ان روایح ۱۰ احادیث ہوتی ہے سیکھو سر میں قرآن مجید لاسبق یا کرتے ہیں ملاحظہ قرآن مجید حلقہ دستہ میں سے بلند آواز سے آیت میں قرات ہوتی ہے بلکہ نہ خود اور امام کر کے تلاوت آیت کے معنی یہ ہیں کہ حدیث قرآن میں شریعت

کفار کی طرح۔ خاموش رہو اور سورہ فاتحہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جو اسباب ہیں امراض کا تفسیلی جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ ان سب صورتوں میں قراءۃ قرآن نہیں بلکہ تعلیم قرآن یا حفظ قرآن ہے اس پر تلاوت قرآن کے احکام جاری نہیں کیے گئے ہیں انسان کی ہینڈ آواز نہیں ملتا یہ بھی قرآن نہیں ہے آیت کریمہ منتدی کی قرآن کے متعلق ہی بتلاوت ہوئی نیز یہ ان نملذکی تلاوت کا مشافہہ ہے فرض میں نہیں ہے فرض میں بھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ چوتھا اعتراض: ہجرت سے پہلے کہ نمازی منتدی الہام کی قرأت سے خود خاموش رہتے تھے عمر میں انہام کی قرأت سنی نہیں جانی تو چاہئے کہ اس میں منتدی قرأت کر لیا کرے کہ خود وہاں خاموشی کی وجہ سے پہلی جاتی۔ جواب: آیہ کریمہ میں سنتے کو خاموشی کی وجہ سے پہلی جاتی نہیں کہ سنتے کے لئے چپ رہو بلکہ وہ مستقل علم رکھتے۔ سناؤ چپ رہو فقہ منتدی کو بہر حال خاموش رہنا چاہئے ٹولو سنتے یا سنتے۔ پانچواں اعتراض: باقر یہ آیت کریمہ منتدی کی تلاوت سے روکنے کے لئے آئی ہے تو تم یہ ان نمازی کے احکام کیوں جاری کرتے ہو۔ جواب: ہم نے کہ آیہ کریمہ کے الفاظ عام ہیں انہام الفاظ کے عموم پر جاری ہوتے ہیں نہ شان نزول کے خصوص پر اس کا ذکر سے کہ مستدلل اصول فقہ میں ملاحظہ کرو۔

تفسیر صوفیانا: پنج قرآن مجید کا فیضان بہت ہے کہ یہ بہار بھی ہے و بہت بھی بڑی بھی تیرا اس کی نسبت مست قوی کہ یہ لے تعلق کا کلام ہے اس لئے اس کا احرام بھی بہت ہے کہ اس کے نقوش کو بے وضو چھونا ہم اس کے کلمہ کی طرف چڑھ کر منع اس کے ذروں اس کی رمل بھی باہر ہم ہے اس کے الفاظ کی قرأت کے وقت وہی کلام حرام تو اس کے لئے والے محبوب علیہ السلام حرام بھی ایمان کی جان ہے کیونکہ قرآن مجید اس ہلال کے نظرات یا اس سورج کی شعاعیں ہیں ان محبوب کی زبان قرآن کی کلن ہے حضور کا فیضان قرآن کے فیضان سے زیادہ ہے اور قوی ہے قرآن کا جاری بنانا ہے حضور ﷺ اپنے اپنے لئے والے کو صلی بنا تے ہیں یہ آیہ حضور کے لوبہ احرام کی قوی دلیل ہے۔ تلاوت قرآن کے وقت سامعین کو خاموش اور توجہ کا حکم دینا مستحب ہے کہ قرآن میں غور کرنا چاہئے جو شخص جس غور کے لائق ہے وہی غور کرے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ علماء دین کے سینے اور زبان ہونٹ نقل صد احرام ہیں کہ ان سے قرآن کے مضامین پڑھتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت اپنی ظاہری زبان بھی بند رکھو تاکہ ظاہری کلن میں قرآن پینے لور یا پنی زبان بھی بند رکھو تاکہ اپنے باطنی کلن سے باطنی قرآن سنو تب ہم پر ہم لیا جاوے گا کہ اپنے اصنام میں رہتی تو تم پاؤں سے فکنت سے مہم فیہم جس کی ملوہ کر گی۔

وَأَذْكُرُ تَرَاتِبًا فِي نَفْسِكَ تَصَرُّعًا وَخَيْفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

اور ذکر کرو اپنے رب کا دل میں اپنے عاجز سے کہنے جو نے اور اور سے نہ کہ آواز دے ان کلام سے

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور ہے آواز نہ بھیجے زبان سے

بِالْعُدَاةِ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

سورہ اور شام کے وقت اور نہ جو قوم غافلوں میں سے تھیں وہ لوگ جو تیرے پاس ہیں
جو اور شام اور غافلوں میں سے نہ ہوتا ہے بلکہ وہ جو تیرے پاس کے پاس ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَجِوْنَ

وہ لوگ جو تیرے پاس ہیں نہ عبادت سے اس کی اور سب سے گریز کرنے والے
اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی ہے

وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٤١﴾

اور اس کی حمد کرتے ہیں

جو ہے اور اس کی حمد کرتے ہیں

تفسیر

اتعلق بمعنی آیات کریمہ پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کے احکام ہیں
ہوئے وہ بھی ایک طرح کا قرآن ہے اب تلاوت کے علاوہ دوسرے ذکروں کے احکام کا ذکر ہے گویا ہم ذکر کے بعد دوسرے
ان کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں ذکر کیا بلکہ ذکر ہو گا جب تلاوت جلد آواز سے ہوتی ہے اس لیے کہ سب کریں اب
ذکر یعنی ذکر ہے گویا پہلی آیت کے بعد چلی آواز کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں دو سورتوں کو ذکر کرنے کا حکم ہے
خود اپنے نفس اپنے دل کو ذکر کرنے کا ذکر ہے جس میں شائع کیا قرآن کے بعد تلاوت کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیات
میں قرآن مجید کے لیے قرآن کی تلاوت کے آداب کا ذکر ہے صرف ان ہی کے آداب کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیات
میں قرآن مجید کے لیے قرآن کی تلاوت کے آداب کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیات میں قرآن مجید کے وقت
خاص رہا اب انہیں کہہ کر پہلی آیت میں تلاوت کرتے رہا گویا قرآن مجید کے وقت بھی تلاوت کا ذکر ہے۔
صرف قرآن پر خاص رہی مگر تلاوت کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے اس میں ہم تلاوت کا ذکر ہے۔
مستحق خاص رہی سے سب قرآن کے علاوہ سنن و احوال تلاوت کا ذکر ہے کہ اس میں ہم تلاوت کا ذکر ہے۔
تیسرا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔
تیسرا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔

قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔
تیسرا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔
تیسرا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں قرآن مجید کا ذکر ہے۔

۱۵ ایک سجدہ سنت تو کراں کہتا ہے بزار سجدوں سے ویسا ہے آدمی کو تجلت

تفسیر: وانکرو بیکھنی نفسک آدمی یہ ہے کہ یہ بلا نیا ہے اور وہ اولیٰ اللہ سے ہے مگر روح العلویٰ نے فرمایا کہ یہ سکا ہے یہ فریضہ مال مطلب ہے قل انما اتبع اور وہ لا مائلہ ہو۔ انکرو بنا ہے ذکر سے اس کے مت معنی ہیں جن کی تسلیل ہم فانکرو ونی انکرو حکم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں۔ معنی یاد کرنا ہے کہ کتاب انکرو میں خطاب و اتویٰ خطاب سے ہے یا ہر مسلمان سے یا ہر مسند و لیل یا ہندو اسے لہذا ہی سے عمرو مراد اسم کی ہے کہ خطاب ہر مسلمان سے ہے ویک فرمایا کہ لڑکی جو بیان فرمادی کہ جو ہم تمہارے پائے والے ہیں لہذا ہذا حق ہے کہ تم ہم کو یاد کرو یا رکھو تفسیر خان نے فرمایا کہ لفظ نکرو کرنا یہ بھی ہو آئے اور ذر سے بھی ویک فرمایا کہ لہذا الے ذکر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زندگی میں خوف غالب ہو اور مرتے وقت لہذا طالب (مخلان) نفس کے مت معنی ہیں ذلت اول (مخون) نفس لہذا نفس (مست) نفس لہذا وغیر وہاں۔ معنی دل ہے۔ دل غمناک فرمنا کہنے کی صورت میں ہے۔ ایک یہ کہ آہستہ آواز سے لفظ نکرو کہہ کر وہ آواز اپنے لہجہ تک تو پہنچ سکے اور مرتے تک نہ پہنچے لہذا ذکر خفی کہتے ہیں اگر اتنی آواز بھی نہ یہ اتنی آواز نہ کر نہیں بلکہ ظہر ہے اس پر لفظ کے ادھم (مطلق) نکراں (آواز) فرمایا جاری نہیں ہوتے اور سب یہ کہ زبان پر ذر ہو دل میں سوچ کچھ قدر خشوع و خضوع ہوں کہ یہ ذکر کا مغز ہے۔ تفسیر کبر و روح البیان (غیر) جو نفس بغیر معنی سمجھے ذکر کر کے وہ لفظ ذر نہیں یا بغیر معنی کبھی غریب و فرات کرایہ کے الفاظ زبان سے بولے تو نہ تجارت ہو نہ کرایہ (کبیر) تضرعا وغیرتہ۔ انوں لفظ مصدر

ہیں۔ معنی اسم ماضی اور انکرو لے ماضی سے حال سے حال ماضی سے جہاں سے۔ معنی ماضی از انکرو اور کرا انکرو ماضی سے اصل میں خوفتہ ثابت ہوا ان فعلتہ جو نکر و لے پہلے کبرہ تھا لہذا ہی بن گیا اور کے وقت انسان کو تین خوف ہا ہیں ایک گزشتہ کار نہ معلوم ہر ایام ہشتیوں کی فطرت میں لکھا جاتا ہے یا ذر نہیں کی اور سرے موجودہ کار نہ معلوم ہے ذکر قبول ہے یا نہیں تیسرے آئندہ کار نہ معلوم ہر ایام ہشتیوں پر ہو گیا نہیں قبر کے استکان میں پیاس ہوں کیا قائل حشر میں صدی نجات ہوگی یا کلا فرنگہ ذکر کرو اور ذر و دو ہمارے ظن الزکی نہیں و دون الجہر من القول اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں انسان ترکیب یہ ہے کہ یہ معلوف ہے فی شک پر اصل عبارت یہ ہے و متکلم بکلام ہو دون الجہر ہر من القول اس کلام کا بیان ہے یعنی اتنی آواز سے لفظ کا کر کو جو جہر یعنی چیخ و نکار سے کم ہو۔ ان کے مت معنی ہیں۔ سو اور اور علیہ ہم نم کہ۔ یہاں۔ معنی کم ہے۔ جہاں آواز کو کہتے ہیں نہ اپنے علاوہ اور کا آدمی بھی سنتے لیکن بہت ذور سے ضرورت سے زیادہ بہت چنانچہ جس سے تھیف اپنے کو بھی ہو اور سرے کو بھی یہ تو ہر جگہ بہت ہی برا ہے۔ خاصاً یہ کہ ذکر لفظ کے وقت تمہارے دل میں بخروا انکار ہو اور تمہاری آواز میں کی اور تری ہو بالفی و الاصل یہ عبارت طرف ہے وانکرو لہ اس میں ذکر لفظ کی وقت مستحب بیان فرمایا گیا ہے۔ معنی فی ہے غلو اصل میں غلو ہے۔ ہر دو ان فعلوں میں کلام غلو ہے نذر کہتے ہیں نماز فجر سے سورج نکلنے تک کے وقت کو فرمایا ہے غلو ہا شہر و روا ہا شہر یعنی نہ فرمایا کہ غلو مصدر ہے غلای غلو کا کبر ساقول آدمی یہ ہے کہ آواز سے (از صلی و روح البیان) کہہ بھی شروع ان کو کہتے ہیں مگر اس میں سورج نکلنے تک کی قید نہیں اسی سے ہے غلو۔ معنی ہشتی فرماتا ہے تا غلاینا اصل میں ہے اصل کی ہر دو ان

فضل یہ جمع ہے اصل کی۔ اصل دن کا آخری حصہ یعنی عصر کے بعد سے سون چاند بنے تک جو کہ قیل کی جمع ہو دن افضل نہیں آئی۔ اس لئے اسے جمع الجمع بلکہ آخری ہے۔ کہ یہ کاہلہ لفظ ہے اصل جمع ہے اصل کی جیسے ایمان جمع ہے ایمان کی (روح المعانی)۔ خیال رہے کہ صبح شام فرما کر بارہ اوقات مروا لے یعنی ہر وقت اللہ کو یاد کرو یا یاد نہ کرو، وہ وقتوں میں فاضل جمع ہیں اس لئے فرمایا کہ ان وقتوں میں اللہ کے دو سرہ ذکر کرو تاکہ تمہارا کوئی وقت نہ گزرے غافل نہ رہے چاہو کہ ان دو وقتوں میں بڑا ہماری انگلی ہو تاکہ صبح کو رات جاتی ہے وہ آنا ہے۔ رات آتی ہے اور جاتا ہے۔ تاریکی آتی ہے جانتے کو وقت قربا ختم ہو تاکہ سونے کی تیار ہوئی ہے گویا جینے کے بعد مرنا تو رہا ہے من و جود سے من و وقتوں میں اللہ کو ضرور یاد کرو (تفسیر کبیر) روح الطہران و معانی (فیروز) نیز یہ وقت عموماً فراغت کے ہوتے ہیں اس وقت ذکر میں دل خوب لگا ہے لہذا اسے قیمت جانے لگا اللہ کہ (معانی) **ولا تکن من الغفلین** عبادت یا توئی ہے تو اولاد اپنے ہے یا مغلوب ہے **افکن** تو اولاد لفظ ہے اس فرمان طاعت کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں (۱) ان دونوں وقتوں میں زبان سے ذکر کرو بلکہ میں بیداری رہو غافل نہ ہو زبان کو ذکر میں مشغول ہو دل ہار میں لگا ہو یعنی غفلت پر وہی سے ذکر نہ کرو (۲) ان دونوں وقتوں میں خصوصیت سے ذکر کرو مگر فاضل کسی وقت جی نہ ہو ہرگز رب کی طرف و حیاں و کرم۔ غفلت کرنا تو کیا بھولنے کی ناسمجھت سے بھی نہ **یا ایھا الذین عند ربکم** مسلوں کو ذکر اللہ کے علم کے بعد اس کی رحمت دینے کے لئے مقرب بندوں کو ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ سے مروا فرشتے ہیں عند سے مروا یعنی قرب نہیں کہ لفظ تعالیٰ معنی زبان سے پاک ہے بلکہ وہ چہ عزت و شرف کا قرب مروا ہے جیسے کہا جاتا ہے و ابرہہ باد شک کے پاس ہے یا ملاں باد شک کے پاس اتنی فریاد ہے یا یہ مطلب ہے کہ فرشتے و قسم کے ہیں و رات امروز ہر پاس رہتے ہیں من کی سمت تسمیں ہیں۔ جان لگائے والے روم میں پچھ پاتلے والے نیک و بد اہل نکتے والے و فیروز و دوسرے ملا کہ

مقربین تو صرف عبادت کرتے ہیں زمین پر نہیں آتے یہاں مترین مروا ہیں خدا احمد ربک فرمایا گیا کہ فرما کر یہ بتایا کہ یہ مقابلہ فرشتوں کے تم اللہ کے کرم زیادہ ہیں کہ تم کو ذکر کرنا تو اب سب کافر فرشتوں کو کچھ نہیں پھر بھی ان عبادت میں مشغول رہتے ہیں لو کہ تم فاضل رہو تو کتنے انیسویں کی بات ہے

ہر از بہ تو سر بستہ فرما میوار شرف انصاف نہ باشد کہ تو فرمایا نہ دای

تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مروا حضرات انبیاء و صالحین و اولیاء ہوں **لا یتستکبرون** عن عبادتہ عبادت اللہ تعالیٰ کی غیر ہے انگلی ہٹانے کے سنی ہیں اپنے کو بڑا پناہ یعنی تکبر و خود گردا عبادت سے مروا یعنی عبادت ہے کہ کوئی کافر فرشتے ملی عبادت نہیں کرتے یعنی مقرب فرشتے بھی اللہ کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اس کے حضور عبادت گزار رہتے ہیں **و یسبغون و ملو لیسجدون** یہ عبادت مغلوب ہے لا۔ سبکدوشی ہے اس میں عام کے بعد خاص کا کہتے ہیں کہ عبادت تسبیح و تہجد بھی اہل ہیں تسبیح کے معنی میں اللہ تعالیٰ کی سبوح ہے پاک ہیں کہ اس کی تعداد نہ لاکھ کر کہ **لے یسجدون** میں لہ کو مقدم کرنے سے عصر کا کلمہ حاصل ہو یعنی مقرب فرشتے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں تسبیح توئی عبادت ہے سجدہ فعلی عبادت یعنی فرشتے ہوں مقرب ہوا گھومنے کے عبادت یعنی قیام و کعبہ تکبیر بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ تہجد اس کی پاکی ہوتے ہیں صرف اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہاں قرآن مجید کا پہلا سجدہ تلاوت ہے۔

خلاصہ تفسیر میں آیت کہ میں رب تعالیٰ نے سونوں کو اپنے ذکر کا حکم دیا یعنی سنت کے ساتھ (۱) اور ان میں سے (۲) عازری سے ہو (۳) اور خوف کے ساتھ ہو (۴) زیادہ صحیح کرنے اور میانی کو اواز سے ہو۔ صبح شام ہو اگر۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اسے سون اپنے رب کو اس نے تھو کہ قسم قسم کی نعمتوں سے جان لو رہا رہا ہے اور پائے کا پندل میں کیا کرنا عازری داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ میں اپنے رب کو کلاحتہ نہ تو یاد کر سکتا ہوں نہ اس کی نعمتوں کا شکر یہ لو کر سکتا ہوں۔ میرا ذکر محدود ہے اس کی نعمتیں غیر محدود ہیں اور یہ میں نے میں ہندھا میں ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ میں ہوں

تو کہی من کہین بندہ امہا یہ کہی ہائے خود شرمندہ ام
خوف اور دار کے ساتھ گزشتہ کا خوف کہ نہ معلوم میں دوڑتیوں کے زموں میں کھسا چکا ہوں یا جنتیوں کے گرد میں سو رہا
کا خوف کہ نہ معلوم میری عبادت اور ذکر قبول ہے یا نہیں آئندہ کا خوف کہ نہ معلوم میرا عبادت اللہ میں ہو گیا کفر قبر میں
کامیاب ہو گا یا نہیں مشرکین عبادت چوں گایا پکڑا جاؤں گا بہت بلند آواز سے ذکر نہ کر جس سے تجھے جینے کی تکلیف ہو
دوسروں کو تیری بیخ شنی کی شام سور سے میرا ذکر کر کہ نہ تو توں کا ذکر قبول ہے کیونکہ میں دونوں وقتوں میں دن رات کے
فرشتوں کا اہتمام ہے آپ دل کو قدر سے فرانت ہوئی ہے دنیا میں انقلاب ہو آپ کہ رات چاری ہے دن آپ ہے اپنی زندگی
نفلت میں نہ گزارا یہ اور اور ہوش گر پھر یہ وقت نہ ملے گا فوراً کر کہ مقرب فرشتے جو کبھی مٹا نہیں کرتے جن کو عبادت کا
بواب میں ملان کا کلیلہ حل ہے کہ علف تعالیٰ کی عبادت میں اپنی ذلت نہیں جانتے فرستے اس کی عبادت کرتے ہیں اس کی بیخ
و تقدیس بیان کرتے ہیں ہمیشہ سجدے سجود کرتے رہتے ہیں تو بھی ان کا یہ حل من کر سجدے میں گر جاؤ گے اس سے مشامت حاصل
کے

و تشہو ان لم تکنونوا مثلہم ان التشبہ بالکفرام فلاح
اگر اچھے نہ ہو تو اچھوں کی ہی شکل بناؤ اچھوں کی شکل بنانا ہی کامیابی ہے۔

نوٹ ضروری: قرآن مجید میں کل چودہ سجدے ہیں جن میں سے ۱۱ میں اسلاف ہے باہر میں متعلق سورہ حج تکویر اور سجدہ
اتفاق کے ہیں نہیں حکم نام شافی اور لانا کے ہیں۔ اور ۳۳ میں کا سجدہ اتفاق کے ہے مگر شافع کے ہیں مگر میں نہ وہ کل
کے نزدیک ہے پہلا سجدہ ہے چونکہ اس میں فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے تو ہم بھی اس وقت سجدے میں گر جائیں۔ اتفاق کے
دو سجدے کی آیت پر سجدہ واجب ہے پڑھنے والے پر بھی پڑھنے والے پر بھی فرات میں ہو یا نماز سے باہر فوراً کرے یا ہر سے تر
پاؤں پر نہ کرنا چاہے کھڑے سے سجدے میں آئے اور پھر کھڑا ہو جائے۔

مسئلہ: سجدہ عبادت میں حضور اور قبلہ ہونا نیت ضروری ہے مگر صحن کرنا ضروری نہیں کہ یہ ملاں آیت کا سجدہ ہے۔
مسئلہ: ہوتے ہیں کہ سجدے کی آیت آہستہ آہستہ تاکہ دو سروں پر سجدہ واجب نہ ہو جو سجدے مسئلہ: مگر ایک آیت بتک میں دار ہا
عبادت کہ نہ تو کسی سجدہ واجب ہو گا لیکن اگر سجدہ پڑھی رہے تو سجدے سے متعلق واجب ہوں گے ہر وقت پر ایک سجدہ اس کے
بقی انکا ہمارا شرمیت نور ہر کتب فقہ میں لکھو۔

ہے میں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ جو اللہ کی نعمتوں کا مقابلہ شکر سے کرے کہ سبھی نعمتیں تیری شکر ہی میرا وہ شکر ہے
مقابلہ کیا ہے تصور کا قرار کر دینے کو کہ انمول کمالے نمازیں دے جنت۔

جان دی ہوئی اسی کی تمہیں حق تو یہ ہے کہ حق لوانہ ہوا

یہ فائدہ ضعیف سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: خلوت یا ذکر ضرورت سے زیادہ تو لوانہ سے کرنا جس سے ڈاکٹر نور مامین کو
تکلیف پہنچے محسوس ہے۔ یہ فائدہ دونوں الجھر سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: جو میں تو پیشہ ہی اللہ کا کہ چاہتے تھے صبح و شام
کے وقت ضرورت سے ضرور اگر اللہ کرے مثلاً اگر ہم اکثر روز روٹھے ہوئے نماز بخود مغرب: عصر پڑھتے ہیں۔ من کی دلیل یہ
آہستہ ہے۔ آٹھواں فائدہ: اللہ والوں کی نقل ہوتا ہی مقبول ہے دیکھو اس قیمت میں فرشتوں کے سجدے کا اگر ہے اور سب
ہم کو بھی سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے تاکہ ان سے تشبیہ ہو۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر غنی اور غنی ہے ذکر جلی حرم ہے دیکھو فرشتہ ہوا اور ذکر و بکفی
نفسکہ ان ذکر میں امر غلبہ امر جب کے لئے آہستہ لہذا تمہارا ذکر کے لئے کرنا یا حق یا حق بنو، نماز، رسالت، کفار امام
ہے (دہلی) جواب: اس اعتراض کے ضمن جواب میں ایک اقوال اور دو سزا تحقیق جواب اقوال تو یہ ہے کہ ہر روز ان ج کا
تعبیر بنو عیسیٰ میں تعبیر تشریح نماز مغرب، مشاء جمع، عیدین میں قراءت سب کچھ ہی غلبہ ہونا چاہئے کسی موقع پر جمع نہ ہو تم بھی
نصو تعبیر لگاتے ہو۔ جواب تحقیق یہ ہے کہ فی نفسک کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دل سے ذکر کرنا حضرت سے ذکر اور سزا
جواب تحقیق یہ ہے کہ بعض لوگوں کے لئے یا بعض وقت یا بعض ذکر میں غلبہ ہے یہاں ہی کا ذکر ہے دیکھو تعبیر اس کی
پوری بحث امامی کتاب جہاد الحق حصہ اول میں دیکھو۔ دو سزا اعتراض: فی نفسک کے بعد دونوں الجھر کہیں
فرمایا یہ معنی تو فی نفسک سے معلوم ہو گئے تھے۔ جواب: فی نفسک کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ دل سے ذکر نہ
کرنا ہے یہ کہ اپنے دل میں ذکر اللہ کرو کہ آواز پیدا ہو اور دونوں الجھر کے معنی یہ ہیں کہ ضرورت سے زیادہ تکلیف
وہ آواز پیدا ہو لہذا ضمنون میں تکرار نہیں۔ تیسرا اعتراض: شام کے وقت کو اصیل کیوں کہتے ہیں۔ جواب: یہ اصل میں
وصیل وصل کا صفت مشبہ ہے۔ معنی شہادہا چہ تک شام کے وقت آج کی تمدن علی کی تمدن علی ہوئی ہے اس لئے اسے
اصیل کہتے ہیں یعنی دو سب سے ملنا وقت دیکھو تیسرے کچھ: چوتھا اعتراض: اللہ کا ذکر تو ہی چاہئے ہر جہاں صبح شام
کی قیادہ کیوں لگنی بالفرد والاصال۔ جواب: اس اعتراض کا جواب بھی تیسری میں گزر گیا کہ یہ دو سب شام سے مراد ہے پیشہ

رب فرماتا: النوا میرضون علیہا غدا و عشیاء مطلب یہ ہے کہ اگرچہ صبح و شام کے وقت نماز مع ہیں مگر ذکر
اسی مع نہیں وہ دن و نواخت میں بھی کر دیا اس وقت کا کر دو سب وقتوں کے ذکر سے افضل ہے کہ اس وقت فرشتے ان و رات
کے سن ہوتے ہیں۔ رب فرماتا: ان قرآن الفجر کالمشہودا

تفسیر صوفیانہ: ذکر غنی جہنم کے لئے بھی معتبر ہے اور حقیقی لوگوں کے لئے بھی اپنے ذکر کو یاد سے بچانے کے لئے بہت
ذکر کرے اور حقیقی ثبوت کی وجہ سے ذکر غنی کرے کہ محبت خالص ہو تو ثبوت ان جاتی ہے ہر عہدہ میں چاہتا کہ صبر سے اپنے

کلام انبیاء میں بندہ جب مولیٰ میں تھا ہو جائے تو اس کی ہر چیز انبیاء سے چھپائی جاتی ہے فرمایا نبی ﷺ نے من عرف الله
مکن لسانہ و عارفہ ہو اس کی زبان کو گئی ہو گئی (کیرا)

حکایت: ایک بزرگ اپنے مہر میں کو چلے کراتے بعد فرماتے اس کے سامنے لفظ کے 99 نام پڑھتے پھر پوچھتے کہ تم ہم پر
تو سہل کی کیفیت ہے بلکہ وہ نام ہم بتا فرماتے اسی نام کو اس میں پکارا اسی کا لایض تھ کہ کوٹہ کا تفسیر کیرا کہ کلام میں آندے
کہ وہ اس کے کسی کی نیت نہ کوہ۔

صفت خود نخواستہ کہہ دو میں قصور باخیال تو اگر چاہے کہ پڑا تو
دب کو دل سے یاد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے قول افضل متعلق خود ذات سے رب کو اسلئے یاد کرے کہ غصہ کے اعلیٰ
پہل کر شریعت کے سانچے میں داخل کر رہے اعلیٰ بن جلیوں خود بند متعلق امیہ سے سو صوفیہ جہ جلا سے ذاکر کی ذات ثنائی
ذات ہو کر باقی بقا ذات ہو جلا سے پہلے کہ لفظ زاری کہے پھر خود دل میں خوف پیدا ہو گا اور بندہ انوار امیہ سے منور ہو جلا سے
کا صبح ازل شام ابد میں ڈالنا نامہ نہ گامہ ڈالنا کہ نہ کو رہ کر سب ایک ہی نظر تو سے کلام اس سے فطرت نہ کہو کہ ڈاکو نہ نور فطرت
تعالیٰ ہی ہے۔ جنہیں رب سے قرب ہے ان میں تکبر و خود غم کو بھی نہیں دیکھا ہیث سر۔ جو رو جتے ہیں وہ نہ کان فصیح سے
ہوتے ہیں۔

نعت تو بس کہ کمر بندگی تاج تو در جہد سرا گندگی

(درج البیان)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ صبح شام لاکر اسی لئے افضل ہے کہ وہ فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے اس آخری آیت پر جہد تلاوت
و انب کہ یہاں مقبولوں کے جہد سے لاکر کہتے ہیں تاکہ مقبولوں کے پاس ذکر لفظ افضل ہے اس ذکر سے جو ان سے ملے وہ ہو کر کیا
جلا سے نماز پناہ امت اسی لئے افضل ہے بزرگوں کے حشرات کے پاس تلاوت نمزہ ذکر لفظ افضل اسی لئے افضل ہے کہ وہاں
بندہ مقبول کا قرب ہے لادخلوا الباب صحتو لوقولوا صلوات

آيَاتُهَا ۱۰ سُوْرَةُ الْاِنْفَالِ هَدِيَّتِكَ ۱۰ اَرْكَوْنَا اَنْفَالَنَا

آیت نور سورت انفال ان سب سے معلیٰ ان کے القامہ و انکام ہم سورہ فاتحہ کے اول میں بیان کر چکے ہیں اس سورہ
کلام انفال ہے کہ اس کے شروع میں لفظ انفال مذکور ہے نیز اس میں انفال یعنی ٹیموں کے انکام بیان ہوئے ہیں یہ سورہ
مذہبے یعنی بعد ہجرت منزل ہوئی اس میں ہجرت میں ہیں لوروس و کوخ ہیں اس کی وہ آیتیں کہ یہ ہیں (۱) واذ یضکر
بک الذین کفروا (۲) یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک کہ یہ آیت حضرت عمر کے ایمان

انے پر نازل ہوئی جن کا سب کا ایمان ہجرت سے کہیں پہلے تھا۔

خیال رہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب خود حضور نبی کریم ﷺ نے ہی تھی سواہ سورہ انفل کے کہ اس کو سورہ اعراف کے بعد سورہ قہ سے پہلے حضرت عثمان غنی نے اپنے اجتہاد سے رکھا یہ آپ کا اجتہاد تھا نیز سورہ قہ کے لول بسم اللہ نہ لکھی یہ بھی حضرت عثمان غنی کا اجتہاد تھا بعض صحابہ خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عثمان غنی سے دو سوال کئے (۱) یہ کہ سورہ اعراف اور سورہ قہ کی قیامت ایک سو سے زائد ہیں اور سورہ انفل کی آیات سے سو سے کم پھر آپ نے یہ چھوٹی سورت ان بڑی سورتوں کے بیچ کیوں رکھی (۲) ہر سورت کے لول آپ نے بسم اللہ لکھی ہے سورہ قہ کے لول کیوں نہ لکھی۔ حضرت عثمان نے اس کی مستویٰ بیان فرمائی۔ جن میں سے لیکھو جو کا نظا امر یہ ہے کہ مجھے اس میں اشتباہ ہو گیا کہ سورہ انفل اور سورہ قہ ایک ہی سورت ہے یا دوسرے سورہ انفل کے مضامین سورہ قہ کے مضامین سے ملنے جلتے ہیں حضور انور نے اس کی ترتیب دی نہیں ان دو سو سے میں نے انفل اور قہ کو کاٹا اور ایک ہونے اور دو ہونے کا نفاذ کرتے ہوئے ہم اللہ اللہ کے مگر سچ میں بسم اللہ نہ لکھی (فقاری شریف، تفسیر روح المعانی اور جلال الدین سیوطی) اس کی تفسیر بحث اس جلد روح المعانی میں آئیگی۔

تعلق اس سورہ اعراف سے چند طرح کا تعلق ہے۔ پہلا تعلق زنجیلی سورت میں اعراف کا ذکر تھا جو جنت و دوزخ کے سواہ ایک عارضی مقام ہو گا اس سورت میں ظلمت یعنی مال نیست کا ذکر ہے جو جہنم کے اصلی مقصود یعنی عذاب مت دین اور جہنم و رضاء الہی کے علاوہ ایک عارضی چیز ہے۔ دوسرا تعلق سورہ اعراف میں اطاعت الہی کا امتثال حکم تھا و امر بالمعروف اس سورت میں احکام الہی کی تفصیل ہے گو تفسیری کا امتثال حکم ہے کہ اب تفصیل فرمائی جا رہی ہے (معانی) تیسرا تعلق سورہ اعراف میں عموماً پچھلے خیال اور ان کی کافر قوموں کا ذکر تھا اس سورت میں حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کی کافر قوم کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق سورہ اعراف میں قرآن مجید کے وہ ن کا ذکر تھا کہ وہ بعد از ہجرت اور رحمت ہے اب اس سورہ میں ان مومنوں کا ذکر ہو گا جو قرآن مجید سے نہ کوٹے مضامین لیتے ہیں۔ انصاف المومنون الذین اذکروا لکم اللعوب جلت قلوبہم گو یاد دینے والے کے بعد لینے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس کی تفسیر سورہ فاتحہ سے پہلے لعمرفی اللہ کی تفسیر کے بعد کی جائیگی یہ پہلا الفا کہہ لو کہ یہ سورہ نفل شریف میں چوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جز ہے اور سورتوں کے شروع میں چوری آیت ہے لام شافی و غیرہ کے ہیں ہر سورۃ کے لول میں نازل ہوئی اس لئے وہ جہی نمازوں میں بسم اللہ بھی اور انہی آواز سے پڑھتے ہیں اہلے نام اعظم کے ہیں صرف ایک سورۃ کے لول میں نازل ہوئی پھر ہر سورت میں تکرر کر ہی گئی اس لئے اہلے ہاں ترلوں میں حافظ کسی ایک سورت میں بسم اللہ اور انہی آواز سے پڑھتا ہے۔ سورہ قہ کے لول میں حضرت عثمان غنی کا بسم اللہ نہ لکھنا سب خلقی کی تائید کرتا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقُوا

سوال کرتے ہیں کہ آپ سے ظہرتوں سے فراغت کو نسبتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں ڈرو اور اللہ سے
اسے سجدہ تم سے ظہرتوں کو روکتے ہیں تم فراغت فریستوں کے مالک اللہ و رسول ہیں تو اللہ سے

اللَّهُ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ

اور مدد میں کرو اور فرمان والی کی اور فرما لیا کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر چہ تم
ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو اور اللہ رسول کا حکم مانو اگر ایمان

مُؤْمِنِينَ ۝

ایمان والے

رکھتے ہو۔

تعلق اس آیت سورہ اعراف کی آخری آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق انجیلی آیات میں مسلمانوں کو عبادت
خصوصاً تسبیح و تہلیل ذکر و گفرنا علم دینا کا مقابل مسلمانوں کی دو سنی دعوات میں انہی تعلق رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے
کیونکہ تقویٰ کے دور میں ایک عبادت دوسرے مسئلہ ایک دکن کا ذکر فرمانے کے بعد دوسرے دکن کا ذکر ہے۔ دوسرا
تعلق انجیلی آیات میں قرآن کریم کے حلقہ اثر کا یہ ہے کہ یہ عبادت ہے رحمت ہے لب قرآن مجید سے فیض لینے کی
شرط کا ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ رسول کی اطاعت کو جسی تم قرآن سے رحمت و رحمت لے سکتے ہو۔ تیسرا تعلق انجیلی آیات
میں دینی عبادت کا ذکر ہو رہا ہے جو ان عبادت کا ذکر ہے ان عبادت کا ذکر ہے کہ جلد سے ہی نماز و غیرہ قائم ہے۔

شکل نزول اس آیت کریمہ کے نزول کے حلقہ چند روایات ہیں (1) فرزند ہار کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے جب مال
قیمت تقسیم فرمایا تو ایسے اٹھ حضرات کو بھی حصہ دیا اور فرزند ہار میں شریک تھے حضور انور کے حکم سے لور و سری خدمت
فرمایا رہے۔ جن میں تین صاحب تھے لوریا بی انصاری جن صاحب تھے حضرت عثمان بن عفان حضرت طلحہ و سیدہ ابن زید
تھے حضرت عثمان و حضور انور کی صاحب لوری رقیہ کی تاداری میں مشغول تھے جو آپ کی نذر چھ تھیں لور تخت بنا چھیں لور
حضرت طلحہ و سیدہ ابن زید کو حضور نے جاسی کے لئے لکھا اور انصاری بی انصاری جو لہبہ مروان ابن عبدالمزید عالم عبادت
ان صاحب عبادت ابن عمر انور ابن زید تھے جو حضور انور کے علم و تعلق و یونیوں میں ماسور تھے بعض حاضرین ہار نے
سوچا کہ جب یہ حضرات ہار میں شریک نہیں ہوئے تو انہیں قیمت میں حصہ کیلئے دیا گیا اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
(کبیر 2) ہار کی قیمت کے حلقہ متکرم ہار میں لٹکوا ہوئی کہ یہ سب دینی جلاہ صرف ماجرین کو یا صرف انصار کو یا دونوں کو
تہیہ آیت کریمہ نازل ہوئی لہذا کہ مخالفان 3X ہار میں ہار میں حضرات تو جلاہ میں مشغول رہے ہار میں حضرات ان کی پشت ہار
بن کر بیچے رہے جو ہار کے جلاہ میں ہار آئے تقسیم قیمت کے وقت جلاہ بن لے لیا کہ صرف ہم کو لکھی جاہت کہ جلاہ ہم لے لیا

ہے بڑھوں نے کہا کہ ہم بھی حقدار ہیں کہ ہم تمہارے پشت و پیٹھ سے وقت پرست نہ ہم تمہارے کام آتے تیب یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر خازن) (4) ہر میں حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کسی کافر کو مارے گا تو مقبول اسلماں قاتل کو دیا جائے گا۔ اس کا گھوڑا اور ڈاؤن چیرہ تقسیم قیمت کے وقت۔ اس کے متعلق صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ سلب یعنی مقبول کابل قیمت میں شامل کیا جاوے یا صرف قاتل کو دیا جاوے تیب یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عمرو انصاری اور سعد بن معاذ انصاری میں اختلاف ہوا تیب یہ آیت نازل ہوئی (خازن) (5) آنگار کے بعض مال پر چلو مسلمانوں کے قہر میں آجائے تھے جیسے جی قرند لوہی خیر کے متروکہ بل چائیہ اور ان کے متعلق صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ ان کی تقسیم کیے ہو یہ مال قیمت ہے یا نہیں اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی یہ قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے (تفسیر کبیر) (6) مال قیمت میں پانچوں حصہ حضور ﷺ کا ہو آقا چار حصہ چاہدین غازیوں کے اس فہم کے متعلق گفتگو ہوئی کہ یہ کہاں خرچ کیا جاوے تیب یہ آیت نازل ہوئی یہ قول صحابہ کا ہے (تفسیر کبیر) یہ روایات خیال میں رہیں انہی کے مطابق آیت کی تفسیریں ہوں گی۔

تفسیر یسنلو نکمن الانفال یسنلو نکمن سوال سے سوال کے معنی یا آنگار ہی ہیں یہ جہنمی سپاس کے لہجہ میں آئے تو۔ معنی یہ جتنا ہو آتے وہی معنی یہاں مراد ہیں اس کا اعلیٰ اصحاب بدر ہیں جن کے یہ جہنمی یہ آیت نازل ہوئی۔ انفال جن پہ لفظ کی معنی زائد ہے اور اسی لئے بعض عبادت کو لفظ کہتے ہیں کہ وہ فرائض سے زیادہ ہیں پوسٹ کو لفظ کہا گیا ہے کہ وہ سب سے زائد اولاد رب فرماتا **ويعقوبنا فلفته** ہم نے اپرا ہم علیہ السلام کو یکتوب بخش ان کی طلب سے زائد کہنے کہ انہوں نے صرف چلانا کا تھا ہم نے یہ باہمی دیا یہاں لفظ سے مراد یا تو قیمت کابل ہے جو جواوش کنارے جہنم جیٹا جاوے کیونکہ وہی مقصد جواوش زائد ہونے سے مراد صرف ٹوٹا ہونے کے لئے جواوش کہہ دیا ہے یہاں اسے رب نے طاروہ دیا یا اس سے مراد وہ زائد حصہ جو لہم بطور نعم مقرر فرمادے کہ جو شخص اس قطعہ میں پہلے داخل ہوا اسے سر کرے اسے ہم اتنی قیمت دیا کہ اس کے مراد وہ فہم معنی قیمت کا پانچوں حصہ ہے جو حضور ﷺ کے لئے خاص ہو آقا چار حصہ کا شان نزول کی تعلق روایات سے معلوم ہوتا ہے قوی یہ ہے کہ قیمت کابل مراد ہے اکثر مشرین کا یہی خیال ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی یہ ترسہ کیا۔ خیال رہے کہ مال قیمت اور قریبی کا گوشت صرف مسلمانوں کے لئے حلال کیا گیا۔ کچھلی استخوان کے لئے حرام تھا انہیں حکم تھا کہ یہ سارا مال پھاڑ کر دو نہیں آگ تھی کسی اسے جلا جاتی تھی یہ جلا اقول کی ملامت تھی اس وجہ سے بھی قیمت کو لفظ کہا جائے یعنی ہمارے لئے زائد علیہ یعنی ا۔ محبوب طاروہ ان بدر آپ سے قیمت یا فہم یا سلب یا انکار کے متروکہ بل یا ان کی متروکہ جانہ لو کے متعلق پوچھتے ہیں۔ صحابہ نے اس آیت سے معنی یہ کہتے ہیں کہ لوگ آپ سے قیمتوں میں حصہ لیتے ہیں ان کے نزدیک من معنی من ہے اور سوال کے معنی ہیں یا آنگار یہ قول قوی نہیں (تفسیر خازن) **اقول لا نغال لله والرسول** یہ ان حضرات صحابہ کے سوال طاروہ ہے اس فرمان مانی کی وہ تفسیریں ہیں ایک یہ کہ **لله** میں ملامت ملتی ہے لہذا کافر پر کت کے لئے ہے تو معنی یہ ہے کہ قیمت حضور و انور کی ملک ہے اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اس کی مائتہ آیت **بواعلموا انما لغتم من من شرفان لله** ختمہ اس لئے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ بھی باوجود ہے بل قیمت کا جواوش کے حکم کی کچھلی استخوان میں مل قیمت جاوے یا آقا منسوخ اس نے

کہ آپ ہمارے پیغمبر ہیں، ہوں گے ایک شخص حضور پیکار کلمہ سے ہے کہ افضل سے مراد ہے نبیوں کا حکم پھر اللہ کی کست کے لئے فرمایا گیا اور جتنی ہیں کہ قیمت کے مالوں کا حکم رسول اللہ کے اختیار میں ہے کوئی جہتہ قیاس سے اس کا حکم نہ۔۔۔ تیسرے یہ کہ افضل سے مراد ہے قیمت کا حق اور امام ملکیت کا ہے یعنی قیمت کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے حضور اس کے مالک ہیں چوتھے یہ کہ افضل سے مراد ہے بل سلب الایمان مقرر کردہ اور معنی یہ ہیں کہ اس کا اختیار اللہ رسول کو ہے جب چاہیں ہٹا سکتے ہیں مقرر فرمایا پانچویں یہ کہ افضل سے مراد ہے کنار کفار کو کہ بل من کی حثرت کو چاہے اور جو بغیر جنگ مسلمانوں کو بل بائیں ان صورتوں میں یہ آیت حکم ہے (تفسیر روح البیان) بخاندانِ نبویہ وغیرہ اس صورت میں آیت **وَالْعُلَمَاءُ وَالْمَسْكِينُ** اس آیت نامیوں سے خارج نہیں۔ **فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَوْلَىٰ سَائِبِ الْمَرْءِ وَالْغَافِلِينَ** ہے اور یہ عبارت ایک پوشیدہ شرط کی ہے یعنی جب اس کا حکم اللہ رسول کے ہوتے تو تم لوگ انہیں میں نہ جھگڑو لہذا سے خود اس کے رسول کے حکم پر راضی ہو جاؤ اور اپنے آپ کے معاملات کی اصلاح کرو۔ اس طرح اس اصلاح سے معنی درست کرنا غرضی اور کثرت مہنت سے خود کا معنی اور اصل میں ثابت تھوڑا لطف بن گیا ہیں سے مراد ہیں وہ معاملات جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں انہیں کے معاملات جیسے دل کے معاملات کو ذات الصدور تہ والی چیزوں کو ذات باہر کہتے ہیں یعنی انہیں کے معاملات کی اصلاح درست کرنا میں بخوبی رکھو اس بل کے متعلق آپس میں لڑو جھگڑو نہیں **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ** یہ خاص ہے امام کا لطف ہے کہ آپس میں لڑنا نہیں، بل بھی اللہ رسول کا حکم ہے اطاعت خدا اور رسول میں یہ بھی داخل ہے۔ اطاعت کے معنی اور اطاعت و عبادت میں اور اطاعت و اطاعت میں نہیں فرق ہوا ایمان ہو چکے ہیں یہاں اتنا کچھ کہہ لو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح حضور ﷺ کی اطاعت معنی اطاعت بر مومن ہے لہذا ہے رسول کی نسبت رب کی طرف ہے یعنی انہیں کی اطاعتی طرف ہوئی ہے یعنی اللہ کے رسول کی طرف یعنی اللہ سے بیعت لینے والے رسول۔ ہمارے رسول یعنی ہم کو بیعت دینے والے اللہ کی عہدیں پہنچانے والے رسول ان **كُنْتُمْ مَوْمِنِينَ** اس شرط کا متعلق گزشتہ تینوں سکھوں سے ہے تقویٰ اصلاح اور اطاعت یعنی اگر تم مومن کمال ہو تو اللہ سے خود بھی آپس میں میل نہ مل بھی رکھو اور اللہ رسول کی فرمائش داری بھی کرو کہ یہ چیزیں نقصان ایمان بھی ہیں اور مومن کمال ہونے کی نشانی ہیں۔

خلاصہ تفسیر: یہی تفسیر ہے معلوم ہوا کہ اس آیت کے کہہ کی چھ تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک قوی اور صحیح تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کے بھی مطابق ہے۔ اسے محبوب ﷺ مجاہدینا پد اسلام کے پہلے بڑی آپ سے نبیوں کے متعلق پوچھتے ہیں کہ ان کا حکم کیا ہے کہ پھر رسول ﷺ جواب دہ اور یہ قیمت پہلی قیمت ہے اس لئے یہ ان کے حکام سے ہائیکل ہے خبریں آپ نبیوں میں اور اللہ فرمادہ کہ **مَنْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَاءَ مَا يَحْكُمُ بِهِمْ رَبُّهُمْ ذَاتَ الْحَبْلِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ** راست وہی بیان فرمائیں گے کسی کی رائے کسی کے قیاس کو ان میں دخل نہیں وہ جس طرح تقسیم کریں جنت جہنم میں شریک نہ ہوں گے اور ان کو حصہ دیں تو انہیں اقتدار ہے جہنم میں سے بعض کو بعض سے خود دوسرے سب یا ان کی عقل میں تو وہ اختیار ہیں تم پانچواں وجہ ان کے حکم پر مراد اور اگر تم مومن کمال ہو تو تمیں حکم کو اللہ سے خود کسی کی طرف سے دل میں میل نہ رکھو ہر مسلمان کی طرف سے دل صاف رکھو ہر حال اللہ رسول کی فرمائش داری کو تمہارا یہ عمل تمہارا ایمان

ہوں گی اور جو اس خاندان میں جہاد میں شریک ہوئے ان کے صلوات کا ثواب اور نیت کا حصہ برابر ہے۔

پہلا اعتراض اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور پیغمبر کے فیصلے سے ناراض ہوتے تھے۔ دیکھو حضور نے غزوات میں صلوات کو نیت کا برابر کا حصہ دیا تو صحابہ ناراض ہوئے اور حضور کے فیصلے سے ناراضی ظاہر ہے (روافض)۔ جو اسباب اس اعتراض کے درجہ اب میں لیکے لڑائی اور سزا حقیقی کا ثواب لڑائی تو ہے کہ رب تعالیٰ نے فرشتوں کو فریاد میں **جامل فی الارض خلیفۃ ہم** زمین میں اپنا نائب خلیفہ بنانے والے ہیں تو فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا اور اپنا متعلق بیان کیا اور رب پر اعتراض کفر ہے۔ جو اب حقیقی یہ ہے کہ وہاں لوگ یہاں ہوں تو اس اعتراض کا جواب فرمایا کہ اس عمل کی نکتہ پر چھٹا حضور فرمایا ہے رب تعالیٰ نے فرمایا **و یستلونک** کہ آپ سے پوچھتے ہیں یہ نہ فرمایا کہ آپ پر اعتراض کرتے ہیں نہ انہیں تو یہ کہ انہیں وہاں دوبارہ ظہر پر نہ کرتے ہیں لیکن **قد و سراً** اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس نیت صرف اللہ رسول کا ہے کسی اور میں لڑائی نہیں **الانفال للہ والرسول** ملائکہ وہ تو ملائکہ میں تقسیم ہوتی ہے۔ جو اسباب اس کا جواب ابھی خمیر سے معلوم ہو گیا کہ اگر عقل سے مراد کفر کی حیرت کہ چاہیے لیا علیہا علی بنی ہاشم ہے تبت آیت پر کوئی اعتراض نہیں لور اگر اس سے مراد نیت ہے تو ممکن ہے ہیں کہ ان میں علم اللہ رسول کہتے ہو جائیں علم ہدی کسی کو قیاس وغیرہ کرنے کا حق نہیں لہذا میں امام کلیت لاشئ بلکہ امتیاز ہے۔ تیسرا اعتراض اس آیت کریمہ سے مبہم ہوا کہ قاصق کا ذکر اور کینہ در آدمی دو من نہیں لارہ ہے ترک اطاعت لیکن مطابقت ہے کیونکہ یہاں لیکن کون صلوات پر معلق آیا یا کہ ارشاد ہوا **انکم متم مؤمنین** جب سو قاف علیہ نہ رہا تو سو قاف بھی نہ رہا جب اطاعت نہ رہی تو لیکن بھی نہ رہا نیت جب پست نہ رہی تو پست کی معلق چیزیں بھی نہ رہیں اظہیر کہیں کہ جو اسباب اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک انشاء بانی حقیقی جو اب لڑائی تو ہے کہ رب تعالیٰ نے لنگہ کبیرہ کرنے والوں کو مومن فرمایا اور سزا جو اسباب ہے کہ یہاں ان اہل کو ایمان پر معلق کیا ہے نہ کہ لیکن کو کبیرہ اور اہل **انکم متم مؤمنین** شرط ہے وہ اہل جزا اور جزا شرط پر معلق ہوتی ہے نہ کہ برعکس تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اہل ایمان مراد ہے تو ان اہل کا نہ کرنے والا کمال مومن نہیں۔ چوتھا اعتراض **انتم ہی** اللہ رسول کی اطاعت دونوں کی مطلق ہر سارے انسانوں کی کرنی چاہئے ہر مومن کی شرط کیوں نکلی۔ جو اسباب اس لئے کہ ان اہل کا ثواب صرف مومن لوٹے لارہ کوئی کا لڑ لیکن تو نہ لئے خوف اللہ کا دعویٰ کرے دل صاف رکھے حضور کے دست ارشاد علیہ پر عمل کرے وہ ثواب کا مستحق نہیں لہذا آیت واضح ہے۔

تفسیر صوفیائے مومن کی زندگی و اہل سبھی کو باہم اہل ہیں، رب کی طرف سے ہمارے اختلاف کے بغیر ہے ہیں اہل مومن وہ ہے جس کے افعال میں لاشئ **انکم متم مؤمنین** رسول کے لئے ہوں والے تو اللہ کے لئے لکھے تو اللہ رسول کے لئے اہل ہے یہ

لب تو میرے ہیں طرف پر کرم ہے تمرا انگلیں میری ہیں پر حق میں حکم ہے تمرا
تقویٰ اختیار کرو یعنی غیرت سے بچ کر مومن رہنا ایمان ہی یہ صد لودہ سری علی علیہ السلام سے دل کو صاف دیکھو کہ یہ چیزیں تو
لیکن کو دل میں نہیں آتے ہیں اگر تم حقیقی مومن ہو کہ تمہارا ایمان اللہ کے ان مومنوں کی فرست میں آیا ہے تو اللہ رسول

لے اٹھا پڑا تو چراغوں کو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نیچے راست کے سچے چل بھول دشمن سے بلی ہوئی بڑی زندگی کی دلیل ہیں اور یہی ظاہری تقویٰ کا ثمر ہے اور رسولِ الٰہی میں چھپے ہوئے ایمان کی دلیل ہے۔ لہذا ان کے متفقہ مؤمنین فرماتے ہیں کہ حق ہے اللہ نے حضورِ خود کو یہ وقت و قدرت بخشی ہے کہ حضرت مکی فتنے کے لئے مدینہ کو بدر لے جائیں اور اپنے ہاتھ کے ذریعہ نہ اٹھاتے رہیں کہ خود فرما دیں کہ یہ میرا ہاتھ مکی کا ہاتھ ہے اور رب کے کہ محبوب تر ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ فَيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ مَن يَشَاءُ** اور ان میں سے کبھی مٹا آئے۔

مٹا دو صیغے میں کو مٹا۔ نکالو۔ بختم سے یہ سفید

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَيَّتْ

اس کے سوا نہیں کہہ سکتے وہ ہیں کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ کا تو ذرا نہیں دل ان کے اور جب تکلیف کی جاوے

ایمان داوے وہ ہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جاوے ان کے دل ڈر جاویں اور سہانہ پر کسی کی آغوش پر بھی

عَلَيْهِمْ آيَةٌ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ سَرَائِرِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۗ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ

ان پر آئیں اس کی تو بڑھادی ایمان ہی کے اور وہ اپنے ہی توکل کریں وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں

جاویں ان سوا ایمان توڑتی پائے اور اپنے رب سے بھروسہ کر لیں وہ جو نہ تو قائم رکھیں

الصَّلَاةَ وَيَمَازِرُقَتَهُمْ يَنْفِقُونَ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

نماز کو اور اس میں سے جو دیا ہو نہ نہیں خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں ایمان والے ہے ان ہی کے

اور ہمارے دینے سے کچھ باری راہ میں خرچ کریں۔ یہی ہے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے

لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۗ

دائے ہیں وہ بے شک ایک رب کے ان کے اور بخشش اور روزی کریمت والی

ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور رحمت کی روزی

معلق۔ ان آیات اور کاجبیل آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق کاجبیل آیات میں مسلمانوں کو علم پایا کہ کسی کی طرف سے ال میں میل نہ رہو واصلحوافقت میں تم اس لاتیہ ہیں اور ہاتھ کہ پھر تمہارا ال میں خوف الٰہی حیرت میں پیدا ہوں کہ وہ ایمان کی روح ہے۔ **وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ** سراسر تعلق کاجبیل آیت کریمہ میں ان رسول کی

طاعت کا اتنی حکم دیا گیا اب اس نفل کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے۔ **الذین یقیمون الصلوٰۃ** کچھ آیت میں ایمان کی ظاہری علامت ارشاد ہوئیں۔ تنزیہ انہیں کامل ہونے کی علامت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل حقیقت ظاہر کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

تفسیر: انہما المؤمنون انما صر کے لیے ہے المؤمنون سے مراد کامل مومن ہیں، ہم ایمان کی حقیقت چھتے پارہ کے شروع میں عرض کر چکے ہیں۔ **یوریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ** کی تفسیر میں اگرچہ قریشے نور بعض جنت بھی مومن ہیں مگر قرآن مجید میں جب مومن مطلق آئے تو اس سے مراد انسان مومن ہوتے ہیں وہ خدا کی طرف سے مولا ہیں نماز میں قائم کرنا، ذکر و دعا، انسان مومنوں کی ہی صفات ہیں **الذین انما ذکر اللہ و جعلت قلوبہم**۔ عبارت آکدہ سے مل کر **المؤمنون** کی خبر سے ظاہر ہے کہ **فکر اللہ** سے مراد اللہ کی ذات و صفات کا ذکر ہے، بعض نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کس کا ذکر مراد ہے مگر سلا قول قوی ہے کہ اللہ کے معنی اس کے اقسام و انکسار بہرہ و سرنے پارہ **فان ذکر و نسی ان ذکر کم** کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ **انما مومنوت** کے لیے ہے۔ معنی جب بھی خوف مشیت تنزیہی اور وہ عمل قریب معنی میں مکر آئے۔ **وجل**۔ معنی ڈرتا ہے، خوف انکسار کے ذکر کو بولا جاتا ہے یہی معنی مراد ہیں۔ شاعر لکھتا ہے۔

لعمركم ما اتى وانى لا وجل على اينما تعدوا الميتة اولى (۱۰)

قلوبہم ہم کا روح مومنین ہیں ان میں اولیاء کثیرہ اور اولیاء اختیار سب ہی شامل ہیں کہ رب کی صفت سب سے ہی ہوں میں ہے بلکہ جس قدر ایمان قوی اسی قدر صفت بھی زیادہ **وانما تلک علیہم ایما تعزادہم ایماناً**۔ یہ مومنین ایمان کی وہ سری صفت ہے یہی مومنوں کا خاصہ ہے۔ معنی جب کبھی آیات سے مراد قرآنی آیتیں ہیں جیسا کہ تفسیر میں حالات مابعد ہے خواہ کچھ میں آستان آستان ایمان کی زیادتی سے مراد مقدار کی زیادتی نہیں کہ ایمان میں مقدار کی زیادتی کی نہیں ہوتی بلکہ کیفیت کی زیادتی مراد ہے علم الحقین، عین الحقین، معنی الحقین یہ مرتبے ہیں جن میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ طلب ہے کہ آیات شامل ہوتی رہتی ہیں یہ ان کی تفسیر میں کرتے رہتے ہیں معنی صفت ہے کہ زیادتی ایمان کی زیادتی سے **وعلى ذہم** **یتوکلون**۔ مومنوں کی تیسری صفت ہے **على ذہم** کہ **یتوکلون**۔ مقدم کرنے سے صبر کا تقاضا حاصل ہوا ہے۔ نفل کے معنی اس کے اقسام یا درجہ بیان ہو چکے کہ نفل وہ قسم کا ہے اسباب اور درجہ اسباب والا اسباب لے لے نفل کہوں بیان کیا جاتا ہے۔

گر توکل نی کنی، ہر غار میں کسب کن جس علیہ ہر ہمار کن
یعنی دو لوگ آپ رب پر ہی توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔ **الذین یقیمون الصلوٰۃ** یہ مومنوں کی پوری صفت ہے کچھ تین صفتیں ہوں گی جس سے صفت جسم کی ہیں نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے میں فرق ہم پہنچا دینے میں **یقیمون الصلوٰۃ** کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں نماز پیش پڑھنا، صبح پڑھنا، وقت پڑھنا، نفل کا پڑھنا، یہ نفل قائم کرنا، اللہ تعالیٰ کے **ومما** **رزقہم یمسکون**۔ مومنوں کی پانچویں صفت ہے اس کی تفسیر بھی پہلے پارہ میں اس آیت کے تحت ہے چنانچہ لفظ **تمسکون** دس تو ہر روز میں سے لفظ لی رولیں شرح کرے صرف اللہ کی ہی ذکوۃ پر کفایت نہ کرے بلکہ صرف ایک دو پارہ پر قاعدتاً

کرت بلکہ پیش فرج کرتے ایک جگہ میں فرج نہ کرنے بلکہ ہر جگہ ہر لمحے تمام پر فرج کرتا ہے ہر جگہ دانہ دانہ مطوم کون دانہ کب آگ جلائے اس لئے اسلام نے صرفہ ذکر کو نہ رکھی بلکہ اس کے ساتھ اور صدقات بھی جاری فرمائے اسی ایک جملہ میں یہ تمام باتیں بیان فرمادیں **اولئک ہم المؤمنون حقا** جن میں یہ پانچ صفات ہوں جو پچھ سو میں ہیں جن کے سنی ہیں در حقیقت باسچے پاسکے یا مشہورہ تینوں سنی اور سنی ہیں یعنی یہ لوگ ہی در حقیقت مومن ہیں یا یہی لوگ سچے مومن ہیں حقا کے نصب میں بہت اہمیت ہے یا مومنوں کا عمل ہے یا اللہ پر شہدہ کا منقول مطلق صحیحہ رب فرمایا **اولئک ہم الکفارون** حقا بن کے تین اقسام بیان ہو رہے ہیں۔ **لہم جدد جہات مندوبہم** اس فرمانِ عظیم میں لہم کو مقدم فرمائے سے صبر کا تذکرہ اور درجہات مع درجہ کی معنی میں درجہ کے دو معنی ہیں میٹھی اور حضرت و طبقہ جب۔ معنی میٹھی اور تو اس کی معنی درجہ و درجہ فعل آئی ہے اور جب معنی حضرت و طبقہ ہو تو اس کی معنی درجہ آئی ہے یہاں۔ معنی قریب و خزانہ ہے (دو) (پہلے) حضرت سے مراد قریب کا معنی نہیں بلکہ قریب دینی ہے یا تو اس سے مراد حضرت کے طبقے ہیں جو عہد قیامت میں گے یا دنیا میں اعلیٰ مرتبہ اور سب مراد ہیں فرمایا میں نے لکھا ہے کہ حضرت کے سوا درجہات ہیں ہر درجہوں کے درمیان واسطہ لکھا ہے جتنا آسمان زمین کے درمیان واسطہ ہے اور جہات کو رب کی طرف نسبت فرمائیں کی عزت افزائی کے لئے ہے اور یہ بتانے کے لئے کہ ان کو ان درجہات کا نتیجہ بھی ہے کہ رب کو حمد ہے (دو) (الصلی) **ومغفر اور ذق حکم** یہ عبارت مطوف ہے اور جہات پر اور دو سرے اور تمام اس میں ذکر ہے مغفرت سے مراد ہے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی مغفرت کی بخشش اور روزی کریم سے مراد ہے جنت یا جنت کی نعمتیں عظمیٰ میں ہر عملِ طریف کو کریم کہتے ہیں (دو) (الصلی) اور ہو سکتا ہے کہ روزی کریم سے مراد ہونا میں حلال شہدہ روزی یا ایک عمل کی تکمیل کہ یہ بھی دو معنی روزی ہے سہا اس عبارت کے بہت معانی ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے کمال و کامیاب مومنوں کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں جن دو معنی اور جنتی اور دو معنی اور ان کے تین خصوصیات نام بیان کئے چنانچہ فرمایا کہ پیارے کمال فعل تقدیر مومن وہ ہیں جن کا عمل یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاوے تو وہ اس طرح کہ دو سراخصائیں انہیں ذکر شانے پاس اس طرح کہ وہ رسولوں کو سلام دیا اس طرح کہ خود اپنے دل یا زبان سے ذکر لکھ کریں اور ان کے دل بیت امنی اور جلال کی رہائی سے ڈر جائیں اور جب ان کے سامنے آیت آئے یعنی قرآن مجید کی تلاوت کوئی کہنے اور ان کی کیفیت ایمان میں ترقی ہو جاوے ایمان مکمل ہو جاوے اور وہ حضرات ہمیشہ صرف اپنے رب پر ہی مکتوسہ کرتے ہیں، کبھی اسباب پر عمل کر کے اور کبھی اسباب سے بھی بے نیاز ہو کر ان کا مستقلی حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ صحیح طور پر دل نہا کر یہ وقت نماز کو لکھتے ہیں اور ہماری ہر وہی ہوائی موذی سے ہماری اور لوگوں شرع کرتے رہتے ہیں جن پانچ صفات سے موصوف ہیں اور در حقیقت ہے کہ کھٹس مومن ہیں انہیں رب کے ہاں درجہ کی طلب ان سے تمام گناہوں کی بخشش کا وعدہ ہے اور ان کے لئے یہ آخرت میں عزت کی روزی ہے۔

حکایت: کسی نے فرمایا حسن بصری سے پوچھا کہ کیا آپ مومن ہیں آپ نے جواب دیا کہ ایمان دو طرح کا ہے ایک تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں انہوں رسولوں انصاف کو ہمیں معنی سے میں مومن ہوں دو سرا وہ ایمان تو اس آیت میں مذکور ہے **لما نکر اللہ و جلت قلوبہم** مجھے پتہ نہیں کہ میں اس ایمان سے موصوف ہوں یا نہیں (تفسیر کبیر) یہ ہے حوف

الہی۔

فائدہ سے بہت زیادہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ بلند تہذیب کی نسبت اور جہاں گہروں سے دولت حاصل کیا ہے اس قدر ایمان قوی ایسا ہے کہ وہ زیادہ فائدہ و جنت قلبیہم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ اگرچہ مومن کو ہر وقت ہی خوف خدا رہتا ہے مگر کبھی اضطراب کا لہر نہ آئے کہ اس وقت میں خوف کا ظہور ہو تب ظہور اللہ تعالیٰ ستار میں تو آواز ہر وقت ہے زیادہ میں "واذہری بے مگر اضطراب یا سوئی لگانے پر اس آواز کا ظہور ہوتا ہے یہ فائدہ **انفاذ ذکر اللہ** سے حاصل ہوا اس لئے ذکر اللہ کی بہت تاکید ہے۔ تیسرا فائدہ اللہ کی یہ قدرت اور خوف و جلال دنیا سے بے خوفی اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے، کیوں کہ اللہ جل و علا **وجلت قلوبہم** محمد سرنی بلکہ لوگوں کے **لا خوف علیہم** اور ارشاد ہے **الابذکر اللہ تطمئن القلوب** جس سے آخرت کی بے گینی دنیا کیوں ہے آخرت کا فائدہ دنیا کی خوشی سے۔

فی صیب منی ملی قریبی کہ ہر درج و غلش یہ شہدی و خوشی

چوتھا فائدہ: قرآن مجید خود پر صاف بھی اچھا ہے اور دوسرے سے پر حوا کر سنا بھی اچھا ہے یہ فائدہ **واذلت علیہم** سے حاصل ہوا حضور ﷺ نے حضرت علیؑ کو کعب سے فرمایا کہ مجھے رب نے علم دیا کہ تم سے قرآن مجید پر حوا کر سنا اس پر حضرت علیؑ روز پڑے کہ رب نے میرا نام ایسا رکھا ہے کہ حضور انورؐ سے قرآن مجید پر حوا کر سنا اور اس آیت کریمہ **روسو جنتنا بک علی ہذا شہیدا** قرآن سنا سنا بہترین مشق ہے پانچواں فائدہ: ایمان میں زیادتی کی ہوئی ہے یہ فائدہ **واذتہم ایمانا** سے حاصل ہوا مگر یہ زیادتی کیفیت ایمان میں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ میں اپنی کوئی آماجگاہ، مسکن نہیں ملا۔ مسکن پر نہ مسکن ہیں مگر کوئی ناقص مومن ہے کوئی کامل اہل حضرت تقدس روانے یا نہ یا نہ ایمان ہوں مسکن گرہہ ناقص ہی کسی اس لئے **ما بیت جانی فی ہر** سے تم میں ہرگز قائم نہیں پانچواں فائدہ: مومن اگرچہ اسباب اختیار کرتا ہے مگر توکل صرف خالق اسباب ہی کرتا ہے یہ فائدہ **علی وہبہم یتوکلون** سے حاصل ہوا اور سری بلند فرمان ہے **خذوا حذرکم ساتھا** فائدہ: مومن کسی روز میں بھیج کر اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ اہل عمل ساتھ کمال ایمان کا ذریعہ ہیں یہ فائدہ **الذین یقیمون الصلوٰۃ** سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: مشق و محبت میں ہی خوف و خشیت والا ایمان پختہ ہے اور فقہاء اللہ لا زوال صرف اللہ تعالیٰ اور ایمان ہوا ان صفات سے خالی ہو وہ خطرہ میں ہے یہ فائدہ **ہم المؤمنون حقا** سے حاصل ہوا جبکہ حق کے معنی ہوں پختہ مشروط۔

فائدہ: **ہما رزقہم یتفقون** سے پانچواں فائدہ سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا پختہ ہے کہ وہ سب کا حلال بل غنیمت کہ نہ کہ حرام بعض اہل خیرت کہ نہ کہ کل ہر کام خیر میں خرچ کرے صرف کوئی پر قاعدت نہ کرے خیرت بڑھ کر نہ کہ پر ایک بار پر قاعدت نہ کرے ہم اس کی تفصیل یا عالم کے شروع میں اسی آیت کے تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ چودھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو دنیا میں بھی درجت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی۔ ان درجت کی عظمت وہی جانتے ہیں فائدہ اور جہاں کی جنت اس کے عہد ہونے اور مطلق ہونے سے حاصل ہوا کیونکہ خیر پر چند حواں فائدہ ان تعالیٰ اپنے مشرکوں کو عزت کی روزنی عطا فرماتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی یہ فائدہ روزی کریم سے حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

پہلا اعتراض اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کے دل ڈر جاتے ہیں مگر دوسری آیت ارشاد ہوا
 ﴿لَا يَخَافُ الَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کفار کے دل نہیں ڈرتے۔ جو اس آیت سے

اعتراض کے دو جواب ہیں ایک جلالانہ اور دوسرا حقانہ۔ جواب صوفیانہ۔ جواب صوفیانہ تو ہم تفسیر صوفیانہ میں عرض کریں گے جواب جلالانہ یہ ہے
 کہ اللہ کے ذکر سے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے مگر دنیاوی تکالیف سے اس وقت تک حاصل ہوتا ہے جب تک اللہ سے خوف
 دنیا سے بے خوفی نکالیے۔ اس آیت میں دنیاوی امور میں اس دور ایمان مراد ہے اور اس آیت میں اللہ کا خوف مراد۔ دوسرا
 اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے مومنوں کو خوف حاصل ہوتا ہے مگر دوسری آیت میں ہے ﴿لَا خَوْفٌ
 عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ اللہ والوں کو نہ خوف ہے نہ غم و فوں آتوں میں تعارض ہے۔ جو اس آیت میں اعتراض کا جواب
 پہلے اعتراض کے جواب سے حاصل ہوا کہ اللہ والوں کو اللہ کا خوف ہوتا ہے انہیں دنیاوی اور دنیوی امور کا خوف نہیں ہوتا اللہ کا
 خوف غیر خدا کے خوف سے نہایت نکالیے۔ تیسرا اعتراض مگر موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے اور طوبیٰ سے اور
 ہوا کہ انہوں نے عرض کیا ﴿وَمَا نَحْنُ بِالْعَالِمِينَ﴾ یعنی اللہ والے ہی جی تھے اور اللہ کے ذکر ہی۔ جو اس آیت
 خوف ایذا کا کہ خوف اللہ سے اس کی نہیں تحقیق ہماری کتب شان صیبا الرحمن کے تفسیر میں ملاحظہ کرو۔
 چوتھا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت قرآن سے مومن کے ایمان بڑھا دیا جاتا ہے مگر علمائین فرماتے ہیں کہ
 ایمان میں زیادتی کی نہیں ہوتی وہ تو ایک بیجا چیز ہے چنانچہ تیسرا جواب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں صیدنا ابو ہریرہ سے روایت
 کی کہ نبی تعریف کلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر اہل بیت رسول اللہ ﷺ میں زیادتی کی ہوتی ہے فرمایا میں ایمان
 طے میں کھل ہی آتا ہے تصدق ایمان کلمہ ہے آیت حدیث میں تعارض ہے (درج العالی) جو اس آیت میں اللہ کا جواب بھی تفسیر
 میں گزر گیا کہ ایمان مقدار میں نہیں زیادہ کم ہو سکتا کوئی نقص کو علیا یا سو مومن نہیں ہوتا اس سے قرآن کا سکر بھی پرور کا ہے
 اور ایک آیت کا سکر بھی پرور کا ہے۔

پہلی کیفیت میں زیادتی کی ہوتی ہے ایمان نام ہے اللہ رسول پر یقین کا اور یقین کی مرتبہ ہیں علم یقین میں یقین
 حق یقین اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ مجھے مومنہ زندقہ کر کے دکھانے فرمایا کیا شمار اس پر ایمان
 نہیں تو فرمایا بلیٰ و لکن لی مطمئن قلبی پہلی کیفیت ایمان کی زیادتی مراد ہے لہذا کوئی نہیں کہ سزا میرا ایمان ہی یا
 جزا کے ایمان کی طرح یا اس کی برتری فرمایا نہیں چھوڑنے کو اگر سزا سے نہیں ڈرتوں تو ایمان ہو کر کے ایمان سے ڈرا ہونے تو
 ابو بکر کا ایمان دینی ہو گا تفسیر (بیر) یعنی حضرت صدیق کی معرفت ایہ بت قوی ہے۔ چنانچہ اول اعتراض اس آیت سے
 معلوم ہوا کہ رسول کو صرف رب تعالیٰ ہی بخود سر لہا ہے تو یوں نہیں کہ دو تئوں پر بنا ہرگز نہ چاہئے کہ یہ توکل علی
 اللہ کے خلاف ہے۔ جو اس آیت سے کہ جواب ہیں جواب الہی تو یہ ہے کہ ہر کس کو بھی پہلی قرآن ہی منظوریت میں
 حکیموں ایمانوں کے پاس نہ جانا چاہئے۔

دوسری آیت سے کہ ان کے دو تئوں پر خود رب بھی رہا ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ تَعِيرًا﴾
 اور اس آیت سے کہ ان کے دو تئوں پر خود رب بھی رہا ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ تَعِيرًا﴾

یہ ہے کہ ہمیں ولیوں کے آستانے خدا تعالیٰ کا دروازہ ہیں جن کے پاس جہانِ خدا تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

ہر کہ خلوہ ہم لشقی با خدا لوشیند در حضور اولیاء

چوں شدی در راز حضور اولیاء گل چمنی دامن در حشقی از خدا

ظاہر ہے کہ تو دل دو طرح ہے۔ ترک اسباب و آثار کوئی کرنا ہے کبھی کبھی حضورِ حقیر سید المرسلین بھی فرماتے تھے حضور نے اسباب اختیار فرمائے۔ در اسباب و آثار اسباب پر عمل ہو سبب اسباب پر نظر ہو حضور اور نہ میدان میں درویش مجاہدین کو پانچواں پھر رہے۔ تو دل فرمایا۔ چنانچہ اعتراض ہاں آیت سے معلوم ہوا کہ ان بیانیہ صفات سے جو موصوف ہوں وہ ہے مومن ہیں **ہم المؤمنون حقا** کیا کوئی ہے مومن بھی ہو تاکہ سارے مومن ہی سچے مومن ہیں۔ جو سبب اس کتاب بھی تفسیر میں گزر گیا کہ خاک کے ست مٹی ہیں ایک معنی پختہ بھی ہیں یعنی ان حضرات کا ایمان، خدا تعالیٰ پختہ اور انزال ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مثل مقصود پر پہنچنے والوں کے بغیر ایمان خلوہ میں ہے نیز مومن دو قسم کے ہیں قوی مومن اور مذہبی مومن صرف قوی مومن جوئے مومن ہیں جیسے منافقین کہ قوی وہ مومن تھے اس لئے ان پر جہنم ہوا حضرات صحابہ قوی مومن بھی ہیں اور مذہبی مومن بھی ہیں خاصاً یہی مذہبی مومن مراد ہیں۔

تفسیر صوفیانہ، نور ایمان کی شان یہ ہے کہ دل کو نرم آنکھوں کو تر و تازگی کھڑے کر دیتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن مخلوقات قرآن پر رونے لگتا ہے۔ **تو ایماہم تفيض من المعص** اس کے دو تازگی کھڑے ہو جاتے ہیں **تقصر** **منہ جلود النین** یعنی دشمنوں کو دیکھ کر ایمان کی کیفیت میں زیادتی ہو جاتی ہے مگر یہ عمل ابتدائی ہے انتہائیوں کا حال اس کے علاوہ ہوتا ہے انہیں اطمینان قلب سکون ملتا ہے وہ عبادت قرآن ذکر اللہ کی تسبیح کرتے اس کا عمل کرتے ہیں ان کے لئے فرمایا **الابنکر اللہ تطمنن القلوب** کتاب میں پھر پھر گویا اس میں عطا ہو گیا ہے وہ پھر سانس میں ڈال دہلی بخش بھی نہیں ہوتی پھر ایک ہے گمراہی کی گمراہیوں میں فرق ہے۔

حکایت: ایک جماعت حاضر ہوا کہ ہر ایمان والی انہوں نے قرآن سننا تو سب گئے اور کلمہ کرنے لگے پھر کلمہ پڑھنے کے فرمایا کہ شروع اسلام میں ہم بھی ایسے تھے **ثم قسمت قلوبنا** پھر ہمارے دل پختہ و مضبوط ہو گئے (درج الہدیان) اس فرمانِ عالی میں لوحی اشارہ ہے۔

سوی زہوش رفت بہ یکہ تو صفت تو عین ذات می گمراہی در در جسمی

ابتداء میں خاطر ہوش رہے انتہا میں سکون و اطمینان ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے جو مومن کے دل میں روزانہ کی پختہ رہتا ہے قرآن دل کو وسیع کرتا ہے جس سے نور ایمان زیادہ داخل ہوتا ہے یہی معنی ہے **ثم قسمت قلوبنا** کے اس مقام پر پہنچ کر مومن اسباب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ہر کہ لودر بحر مستغرق شود قارغ لوشینی داز ذوق شود

فرق دریا بحر دریا نہ دید غیر دریا است سوائے نا پدید

مشقی پر نظر اس کی ہوتی ہے جو سانس کے لہریں سنا رہے ہو جو اس میں غوطہ کھا کر کہہ دو پہنچ جلتے وہ کشتی کا کشتی میں (روح

ایمان اب : **وعلی دہم یتوکلون ایمان** در طرح کا یہ عقلی اور حقیقی ایمان کو زوال یا ختم ہونے کی نکتہ اس کی بنیاد رکھتا ہے۔ اہل حق ایمان کی قدرت بھی مستعد ہو گئی مگر حقیقی ایمان دولت کا زوال ہے کہ اس کی بنیادوں پر سب کے لئے حقیقت اس نے ایمان سے بھی طمانندہ قبول نے کیا نوب ملے۔

حقل کو تہیہ سے فرصت نہیں حقل پر ایمان کی بنیاد رکھ کر
 نوب والوں کے لئے رہنما **اولئک ہم المؤمنون** حقائقہ والو اللہ رسول کو دل سے مانو انہیں دل میں رکھو
 دل میں سوا ایمان کے کوئی ذرہ نہ رہے۔

حقل تہہ عقل خود یہ چاہو شد مع آد طبع خود ناکارہ شد
 حقل سماں خوف خدا ہی اونوں وہ عقبتیں ہیں جس کے آئند سے تمام تعلیمیں خود بخود رو بہ جاتی ہیں بلکہ اپنی ذاتیت بھی حقل سے ہی ختم ہوتی ہے۔

آب آد وہ کے اور میںا تہیم بر غایت مشت خاک اپنی ہو اور نور کا اہلا تہرا

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
جیسے اللہ تم کو رہنے سے تمہارے گھر سے تمہارے ساتھ حق کے اور حقیقی ایک گروہ مسلمانوں میں سے جس طرح اسے نبیوں نے نہیں تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآءت سدا اور ایک مسلمانوں کا ایک
لَكَرْهُونَ ۗ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى
اجتہاد چاہتے کہ وہ انہیں نکال کر لے آئے تھے تم سے بھی بات میں نہ سمجھے اس کے کہ ان پر یہ چلے گا یا وہ لے کر وہ اس پر ناخوش تھا بھی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی کہ یا وہ
الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۗ
جانے تھے ہیں طرف موت کے حال لکھو وہ دیکھتے ہیں
آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکتے جاتے ہیں

تعلق حق آیات کریمہ تا جلیل نبوت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق مجزئہ تجلیلی آیات میں مآذین ہونے سے اس اختلاف کا ذکر ہوا ہے جو خود استفسار ہونے کے بعد تقسیم قیمت میں واقع ہوا کہ بعض نے کہا کہ صرف لڑنے والوں کو ہی دی جاوے غیر حاضرین یا مسلمانین کو نہ دی جاوے اب انہیں تاریخوں کے اس اختلاف کا ذکر ہے جو خود ہجر سے پہلے واقع ہوا کہ بعض نے کہا کہ ہم یہ جینی ہم مسلمان کے قائلہ پہ حملہ کریں لہذا یعنی ابو بکر کی شہادت سے جنگ نہ کریں جب مالہ آئے معلوم ہو گا کہ یا انتہاء غزوہ بدر نہ لڑے پہلے یا اللہ الی اختلاف کا جواب ہے۔ دوسرا تعلق تجلیلی آیات میں کائناتوں کے حال تعلق کا ذکر ہوا ہے کہ ایسی "اب اس تعلق کی تحصیل ایک مثال اسے کہ کھائی جاتی ہے کہ غزوہ بدر میں مسلمان تو ہونے سے حق میں

جماعت سے اگڑے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ نگہ ہم تنگ کی چٹاری کر کے وہی منور سے نہیں چلے حضور نے فرمایا کہ میری وہی چاہت ہے اور وہی منور ہے اور وہی چاہت ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ حضور میرے چہچہے چلے تغیر کو چھوڑے حضور انور اس پر ناراض ہوئے حضرت ابو بکر عمر رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کے سامنے دستِ باری علیٰ کس لور دل دشمنی تفریق فرمائی جس پر ان حضرات کو خوش آیا حضرت مقدونین مسود کفرے ہو کر لے لے یا رسول اللہ آپ کو جمل رب بھیجے ہمیں ہم آپ کے ساتھ ہم حضرت موسیٰ کے ساتھی نہیں جو آپ سے کہہ دیں کہ **انھب انت توریک فقاتک وانا مھنا قاسدون** کہ آپ اور آپ کا رب جائیں دونوں جدا کریں ہم تو یہی ہی بیٹھے رہیں گے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ **انھب انت توریک فقاتلانا مھما قاتلون**۔ آپ لور آپ کا رب جنگ کے لئے جائیں ہم آپ کے ساتھ جمل کریں گے اس پر حضور انور دستِ خوش ہونے پر حضرت مسد ابن مہاجر اٹھے بولے

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے ہاؤقوں کا چاہتہ وہ وہی لوگوں نے نصرت مند ہاں ہ یا رسول اللہ اگر حضور ہم کو مسد میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم کو کوئی نظرنہ ہو جبکہ محرک کہہ جائیں گے اس پر حضور انور دستِ خوش ہونے لور فرمایا کہ چلو اللہ پر توکل کر کے یہ کفار فتناء اللہ سخت شکست پائیں گے میں کفار کے نقل گاہ کو دیکھ رہا ہوں ہر جنگ بدر کلا اللہ پیش آیا جو ہم پچھلے پارہ میں تحصیل دار بیان کر چکے ہیں اس آیت کہ کہ میں اس واقعہ کا ذکر ہے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی دیکھو تفسیر روح البیان روح المعانی بحیرہ مخزن مدراک و فیوہ

تفسیر نگہا اخر جک ربک اس عبارت کی بہت ترکیبیں کی گئی ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ **کھا میں کھ** تشبیہ کا ہے یا موصولہ ہے یا مصدر یہ لور یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت کی خیر ہے مطلب یہ ہے کہ قیمت بدر کی آپ نے جو تقسیم کی ہے وہ ایسے ہی حق ہے جیسے آپ کا فرزند ہر کے لئے اپنے گھر سے نکلیں اور حق تقارون لوگوں کا اس تقسیم کو پسند نہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے بدر کی طرف روانگی کو پسند کرتے تھے لور تقسیم قیمت جو آپ نے کی ہے یا کرنا چاہتے ہیں ایسے ہی فائدہ مند ہے جیسے آپ کی روانگی بدر کی طرف لور غزوہ فرمایا مفید ہوا اگر نہ رب تعالیٰ نے تقسیم قیمت کو تشبیہ دی ہے بدر کی روانگی سے یا مفید ہونے میں یا ان لوگوں کے ناخوش ہونے میں یا برحق ہونے میں یہ معنی بالکل واضح اور آسان ہیں تفسیر خازن لور کبیر نے اس کے لور بہت معنی کے ہیں حتیٰ کہ فرمایا کہ **یصل کف** - معنی علی ہے یا - معنی اغیا قسم کہے کر یہ سب تکلف ہے خیال رہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ منورہ سے بدر کی طرف روانگی تو حضرت جبریل کے عرض کرنے پر تھی خود اپنی رائے شریف سے ہر حال تھی وہی طرف سے کہ نگہ حضرت جبرائیل کا عرض کر ملاقی ہے لور خود حضور انور کے دل میں یہ خود ایسا نام نور روحی خلقی ہے لہذا یہ فرمایا بالکل درست ہے کہ آپ کو آپ کے رہنے وہ اندہ کیوں فرمایا کہ ایک اشارہ اسی طرف ہے مانند تعالیٰ اپنے بندے کو کہیں بھیج کر اس سے لاپرواہ نہیں ہو جائے تو گدوہ وہ ہے دیکھو حضرت موسیٰ ہم اندہ کو فرعون کے پاس بھیجے تو ان کی کسی شاندار حفاظت فرمائی کہ اس مردار نے جن کی خاطر اسی بڑا لڑنے کے انہیں خود اپنی گور میں چلا گیا ہے رب کی شانِ ربوبیت - **من یتک بالحق** اس فرمایا علی میں من یتک کا صفت ہے اختر ہے لور بالحق متعلق ہے متعلق کے صل ہے اخر جک کے آت سے (روح البیان معانی و فیوہ) آیت سے مراد تو حضور انور کا بندہ لور اگر ہے جس میں آپ

رہتے تھے خواہ جب مائیکہ صدیقہ کا چہرہ دیکھی اور یہی صاحبہ کا نور ہو سکتا ہے کہ خودی نہ منورہ مراد ہو کہ حدیث حضور انور کا
 دائمی گھر ہے جہاں میں بیت و من کو بھی کہتے ہیں (تفسیر بیہدلی) **اولا فریقان المؤمنین لکارہونہ** یہ فریقان مال
 گزشتہ فریقان کامل ہے لکن اولو علیہ ہے فریق فرما کر یہ بتایا کہ مدائے حضرت باخوش نہ تھے بلکہ لوگ وہ بھی تھوڑے سے جیسا
 کہ فریقہ کی تحمیر سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ توین کی بیان کرنے کے لئے نہ بن حضرت کو مومن فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرت
 اسی باخوشی کی وجہ سے ایمان سے نہ اٹل گئے مومن ہی رہے۔ کیونکہ یہ باخوشی حضور انور کے فضل شریف سے ظاہری کی وجہ
 سے نہ تھی کہ یہ تو کفر ہے بلکہ اپنے بے سوسلمان اور پیار نہ ہونے کی وجہ سے تھی یہ خیال رہے کہ یہ جملہ آخر تک سے حل
 مقدور ہے یعنی آگے چل کر باخوش ہوئے اور اے تھے جیسے **فادخلوہا خالدا** میں خالدا میں حل مقدور ہے کیونکہ ان کی
 باخوشی حدیث سے مدد سے روائی کے وقت نہ تھی اس وقت تو وہ بہت خوش تھے کہ ابو سفیان کے ساتھی تھوڑے تھے اور بل کئی
 سے زیادہ بلکہ جب انہیں یہ خبر تھی کہ ابو سفیان تو کہ حضور بھی گئے اب جہاں سے مگر کے ہر جمل کے تفسیر سے جگ کہ تھے تب
 باخوش ہوئے کہ ہم تو کچھ سمجھ کر آئے تھے اور یہ گویا کہ یہ باخوشی ایسی تھی جیسے تیار کر دی وہ اسے کہ اسے صرف بعد ازاں
 پسندیدگی سے **یجادلونک فی الحق** یہ عبارت **لکارہونہ** کی تحمیر سے حل ہے یا **لکارہونہ** یا بن جہاں سے
 مراد مقابلہ اور مخالفت یا جھگڑا نہیں بلکہ عرص و مروض کرنا مراد ہے یہ فرماتا ہے **قد سمع اللہ قول نسی تجاد**
لک فی ذوجہا یہ جہاں کفر نہیں مذہب۔ نازناز برادر ہی ہو تا ہے اس کا اظہار وہی باخوش حضرت ہیں حق سے مراد
 ہے جہاں سے مگر کے تفسیر سے جہاں کہ خیال رہے کہ جھگڑے سے مراد انکار نہیں بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ ہم حدیث منورہ سے اس
 کے لئے تیار ہو کر نہیں روز ہوئے ہمہاں بلکہ بے سوسلمان ہیں انہارے متقل بہت سالہ سالوں والے کفار ہیں لہذا ہم کو مگر کے
 متقل ہی لے چلے تفسیر کے متقل نہ کیجئے جو کہ حضور انور کا ہر قول ہر فصل حق ہے اس لئے فی الحق ارشاد ہو یعنی خلافت سمدی
 جگہ پر سرفوق نہیں چون کی زبان حق ترجمان سے لگتا وہی حق ہے تمہاری عقل میں آئے یا نہ آئے **بلعلمنا تبین** یہ حرف
 ہے **یجادلونک** کا اس میں آیا تو مومنوں سے یا مصدر یہ ظاہر ہونے سے مراد ہے حضور جبریل علیہ السلام کی خبر ہو گیا کہ یہ جو
 سلمان آئے ہیں ہم کو اپنے کے لئے لاک ہیں انشاء اللہ یہ ہماری قیمت ہو گا اور میں ان لوگوں کی قتل گاہ کچھ رہا ہوں اس بشارت
 کے سننے کے بعد انہیں کسی قسم کا کوئی انداز نہ رہا چاہتے تھا مگر ان کا وہی حال ہو کہ **کانما یساقون الی الموت** اس
 فریقان علی میں ان حضرت کی غیر اختیاری حالت ایمان ہے یہ یاقون بنا ہے سوت ہے۔ معنی پیچھے سے ہانکا آگے سے پیچھے کو تو
 کہتے ہیں اس لئے گاڑی ہوں کو ساق اور زامیہ رکھ سوتی کہتے ہیں اور آگے سے کھمکے والے کو تاکہ کہا گیا ہے سوت سے مراد
 سوت کی جگہ ہے یعنی **ذوقہم یظنرون** یہ یاقون کی تحمیر ہم سے حل نہ یعنی اس وقت ان کو خدا کے سامنے جانا تاکہ
 ہماری معلوم ہو رہا تھا جیسے انہیں پہاڑی گھر جہاں رہنے کے لئے یا ذوقہم میں ذوق کہنے کے لئے لے جایا جا رہا ہو اس تحمیر سے ان
 حضرت کی مصافحہ بیان کی گئی کہ جیسے پہاڑی یا ذوقہم میں جانتا ہے وقت بے اختیاری ہے قراری اور گھبراہٹ نہ تھی بلکہ اپنے میں ان
 لوگوں کی یہ بے قراری بے اختیاری تھی کیونکہ یہ لوگ ہنگ سے بے اثرانف اور اس وقت بے سوسلمان تھے اور باقاعدہ ہنگ کی
 تیار کر کے آئے تھے۔

خلاصہ تفسیر کے محبوب شاہچراہ کی قیمت کی تحسیم پر مازبان بدر کی چنگھٹ سے طبل نہ ہوں ان کی یہ چنگھٹ ایسی ہی ہے جیسے کہ جب آپ کو رب تعالیٰ نے منہ منور سے کنار قریش کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا اور پھر یہاں سے اوسیان سے نکالنے کے بعد بعل کے لشکر سے مقابلہ کی نوبت آئی جماعت صحابہ سے کچھ لوگ اس مقابلہ سے چنگھٹ لنگے یہ لوگ اس برحق جنگ میں آپ سے حضرت تھے حالانکہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ انشاء اللہ فتح مسلمانوں کی ہوگی آپ نے اس لی پیش کوئی بھی کر دی تھی سوا اس طرف کے نقل وہ سنی تہہ بھی بتادی تھی اس وقت ان کا حال ایسا تھا جیسے چاندنی والے طوم نو چاندنی گھر لے جایا جا رہا ہو یا جیسے حمار کو ذبح کرنے سے لئے ذبح کے مارے ہو وہاں کاسلان نقل دیکھتا ہو اور گھبراہٹا ہو ایسے ہی یہ لوگ اعدائی اعداؤں کے ساز و سامان میں کرتھہرا گئے تھے۔

فائدے ہیں تین تہہ سے پیدا فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ حضور انور کے سارے ہم رب کی طرف سے ہیں اس لئے کہ یہ امر اس کرنا کھرتا یہ فائدہ امر جسکے حاصل ہوگا کہ عین منور سے حضور انور خود روانہ ہوئے مگر رب نے فرمایا کہ ہم خود روانہ کیا۔

تک ریزہ سے رتہ دست جنبہ داریت قرابت آیہ خطاب دوسرا فائدہ۔۔۔ مورد منور۔۔۔ فائدہ ہے جب بیت اللہ سے عین بیت رسول اللہ ہے یہ فائدہ من بیت تک فرماتے سے حاصل ہوگا کہ رب نے سارے عین دامنہ خاطر فرمایا، کچھ اس کی دوسری عین عین منور میں اس لئے عشاق نال رتے ہیں کہ یہ عجب فائدہ ہے۔

بیر ذل زار۔۔۔ ش۔۔۔ میں ہیں عین یاد عین میں سے تیسرا فائدہ۔۔۔ حضور انور کا ہر فعل ہر خواہر حرمت و سنن حق ہے بلکہ حضور انور خود سراپا حق ہیں یہ فائدہ وہ حق فرماتے سے حاصل ہوا۔۔۔ جو تھا فائدہ کسی حکم شرعی سے طبعی ناپسندیدگی نہ کھرتے نہ گناہ کہ یہ سب اقداری چیز ہے اور یکسو رب تعالیٰ نے ان حضرات کو سامن فرمایا اور بعل کی جماعت یعنی لغیر سے جدا کرنے سے ناخوش تھے فانوش اور پیڑ ہے برا کھتا تھا اور پیڑ پانچواں فائدہ۔۔۔ جھڑنا، جھڑنا، جھڑنا کہ حضور انور سے خلیفانہ عرض کرنا ان سے جھڑنا جھڑنا کہ گناہ کفر ہے نہ گناہ دیکھوان صحابہ کے متعلق رب نے فرمایا **یعدلونیک** مگر ان میں سامن گناہ نہیں تو یہ کا حکم نہ اور فائدہ اظہر قرآن کے موقدہ حضرات صحابہ میں ہر اختلاف رائے ہوا وہ نہ کھرتے گناہ رائے دینے کا اختلاف گناہ نہیں۔ اسی طرح حضرت علی مدعو یہ اختلاف گناہ نہیں کہ جب نبی سے اختلاف رائے گناہ نہیں تو حضرت علی سے اختلاف رائے گناہ کہیے ہو سکتا ہے اس کی پوری بحث اہل کتاب امیر مدعو ہیں دیکھو۔۔۔ چھٹا فائدہ۔۔۔ رب تعالیٰ اپنے خاص بندوں پہ صحابہ فرماتے ہوئے بھی ان کی حمایت کرتا ہے ان پر عتاب بھی کر مہو آتا ہے یہ فائدہ **کانما یاقونالی الموت** سے حاصل ہوگا کہ رب نے اس فریق علی میں ان کی کرامت کی نوعیت بیان فرمائی کہ وہ ایسی تھی جیسے موت کاسلان دیکھ کر کرامت غیر تصدیق دی ہوتی ہے اس خطائے قریش جس کی رب صلیت فرماتے۔۔۔ ساتواں فائدہ۔۔۔ اس موقع پر سارے صحابہ نے اختلاف رائے کیا تھا بلکہ بہت تھوڑے حضرات نے یہ فائدہ **وان فریقامن المؤمنین** سے حاصل ہوا اس کی تحویر کا خیال چاہئے ان میں سے بہت حضرات۔۔۔ ان لوگوں کو سمجھا

کہ قوی دل ہمارا بنانا جیسا کہ اہل نبول میں عرض کیا گیا اس موقع پر حضرت مقداد اور حضرت سعد ابن عبادہ - عرض
مہم میں کر کے بہت بڑی تالیف مصرع

لوئیہ زبانوں لے تریاں

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور انور کے فریاد و عمل سے غربت کرتے تھے یہ غربت کفر سے گھڑا ہوا
سو میں نہ تھے وہ فرمایا کہ لکھو ان لوگوں کو اور انھیں جواب دیجئے کہ وہ بتائی کہ ان میں سو میں فرمایا ہے اور تم
اس میں لڑتے ہو فرمایا ہے فریقاً من المؤمنین - اس میں لڑتے ہو فریق میں یا بہت سے معنی اور اس
نے مشاعرہ اہمیت میں شرفی علم سے عت کے لیے طبی غیر اختیاری یا غرضی نہ کفر ہے نہ گنہ ہے نہ ہوسرت سے کہ بہت ہے
علاوہ حق ہے کہ آئی ہے ہونا یا یہ کہ بہت سے اس کے لیے رب تعالیٰ نے اس کہ بہت ہوسرت نہ بہت سے تشبیہ دی
کے کہ ایسا قون الی الموت و السر الاغراض اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ صحابہ کرم یہاں تھے یہ کہ وہ
موقع پر غارت مقلد کی ممت نہ کرتے تھے جو اس وقت حضور کے صحابہ تھے یہ کہ وہ ان میں لڑنے والی بھی آسمان نے
نہ دیکھے یہ ہی صحابہ تھے صلوات اللہ علیہم اجمعین کے معنی کہ ہوسرت سے ہی صحابہ تھے جنہوں نے کہا ہے یہ کہ وہ
اس میں لقاہ صلت لڑتے مسلمان چاہیں ہمارے صحابہ نہ ہوں نہ ان سے کہ وہ اب وہاں چھلانگ تو جن میں کفر سے اپنے
محبوب کی ہراس میں بہت سے لے کر کیا ہاں ہاں ہاں اس میں کہ وہ تھے یہ انہیں پہلی سے لڑنے والے اور انہیں کہ بہت میں
منہ انہیں کہ ہوسرت میں لے کر کونسا لڑنے لیا ہے یہ اس اعتراض میں کہ وہ تھے اس واقعے کے متعلق نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کیوں فرمایا کہ وہ تھے یہ ظاہر ہوا ہے اس وقت اس میں ہاں ہاں ہی یہ ظاہر مسلمانوں کی تکلیف تھی نہ اسباب
جنگ اور خود اور یہ ہر طرف سے یہ کہ وہ تھے یہ فرمایا انھیں و انتم اللہ بیدرو انتم اللہ جواب اس لئے کہ
حضور انور نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی تھی بلکہ سارا ان کفر - قلیل حد نہ تھی تھی - حد شریف میں لے - حدود
انہوں نے ایک تھی سے یہاں ہر طرف میں خطہ پہنچ کر چہ نہیں کہ وہ تھی کہ انہیں یہاں ہر طرف کا اور لڑنے میں قسم ہے
وہی کہ کوئی کا فر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہاں اور حد نہ انہیں ہی چہ تھی ہوا ہے - حضور انور کی یہ ہوا
لو - چنانچہ اس کے معنی -

تفسیر صوفیانہ اس میں یہ نہ کہ نہ فرزند ہر طرف ایک ہاں سوز شہر ہوا کہ خود تھے میں میدان در ہو ہوا سے ہوا
سو میں اور کفر کی چہ ہوا رہتی ہے رب تعالیٰ نے تجھے وہی اور ہوا سے ہر ہوا کی طرف لگا ہوا صفت ہوا - ہوا کی
تجلیاں ہوا ہی اس تجلی کے وقت بعض سو میں - نہ تک روح تہا بہت کرتے ہیں کہ اس میں لگا ہوا تھی سے ہوا ہوا
طرف میان نہیں جاتا نہیں یہ عقلی لہو ہوا ہوا سے ہی طرح ہی ایک نظر آتا ہے مولانا قرابت ہیں -

شیر مینا جو یہ فلاہی . برگ شیر مینا جو یہ آرزوی . مرگ
چونکہ اندر مرگ پسند ہوا . چم پر لہو ہوا ہوا . دودا
قل شہی . حاکم جہاں ہوا . ہوا نہ ہوا . ہوا ہوا

وجہ ارشاد ہو رہی ہے کہ ان کا عمل رب کے ارادے سے ہو تا ہے اس کا انجام حملہ بلکہ ساری مخلوق کے لئے اچھا ہے۔
چوتھا تعلق، یعنی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد یہ لوگ آپ سے جھگڑتے ہیں اب حق ظاہر ہونے کی
تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ وعدہ حضور نے کیا تھا مگر حضور کا وعدہ رب کا وعدہ اس لئے
اسے حضور قرار دیا گیا یہ آیت کریمہ جھگڑنے کی شرط اس کی تفصیل ہے۔

تفسیر: وَإِذْ يُلْقِمُكُمُ اللَّهَاسَ فِرْيَانَ ملال میں لاکھڑ ہے اور یہ عبارت **افسکرو** و **اشیدو** کا مفعول ہے جو تکبیر یا ناملہ اس
لئے اس میں لکھا ہے کہ یہ بعد نیت وعدہ سے کسی اچھی چیز کا وعدہ اور ناکارہ وعدہ ہے یہی اور خطرناک چیز ہے **وَأَنَا وَعِيْدَانِدْ**
تعلقی کے وعدہ سے ایسے ہے جس میں کہ ان کا خلاف ہونا یا نکلنا ممکن ہے اگرچہ وعدہ عاقلان ہر سے حضور کا وعدہ ہے کہ یہ تھا کہ جو تکبیر
حضور انور کا وعدہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے **يُلْقِمُكُمُ اللَّهَاسَ فِرْيَانَ** اور **الْحَدَى الطَّانِفَتِينَ** یہ عبارت وعدہ کا دوسرا
مفعول **الْحَدَى** سوخت ہے و **الْحَدَى** کا مخالف قیاس دو دونوں سے مراد میرا اور نفیر ہیں میرا جو سفین کا عقلمند جس میں صرف پائیس
آوی تھی اور نفیر جو حمل کی جماعت جس میں ٹولہ اسنو سوچا پس پھر ایک بڑا آدمی ہو گئے تھے جو سارے مسلح تھے دو دونوں میں
سے ایک سے مراد نفیر ہے یعنی رب تعالیٰ نے تو اپنے محبوب کے ذریعہ تم سے دو دونوں میں سے ایک یعنی نفیر کا وعدہ کیا تھا کہ **انها
لحکم** یہ عبارت بدل اشتمال ہے **الْحَدَى الطَّانِفَتِينَ** کا **لحکم** میں اہم تسلط کا ہے یا خصوصیت کا یعنی جو حمل کی نفیر
جماعت شمار لے کر سے یعنی کئی ہی تم ان پر رب طور پر مسلط ہو گئے کہ ان کے چوٹی کے سرداروں کو کٹ کر کھٹے اور
بست کو قید اور ان اہل قیمت سے کٹ کر گئے یہ مطلب فریب و حیان میں رہے کہ رب نے تم سے ان دو دونوں میں سے ایک یعنی نفیر
کا وعدہ کیا مگر شمار لے کر تھا کہ اس وعدہ کے بدلہ جو **تودون ان لیر قات الشوکتہ نکون لکم** یہ عبارت
مطلوب ہے **یعلکم** **تودون** ہے و **دے** . معنی ہاں تاہم نہ کرنا نہ نیت کرنا نہ نیت کرنا نہ نیت کرنا نہ نیت کرنا ہے **شوک**
سے . معنی کانا ایک خاردار درخت کو بھی **شوک** کہتے ہیں نیز نیزہ کی نوک کو بھی **شوک** کہا جاتا ہے کہ وہ کانٹے کی مشابہ ہے
اصطلاح میں یعنی میری اور تمہارا کو **شوک** کہتے ہیں **ذات الشوک** تو ابو حمل کی جماعت یعنی نفیر تھی اور **یر قات الشوک** جو سفیان
کی جماعت یعنی میری یہاں بھی نفس میں اہم تسلط کا ہے یعنی اس وعدہ سے کہ بدلہ جو تم ہی پہ نہ کرتے تھے کہ شمار متقابلہ
جو سفیان کے عقلمند سے جو جس کے پاس نہ ہتھیار ہیں نہ زیادہ تعداد تاکہ تمہیں تکلیف نہ پہنچے **ویرید اللہ ان یعق
العق** اس فرمان مال میں رب تعالیٰ کے ارادے اس کے وعدے کی حکمت کا بیان ہے **یعق** بنا ہے **العق** سے . معنی حق
ظاہر کرو دینا اس کی حقانیت . لوگوں کو دکھانا یعنی سے مراد اسلام اور اس کی حقانیت ہے یعنی اگر تم جو سفیان کے عقلمند کا جو یا
یعنی تو اسلام کی حقانیت ظاہر نہ ہوتی یعنی کہا جاتا تھا کہ یہ عقلمند جو جماعت اس کے پاس مسلح جنگ تھا نہیں اس لئے کہ کہا گیا
اس باب کے برعکس نہ بلکہ وہ اپنی ہی اور بے سلفانی کے ایسے لشکر جہاد کو کہو میں کر لیا انہیں قسمت خاص دے دی ہے
چنانکہ شمار پاس رہ مطلقاً ہے **بکلماتہ** یہ فرمان مصلحت ہے حق کے کلمات سے مراد تو وہی الہی ہے جو حضور انور
کواس کے مصلحت کی کیا حضور انور کے فرمان عالیہ کہ کل کلام یہاں ہمارا جو سے کلاور غلام کافر میں زیادہ اہم ہے اور جو
فوزہ میں لکھا کہ نہ والے فرشتوں کو دینے گئے جن کا ذکر آئی آیت میں ہے **وینقطع دابر الکافرین** یہ عبارت

داخل میں فرق کیسے ہوں اور ملت بیگیں ہوتی رہتی ہیں جن میں بعض کوچ بعض کو گھست ہوتی ہے پھر اس کا کرانے اجازت سے کیوں ہوتا ہے ابھی جنگ عظیم میں جو جرمن لوہا گھر دیوں میں ہوئی ہزار ہا توہی مارے گئے انہی امریکہ نو روٹ نام میں جنگ ہو رہی ہے روزانہ ہتھیاروں ہلاک ہو رہے ہیں۔ جو اب جنگ بدر کی اہمیت لوہا میں کی ہے مثلاً ہم ایسی جتنے فائدے سے کماقت عرض کر چکے ہیں کہ حمزہ سے ما تا تجرہ کاوں ہے سلانہ لوگوں کا جو تیار کر کے نہ آئے تھے۔ ایسے تجرہ کا تیار نظر جرات سے مقابلہ مجرہ ہوں گا پھر جمل کو مارنا۔ نبی فرشتوں کا رو کے لئے آنا تاکہ کے بڑے بڑے سرداروں کا مارا جائے حق داخل کا فیصلہ نہیں تو فوراً کیا ہے۔ چوتھا اعتراض جنگ بدر سے کفار کی جڑ تو نہیں کٹی کفار تو اب تک موجود ہیں پھر یہ فریاد کیونکر درست ہو گا۔ **وینقطع دابر الکافرین** جب تھالی کاڑوں کی جڑ کاٹ دے۔ جو اب کفار فریاد سے مراد کفار کہ ہیں باقی ہیں جنگ میں ان کی جڑیں کٹ گئیں کہ بڑے بڑے سردار مارے گئے جو سیکڑہ آخر کار ایکن لے آئے سترہ تھے جو جنگ بدر کا صلہ دیکھ کر دل سے ایکن لے آئے کہ اس کا خدا بند میں کیا جیسے حضرت مہاسی پانچواں اعتراض یہاں آیت کریمہ سے معلوم ہو گا کہ صحابہ کرام نماز پڑھ کر لوگ تھے فرمایا ہے **ولو کرہتم جرمونا** انہوں نے ہی کراہت کی تھی۔ جو اب یہ ترمیمی غلطی ہے الجرموں سے مراد کفار کہ ہیں جو مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے انہیں کو یہ گھست مت چھیند ہوئی کہ وہ کچھ سمجھ کر آئے تھے اور وہ کیا کچھ اور حق داخل تھیں فیصلہ مومنوں کے لئے تو ہستی خوشی کا سبب ہو لوہا لوگ اس سے کراہت کیوں کرتے۔

تفسیر صوفیانہ۔ جیسے عام ہستیات میں جلی کھانے وغیرہ کے مختلف ذبچ ہیں کہ پانی کو نہیں ٹکاپ ڈر یا بال وغیرہ سے ملتا ہے مگر آگ کے لئے قدرت نے کوئی ذبچ پیدا نہیں کیا آگ کھانے کہیں کنوں نہ ٹکاپ نہ سمند رنگ یہ ہر جسم میں قدرت نے روایت رکھی ہے کوئی جلی کھانے والا نہیں ہے اس کے گتے ہی وہ جڑ آگ ہیں جاتی ہے یوں ہی عالم روحانیت میں لطافت کو با روحانی پائی ہے جس کا ذبچ عطا دین نور و نبی کتب اور مقدس مقامات ہیں مگر خلق رسول کی آگ کے لئے نہ آتیں ہیں نہ در سے نہ مسلمان۔ یہ قدرت نے ہر حال میں رکھی ہے **وفی انفسکم افلا تبصرون** اس کے لئے کوئی تھلی لگنے والا لگا ہوا ہے تو اب خود ہی بجزک امت ہے یہ حضرت عازبان بدر لڑ رہے کے منہج تھے فریاد کرتے تھے کہ سب یہ جلی ہو رہی ہے پیکہ تو ان میں خلق رسول کی آگ جلی ہوئی تھی انہوں نے لطافت کی لگھ سے میر لوہا لپیر کو دیکھا جو میر کو لپیر پر تڑپ جی کرانہ کے صیب ٹھکانے کے ایک لفظ اور ایک نظر نے تھلی کا نام یادوں میں دہلی آگ بجزک انہی جلی بن کر کفار پر کری لو چہ گتے میں نہیں بہم کر کے دکھایا جلی میں اگر کچھ بے عشق ان لفظوں سے آڑ لہے۔

بے نمل کو پڑا آتش نمرود میں مشق عقل ہے محو تھائے لب ہم ابھی
اس عقل و مشق کی جنگ میں کفار کی جڑ کاٹ گئی اور مومنوں کی جڑ اور بھی قائم ہو گئی یہ تبت کر۔ عقل و مشق کی جانت ہے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِئْتَانِ الْمَلِيكَةِ

جب کہ دو ماہ تک تھے تو رب سے اپنے آپس میں کہنے لگے کہ ہماری جنگ میں مدد دینے والا ہوں کہ
مہم آئے ہیں رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سہارا دیا کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار

فُرْدَيْنِ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا

ایک ہزار فرشتوں سے آگے پیچھے اللہ نہیں بنا یا اس کی نشانی سے بشارت اور سزا سنی ہر ماہ میں دن تمہارے
فرشتوں کی تعداد سے اور یہ قرآن نے نہ کیا مگر تمہاری خوشی کو اور اس لئے کہ تمہارے دل چین پاویں

النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کے پاس سے حقیق اللہ نہہ والا حکمت والا ہے۔

اور مدد نہیں مگر اللہ کی جنگ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۱۰۴

تعلق: جن آیات کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں جنگ بدر کا قصہ بیان ہوا جس کی
حکایت کو دراصل کے پلان کا اظہار اس کی صورت بیان ہو رہی ہے کہ یہ کیسے ہوا ان عازموں کی دعا اور آملی مدد کی اس میں
شامل تھی۔ دو سرا تعلق: پہلی آیت میں مازبان بدر کی عارضی جنگ اسٹاکڈ کر تھا کہ کفار کی غامبی شان یہ کہہ کر یہ ابو موسیٰ
ابن کے اصلی ذاتی استقلال اور اس استقلال پر رحمت خداوندی کا ذکر ہے یعنی عیسیٰ آملی مدد کا اظہار۔ تیسرا تعلق: پہلی
آیت میں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا ذکر ہوا اور اذیعکم اللعاصی الطاغیثین اس اب وعدہ کے پورا ہونے کا ذکر ہے کہ
یہ وعدہ آملی مدد سے پورا کیا گیا۔

نزول: مسلم شریف احمد عبود اور مترجمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر ابن
خطاب نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے وقت یہ منہ و لہجہ نے اپنے صحابہ کی قلت کو سب سے سرد ملانی ملاحظہ فرمائی اور کفار کی کثرت
اور ان کے سزا مسلان اور مضام اپنے غریب میں قبلہ روزہ کر چکی تھی تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ پورا کرنا میرا رب اگر
تو نے میری اس شہنی نجات کی مدد کی تو ہرگز نہیں پر تھری عبادت کی یہ ہوگی ہاتھ پھیلا کر ہونے پر عرض کرتے رہے
تھی کہ کد سے مبارک سے پھر شریف گر گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے پھر کد سے شریف پر الی اور حضور سے اپن گئے
عرض کی اور رسول اللہ آپ نے مائلی کر لی اور یہ تعالیٰ حضور مدد فرمائے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (روح البیان 'معلقی' مجید'
خانان: 'بغلی' ص ۱۰۱) خیرہ اس کے بعد حضور اور کے پاس حضرت ابو بکر صدیق بیٹہ گئے۔ حضور انور پر کچھ غلو کی سی طاری
ہوئی پھر یہ فریاد ہو کر فرمایا اب ابو بکر اللہ کی مدد آئی وہ پھر جبریل امین اپنے گھونٹے کی کام تھا سے آرہے ہیں (خانان)۔

تفسیر: اذتستغیثون وندکم اس جملہ کی سمت تفسیر میں اس میں فریاد تو حق الحق کا عرف سے یا اذیعکم اللہ کا
بیان۔ مگر قوی یہ ہے کہ یہ لفظ کو یہ شہید فعل کا مفعول بہ ہے۔ یعنی اس وقت کو یاد کرو جب کہ تستغیثون ہے۔

موتوں کی امت افزائی کے لئے قطار بد لگ چھپے تو لشکرِ ہمت سے زیادہ جاتی ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے فرشتے نمازیانِ بزرگ و نظریوں کے آسمانیں بشارت اور اراد کا طریقہ کیسے نصیب ہوا۔ جواب یہ حضور ﷺ کی خدمت سے جو بعض صحابہ نے اس وقت کیا تو ان کے زول کا طریقہ کا طریقہ تھا نظر آئیں وہ ان میں سے اثر آج بھی کبھی کبھی محسوس ہو سکتا ہے۔ چوتھا اعتراض یہ ہے فرشتوں کے ذریعہ اللہ کو بلاک کر لیا تھا انہیں انکار نہیں یہ کام تو پہلے کا نہ وہ اولہ جو نصیب انہیں نزول ملا کہ جس سے مسکرتیں تھیں (۱۱) مسلمانوں کو بشارت تھی (۱۲) انہیں ان کے دلوں میں سکون عطا ہوا (۱۳) ان فرشتوں کی عزت و تعالیٰ کیونکہ ایسے تمام صحابہ میں بدری صحابہ سب سے افضل ہیں انہیں فرشتوں میں بدری فرشتوں سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ ۱۴ حضور انور کی عظمت و عزت کا شمار کہ حضور کے وقت پہلی فرشتے بھی ہوئے۔

جن و ملک ہیں ان کے سپاہی رب کی خدمت میں ان کی شہنشاہی
لوٹنے لوٹنے ہیں جتنے ہیں سارے انہیں کا منہ کھتے ہیں

(۱۵) خود نمازیانِ بدر کی عزت افزائی ہمت افزائی کہ وہ حضرات فرشتوں کے ہوش میں ان کے ساتھی ہیں جس صحابہ معظم کے نظام فرشتوں کے پہلے ہیں جو محبوب کا مقام مکمل ہو گا نور کر لو۔

کس عزت کے سہیلے کہ محبوب کیا ہے میں قدر ہست کہ باگہ جس فی توبہ
پانچویں اعتراض یہ تھا کہ کو رب نے باطل بلاک کیا نہ فرمایا ان کے جرم تو قوم فرعون اور پیرا سے کسی طرح نہ تھے
بدر میں فرشتے آئے تو انہیں بلاک نہ کیا جو اب انہیں لے کر حضور انور صحت میں انہیں آپ کے آسمانیں کھارے
شمسی مذاب تھوڑے کیلئے وہ جس جگہ سے گئے وہ تھوڑے گئے باقی بیچے ہوئے سارے کھارے وہیں انہیں لائے اور انہیں نے اسلام
کی بڑی خدمات انجام دیں حضور نے انہیں کو مزید کھارے انہیں بلاک نہ فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ: فرشتوں کی خدا تعالیٰ سے برحق ہے وہ مجاہد نمازیوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور اکیلے اکیلے موتوں کی بھی اگرچہ
وہ کھینچنے میں نہیں آتے کہ حکم کر چکے ہیں ہر شخص ہر وقت مجاہد بنو جس اللہ شہدان اور شہدائے انوکوں سے جدا کرتا رہتا ہے
اور رب تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی مدد بھی آتی رہتی ہے۔ نبی و اسرار تک کو امینوں میں ایک خاص قسم کی ہوا سے ڈایا جاتا تھا
جسے نیم کہتے ہیں۔ حضور کی امت کے خاص فرشتوں کے ذریعہ حضرت ابو بکر صدیق کو جب ہجرت کے موقع پر خدا تو جس حضور
کے مصطفیٰ کبر ہوتے وہی تو رب نے ان کے دل میں لکھ دیا کہ **فانزلنا من السماء حین تم علیہ اس سیکڑے سے خائف** کہ
سکون اطمینان کو قلبی مجاہد کو وقت نصیب ہوتی ہے اگر کسی موقع پر سیکڑے ٹٹولتے ہو تو اس میں حضور ہلکا ہوا ہے۔
ہر غلط کام و عمل یعنی نقصان اسے دینا اور قہر جہی از قہور قیصرات
شہینوں کی ما سیکڑے نے زول کا سبب بنو علیو صحابہ نے دعائی تو فوراً ملا کہ نازل ہونے۔

دعا شیعین شیعہ دار زیادہ سے صواب ہے توجہ یہ کار

صدق متعلق افضل متعلق کلمہ رسول کی نقل و نقل زوال کیجئے ضروری ہے تعالیٰ سے جاری رہے گا۔

إِذْ يُغِيثُكُمُ النَّعَاسَ أَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً

جب ڈھانچتا تھا تو تم کو جس سے امن کے لئے اس کی طرف سے اور آتا تھا اور پھر تمہارے آسمان سے

بارش۔ تمہیں وہ گھیسے ٹھیکر دیا تو اس کی طرف سے پھینکے اور آسمان سے تم پر

لَبِطَةٌ كُمْ بِهِ وَيُدْهِبُ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى

بانی تاکہ پاک کرے تم کو اس سے اور لے جاوے تم سے شیطان کی اور تاکہ ڈھارس

بانی اتارے تاکہ تمہیں اس سے ستم کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرمائے اور

قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝

ہاں سے اور بندوں سے تمہارے اور ثابت کرے اس سے بندوں کو

تمہارے دلوں کی ڈھارس بند جانے اور اس سے تمہارے قدم جمائے

تعلق اس آیت، تاریخی تہمت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق بجیلی آیت میں ہے جہاں ہر دو معلق بنی ہو، گناہ
ہو ایسی فرشتوں نازل ہوں اس ہی پر گنہگار کی جسٹنی ظاہری دعو کفر سے یعنی اس موقع پر مکتوبوں کو گنہ گاری کرنا پاداش
برسائے دیا نہیں اور کے بعد شہر کی مدد کفر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق بجیلی تہمت میں ارشاد ہو اٹھاکہ فرشتوں کے ذریعہ
مسلمانوں کے دل مطمئن ہو گئے اس اس اطمینان تھی کا تو دیا جا رہا ہے کہ انہیں اس موقع پر گنہ گاری اور ظاہر ہے کہ گنہ
گاری میں ہی آتی ہے گویا، عرصے کے بعد دلیل کفر ہے۔ تیسرا تعلق بجیلی آیت میں ارشاد ہو اٹھاکہ ماریاں بد رہنے
تعلق سے مدعا تھی رہنے قبول فرمائی اس اس قول تہمت کے ثبوت میں چھ ظاہری دلیلیں بیان ہو رہی ہیں۔

نزول یہ سب نبی کریم ﷺ ہر دو طرف روانہ ہوئے راستہ میں قریب دو مخلص ملنے سے حضور انورؐ نے چھانکے کیا یہاں
سے جو سفیان کا قافلہ گنہ راقلوہ ہو لے ہیں رات نے وقت گنہ راقلوہ دوروں کو مسلمانوں سے کفار کے کے عادت مہموم کرنے
کے لئے پکڑ لیا ان دوروں میں سے ایک تہمیر واقع تھی حضرت عباس کا ظلم اور سر کا ظلم تھا عبد ابن ابی سعید کا ظلم صحابہ نے
ہم واقع سے چھانکے ان جنگ کے لئے کہ حضورؐ سے تکتے لوگ تھے ہیں ذریعہ اور کفریہ سارے ہی نکل پڑے۔ چوں حضور انورؐ
نے فرمایا کہ کہنے لہجے ہلکے کے نزول ہر طرف ہر جگہ دیکھے ہیں پھر واقع سے چھانکے کیا کہ لوگ دلائل میں ٹوٹ گئے
وہ وہاں حسب اس سفیان کے قافلہ کی تہمت نکل جانے کی خبر ملی تو عبد ابن سرہی اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ وہاں ٹوٹ گیا یہ
مخلص ہی ذریعہ کا سہارا تھا حضور انورؐ نے اس من ابی کو تہمیر دیا انہیں کا یہی تکتے وہ اپنی قوم سے کٹ گیا تہمتی تحقیق کے بعد یہ
حضرت ہر دو طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ غدار کدوہل پہلے سے پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے انہوں کے اٹھے صاف میرانی
ماتریر قبضہ کر لیا ہے ہمیں پائی ہے مسلمان ہر دو کے وسیعہ والے حصہ میں اترے جہاں وہی نہ تھا ان حضرت کو اس وقت او

و طواریں پڑیں۔ میں ایک پل تک ہوا نہ تھا۔ یاں وہ سر اسی تہہ میں پڑیں۔ جس جگہ بھی طرح چلنے نہ سکتا۔ اس موقع پر شیطان بہ ظلم انسانی کی تازیوں کی یاں، یا لورنگ الگ الگ ایک ایک سے خارج لاکہ تم کہتے ہو کہ تم حق پر ہو گدہ کے پیارے ہو تمہارے ہی سے ہیں یہ عجیب غریب غایت ہے کہ وہ تم کو تنگ اور دیتے والے ملاقات میں اندھ بے نتیجہ ہو گا کہ جب تم یاں سے بد عمل ہو جاؤ گے تو عار نصابت سالی ہے تم کو نکستنا۔ میں گئے تم میں سے کوئی کہہ دالیں نہ جاؤ۔ تاکہ تمہارا سے ہو گدہ کے عار کا وہ دم اس پر ان میں سے بعض حضرات کو سخت لگے، وہی لوہر دیتے رحمت میں بوش میں تو اور خوب سوسلا اور صلہ پادش ہوئی جس سے وہ یہ ہم رنڈت ابھی زمین بن گیا اور صلہ سہا ہی حد میں لگی ہے ذی خاص نماز تہہ بتائی جس میں پائی پھر کیا ان لوگوں نے تہہ کی طرح اسے استعمال کیا اور خود لاکہ حد پہنچیں ہو گیا جس سے انہیں چلنے پھرنے کا شوق ہو گیا سو منوں تو اس پادش سے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ چاہتا ہے ہاں سے سب کمال مطمئن ہو گئے اور یہ پادش ان کو فتح پادش خیر معلوم ہوئی اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ لڑائی ہوئی اور (الہیمان)۔

تفسیر: اذ یفضحکم العاص۔ اذ بھی عرف ہے، معنی: بدلہ یہ فرمان حالی یا تو پہلے لڑتے تعلق رکھتا ہے، یا اذ تستفیثون میں نے یا پھر شہدہ وانکفر کا فعل ہے یا حق ناقرب ہماری قراءت میں بعضی شمس کے شد سے ہے جب جب غیبی انصاف ایک آواز میں بعضی باب افعال سے ہے اس کا وہ ہے غیبی۔ معنی چھاننا تاکہ یہ پادش سے ہو کہ نشا وہ کہتے ہیں اور یہ وہی کوئی کہ وہ بھی پہنچا سکتی ہے اور چھاننا ہے اس کا فعل جب تعلق ہے فور کہ میں خطاب تہہ کی بد سے ہے یہ تم۔ غیبی کا فعل ان سے اور عاص و سر اسفلوں۔ جس پر ہی ہستہ کے معنی ہیں اور گدہ جو نیند کا پیش خیر ہوئی ہے۔ استہمنہ یہ فرمان حالی بعضی کا فعل ہے جو کہ بعضی اور امتہ اور نوں کا فعل رب تعالیٰ ہی ہے اس سے معصوں اور ہم صدف ہو گیا ہے فی صیر رب تعالیٰ کی طرف ہے۔ جن وقت یاد رکھو جب وہ تعالیٰ نے تم پر اور گدہ غاری ساری تم کو اپنی طرف سے سکون بھی اور سکون دینے کے لئے۔ خیال رہے کہ ترتیب پہلی ترتیب واقعی۔ خلاف ہے کہ جو گدہ پادش جنگ سے ایک ان پہلے اتنی خوشی اور یہ اور گدہ خاص جنگ کے وقت جب سب صدف رہتے ہو چکے تھے یہ نیند لہذا کی قدرت حضور ﷺ کا خاص جرم تھی کہ گدہ ایسی شدت میں نیند میں تیار کرتی بلکہ اتنی ہوئی اڑ گیا کرتی ہے کہ ان تہہ کی دایہ مال عقاب صدف لعل میں لہڑے ہوئے ایسے اور گدہ رہتے تھے کہ ان سے انہوں سے حواہر گر جاتی تھی مگر یہ لوگ لہذا کی غفلت نہ تھی کہ لہذا ان کو نافل پاک لہذا کر دیتے بلکہ امن و سکون کی خوشی اور خوشی تھی اس کے بعد پھر لوگ جنگ کے سے اور بھی تیار ہو کے و یبزل علیکم من السماء ماہ۔ ہری تخت لاکہ کہہ جو جنگ سے ایک دن پہلے ہو چکی تھی۔ تھی تا پادش کا ہوا پنا یہاں تہہ کی انتہی۔ معنی میں نہیں بلکہ مہارت سے لے ہے یعنی نوب ابھی طرح شروع کی پادش پر مانا حکیم فرمایا۔ یہ بتایا کہ اس پادش کے متصوہ، معلم تھے تمام لے کی تھی اس لئے یہ پادش صرف پادش ہوئی اور صری غفرت ہوئی صلی السماء معنی ہم پادشایان رہتے ہیں۔ انسان کی طرف سے پادش نازل کی اور وہ پادش پادش سے آتی ہے نہ کہ انہوں سے لیظہر کہ یہ یہ فرمان حالی پادش کی صحت کا لین پناک کرنے سے مراد ہے۔ سالی پائی کہ۔ و نہ نوب و صوہ میں جن و فصل کی حدت ہو گئی تھی وہ فصل لیس وینہب عنکم جز الشیطن یہ پادش کی اور صری حکمت الہیات ہے

وجہ اشیطان سے مراد شیطان اور دوسرے ہیں جو اس نے مومنین کے دلوں میں ڈالا تھا کہ اگر تم قرآن پڑھو گے تو تم کو تنگ دیکھیں گے۔ میدان میں رب تعالیٰ کیوں آکر نہایت رعب پڑھتا ہے اور اس میدان کو بہرہ ور کر دیتا ہے اور اس سے دوسرے ہاتھ پر قرآن مجید میں لفظ رجز طاعن باری کو بھی کہا گیا ہے اور تہذیبی و ظاہری کو بھی یہاں لایا ہے اور اسے سنی مرادیں اور لیربط علی قلوبکم ہے۔ پادش کی تیسری حکمت لایا ہے یہ رہا کے لفظی معنی ہیں بلکہ عداوت کو اس لئے کہا گئے ہیں کہ اس میں دل بندہ جانتا ہے اور انہیں یہ کہتا ہے کہ وہی یہاں مراد ہے یعنی تاکہ وہ شیطان نے یہ کہا تھا کہ اگر تم پر رعب حملہ کریں گے جب تمہاری سے اہم حرب ہو چکے ہو گے اور نصیحت اسطی سے تم کو فائدہ دے گی کہ اس سے بعض صحابہوں کی دل تھیر گئے تھے اس پادش سے یہ وہم یہ اندیشہ نہیں ہو گیا ان کے دل قوی ہو گئے تھے ایمان اللہ رب تعالیٰ کے ہر کام میں مدد عظیم ہوتی ہے یہ پادش اور تہذیبی نیک خلق بھی ہوتی اس لئے اسے قوت قلوب کا رجز فرمایا تاکہ رجز سے مراد ہو اور یہی نسبت جماعا قوام ہے پادش کی پوچھی حکمت لایا ہے یعنی اس پادش کے ادب یہ کہ تم کو ہوا زمین ہو جو ہے اور جسارے قدم اس پر ہو جائے تھے گھس تم کو چاہتا ہے ایمان ہو جو ہے تم کو پادش دھننے کی اور شادی محسوس نہ ہو جنگ میں اس کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے اس سے بھی عاریوں کی ہمت اور زیادہ ہو گئی تھی۔ یہ کہ وہ جب پادش سے ہم جانتا ہے تو بہترین سزا کے ساتھ جانتا ہے کہ لوگ کی سزا سے بھی بہتر ہے تو اب بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں قدم جمانے سے مراد ہے مہر اور دل کی قوت کیونکہ کمزور دل والے آدمی کے قدم ٹھہرتے نہیں بلکہ وہ سخت جلد ہماگ جاتا ہے مقابلہ میں داخل نہیں ہوتا تھیر خانوں اور پہلی تھیر قوی ہے کہ یہ معنی اور لیربط علی قلوبکم میں آتے تھے سے مراد اس پادش میں بہت عظیم تھیں۔

خلاصہ تفسیر اللہ تعالیٰ نے پہلے پادش کے ساتھ رسالت خصوصی عطا تھیں تھیں ایک نہیں بلکہ پوچھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کا قول اور ظاہری نعمت ان پر مین جلا کے وقت اور لگے طاری فرمایا پادش برساتا نہیں طسارت و پاکیزگی عطا فرمایا شیطان دوسرے دلوں کو دیکھتا ہے اور اس بند حواریت ان کے قدم طسارت فرمایا اور فرشتوں کو ذکر تو جھلی آتے تھیں وہ لائی لاکر اس نیت میں ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اسے پہلے پادش برساتا ہے اور اسے ایمان بھی پادش کو کہہ کہ تم ہر دے میدان میں چھوڑ کے لئے کہو تھے کہ تمہارے دل کو ہم نے ایمان میں دیا کہ تم کو لگے آئی اس کے علاوہ تم پر ایمان سے خوب نیر شرارت کی پادش برساتی جس سے تم نے فصل اور بضر کیلک صاف ہو گئے اور اس کی وجہ سے شیطان دوسرے تمہارے دل سے دور ہو گیا کہ اگر ہم حق ہوئے تو ہم و شیطان اور رہتا میدان میں کیوں ملتا اور اس پادش سے ہی تمہارے دل مضبوط ہو گئے کہ یہ پادش تساری اور نصرت کا پیش خیر تھی اور اس پادش کے ادب سے تمہارے قدم ٹھہر گئے کہ اس سے یہ کہ تم کو بھی سزا کی طرح ہو گیا جس پر تم کو چاہتا ہے ایمان ہو گیا کہ تمہارے تم پر وہی نصرتوں کے دیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ فزودہ احد میں بھی مومنوں پر لگے طاری ہوئی تھی مگر وہ لگے تھیں اور منافقین میں فرق کرنے کے لئے کہ تھیں تو لگے رہے اور منافقین ان حالات کی بنا پر ختہ پشیمان تھے مگر یہاں میں لگے تو مومنوں کو ایمان دینے دینے کے لئے تھی کیونکہ ہمیں کوئی منافق شریک نہیں ہوا یہ تو سارے تھیں ہی خدا میں مجبوراً منافقین بھی تھیں گئے تھے رب احد کے متعلق فرمایا ہے **ثم انزل علیکم من بعد الغم امننا ناعسا** یعنی

یغشی طائفتم منکم و طائفتم فقامتہم انفسہم۔

فائدہ کے جس تحت لور سے چند فاعل حاصل ہوئے پہلا فائدہ: جہاد امتداد اور دوسری آیت میں اور گم اللہ کی رحمت ہے کہ اس سے اول اطمینان اور مقابلہ کی حالت پیدا ہوئی ہے مگر نزلہ امتداد وغیرہ میں تو گم شیطان کی طرف تہنہ حضرت بن مسعود کا یہ فریض ہے (تفسیر خازن کا دو سرفائدہ جہاد کے موقع پر بارش اللہ کی رحمت ہو گئی ہے اور حق تعالیٰ بشارت ہے یہ فائدہ **ولیربط علی قلوبکم** سے حاصل ہوا تیسرا فائدہ: کوئی شخص اپنے کو شیطان سے گھونٹا نہ جائے کیونکہ تازیانہ پر مصطفیٰ بخاری بخاری سب کچھ کرتے تھے شیطان ان سے بھی نہ چرکان کے داہن میں بھی ۳۰ دن ڈال دیتے یہ فائدہ **وجز الشیطان** سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: جہاد میں ثابت تھی اللہ کی بڑی نعمت ہے جو انی جماعت جو ثابت قدم ہو بڑی مگر اگر جماعت میں تفریق ہے یہ فائدہ **ویشیت جمعا لا لہما** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: تم نے نماز کا اہتمام منہول لے لیا **یعشیکم فعل** کا مگر **یفشیکم** کا فاعل رب تعالیٰ ہے اور اہتمام کا فاعل صحابہ کرام ہیں فعل اور منہول لے کے فاعل الگ ہوں تو منہول لے لیا مگر **یشید** نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس میں ہے کہ اہتمام تو اب اس کے تفسیر سے **وجز الشیطان** نے بہت جو لیا ہے یعنی جو تفریق ہو لیا ہے کہ اہتمام کے معنی میں یہاں نہیں بلکہ اس میں ہے اس صورت میں اس کا فاعل بھی رب تعالیٰ ہے جس میں دونوں کا فاعل ایک ہے تو لام پر **یشید** لایا گیا اور **اعتراض** یہاں **ینزل** فریض سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بارش خودی خودی عرصہ تک ہوتی رہی مگر واقعہ اس کے خلاف ہے وہ بارش تو یکدم ہوتی تھی پھر **ینزل** باب غیب سے کہوں بارش ہو لے جو اب: اس کا جواب بھی تفسیر میں گذر گیا کہ یہاں باب غیبی مہلتوں سے لگے ہے یہ جنگی کے لئے نہیں یعنی خوب بارش بھیجی تھی اسباب واضح ہے تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو بھی شیطان پلیدی یعنی شرک کفر کلمہ پلیدی ورت اس کے واقعہ کرنے کے لئے اس میں حضرت اہل بیت ہی وہ ہیں جو ہر گز سے معصوم ہیں (اراضی) جو اب: اس اعتراض کے جواب میں ایک الازامی اور سرفاضلی جواب الازامی تو یہ ہے کہ اس قسم کی آیت اہل بیت کے لئے بھی آئی ہے قریبا ہے **انما یرید اللہ لیذهب عنکم** **الرجس اهل البیت** و **یظہر حکم تطہیر** اور اب تحقیق یہ ہے کہ ان جیسی آیات میں رجس یا رجس سے مراد ہر عقیدتی نہیں بلکہ اس سے مراد شیطان ہے یا بے حیالات ہیں اس وسوسہ کار نامہ نے بھی نزل کے بیان میں کرنا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں **یظہر حکم** سے مراد جہاد و ضلوع سے پاک کرنا ہے اور رجس شیطان سے مراد ہے بے ضلوع کیونکہ انتقام شیطان کے اثر سے ہو تا ہے اور کے موقع: بعض تازیانوں کو انتقام ہو گیا تھا پلیدی نہ ہونے سے وہ غسل نہ کر سکتے تھے مگر جو تفسیر ہم نے عرض کی وہ قوی بھی ہے اور ظاہر بھی محکم جو شخص سو ستہ وقت اپنی انگلی سے اپنے سینہ پر لکھ لیا کرے عمرہ امتناہ اللہ انتقام نہ ہو گا کیونکہ انتقام شیطان کے اثر سے ہو تا ہے اور وہ حضرت عمر کے ہاتھ سے بھاتا ہے (اور ان لوگوں) مگر عمل ذاب دالے انتقام کے لئے ہے جاری میں نہ تھے جو اب انتقام ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ عمل نہیں۔

تفسیر مصوفیات: بنی اسرائیل کو ایک جگہ کے واقعہ پر تہمت کیونکہ کوزید سکون قہمی عطا ہو تھا **ما لہ انما یتحکم** **التابوت فیہ** **سکینتہم** **من دوحکم** **ذباب** **مدین** **اکبر** **کومار** **ثور** **میں** **جہرت** **کی** **دلت** **بذریعہ** **فرشتے** **کے** **سکینہ** **و** **اشیمن** **یا** **کیا** **فرمایا** **آپ** **فانزل** **اللہ** **سکینتہ** **علیہا** **نہا** **بدر** **کوکلا** **کے** **اور** **بارش** **اور** **انگٹھ** **کے** **ذریعہ** **اس** **دسکون** **بخشا** **کیا**

حضرات کاشان ہی اسرائیل کے سلمان سے قوی تر ہے اس لئے کاشان یا کہ میں جنگ میں انہیں نیکو آئی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ پانی، خوف سے امن ہو کہ یا اس سے حفاظت اللہ کی بیٹی لہتیں ہیں ذب تو کل قوی ہوتا ہے تو انسان مطمئن ہو آتے یہ توکل و رد اولیٰ بارش ہے جو سامن کے اول پر آتا ہے۔ مومن تو شیر ہے شیر میں میں خصوصاً صفت میں ہو بلکہ صبر کہ خواہ لنگھی ہو، اور خود سر سے طارہ ہار نہیں لگائیں، صبر کہ خواہ کتنا ہی پیمانہ مگر تکتے لاکھوں نہیں جیتانے، توکل کہ اپنا پیمانہ اور ہار ہو چلتے بند، اور سربدقت نہیں گمانا لگد، اور سر سے جاتوروں کے لئے جھون پاتا ہے اپنے میں یہ صفت پیدا کرو شمرہ۔

علی المومنان یسعی لفتحین حالہ ولیس علیہ ان یساعیہ العصر
مسلمانوں کو لہذا راستہ ایسے بھی بہ مستلما۔ یہ بھی مسلمان کو مستلما لکھ کر طریقہ اللہ میں ہے (روح البہاں)۔

تقررا دل اولیٰ دلہاں خود بدست آور کہ نگران زود شیخ دم نخواہ مانہ
بہ تعلق مل لیا لہذا۔

اِذْ يُوحِي سَائِبِكَ اِلَى الْمَلِيكَةِ اِنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جبکہ وحی کرتا تھا رہا طورت فرشتوں کے ساتھ جنگ میں ساتھ ہوں تمہارے ہی ساتھ چل رہا تھا
جب اسے صبر تھا اور پھر فرشتوں کو وحی پہنچتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو

سَائِقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَالرُّعْبَ فَاَضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ

ان لوگوں کو جو ایمان نہ تھے وہی وہ تمہاری دلوں میں اچھے چھوڑنے کے لئے صبر ہوا اور تم لوگوں کو
تھا بت رکھتا تھا کہ میں تمہاری دلوں میں چھوڑنے کے لئے صبر ہوا اور تم لوگوں کو

اَضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَمَنْ

کے اور مسلمانوں میں سے ہر ایک کو ہر چھوڑ دے اور اس کے ساتھ کہ انہوں نے مخالفت کی اور اللہ کی
اور رسول اور ان کی ایک ایک اور ہر حرب لگاؤ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس

يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۗ ذٰلِكُمْ فَاذْوَقُوْهُ

اور رسول کی اس کے اور جو مخالفت کرے اور رسول کی اس کے ہیں تحقیق اور سخت عذاب مانا
کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو جنگ انداز کا عذاب

وَ اِنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا نَّارًا ۗ

یہ ہے کہ کافر ہیں اللہ کے اور تحقیق واسطے کافروں کے عذاب ہے آگ کا

عذاب ہے کہ تو سمجھو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ کافروں کو آگ کا عذاب ہے

تعلق میں آیات و بیانی آیات سے ہند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق بیچلی آیات میں ہر میں فرشتوں کی آمد کو کہہ رہا ہے
 نبی کی اور نبی اور ہمارے کی مانند نہ کہ وہ فرشتے ہی نہیں جیسے گئے بلکہ ان کے ذمہ کچھ خدمات بھی کی گئی تھیں۔ دوسرا
تعلق بیچلی آیات میں ہر میں فرشتوں کی معاضرت کا تعلق بتایا جا رہا ہے کہ ان فرشتوں کی شان میں کی معاضرت سے وہاں
 یہ گئی کہ ظاہر اس وقت ہم بھی ان کے ساتھ تھے انہی معکم تو کچھ لوگ ہر درمی صحابہ کی شان کسی بلند وہاں ہوئی۔ تیسرا
تعلق بیچلی آیات میں فرشتوں کے ایک دکن ہا کر تھا مسلمانوں کے دلوں میں ہمت و جرات و عتاب اس کی کہ وہ سر
 رکھ کر آ رہے یعنی کفار کے، دل میں رعب و ہیبت کا یہ فرمایا سائق **فی قلوب النین کفر و الرعب** جو تھا
تعلق بیچلی آیات میں مسلمانوں پر کہم خود کو نبی کی وجہ بیان ہوئی یعنی اللہ رسول کی فرمائندہ اور ہی لب کفار کی شکست کی اصل
 وجہ بیان وہی ہے یعنی اللہ رسول کی کلمات **شاقوا اللہ ورسوله** تاکہ ناپاکت مسلمان یاد رہیں کہ اللہ رسول کی
 اطاعت سے قدم باہر لانا ناکست کما جائے گا یہ ہے۔

تفسیر الذیوحی **بکمالی الملتکته** قوی ہے کہ یہ جملہ نیا ہے اور اذ سے پہلے **احکروا بالذکر** و اذ شہدہ
 ہے یعنی نیا ہے وہی سے جس کے لغوی معنی ہیں خفیہ اشارہ یا دل میں اظہار ہے اور **بکمالی النحل** اور
 فرمایا ہے **و لو حینالی صومسی** ہم تہ شد کی بھی کہ دل میں ڈال دیا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ہاں سکھان میں ان
 دیا شریعت میں یہ وہی کلام ہے جو اس فرشتہ نبی سے کیا گیا ہے عطا کہ سے مراد فرشتے ہیں جو ہر میں مسلمانوں کی ہر کے
 لئے جیسے گئے تھے یعنی اس محبوب علیہ السلام انیس روز وقت پورا جب آپ کے رہ سہ ہر دوائے فرشتوں سے فرمایا جان کما
 میں **الذاتانی معکم** یہ عبارت **یوحی** کا مفعول ہے اس کا مقصد یہ نہیں کہ فرشتوں کو عمارت سے ذوق و تہیہ اور مع کرنے کے
 لئے میں فرمایا بلکہ ان کی عزت اظہار کا مقصد ہے یعنی اسے فرشتہ خدا سے ہر میں آنے سے تمہاری یہ عزت ہو گئی کہ ہم
 تمہارے ساتھ ہیں **انہا کر ہم** ہر میں صوفی تمہارے ساتھ ہے **فتبیتوا اللین اصنوا** اس جملہ میں نہ چیز تہیہ ہے اور یہ ایک
 پوشیدہ شرط کی ہر میں ہے جب ہم تمہارے ساتھ ہو گئے تو تم یہ خدمت انجام دو کہ ان نمازیان ہر وہ منین کو ثابت قدم رکھو
 ثابت قدم رکھنے میں ہند افعال ہیں ۱۱۰ تم عقل انسان میں ان سو منین سے طور اور نہیں گئی ہر میں، و تاکہ ان کے دل قوی
 ہوں۔ (2) ان دونوں کے دل میں ایسا کر کہ اللہ کی ہر دے نہ دوائے ہے کیونکہ جیسے شیطان انسان کے دل میں دوسرا آتا ہے
 جس سے انسان پریشان ہو جاتا ہے یوں ہی فرشتہ انسان کے دل میں ایسا کرنا ہے جس سے اس کے دل کو سکون نصیب ہو سکے۔
 ۶۶ ان سو منین کے ساتھ میں رکھنا ہے جملہ نیکوں کو مومنوں کی ہر دکر جس سے ان کے دل قوی ہوں۔ (۱) یہ عبارت تک عقل
 انسانی میں پایا جانے شان سے اس نے ساتھ صف جملہ میں کتب ہوں کی جماعت یہ عطا تاکہ ان کے دل قوی ہوں **انہی خذان**
مومنوں سے مراد نمازیان ہر میں سائق فی قلوب النین کفر و الرعب اس میں رب تعالیٰ نے اپنا ناکم بتایا کہ
 اسے فرشتہ مومنوں کو ہمت دہم عطا کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے **النین کفر و الرعب** اسے مراد ہر میں آنے والے کفار
 ہیں **رعب اور رعب** دونوں کے پیش سے ہی آتا ہے اور وہ کے پیش ہر کے سکون سے بھی ہر میں قراعت میں سے ہی ہے اس کے
 معنی ہند میں **اور دل کی ہیبت** لہذا میں جو نہ کما جاتا ہے ہر مت لایم میں سے لوش کو کوہاں کو حیر دیا۔ ہر نہ کما جاتا ہے

رحمت اسبیل الہادی خطاب نہ ہوگی، بلکہ بھروسہ ہے (روح المعانی) فاضل ربو افوق الاعناق یہ عبارت ہے
فشتوا کی تفسیر ہے، خوف تفسیر ہے، جدا ایک پر شہد و شہاد کی جڑ اسے خوف چڑھتی ہے، بعض نے فرمایا کہ **اضربوا** میں خطاب
 غازیوں پر ہے۔ مگر قوی یہ ہے کہ میں بھی خطاب فرشتوں سے ہی ہے **اضربوا** کا حصول پر شہد ہے ہم اس سے مراد
 کفار کہ ہیں جو ہر میں مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے فوجی ہوا۔ معنی علی علیہ السلام نے فرشتوں تم مسلمانوں
 کے ساتھ مل کر کفار کی گردنوں کے اوپر مٹھی کھوپڑی پرچہ منہ مارو، جس سے وہ مر جائیں، ان کی گردنوں پر مارو کہ انہیں قتل کرو
واضربوا منہم کس پانچواں۔ یہ عبارت پہلے **اضربوا** معطوف ہے اس میں جبکہ کی دو سری زیت کا نہ ہے اس میں
منہم کس بیان اہل ہے، بیان میں ہے **ہانتعلی**۔ معنی توڑا پیر سے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تنو انہیں ظاہر ہے کہ
 میں۔ لفظ "توڑا" مراد ہے خصوصاً ہاتھ کے دو لہجوں کے پیکار ہو جانے سے انسان لڑنے کے قتل و مرتد ہونے کو، اور کوئی اختیار
 نہ اٹھا سکے یعنی اسے فرشتوں کفار کو ہلاک کرنے کیلئے گردنوں پر چا کر گردن کے اوپر کھوپڑی پرچہ منہ مارو اور انہیں پھاڑ۔ اس کے
 لئے من سے، توڑوں پرچہ نکلا **ہانہم شاقوا اللہ ورسولہ** ذالک میں اشارہ ہے کہ نہ تو قتل اور نہ تار سے کسی
 طرف **ہانہم** میں سب یہ سب ہم معراج، وہی مذکورین عمار ہیں **شاقوا** انا ہے حق سے، معنی اڑتے ہیں جابہ ہر جگہ خراب
 اپنے مقابل سے، دوسری جانب نہیں سامنے ہو جاتا ہے اس لئے اسے شاقو کہا جاتا ہے جیسے کہ دشمن کو کہہ دیتے ہیں جو ماہی
 عدو سے۔ معنی وہ سے ہزار ہاتھ پکڑ کر دشمن دوسری کی حد سے پیچھ کر دشمنی ہی حد میں آجاتا ہے اس لئے اسے عدو کہا جاتا ہے
 ہر وزن فعل میں حد سے نکل جانے والا دونوں فعلی دیکھو وغیرہ۔ خیال رہے کہ کفار خدا تعالیٰ کے دشمن نہ تھے اسے تازہ رہ
 مانتے تھے اسے لڑا کہہ کہتے تھے اس کی عبادت کرتے تھے مگر چونکہ حضور انور کے دشمن تھے اور حضور کی، شہنشاہ تعالیٰ کی
 دشمنی ہے اس لئے شاقو اللہ ورسولہ ارشاد ہوا متعدد یہ ہے کہ اسے فرشتہ تمہارا ان کفار سے لڑنا کسی اور وجہ سے نہیں صرف
 اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ رسول کے دشمن ہیں صحابہ اللہ رسول کے دوست ہیں تو صحابہ کی حمایت میں کفار سے جنگ کرو
ومن يشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب یہ فرمان عالی یا تو نہ کہ وہ قتل و مارا کی وجہ سے ہے یا اس میں
 آخرت کے عذاب کا کہے یعنی جو خدا رسول کا کاف ہے صرف دیاری عذاب ہی نہیں دیا جائے بلکہ اسے سخت آخرت کا
 عذاب دیا جائے گا کیونکہ اللہ کفار سے سخت ہی سخت ہے **ذالکم فذوقوا** ان لکفر میں عذاب النار اس فرمان میں
 لی نحوی ترکیبیں بہت ہیں آسان ترکیب یہ ہے کہ **ذالکم سے پلذوقوا** اصل پر شہد ہے اور **فذوقوا** اس پر شہد و قتل
 کی تفسیر ہے اور ان کفار میں سے دلو، معنی مع ہے میں کہ اسے کافروں نے ذکر و عذاب تو دنیا میں لکھ لو اس کے ساتھ ہی
 تم کو آخرت میں اور وہ عذاب بھی ہے وہاں کفار تو نہ تھے ہی بلکہ اس لئے اس کے لئے پھٹنا اور شہد ہوا اصل عذاب تو
 آخرت کا ہے (روح المعانی) پھر نہ وہ دیاری عذاب سارے کافروں کو ہے اس لئے **ذالکم** مع ارشاد ہو لیا اس اس مع سے
 اشارہ کر دیا کہ وہ سخت ہے عذابوں کی طرف ہے یعنی حضور ان عذابوں کو کلمہ عذاب ان کے سوا ہے اس کے علاوہ اس بملہ کی
 بھی ترکیبیں اور تفسیریں ہیں۔

خلاصہ تفسیر: محبوب اللہ آپ اپنے ہاں ہزار صحابہ کرام پر کو بھی یاد کر لیا ان سے اس کا بھی ذکر کہ وہ فاش

ان کی دعا کے لئے بد میں جیسے تھے تم نے ان سے بڑی یہ وحی ملام کہ دیا تھا کہ اے فرشتوں میں سے لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم کو یہ شرف حاصل ہو گا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تم ہمارے قریب خاص ہو گے اب تمہارا نام تو یہ ہے کہ ان نمازی مسلمانوں کی بہت پر عملوا انہیں ثابت قدم رکھو کہ تم ان کے دل میں ڈال دو کہ فتح تمہاری پہنچے گا شکل انسان میں ان کے ساتھ جا کر لڑائی بھارت کا لڑنا کرو اور اللہ یہ ہے کہ وقت جنگ ہم تم کا پدو کے دلوں میں فن تھوڑے سے سردسلطان مسلمانوں کی توجہ ڈال دیں گے یہ دونوں کام تو جنگ شروع ہونے سے پہلے ہوں گے پھر جب جنگ شروع ہو جائے تو تم سلطانوں کے ساتھ مل کر کفار کی کھوپڑیوں پر بھی پتہ لگاؤ جس سے وہ جاکر ہو جائیں اور ان کے جو زموں پر بھی لادو جس سے وہ اگرچہ ہلاک نہ ہوں مگر بیکار ہو جائیں آنسو و جنگ کے قابل نہ رہیں تم ان کو یہ سزا ہی ملے گی کہ انہوں نے اللہ رسول کی مخالفت کی ہے اور ہمارا تعاون یہ ہے کہ جو اللہ رسول کا مخالف ہو اسے اللہ تعالیٰ سخت عذاب دیتا ہے۔ اے فرزند تو یہ رہا کہ جب تو انہیں نہیں چھوڑے گا کہ تم باقر ہو لڑنا تمہارا ایک عذاب اس کے علاوہ ہے۔ خیال رہے کہ فرزند وہ سترہ (۱۷) مضمین جو کہ کن کن لڑائی میں دلائل ہوئی فرشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ لڑ کر جنگ کی بہت معاملہ نے اس کا مشاہدہ کیا اس میں سترہ قاتل مارے گئے اور سترہ قتل ہوئے۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کو حضرت ابوالبیر کعب ابن موصلی نے گرفتار کیا حضور انور نے حضرت ابوالبیر سے پوچھا کہ تم دیکھتے ہو تم کو یہ ہو اور جناب عباس بھاری بھر کم تمہارے انہیں کیسے گرفتار کر لیا وہ نے کہا اس کام میں میری مدد اپنے شخص سے ہی تھی میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور اب بھی نظر نہیں آ رہا ہے اس کی شکل ایسا ایسا ہے حضور انور نے فرمایا تمہاری مدد فرماتے تھے کہ وہ فرشتہ تھا تمہارا خیمہ خزان۔

ابوالبیر کعب کی موت سے حضرت ابوالبیر اور اہل بیت حضرت عباس کے غلام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں اسلام تو بھارت نبوی سے پہلے ہی داخل ہو چکا تھا حضرت عباس ابن اسلام کفار کے خلاف سے ظاہر نہ کر سکے تھے حتیٰ کہ وہ دہریہ کفار کے ساتھ بھی انہیں کے خلاف سے چلے گئے تھے اب جب کہ عباس ابن ہشام ابن مغیرہ کو بھیج دیا تو مگر خود کہ مغیرہ نے سخت بے چینی دے کر انہیں قریب رہیں کفار کی قسمت کی خبریں پہنچیں تو اس کی سبے فراری اور بھی بھڑکی یہ کمزور سا آدمی نماز مزم کے پاس بیٹھا وہ اپنے حرمیدھے کر رہا تھا میری موت ام الفضل یعنی حضرت عباس کی بیوی میرے پاس جمی تھیں کہ ابوالبیر کعب کی شہادت ہو چکا کہ پدو سے ابو سفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب واپس آئے ہیں وہ بھی ابوالبیر کعب کی آگے لو کہ کفار ہیں ان کے ابوالبیر نے ان سے پوچھا کہ تم ہماری جنگ کا چشم بزدل رہنا اور اللہ تعالیٰ نے سزا میں حارث نے سزا لوائی وہ درستی اس دوران میں یہ کہا کہ ہم نے مسلمانوں کے ساتھ سفید ماسے والے چت کب سے گھوڑوں پر سوار ایسے لوگ کیسے نہیں کہی نہ دیکھا تھا یہ سزا دوزخ کے درمیان نفاذ سے اترتے تھے ابوالبیر کعب نے کہا کہ یہ تو اسماعیلی بدو تھی اس پر ابوالبیر کعب پر پل پڑا مجھے زمین پر پڑا میرے سینہ پر پڑا گیا اس پر ام الفضل کو غیرت آئی کہ میرے غلام کو کیوں مارو رہا ہے انہوں نے ایک چوبچاپ اٹھا کر ابوالبیر کے سر میں بھاری جس سے وہ زخمی ہو گیا اور بھٹس کر گیا تو ابوالبیر کعب کو اس لٹھے مار رہا ہے کہ اس کا سونہی مہاس قید ہو گیا یہی میں تو سمجھتا ہوں ابوالبیر ان سے تو چھوڑ کر کہ میرے سینہ سے اتر کر زخمی حالت میں چلا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پڑاں میں ایک زہریلا دن لگا جس سے وہ ساتویں دن مر گیا خیمہ خزان (مضمون) ہو گا غلام کی بے عزتی سے ساری کو نیت آتی ہے جس

نقل سے ہمیں کے معنی میں لانا چاہئے اور سنا سنا ہونے کو سنا چھوڑنا اور اعتراض بن ثابت میں ثابت تھی کہ فرشتوں کی طرف نسبت لیا گیا کہ فریاد کیا نسبت اور عہدائے کہ ہر کی طرف کہ ارشاد ہو لیا اللہ اس فرق نہ ہے لیکن جو اب اس میں بتا رہا ہے کہ اس فرشتہ نمازی ہمارے ہم کے لئے لگے ہیں تو اس ایک ہم تم کو انہیں ثابت قدم رکھنا اور اس ظاہر سرگرم ہم کرتے ہیں دشمن کے دل میں رہنا اور یہ سب کچھ کیا کرنا ہوا ہے ہلا کوئی لکھا ہے بندہ تو اسی کریم پوری فکر اپنے لئے فریاد وقت رحیم اور اپنے سبب کے لئے فریاد وبالہ المومنین و عروف وصمیم یعنی ہم جیسے ایک نور اللہ کو ۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہمیں میان دو نیم
یہ سلامی ہماری اس دلہانے ہم کی ہیں ۔

نہ جہل میں جن کی پنک دیک ہے جن میں جن کی چل پل
ہو ہی آگ ہند کے چاند ہیں سب انہیں کے دم کی ہل ہے

تفسیر صوفیانہ: یہ را کبر ہوا اللہ ایک دفعہ ہونا نصیبہ رنو کہ ست کھ لے گئے مجھ رہ سفر تہیات قائم ہے دنیا گویا ریا کا میدان ہے ہوشوں کے دل گویا ملازموں کا نظریہ ہے جن کے نفس لہو اور انہیں نور میں کی خدمت گویا نگاہوں کی فوج ہے موسم کے دل اس فوج سے برسر پیکار ہیں اللہ تعالیٰ اس جنگ میں اپنے نبی فرشتے ان پر نازل فرماتا ہے انہیں علم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دنیاوی مصیبتوں کا ایسا شیطانی اثرات نفس لہو کے اثرات کے متقابل ثابت قدم رکھو کہ جن کے قدم ہاگنہ جامعہ و سرگرم میرا ہے کہ جن کے متقابل تمام دشمنوں کو مرعوب و مغلوب کران گا وہ من ہزار مصیبتوں میں گھر کر نہیں گھبرا گا اس پر اللہ رسول ہوتا ہے مہربان کہ ان دشمنوں کو نذرینہ کر دے اللہ رسول کے حزمے کے ہویہ مقتل شیطان کے حزمے کے ہیں **لَوْ لَمْ تَكُ حِزْبَ الشَّيْطَانِ** مومن کے ایسا کاروبار ساری خلق پر ہوتا ہے حضرت عمر کے حکم سے دریا نائل جاری ہوا اور آج تک جاری ہے آپ نے علم سے زمین نہ پر سناہ اٹھل اس کی مالک کو نہیں کر دیا اگل دیا حضرت سفید کے ساتھ شہیدم بلا تہو اپنا تو تمہارے ہو چاند فانی تساری ہے ۔

تہم گردن از عم دور سبک کہ گردن نہ مہم نہ علم تو چل
سرفراہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی معیت چاہتے ہو تو ان کے ساتھ رہو جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں اللہ کی معیت بہت قسم کی ہے
ہا کی ہر صیحت درم کی ہر صیحت قرب غصہ کی ہر صیحت معیت کی ہر صیحت غضب قہر کی ہر صیحت ریل معیت کریم کی ہر صیحت ہوا
ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَازْجَحَفُوا لَكُمُ الْكُفْرَ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم ان لوگوں سے جو کفر کو اپنے لئے جھڑپ کر رہے ہو تو ان سے
اے ایمان والو جب کافروں کے نام سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیچھو نہ دو

ہیں جو بے سچے کاشف کے بل گھنٹا پھر ہرست و قندی کو زلف کہنے لگے اب اسطرح میں بیٹہ بھاری لنگر تو: نصف تھے ہیں جو پلاؤ نیز و قندی کے آہستہ چلنا محسوس ہو کہ بڑی بڑی کی نیز و قندی سٹ محسوس ہوتی ہے رب فرمایا: **وترى الجبال تحسبها جامدا** وہی تھیں مرمر المسحابہ روح المانی یعنی ذہب تم عظیم اثنان لکھن۔ لکھتے ہو یا کھڑکے ڈی دیل لنگر سے سمارا مقابلہ ہو **فلاتولوهم الا دیار** اخالقیت تم کی جڑا ہے **لاتولونابہ** تو لیتے تھے جس کا وہ ولی یعنی قربت ہے باب غیبی۔ معنی سبب ہے تو معنی ہو تے دور ہو نا پھر باہریوں۔ معنی پچھو رہا ہے لو پڑ معنی ہے برکی۔ معنی انسان کے جسم کا پتھرا حصہ گذشتہ گل کو پھر اور روست کی جڑ کو پھر کہا گیا ہے **ان خابروا لامقتوع** صحیحین یعنی کفار کی طرف چلے نہ کہ وہاں تھوڑے کفار پتھرا پتھرا بھی جرم ہے **لاتولود** مفلوئوں کی طرف متعدی ہے ہمارا نہیں ہم ہے دور سرا **لا یارینون** کو چیتہ نہ دور نہیں شیون، کھلا **ومن یولہم یومئذ دبرہاں** فریق مائی میں اس جرم کی سزا کا کہتے ہیں **من** سے مراد ہے مازی **ومن یولہم** میں ہم سے مراد اپنے متعلق کفار ہیں **یومئذ** سے مراد ہے جبہ فون جنی نہ سملن غازی جملہ کے ان کفار کو چیتہ نہ کھائے نہ کھینڈے کھانے کی تین صورتیں ہیں ایک تو مقابلہ سے بھاگنے کے لئے کہ جرم ہے اور دو میں بھی ہیں جو جات ہیں اس لئے ارشاد ہو **الامتحر فا لقتال** یہ من اور جاتوں میں سے ایک ہے جب لاکے معنی ہیں یعنی تحریفیوں کی خمیر سے حل ہے **تحرف** ہے **حرف** سے۔ معنی تدبیر یا جنگی چال لقتال متعلق ہے **تحرف** کے جنگی چال کے لئے جانتے ہی نہ صورتیں ہیں۔ 1۔ مازی لنگر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا کے پیچھے ایک اور ہمارے کتبہ اپنے لنگر سے الگ ہے یہ فوراً اچانک پلا پھر انہیں قتل کر دیا۔ 2۔ یہ ہتھ خطرناک ہو تو ہی مازی یہاں سے بھاگ نہ محفوظ بلکہ پچھوئوں سے حملہ کر دیا حضرت عبداللہ ابن میر نے یہ بھی معنی کے ایک شاعر کہتا ہے۔

نفرم کھرو الحرب کو

ہم بھائیں کے بھرا نہیں کے جنگ بھاگے تو نئے کاہم ہے۔ حضرت علی کا قبہ ہے حیدر کرار یعنی پٹ پٹ کر حملہ کرنے والا شیر ڈار (از قانن مصلیٰ گیر و خیرہ)۔ 3۔ مازی یہاں سے بھاگنے کے پیچھے کفار کی متعدد ذی جبہ اور ڈننے کے لئے تخریب ہوئی کہ اچانک من پر پلٹ کر حملہ کر دیا سب کو موت کے ٹھکانہ بنا دیا۔ 4۔ مازی کفار کے ملنے سے بھاگے تو کفار کے پیچھے پہنچ کر من پر حملہ تو ہو گئے فرمکے یہ سب جنگی چالیں ہیں الحرب فد جز جنگ نام ہے جو کہ کا بعض نے فرمایا کہ **تحرف** ہے **حرف** سے۔ معنی کفار یا لگھری کی معنی جنگ کے لئے مقابلہ سے ظہرہ کفار پر ہو کر لڑے **لومئذ** یعنی **اللی** فتنہ ہے مہارت معلوف ہے **مظاہر** پر متبرنا ہے یا تھما جز موت تو یہ باب فیض سے ہے اصل میں تمیز **الاولوی** بن کر ہی مدغم ہو گیا **ان** مازی میر سے ہے تو یہ باب غیبی ہے۔ (از کبیر) ہر عمل جوز یا جز کے معنی ہیں جمع ہو گیا مطالبہ کرنے کے لئے کسی سے کہنے کو بھی جوز یا جز کہتے ہیں وہی یہاں مراد ہے **فتنہ** کے معنی ہیں جماعت گرد و معنی مازی اس لئے میران سے بھاگے کہ یہاں وہ اکیلا تھا اس کی جماعت یا میری بلکہ تھے یہ وہیں پہنچ کر کفار سے لڑے تب بھی کفار نہیں **فقد ہما بغضب من اللہ** ہے مہارت جڑا ہے **من یولہم** کی اس میں اسی جرم کی وہ ظیوی سزا ڈال کر ہے ہا ہا ہے جو سے۔ معنی لوٹنا ہے۔ معنی شیخ ہے (ساتھ پہنچا شخص جو سوا من اور وہی کے مقابلہ سے بھاگا تو اللہ کا غضب لے کر لوٹا نکلتے ہوئی کفار

کی تلاویٰ اپنی تمامت کا روقہ ختم ہو جاؤ گئے۔ یہ جہالت گنہ ہے **وما وہ جہنم** اس کی انروی مزا کا یان ہے بلکہ ہی بنا ہے اوی سے۔
 - معنی لوٹنا ہی کے معنی ہیں لوٹنے کی گدہ یعنی ٹھکانہ یعنی ایسے بریل کا ٹھکانہ آخرت میں، ترغیب و **بئس المصیر** دوزخ
 بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ مصیر لوٹنا ہی کے معنی ہیں یعنی ٹھکانہ دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے سزا پانے والوں کے
 لئے۔

خلاصہ تفسیر اس آیت میں میدان جملہ سے بچے وہاں سے بچنے چاہئے کی تین صورتیں بیان فرمائی گئیں جن میں سے ایک
 گناہ کبیرہ ہے اور دوسرا جہالت یا غیظ ارشاد: **والا** اسے مسلمانوں نے تم انار کے ٹکڑے جو رو سے بھڑو یا ان کے متبادل جہالت یا قیام رکھنا کہ
 اس وقت انہیں پانہ نہ کھانا بھانگ نہ جانا ہو کوئی حد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگے گھوڑ نہیں تو اٹھ کا منصب ہے لڑنے کا
 کہ موٹ تو اسے وقت ہی ترس کی بکریاں درست سے دو گنا بڑھتی مسلم قوم کی رسوائی کا لڑائی جرات یہ جہالت مسلمانوں
 کی بہت گنہ جہالت یا غیظ کا ان کے لئے کرنا ہے۔ انہوں نے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا دوزخ جہنم کے لئے جہالت ہی ہی جگہ ہے
 جس کا خطبہ برداشت سے باہر ہے بلکہ دوسروں میں ہیں جن میں یہ ہم جہالت ہے ایک ہے کہ مازی کا یہ بُنا سنا جتنی چاہی کی بنا ہے
 مثلاً اس لئے کہ مازی بھاگے پتہ کافراں کے چپے بھاگیں جب وہ اپنی فوج سے کٹ جائیں تو یہ اچانک پکڑا ان پر حملہ کرے
 انہیں قتل کر دے یا ان کے ساتھ سے بھاگے تاکہ پیچھے سے جا کر ان پر فوج سے یا انہیں بھانگ کھا کر اس میں مطمئن نہ رہا کہ
 ان پر شب خون نہ برسے اور دوسرے یہ کہ مازی خود سے تھے ساتھ لشکر کفار سے تھا مسلمان لشکر اور جگہ تھی یہاں سے بھاگ
 کر اپنے لشکر سے باہر چلنے سے مل کر دوسرا کر دے یہ دونوں صورتیں جائز بلکہ فریب ہیں کہ یہ بھانگ نہیں بلکہ جہالت ایک
 چال ہے۔

روایت: بخاری سے آپ لفظ دین اور احمد ابو داؤد ابی ماجہ اور ترمذی ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت
 کی کہ حضور انور ﷺ نے ہم کو ایک لشکر میں بھاگ رہے تھے ہم نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے ہم مدینہ منورہ کے محرم شرم سے حضور خدا کی
 خدمت میں نہ آئے کہ ہم تم سے نہ ملنے جائیں۔

اور لفظ ہے میرا ہے لڑوں کہ ان کا سامنا ہے اور میں ہوں
 آخر کار مجھے لپٹے حاضر ہوئے جہ سے پہلے اہل وقت تھا تو ایسا کون ہم نے عرض کیا حضور ہم میں بہتوں نے فرمایا فرار میں
 بگھوڑ نہیں بلکہ مکاری اپنی بنا کہ پاس آئے اس لئے یہ فرمایا **افتتھا المسلمین** میں مسلمانوں کو لڑا ہوں۔

دوسری روایت: بخاری اور ترمذی میں ایک شخص نے میدان سے بھاگ کر لڑا اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق
 بارگاہ میں حاضر ہو کر انہیں لڑا کہ آپا ہے بھاگ کر فرمایا میں تیری پناہ ہوں تو اپنی پناہ کے پاس آیا ہے (روح المعانی) شیخ
 نے کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ علم صرف مکاریانہ ہے کہ لئے خدا دوسرے مکاریوں پر یہ نفعی نہیں کیونکہ ان غزوہ میں
 حضور انور ﷺ نہیں مسود تھے نیز وہ پہلا غزوہ تھا اس وقت یہ نفعی نہ کی جاتی تو یہی بد ہائی ہوئی حضرت اللہ و حسن نہیں کہ
 یہی قول ہے خاندان کبر و غیور) محمد ابن سینا کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کو حضرت ابو عبیدہ نے قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا **اشد**

پہلا اعتراض اس آیت سے معلوم ہوا کہ جلا میں بھاگ جانے والا سخت گنہگار غضب الہی کا مستحق اور دروزی ہے تو حضرت مجتبیٰؑ اور امت سے صحابہ غزوہ ہند میں بھاگ گئے تھے وہ سب دروزی ہیں (دراصل) جو اب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گنہگار مطلق کا اعلان فرمایا کہ اور شاہ فرمایا ان الذین تو لو امتنکم یوم التقی الجمعن ولقد عذنا اللہ عنہم لپ ان حضرت پر اعتراض کرنا یہی ہے جیسے تو م علیہ السلامؐ حکم کمانے کا اعتراض یہ نہ کہ وہ مذہب نہ جب وہ نے مطلق نہ رہی ہو۔ دوسرا اعتراض مطلق کا اعلان بعد رماہوں کے لئے تو ہو گیا مگر غزوہ تین میں بھی صحابہ کے قدم اکٹرا گئے تھے اور وہ بھاگ پڑے تھے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں کہ ان پر غضب الہی بھی ہے اور دروزی بھی (دراصل) جو اب اس اعتراض کا جواب اس آیت میں موجود ہے ہمیں یہ واقعہ کورہ ہے یعنی سورہ توبہ میں چنانچہ ارشاد ہے ثم ولیتم معبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین وانزل جنودا تنزیلہا من السماء لیکفر عنہم الذمات لہن وہی لوگ کوٹنے ان پر وہ نے لیکر انکار افسوس کی بدولت کے فرشتے آسمانوں سے جنگ جی کی ہادی استقامت کا دارہاں گئی کہ اور سزا جب ہے جبکہ توبہ کا دارہاں ہو اہو۔ تیسرا اعتراض بہت ذمہ نمازی بھاگنے پر مجبور ہو جانا ہے جبکہ اپنا نقل سامنے نظر نہ ہو۔ یہ بہت ہے کہ ہر حال نمازی پر بھاننا حرام ہو آگے بڑھتا کہ ارشاد ہے تو ظہر وہاں ہے کیجئے بنا ہے تو ظہر ایمان یعنی ساتھی موت ہے کیجئے اور نجاتی نئی نشان رحمت سے ایسا ہے۔ جو اب اس کا جواب بھی تفسیر میں ذکر کیا کہ آیت نہ کہ یہاں صرف یہ کہ نمازیوں کے لئے مطلق کسی نہ کہ اور صورت اس آیت سے متعلق کہ **الذین خفف اللہ علیہم** وقت نمازی کو چاہیے کہ یہ نیت کرے کہ انہی تو بھلا جانا ہوں انشاء اللہ اور صورت سے حملہ کروں گا تب اس فریضہ طاعت میں داخل ہو گا **متعین الذین فتنہ اللہ لربا یتے** ہیں کہ ایسے نازک اور خطرناک وقت پر ذات چنانچہ بہت ہے اور بہت جاننا نیت۔ چوتھا اعتراض بھاگ جانے والا نمازی کا فریضہ نماز ہے اور دروزی کا نیت کا ہے نہ کہ نماز سمن کا پڑھنے کے متعلق یہ کیوں ارشاد ہوا کہ **ما و اجہنم** سمن غلو کی ساری مجرم ہوں اس کا انجام جہنم رہا ہے۔ جو اب یہ فریضہ طاعت ایسا ہے جیسے ارشاد ہوا کہ جو شخص کسی سمن کو مبرا قتل کرے تو فجر **لؤہ جہنم خالد فرہا و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدا لہ** کہ اس سے مراد پیش رو مانا نہیں بلکہ بہت دور تک رہتا ہے یا یہ قانونی سزا ہونی چاہئے کیونکہ جرم بہت سنگین ہے مطلقا درم و سرنی بڑے ہے اس کے لئے وہ آیت ہے **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء** اللہ تعالیٰ گنہگار بخشے گا اس کے سوا نہ چاہے بخشے۔ جبکہ پانچواں واقعہ یہی ہے کہ حصار کی تیرہ کیوں گالی کہ جب تم گناہ کے شکر جرات سے غیور تم شکر جرات ہو کر ان سے طاعت کا نکتہ تو علم و کھ اور ہر گھ جو اب یہ فیہ لکار اور سزا ہوا کو اہل دنیا تصور ہے یعنی یہ حکم جملہ کے ہے لیکن اگر کسی گنہگار نے مسلمانوں کا گناہ نہیں کیا ہے تو مسلمانوں میں ہو رہا ہے تو مسلمان وہاں سے جان بچانے کے لئے بھاگ سکتے ہیں بلکہ ایسی مجبوری کی صورت میں تو متنا سے نظریہ لے کر دیکھنا اور جان بچالیا جاتا ہے جب وہ فرماتا ہے **لا من اکرہ و قلبہ مطمئن** یا **ایمان یدنا** انہیں سب و لیتی کو اللہ اس کے متعلق مشہور معروف ہے کہ وہ گنہگاروں کو کر کے جان بچانے میں سورہ کیجئے تو فرماتا ہے **ومن النعم من یشری نفسه ابتغاء امر من نجات اللہ** ان کے متعلق ہے جو اپنا جاننا کہہ کہ

بست تھیں ہیں کہ تفسیر صوفیانہ میں مرض کی جائیں گی **ولكن القوم من اس کا مفقہ ملامت ہے**۔ رنی بلا غلاب
 وہ ہے جو بھی عرض لیا گیا کہ کفار کی آنکھوں میں رہنے والا اس نے پکڑ لیا یا تو تھوڑے سے قوت ہماری تھی کلام سہارا تھا
 ان کے ہمارے اقلیہ تھے تم ہمارے محبوب ہو تمہارا ہر نام ہمارا نام ہے تمہارا جینا تمہارا جیننا ہے اور تمہارا کرم فرمایا تمہارا کرم فرمایا ہے
ویزکبھوم: جب بندہ کو رب تعالیٰ سے قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو رب کے کلام کو بندہ کثرت سے کہتا ہے میرا کلام ہے اسے
الموتی باذنا اللہ۔ بندہ کے کلام کو رب کہتا ہے کہ میرا کلام ہے یہاں یہی رنگ ہے **و لیبلی المؤمنین منہ**
بلاہ حسنا یہ عبادت یا تو سہل و آسان ہے اسی صورت میں **لیبلی** متعلق ہے **لیبمعق الکافرین** پر شیعہ پر ہے
 اعتراض ہے اور یہ ربط معترض اور **لیبلی** ایک پر شیعہ عبادت کے متعلق ہے **وقل ذالک لیبلی** خیال رہے کہ
لیبلی ثابت ہوا ہے۔ معنی آنا میں رب تعالیٰ انہوں کے ذریعہ سے بندوں کو آنا تھا اور انہوں کے ذریعہ میں رسول اور سری
 جسم کی آنا میں عبادت پر یہ انتساب۔

جزی اللہ بالاحسان ما فعل بکم فابلاهما غیر البلاء النی یبلی

اب عرب قوت سے: **بلا** لرنے کو بھی **بلاہ حسنا** کہتے ہیں اور صبر جمیل کو بھی یعنی اللہ تعالیٰ نے باری تمام کاروائیاں اس
 لئے کیں کہ کافروں کو نکالتے اور مومنوں کو اپنی طرف سے بلور آنا میں اچھی نصیحتیں دیتا ہے (روح المعانی) حضرت
 قیمت نکالنے میں شیعہ کے لئے قیامت ہونے کے وقت ہاتھوں کے دوا میں جڑ لے دیتا ہے پھر کے بندوں کے تمام فوائد اس طرح
 بدر کا نتیجہ تھے کہ مسلمانوں کے ہر مسئلہ بند ہو چکے تھے **ان التسمیع علیہم** یہ عبادت یا تو بندہ کی طاعت ہے یا اس کا نتیجہ
 یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی نافرمانی ہوئی، عاصی مکتا بھی ہے اور عین کدول کا مسئلہ بندوں کے دلوں کا ملامت خوب جانتا ہے وہ جانتا
 ہے کہ اگر مسلمان پھر میں کثرت کھائے تو آئندہ کے لئے عین کی صحت پست ہو چلوں گی اس لئے انہیں یہ شکار اسخہ کا مرنی
علا لربنا ذالکم اس سے اشارہ ہے کہ ہم ذرا دور ہوتوں کی طرف ہے اس لئے صحیح الیا کہا گیا **یا تو خذوا** پر شیعہ کا متعلق ہے یعنی بھی
 یہ نصیحتیں تو ابھی نصیحتیں آئندہ ملیں گی **یا مقصود** پر شیعہ کی خبر ہے یعنی ہمارا مقصد یہ ہی ہے **ذالکم** سے اشارہ **بلاہ حسنا**
 کی طرف ہے یعنی کہ تم کو انعام دینا مقصود ہے **وان اللہ مومن کیدا الکفرین** یہ عبادت **ذالکم** سے طرف
 ہے اور اللہ مومن کی طرف ہے یعنی اس جنگ کے مقصود میں ایک تم کو انعام دیا کرتا ہے تو انہوں سے خدا کے فریب کو کھڑا کر دیتا
مومن بنا ہے ایساں سے جس فائدہ میں ہے یعنی سستی و کھڑی کیدا اور **مکر و خداع** قریباً ہم معنی ہیں۔ کافروں
 سے مراد یا تو کفار قلیل ہیں جو ہر دین مسلمانوں سے لڑتے آتے تھے یا ہمارے کفار عرب یا یا ہمارے انبیاء کا تیرے معنی
 زیادہ قوی ہیں۔

خلاصہ تفسیر: **بلا** کے معنی ہیں اس طرح خدا نے تمہارے دل میں قیمت کے حصول کا کفار کو قید کرنے پر غور کروا دیا تھا کہ
 سمجھو کہ اللہ حقیقت انہیں تم سے قید دینا نہیں لیا تم نے قیمت حاصل نہیں کی تم نے ہر دین میں جیتا تھا کہ اللہ کا حکم
 کہو کہ اللہ ہی اسے کفار کو، حقیقت نقل کیا ہی ہے تمہیں فتح ملی کہ اسی نے تم کو جرات دی انہیں مرعوب کیا فرشتوں نے
 تمہاری مدد کی اور اب خوب ہے تم نے ہر دین کھاری طرف مٹی بھر کر گھراں چھینکیں تو کفار کی آنکھوں میں ترسنا آتے ہیں

تکبیروں کا اہتمام دیکھنا ہی دیکھنا آخرت کا امام اس کے علاوہ ہے یہ قائمہ خالکم سے حاصل ہوا کہ یہ شیخ غفر وہی ہے۔ یعنی آخرت کے امام بنائی ہیں۔ انھوں نے قائمہ نبیہ کفر سونوں کے خلاف تہجیر کر فریب کرتے ہیں کے کرانہ تہجیر سونوں کو ان کے فریب سے بچا کر ایک سو سمن صحیح سمن ہوں یہ قائمہ موہن کعبہ الکافرین سے حاصل ہوا امام حسین شہید ہونے تک فریب نہ پڑتا تھا آپ نے اپنا حکم پورا کر دیا۔

قتل حسین اصل میں مرگ بڑی ہے اسلام زندہ ہونا ہے ہر گھٹائے بعد

پہلا اعتراض پھر میں کفار کو قتل مازوں نے ہی کیا تھا اس لئے وہ بخاری کھانڈے محرق قرآن کریم فرما رہا ہے قسم **تقتلوهم** آئے انہیں قتل نہیں کیا یہ بات تو خلافِ اقد ہے۔ جو اب یہاں منقبت ہڈت خود قتل کرنے کی نئی ہے یعنی ان کا قتل تہجیر طاعت سے باہر حدودِ حقیقت ہم نے ہی انہیں قتل کیا تھا ہر ارادہ آپ حقیقت کہہ کر لفظ آیت واضح ہے دوسرا **اعتراض** یہاں ارشاد ہوا **والمیمنۃ فذمیتہم** یعنی حضور انور سے نکلیاں جھگڑے کی نئی بھی ہے اور نبوت بھی یہ اجتماعِ جنسیں کی محدودیت ہوا۔ جو اب یہاں کرام اور موقیہ مقام نے اس اعتراض کے بہت بڑا پیمانہ ہے جس آسان جواب یہ ہے کہ **والمیمنۃ** میں کفار کی آنکھوں سے بچا جانے کی نئی ہے اور **فذمیتہم** میں ہاتھ سے جھگڑے کا بہت یعنی جب آپ نے اپنے دستِ مقدس سے نکلیاں جھگڑیں تو ان کی آنکھوں میں آپ نہ ڈالیں۔ جہاں انہیں لفظ انہی اور جزی سے نبوت دوسری بڑا کلمہ **اجتماع** جنسیں نہیں۔ تیسرا **اعتراض** اس آیت میں قتل کفار کی نئی مازوں پر سے کی گئی اور آخر

جھگڑے کی نئی حضور انور سے کی گئی کرانہ ان دونوں میں فرق اس طرح کیا گیا حضور کے متعلق **فذمیتہم** بھی ارشاد ہوا یعنی جیسے کا نبوت بھی حکمرانی سونوں کے متعلق **اذقتلتم** ارشاد نہیں ہوا اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ جو اب ان دونوں نئی کے مقصد میں فرق ہے اس فرق کو کھانڈے کے لئے بیان میں فرق ہوا **اسلحوں سے قتل کی نئی کا مقصد ان کا انور فرمایا ہے** یعنی تم اس حق پر فرق نہ کرنا کہ شکر کرو اور حضور انور سے رہی کی نئی کا مقصد حضور کی محمدیت آپ کا انانی اللہ ہو بلکہ کھانڈے حضور انور سے تو فرق کیا نہ تھا بتایا یہ کیا کہ آپ نے نکلیاں جھگڑے تو میں محمدیہ نہ کرنا لفظ کے دورہ پر فائدہ ہیں اس لئے آپ کا امام ہوا **اسلام** سے شیخ فرور نبوت محمدیت میں بڑا فرق ہے اس کے متعلق موقیہ کرام جہد فریب نکالتے بیان فرماتے ہیں۔ **چوتھا اعتراض** نائنہ تعالیٰ نے شیخ پر کہ جانا کیوں فرمایا تو آفات کو کھا جانا ہے۔ جو اب یہاں کے معنی ہیں آزمائش اسی سے ہے ابتلاء وہ فرمایا ہے و

لینالونکم بشی من الخوف وہو بھی اسی سے ہے رب تعالیٰ کی نعمتیں بھی بندے کی آزمائش ہیں۔ رب فرمایا ہے **اصالانسان اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمو نمہ فیلقول دیں اکر من** یہ کھو اس آیت میں رب نے کرامہ انعام کو لٹا یعنی آزمائش فرمایا بلکہ یہ آزمائش مصیبت کی آزمائش سے سخت ہے کہ آفت و مصیبت میں انسان جلد متوجہ الہی اللہ ہو جاتا ہے مگر حیثیت و آرام میں اکثر ناخوش ہو جاتا ہے تکلیف میں میر کا امتحان ہے راحت و آرام میں شکر کا امتحان۔ یا پھر اس **اعتراض** میں آیت میں رب تعالیٰ نے سونوں سے وہ فرمایا **ان للموہن کعبہ الکافرین** لفظ کفار کی تہجیروں کو ست کرنے کا کلمہ بکھائی جا رہی ہے کہ کفار کی تہجیریں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت جلدی ہیں اور وہ کلابا ہیں تو یہ دوسرا نیکو پر رہا ہوا جواب ہے کہ اس آیت میں کفار عرب مراد ہیں اور خطاب صحابہ کرام سے ہے تب تو مطلب ظاہر ہے کہ

اللہ رسول اللہ! میں دو تم سے بے نیاز ہیں بلکہ تمہارا اہل ہے سورج سے روشنی لیتے ہیں سورج کا اہل نہیں بلکہ دارالہدایہ ہے
یہ لکھم اللہ رسول کی نسبت سے ہے نہ کہ وہ سورے لود کی نسبت سے۔ پانچ مجال الاعتراض لکن اللہ تعالیٰ ت سب کے ہی
ساتھ ہے فرمایا ہے **وہو معکم امین ما کنتم اور فرماتا ہے ہایکون من نحوی لکنہ لا ہور الیہم ہولا**
خمس **تلاوہ** **موسا** **سہم** آیت اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: اس کا جواب ایسی تفسیر میں گزار دیا کہ رسول، تمہ
کرم کی عمرانی مراد ہے کفار کے ساتھ عمرانی غضب، قرنی ہے ساری تعلق کے ساتھ عمرانی غلو قدرت کی ہے لکن آیت میں
تعارض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اسے لود کو فکر تم اپنے لوگوں کے نقل صدق و انکسار لود تر کساوی اللہ کی چال سے کھولنا چاہتے ہو تو جاننا
کہ تمہارے کھولنے کا رعبہ آپ کا لفظ تعالیٰ اپنی بات و صفات سے بہت جلی دلوں پر ہال رہا ہے فرق تم میں ہے کہ کبھی چاہ
میں ہو جاتے ہو اپنے دل کے دور لڑے خود بند کر لیتے ہو اور کبھی سے محروم ہو جاتے ہو اگر تمہاوی اللہ کی طلب سے باز ہو تو وہ
تمہارے ہر ماسوی ہفت سے بڑھے اگر تم ہر دنیا کی نیپ چاہ کی طرف لوٹے تو ہم پھر تم پر تمہاری نفسانی صفات کو مہ لپ کر رہیں
سے پھر دارم متقابل ساری، بخار و بیالی زہد زہمت چہ ہم نہ آوے گی، دنیا کی نعمتیں رچے بہت ہوں، بخار و بیالی ایک نعمت
کے برابر ہیں ہر نعمتیں بخار و بیالی نہیں لفظ و لوگوں کو ملتی ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عین اسلام تسلیم انہم لا ایمان نہات ہے
باہل کو کفر ہے اول اہمال (صفت) ہے، آخر کار اس نے کسے روای و اضمحلال ہے اللہ کے، اہل سے تنگ ہی ہے، تنگ کی
طرح شکر ناک ہے رب تعالیٰ کو یاد کر دوہ تم کو یاد کرے گا۔

وَاللَّعْنَةُ لَا حِفْظَكَ عِيُوبَهَا نَمِ فَاَلْمَعَاوَى كَلْهِنَ لَعَانِ
لَعَارِ بَهَا الْمَنَافَا فَمَا حِبَالَتَا وَاقْتَلِبْهَا الصَّوْرَا فَمَا عَمَانِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عُنْدَهُ وَانْتُمْ

اسے وہ لوگو جو ایمان لا چکے نہ مانزہدوں کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ پھر وہ ان سے ہٹا کر

اسے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن سنا تم اس سے

تَسْمَعُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝

تم سنتے ہو اور نہ ہو نہ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا سن جانا ہم نے حالانکہ وہ نہیں سنتے

نہ پھر وہ اور ان جیسے نہ ہو نا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے

تعلق: یہاں آیات کا جمل آیات سے بند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: بجلی آیت میں لکھا ہے کہ آیا اللہ رسول کی
خلافت سے باز آؤر نہ وہ جمل لکھے تمہارا انتقام کوہ اس سے پہلے کے کاتب دوسے جن مسلمانوں سے ہے کہ آئندہ وہ نے
تم ہی تمہارے لکن رسول کی باقرانی سے نہ ان کی باقرانی کا انجام خراب ہے گویا باقرانیوں کی قربت و اداری کی طرف جانے کے بعد

فرمایا اور ان کو فرمایا اور ہی پر قائم۔ عا جاہد باب فرمایا اور ہوا تعلق نہیں بلکہ فرمایا اور ہوا ضروری ہے۔ دو سرا تعلق: یعنی نبی
 آیت میں فرمایا ہے۔ فایب و فریب اللہ بیان ہوا اللہ کی قدرت حضور ﷺ کے مجھے کی عملی کائنات ہے سب مسلمانوں کو
 سکھایا جا رہا ہے کہ تم نے جبکہ اللہ رسول کی فرمایا اور ہی سے جتنی ہے نہ کہ اللہ کو نور عزت مسلمان سے آدو بھی یہ ہتھیار۔
 یعنی فرمایا اور ہی اپنے ساتھ رہا جو ہے حجی اذوت۔ تیسرا تعلق: یعنی آیت میں کفار سے فرمایا گیا تھا ان تم، واند اگر تم پہ
 شرارت کرو گے تو ہم پر سزا دیں گے اب تم، یہ ہا و سراخ دکھایا جا رہا ہے کہ اب مسلمان اگر تم آندہ جہرا نہ۔ سو فی
 فرمایا اور ہی کہ گے تو ہم پر تم کو حج و نصرت میں گے یہ وہی اللہ ہے کہ دو دروں میں سے ایک سچ ہے کہ دو سوس مثنی
 بصلہ دی مادی ہے تاکہ وہ من اس سے جیوں اور یہ عمل اختیار کریں۔

تفسیر: یا ایہ الذین امنوا ان یہی کیفیت میں نہ اہم ہیں جنہوں کو چاہئے کہ لے لے اور کفار کو پکارنا تھا۔ نصب سے
 لے حضور ﷺ کو پکارنا تھا اور کرم کے لئے جو تک اللہ رسول کی اطاعت واجب ہوا ایمان کی وجہ سے ہے اس لئے اطاعت سے
 علم سے پہلے ایمان تھا اور ایمان رب کے نزدیک انسانوں کی وہی قومیں ہیں سو من و ظفر باقی اور سری قومیں صرف ایمان ہی
 پہچان کے لئے ہیں اس لئے **الذین امنوا** یہاں سے خطاب سے ہم کو پکارا گیا ہے جو سرق قوموں کو ان نے انہیں پہچان سے
 پکارا یعنی اسرائیل وغیرہ مگر ہم نہ ایمان کی صفت تھی یعنی ظاہر سے ہم کو سوس نہیں کہہ کر انہیں پکارا اللہ **الذین امنوا** انہیں نے
 صیغہ ہا۔ تاکہ نہ لگے اور ایمان اندری اصلی صفت نہیں رب کا صیغہ ہے ہا اور اندر میں مال ہے جس نے زائل ہونے والا ہے
 اس صفت کو: اول۔ پکارنا ہے جو اللہ رسول کی اطاعت کرو۔ خیال رہے کہ ایمان سے مراد تکلیفی ایمان نہ کہ فطری
 ایمان تھا اس خطاب میں فرشتہ داخل نہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ من جن فرشتے سوس من انسان سب داخل ہوں مگر یہی
 بات قوی ہے یہاں کہ آیت میں ہے کہ انگو سوس من سے خطاب ہے **اطیعوا اللہ و اطیعوا رسولہ** فرمان مالی اس نہ او کا تھا۔ ہے
 اطاعت خالہ و طوع ہے۔ معنی خوشی جس حالت میں ہے کہ صاحب مطوعہ اور کربا اب اصلاح میں بخوشی فرمایا اور ہی اطاعت نما
 بنا ہے جب ہی اطاعت ہے ثواب میں ملتا ہے اطاعت تو ساقین بھی کر لیتے تھے۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کی اطاعت شریہ میں
 اطاعت صرف مسلمانوں پر فرض ہے علم ایمان کی اطاعت افراد پر فرض ہے جیسے حاکمین کی اطاعت۔ خلاصہ یہ کہ ایمان
 کی امت قومیں ہیں اس **مطاع** میں ایمان شری مراد ہے آپ اطاعت سے قسم ہے خوشی سے ناخوشی سے پھر نہ۔ ہی انعام
 میں اطاعت اور خوشی اور اطاعت تو۔ جس میں علم ایمان میں اطاعت، علم ہا، اہ، معاملات میں اطاعت ان جیسی آیات
 میں آخری اطاعت مراد ہے ہی اطاعت ہے اب سب مسلمانوں کی رعایا کفار بھی انعام میں اسطی انعام کی اطاعت کرتے ہیں عمر
 ثواب نہیں پاتے۔ یہ فضیلت خیال رہے **و لا تلوا علیہ** مسلمانوں کو یہ اور سرا علم ہے **تو لو** انابت قبول سے معنی من بھیڑنا
 توجہ نہانا معنی اللہ مانع رسول ﷺ ہیں یہ نہ اطاعت تو رسول اللہ کی ہی ہوئی ہے اس کے ضمن میں خدا کی اطاعت ہی او
 ہو جاتی ہے وہ نہ لاکر صرف برکت کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے یہی معنی فرمایا **لنگھنہ** ارشاد ہوا **تفسیر روح البیان** معنی
 کبیر بیضا ہوا غیر بعض نے فرمایا کہ عن کا معنی اطاعت یا عبادت اور خداوندی ہے ترقوی یہ ہی ہے کہ اس نامع رسول ہیں۔
 رب فرمانا ہے **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** معنی اللہ نے رسول سے بھی دل کارج نہ بھیڑو۔ خیال رہے کہ

حضور اللہ نے رسول بھی ہیں ساری مخلوق کے رسول بھی پھر مومنوں کے بھی رسول ہیں کافروں کے بھی مومنوں میں اولیاء
اسیفاء غمٹ و غلب کے بھی رسول ہیں ہم کہنا روں کے بھی ان سے منہ کیے پھر اہل کتاب و انتم تسمعون یہ سات
لا تلوگے غافل انتم سے حال ہے تسمعون انصاف پر شہد ہے یعنی ان قرآن آیات ان قرآن یعنی معاذ اللہ تم اسے مومنو
قرن آیات قرآن سے رہتے ہو کہ وہ تم اللہ رسول کی اطاعت کا حکم دیتے اگر تم ان سے رو کر والی کوئے تو یہ غمٹ نہ پانچ
بازمان ہونگے سخت سزاؤں کے **و لا تکتونوا لک الذین قالوا سمعنا و لم نعلم** فرماں غالبی میں مسلمانوں کو تیسرا حکم دیا یا انہ
تکبیر کاتب الذین سے مراد منافقین ہیں انہ فرما رہے ہیں کہ منافق ہونا تو کیا تم صورت میرے کلمات انصاف میں ان کی مثل
بھی نہ ہونا کہ رسول کی طرح ہو جان کا حکم مثل ہونا بھی یہ اب **قالوا سمعنا و لم نعلم** کہ یہ بتایا کہ منافقین نے کاشف و جہی دعوی
کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ **و ہم لا یسمعون** بالکل سنتے نہیں کہ کہ وہ قرآن مجید حضور اللہ کے فرماں انہم اطاعت
کے لئے نہیں سنتے بلکہ ان میں عیب نکالنے یا انکار تک پہنچانے جاسوی کرنے کے لئے سنتے ہیں لیکن سے سنتے ہیں بل سے انہ
کرتے ہیں اس کی تفسیر یہ آیت ہے **و قالوا سمعنا و معینا** مسلمانوں کو ان سے شکر ادا کرنے سے کہہ معنا ہم اطاعت
کریں گے۔

خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگوں پر تازی پڑھارے ایمان کی نعمت پانچے مومنوں کے ذمہ میں اعلیٰ ہو چکے اس کی حکایت اس
طرح کر کے ہے۔ **طس اللہ خلقی اور اس نے رسول کی فرمانبرداری کرتے رو ہو کر بھی کسی حال میں تارہ۔** اس سے دل کا
رعانہ پھر دونوں سے دھیمان نہ ہوتا جبکہ تم قرآن اس کے انہم سنتے رہتے ہو کہ وہ تم کو اطاعت رسول کا حکم دے رہتے ہو کہ تم
سنتے چاہتے ہو کہ اطاعت سے باہر ہو گے تو سخت سزاؤں کے گورے ذلیل دکھانا تم صورت میرے کلمات معاذ اللہ کسی حق میں
ان منافقوں کی طرح مت ہو نا کہ صرف زبان سے سنتے ہیں کہ یا رسول اللہ تم نے قرآن آپ نے فرماں انہم سب کچھ سن لے
مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں سنتے وہ اطاعت کے لئے نہیں سنتے بلکہ قرآن و حدیث میں عیب اٹھانے کٹاری
جاسوی کرنے کے لئے سنتے ہیں اور انہو حقیقت نہ سننا یہ ہے شرافت میں رہنا بلکہ انہیں معز ہو نہ ہے۔

فائدہ کے ان آیات کہہ سے چند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: شریعت کے احکام صرف مسلمانوں پر جاری ہیں
کفار پر نہیں اس لئے کافر مسلمان ہونے پر زمانہ نظری نمازیں روزے قضا نہیں کرتا اس زمانہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ قضا میں پر
واہب ہوتی ہے جس پر کو لو اب ہو یہ فائدہ اس آیت کو **یا ایہ الذین امنوا** سے شروع فرمانے سے حاصل ہوا کہ کفار پر
صرف ایمان والا فرض ہے ایمان کے بعد احکام کی اطاعت۔

نوٹ ضروری ہے کہ کفار مسلمانوں کی رعایا ہیں پر سیاسی و فکری احکام کی اطاعت کہ لازم ہے بلکہ بھی احکام میں وہ آزاد ہیں
لہذا وہ بہت پرستی اطاعت نہیں کرتے ہیں کہ یہ ان کے ذہنی احکام ہیں مگر عوامی و کثیرتی روشٹ خوری نہیں کر سکتے
کہ یہ فکری انتظامات ہیں۔ دوسرا فائدہ ایمان ہونا ایمان کامل نہیں بلکہ خاص علیہ رب و اولیاء ہے یہ فائدہ اہمیت فرمانے سے
حاصل ہوا کہ رب **یا ایہ المؤمنون** فرمایا بلکہ **یا ایہ الذین امنوا** فرمایا۔ تیسرا فائدہ: مسلمان خواہ

اطاعت کرو اور رستا ہوا اول تو لو اعنہا من رسول سے نہ منہ پھیرو کیونکہ اگر دست ہوا چاہیے تھا کہ یہیں فرمایا جاؤ اول تو لو اعنہا من رسول یعنی اللہ رسول سے نہ پھیرو یہ فرق عبادت کیا۔ جو آپ اس کا جواب دہی تفسیر میں لگا گیا کہ وہ حقیقت اطاعت صرف رسول کی ضروری ہے لہذا کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ضمن میں آجاتی ہے لہذا کی اطاعت کا ذکر کرتے ہیں تمہید کے لئے ہے نیز روگردانی صرف رسول سے ہو سکتی ہے لہذا تعالیٰ سے نہیں ہو سکتی اس لئے کہ قرآن راست ہو قرآن مجید اس کی مجلس است ہیں فرماتا ہے استصحبوا اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رسول کا ذکر ہے اور ما میں وہ نہ ہے بلکہ حضور ہی ہوتے ہیں لہذا تعالیٰ کسی کو پروردگار سے نہیں بلاتا فرماتا ہے مہاجر الی اللہ ورسولہ انسان ہجرت کر کے حضور کے پاس پہنچ سکتا ہے نہ کہ اللہ کے پاس اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ فرمایا ہے ینحکم اللہ والذین استوا من اللہ نہ نام اپنا یا مگر مراد ہے رسول اللہ وعلوان ایسے ہی میں ہے۔ میرا اعتراض لا تو لو اعنہا من رسول کیوں فرمایا کہ انتم تسمعون کہ جب تم سنتے ہو تو رسول سے منہ نہ پھیرو کیونکہ منہ نہ پھیرو کرنا ہی ہے جو اس لئے کہ عالم کا عالم جیل سے بدتر ہو تا ہے یعنی تم قرآن مجید اس کے احکام پر ایمان رکھو ہو قرآن مجید تم کو حضور کی اطاعت و عمل سے رہا ہے اب اگر تم روگردانی کرو گے تو سخت جرم ہو گے جس کو قرآن اور صحابہ قرآن علیہ کی تفسیر نہ ہو اور اسلام قبول نہ کرنے پر مجرم نہ ہو گا کہ اسے اسلام کی تفسیر نہیں اس لئے اصحاب فرقت جیسے حضور انور کے دو صحابہ ماجدین و فیروہم کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے۔ چوتھا اعتراض صحابہ کرام حضور انور کے فرمان عمل سنتے تھے سر نہ تھے پھر ان کے متعلق یہ کیوں ارشاد ہوا کہ وہم لا یسمعون، سنتے نہیں یہ بات تو واقعہ کے خلاف ہے۔ جو آپ سنتے ہی بہت نہیں ہیں کتنے چٹکی کے لئے کسی کی بات سنتا ہوا کسی کے لئے سنتا حضرت کے ساتھ سنتا قبول کرنے اطاعت کرنے کئے سنتا یا دعوت کی بنا پر جسے آپ اپنے پیارے۔ بچوں کی بھولی بھالی باتیں سنتے ہیں میں قبول یا محبت کے لئے سنتے کی جی ہے واقعی صحابہ میں اس طرح حضور کا لہنا سنتے تھے۔

تفسیر صحیفانہ میں آیات میں ظاہری عبادت و اطاعت کا حکم ہے اور ایمان دلوں سے خطاب ہے وہاں ایمان سے مراد شرعی عمل یعنی ایمان مراد ہو تا ہے اس سے فرشتے خارج ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان ظہری ہے مگر حضور کے حشر جواب احرام والی آیتوں میں ایمان سے ایمان سے متعلق ایمان مراد ہو تا ہے خود تخلیقی ہوا یا فطری جیسے اسے ایمان فطری کہتے ہیں اور رسول کی آواز سے لوہنی نہ لڑا ایمان دہنی کے کہ میں بغیر اجازت نہ جہاں ایمان فطری سے آگے نہ بڑھا دے ایمان دہنی کے جانے پر آجہاں بھی آیات میں فرشتے کیا چاند سورج انکرا پتھر چاندور تندہ اصل ہیں سب پر حضور کا جواب احرام لہنا ہے۔

یہ آپ کے جلیل ہے تو ابھی شکل کے کرتے تھے تو

نہ ہوا کو تیز روش روانہ چمکتی نسوں کی دھار ہے

اطاعت دہنی بھی ہوتی ہے لہذا کی جی محبت کی جی ان بھی ایسی آیات میں محبت و اطاعت کا حکم ہے کہ انسان دماغ اور عقل کی آنکھیں نہ کرے محبوب کا حکم ہے چھاب خیال رہے کہ غمہ شریعت میں سلام کے وقت من کعبتہ پڑھنا ہے اور نماز سنت ہو جاتی ہے مگر نماز محبت میں دل کھرا حضور سے بھی نہیں پڑھتا اور وہ نماز بھی شتم نہیں ہوتی جسم کی نماز لایق کعبتہ مگر مشق کی

پانچ سے مراد ایمان کی قابلیت اور اپنی قوتوں کی عبادت کی پہل میں صرف رہنے پر اپنی تخلیق کا تہ کی جان فرمائے گئے ہے۔ یعنی اگر ان میں زور ہر جہی سماں، ہر فی تربت تعالیٰ سے ضرور جانا پھر کر وہ ان کا غافل نہ ہو۔ ایک نم سے کی قوت قابلیت کو جاننا ہے **لا سمعہم**۔ فرمانِ مال جزا ہے **لو علم کی السمع کا غافل** اللہ تعالیٰ سے اور ہم سے مراد وہی کلمہ ہیں اس کا وہ سراسر مفہول پوشیدہ ہے حق یا حضور مانی کے فراموشی یا ان کے باپ والوں کا اٹھ اٹھ اور ان کے مانتے حضور ملی کوئی نہ تیار ہے یعنی وہی ہیں جیسا کہ شانِ نبیل سے معلوم ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کفار کے دلوں میں قبولِ اسلامی کی لیاقت جانتا تو ان کے مراد باپ کو زندہ فرما دیتا، ان کی کوئی انہیں سنا دیتا، اس کی قدرت سے ہے کہ پھر بعد نہ **تواو لوا سمعہم**۔ تصویر کا دوسرا رخ ہے اور مسئلے سے مراد ہے اس حالت میں سنا کر ان میں قبولیت کی قابلیت نہ ہو اور مراد ہے اگر کلمہ پڑھ جاؤں یعنی اگر ہم اس حالت میں نہ ہوں؟ یہ کلمہ بھی ہیں اور انہیں مرادوں کی کوئی سنا بھی نہیں تو **تواو لواو ہم معروضون**۔ **ولوا سمعہم** کی جزا ہے پہلی تھی۔ مراد ہے حضور انور کے پاس سے چلا جانا اور احوال سے مراد ہے آپ کی تعلیم سے مزید بھیرنا ہے تو ان نہ لڑنا تھی پھر بھی یہ اسلام قبول نہ کرتے بلکہ اسے چلا دیکھتے ہوتے آپ کے پاس سے بھاگ جاتے اور پھر ان پر عذاب آجاتا کہ سنا گئے، پھر وہ ایمان نہ لانا عذابِ ظاہر ہے لہذا ان کے مطالبے پر سے نہ کرنا بھی اس لیے کہ حضور رحمت ہیں ﷺ۔

خلاصہ تفسیر: اب یہ وہ پہلا اور لوگ دو حق سننے سے بہرتے ہوں حق بولنے سے کوئی حق بھینے سے بہ عقل، دل اور سارے جہاں دلوں، انہیں کہ حوں، سوروں سے بدو ہیں کہ انہیں اللہ نے حواس اور عقل دی مگر انہوں نے انہیں صحیح و صرف میں خرچ نہ کیا اصل: ہوا حاضر نہیں عقل، اور اس سے وہیں کا ذریعہ نہ بنا سکتا، جرم ہے اسے محبوب شہنا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں خیر یعنی ایمان، ایمان جانی نہیں انہیں اگر اللہ ان میں توفیق جانا تو ان کے مطالبے پر نہ فرما دیا ان کے مراد باپ والے زندہ کر کے ان سے کلمہ پڑھا کر حضور انور کی تصدیق کرنا کہ انہیں سنا دیا اگر ہم اس طرف ان کو آپ کہیے پھر وہ کھاسی دینا تب بھی ایمان نہ لائیں گے بلکہ آپ کو بددگر اور اس مجھ سے کے جلوہ کھتے ہوئے آپ کے پاس سے چلے جائیں گے اور پھر ان پر عذاب الہی آئے گا اور وہ نہ لانا تجھ کو ایمان نہ لانا عذاب الہی کھائے ہے اور ہم نے چاہے نہیں کہ آپ کی تلافی آوری کے بعد دنیا میں بھی عذاب آئے انہوں نے ننگروں، پتھروں، جہاں دلوں کو کلمہ پڑھنے، یکساں اثر ایمان نہ لائے اور ان کا زندہ کر کلمہ پڑھا نہیں کیسے ایمان سے سکتا لہذا آپ ان کا علاج اور وہ ایمان نہ دینا۔

فائدہ: ان آیات کریمہ سے نہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پہلا فائدہ: اگر انسان عقل سے ایمان دار نہ جینے تو جہاں دلوں اور انہوں کے دلوں سے نہ فائدہ **وشر الدواب** سے حاصل ہو کہ وہ ان میں مایوس جانوں، اہل ہیں لیا نہیں تھی۔ نہیں کہ لو نہ مایہ اسلام کی حقیقت میں تو ان کے دلوں اور انہوں کے چھوڑنے کے لئے جلد تھی مگر انہوں نے نہ تھی رب فرماتا ہے **من کل زوج اثنتین و اہلک الامن سبق القول** ﷺ صحیح فرماتا ہے۔

سما م توشد و تووا با
 صلح است و مثل آدم زانو فاش
 پرا کھدو کہوہر بام
 پطوخی سخن لو دلوں مباح

صورت میں عمومی منع و مکمل ہے۔ لیکن جو چیز واقع میں ہے تو انہیں کہتے ہیں کہ وہ اس کو جانے لفظ جو چیز واقعی نہیں ہے لازم ہے کہ وہ اسے نہ جانے لفظ کی نفی لازم کی نفی کی دلیل ہوئی ہے وہ اس کے ان میں خبر نہ جانی تو یقیناً اس میں خبر نہیں ہے جیسے ہم کہیں کہ اگر وہ صوبہ ہوتی تو ان مکمل آنا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ صوبہ ہوتی تو سورج نہ لگا ہوا ہوتا تو ان میں آنا لازم ہوتا۔ چنانچہ اعتراض یہ ہے کہ ہاں سنا تھا کہ کفار کے مرتے ہاں دلو سے کسی کہ حضور کی کوئی دیتے اور پھر بھی کفار نہ آتے پھر ماننے پر مجبور ہو جاتے پھر یہ فرہنگ کیونکر درست ہو کہ **لو اس معہم لتولوا و اسب**۔ یقیناً میں اس میں وہ ناپہنائی کی خبر ملی ہے مگر اس کے کلام سے زیادہ تعجب ناک نکتوں، پتھروں، جانوروں، فاضل پر حنا ہے کفار کہ نے یہ اجزات دیکھتے تھے مگر ایمان نہ لائے۔ کسی طبع اسلام نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ کفار کے من سے اپنا کلمہ پڑھا اور اسے **الموتی** یا **فان اللہ** مگر یہ یہ نصیوں نے نہ لگایا انسان بگڑے تو یہ فاضل ہی بن جاتا ہے۔ پانچوں اعتراض نفی اور اعتراض دونوں ایک ہی ہیں پھر ان کے ساتھ معترضوں کیوں راہ شو ہوا۔ جو اسب، بن دو نوں میں بڑا فرق ہے من پھر اعتراض ہے تو پھر جاننا توئی مطلب یہ ہے کہ وہ نہ پھر کر چل دیتے تو یہی بات نہ تھے۔

تفسیر صوفیانہ: تمام علمانیوں کی خبر مشق رسول ہے اور تمام برائیوں کی جڑ ہر لوت رسول تبدیل میں حضور کی ہر لوت ہو تو عقل، کل زبان، سہ پر اسے پڑھتے کوئی چیز حکم نہیں کرتی بلکہ اللہ حکم کرتی ہے۔ لفظ مشق رسول ہے تو بغیر کل زبان عقل کے بھی کلام پایا ہو جاتی ہے۔ جانوروں کے پاس کل زبان تھے عقل نہ تھی نکتوں، پتھروں میں یہ کچھ بھی نہ تھا مگر وہ نہ عقل کے باوجود حضور کو پہچانتے تھے اور نکتہ پھر بغیر کل زبان حضور کی سنتے تھے اور بغیر زبان کلمہ پڑھتے تھے کیونکہ مشق رسول میں سب کو رہنا تھا۔ ہر لوت رسول میں وہ اس مشق کی جلوہ گری تھی کفار مشق رسول سے خلق تھے تو مائل ہو کر اپنے اپنے کلمے کل ہوئے ہر لوت زبان ہوتے ہوئے گوتے ہوئے اور تمام جانوروں سے یہ قرآن آیت کریم میں خبر سے مراد محبت رسول ہے۔ یعنی اگر کفار میں مشق کی رنگاری ہوئی تو صرف شیطانی کلمہ کی وہ بھی حضور کی ہر لوت ایمان لائے۔ ہے اور نہ ہاں کہہ سکتے ہیں تو اس پر قائم نہیں رہتا مومن بن کر مرتد ہو جاتا ہے مشق و محبت والے ہی انکھ کل زبان بلکہ ہاتھ پاؤں میں رہتی طاقتیں آجاتی ہیں۔ نگاری نے حدیث قدسی نقل فرمائی کہ وہ فرماتا ہے کہ میں اس کلن آکھ ہاتھ ہوں۔ زبان میں جانوں جس بندہ سنا کلمہ پڑھا پھر آجیلا ہے اسی مشق کی برقی طاقت سے حضرت اصف بن برخیا پیلہ بچکے سے پہلے تحت بلیوں میں سے لطفین لے آئے مشق دیوار رہے کہ جس چیز سے کشتیں اس کلمہ جانے اس میں ان مکمل، لفظ ہے۔

مریا ان مشق خوشی سو انہ ا سے علاج ہلہ ستانے

مشق رسول اللہ رسول سے حاصل ہوتا ہے کسی طور پر اور کسی ماقبل رسول کی صحبت اس کی نظر سے حاصل ہوتا ہے مطالب طور پر کسی مشق کے سے مطلق مشق آنا فنا ہے میر ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا

اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے تمہاری طرف سے اللہ اور اس کے رسول کا بلا تا جب وہ رسول بلائیں تم کو
ایسا ایمان دلو اور اللہ اور اس کے رسول کے بلائے پر حاضر ہو کر جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں

أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُخْشَرُونَ ﴿٢٠﴾

اس لئے کہ وہ زندگی بخشتے ہیں تم کو اور جان لو کہ تمہاری ہمت اور آرزو اللہ کے پاس ہے وہ جان اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے پاس ہے
زندگی بخلتے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم تو ہی اور اللہ کے ولی اللہوں میں داخل ہو جاتا ہے اور جو تمہیں اس کا طریقہ بتا

اللہ کے پاس ہے

تعلق اس آیت کریمہ کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق تکمیل آیت میں کفار کی بد فتنوں کا ذکر ہے کہ وہ
پڑھو، کھن ڈھن، عقل ریت کے ہرے۔ گوٹے لوہے نکل ہیں کیونکہ انہوں نے فن چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اب
مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم اس سے عبرت لکھو اپنی ہر وقت اللہ کی اطاعت میں صرف کرو اس کی صورت۔ ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر حاضر ہو جلا۔ جو سراسر تعلق تکمیلی آیت میں ارشاد ہوا کہ کفار ہرے گوٹے لوہے نکل ہیں اس کی وجہ یہ ہے
ہی ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں ان اعضاء سے مردہ فائدہ نہیں اٹھاتا مردہ ہیں کیونکہ زندگی کا حضور اللہ اور اللہ ہی جان
جان اور ایمان کی روح میں لہا لہا ہے کہ جب کفار ان محبوب سے بے تعلق ہو گئے تو ان میں زندگی نکلا سے آئے اور
پسپ زندگی نہیں تو ان اعضاء سے فائدہ کیسے اٹھائیں گویا پہلے کفار کی سب سے کسی لاکر ہو اللہ اس کی وجہ بتانی جا رہی ہے۔ سراسر
تعلق تکمیلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اگر کفار اپنے مردہ ہاپ دلوں کو زندہ ہوتے دیکھ لگی ہیں ان سے تو حیرت و رسالت تو ان
میں بھی نہیں تب بھی وہ ہفت بھیر لڑ چل رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان مردوں کے گلہ بڑھنے سے نہیں ملتا بلکہ
آستانہ رسول ان کی اطاعت سے ملتا ہے۔ ۲۰۔ تو تم یہاں سے نہ ہنو۔

تفسیر: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ان تہ پہلے اطاعت کے علم پر مسلمانوں کو صفت ایمان کے ساتھ پکارا گیا تھا اب آیت کے
علم پر ہی ایمان ہی صفت سے پکارا گیا ہے۔ ہوں سے بار بار یہ تعلق کے پکارنے سے بعد کہ وہ لذت آتی ہے جو ایمان سے
باہر ہے لطف یہ ہے کہ لہر سے ہم اسے بار بار پارتے ہیں لہر سے وہ ہم کو ہار پارتا ہے ہر بار پارتا میں خالق ہے تو اس
نہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ تم لوگ، وہ سوس لوگ ایمان کا قصا یہ ہے کہ سوس لاکھ رسول کی اطاعت بھی کرے فن کی اہمیت یعنی
قبولیت بھی اسے وہ پہلی اور انہا ہے اپنی ذمہ داری کرے۔ ۱۰۔ چہ نکل اللہ رسول کی اطاعت ان کی اہمیت اس پر کہ ان لو
وہ شارب تہ رب تعلق کے مومنوں کو اس خلقت سے مست شرب اللہ کے ہے پھر حکم خانا ہے لہذا اس میں کسی یہ علم آسان
ہو جائے گی پھر ایمان سے پہلے نکلنا ہوا اب جس سے ایمان کی آہٹ محسوس نہیں ہوتی، ایمان اور تہ فائل ہوا ایمان
کہہ ہے کہ اللہ رسول کو بلائے تاہم ایمان ہے انہیں الگ سمجھنے تاہم کفر ہے بیرون انہیں فراق بین اللہ ورسول
ان کے لئے قرآن حکایتی ہے او لکنکھم العکافر وحقا تاہم ہے کہ اللہ انہا سے ہمراہ حضرات سماجہ نام

ہیں کہ حضور انور کا نیا نور اس پکار پر دوڑا گیا جس کو پھر خدا نے اپنے نصیب کمال اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد تو قیامت مسلط ہوں تو اگلے حضور کی تفسیر ہرگز لوری ہوگی **استجیبوا للہ وللرسول** اس قربان مانی میں **استجیبوا** - معنی اجیبوا ہے یعنی ہاں ہاں اس فعل - معنی ہاں ہاں ہے (مخازن و کبیر) تفسیر صوفی نے فرمایا کہ اس میں اس اور تائید ہے اس لئے معنی میں حاضر ہارنگہ ہو جائیگا بلکہ پر آجہا اس صورت میں خطاب صحابہ کرام سے ہے تو وہ ہو سکتے ہیں کہ اس سے مراد ہو تم ہاں تائید حضور کے جلالت سے مام معنی مراد ہوں کہ حضور حضور ہی جاتا نہیں بلکہ اسطرح یا حضور انور کا کوئی تو ترجاب جاتا ہے۔ سلطان اسامہ یا نثار کا وہ دن اس صورت میں یہ خطاب سارے مسلمانوں سے ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا کفر است کے لئے ہے حضور ہے یہ ہے کہ رسول اللہ کے جلالت پر حاضر ہو چلا کیونکہ وہ رب تعالیٰ کا واسطہ کسی کو نہیں پکارا تائید ہوں کہ **واللرسول مطف تفسیر ہے لفظ** - خطاب یہ ہے کہ لفظ کی بارگاہ یعنی رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے اس لئے ارشاد ہے **أول اذا دعا حکم میں واحد کا دعوا واک** یہ ارشاد ہے ہوا افاقہ معنی ہیں جب کسی کا کا قائل رسول اللہ ہیں کم میں خطاب سارے صحابہ کرام سارے اہل بیت و قلم سے ہے بلکہ وہ کسی روپے کے ہوں بلکہ وہ ہو سکتا ہے کہ خطاب سارے

مسلمانوں سے ہے **تو دعا حکم کا خطاب** وہ ہو گا کہ اہل عرض کیا گیا یعنی جب بھی رسول تم کو بلا میں فوراً حاضر ہو چلا کر خود نماز میں ہو یا کسی نیا و نیاوی علم میں سب ہو کہ اہل طرح پھوڑو حاضر ہو چلا۔ **لعلی یحییٰ حکم** عام ضرورت میں جملہ کی تفسیر میں کرتے ہیں کہ **لعلی** اسم - معنی الی ہے یا اصل کا ہے یا وصول ہے یا نگرہ کا معنی فنی کلمہ کا قائل مانتے معنی جب تم کو رسول کسی ایسے علم کے لئے بلا میں تم کو زندگی بخشے خود اسے قرآن مراد ہو کیونکہ قرآن مومنوں کو روحانی زندگی بخشتا ہے **او حیثا الیک رو حاً من امرنا** ہرگز ہے کہ وہ تو قول کی زندگی کا زریعہ ہے یا اس سے مراد سارے اسلامی ممالک و اہل کی ان سے ہے۔ نہ کہ کو دائمی زندگی معنی ہے عود دین زور کا یہ ہی قول ہے یا مراد ایمان ہے کہ اس سے دونوں جہاں میں زندگی امن نصیب ہوتی ہے یا مراد شہادت فنی سبیل اللہ ہے کہ شہید ہے حکم قرآن زندہ ہیں **بل ایما ہو لکن لا تشعرون** لیکن اس تفسیر پر وہ خود شاربہ لازم آتی ہیں ایک ہے کہ اس صورت میں حضور انور کے ہاں ہے حاضر ہاں لازم نہیں رہتا بلکہ بعض جانتے پر لازم ہوتی ہے حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بلا ہے حاضر ہاں لازم ہے جیسا کہ حضرت اہل بائین نصیب نور سعید ابن معنی کی غاری شریف اہل حدیث سے معلوم ہوتا ہے، ہم خلاصہ تفسیر میں عرض کریں گے سو سہ ہے کہ پکار سننے والے کو ایسے معلوم ہو گا کہ حضور مجھے کسی علم کے لئے جاتا ہے ہیں یا یہ علم زندگی بخشنے والا ہے اور پھر حاضر ہاں ہے یا اور کوئی نور ہے اور پھر حاضر ہاں لازم نہیں لہذا اس زبان کی قوی تفسیر فقیر کے نزدیک ہے کہ **لعلی** - معنی لانہ ہے اور **یحییٰ حکم کا قائل** رسول اللہ ہیں اور معنی ہے ہیں کہ رسول جب تم کو بلا میں فوراً حاضر ہو چلا ہے فقیر رسول تم کو زندگی بخشتے ہیں قائل کا لفظ تم - یہ ہے کہ ان کی ہر پکار پر ایک سنتے اور نہ تو اس تفسیر کی تائید تفسیر کبیر سے ہوتی ہے نہ وہاں فرمایا کہ حضور انور کے ہاں ہے اور نہ آجہا ضروری ہے کہ شرط کی قید نہیں اور حضرت اہل بائین نصیب کی حدیث سے انہوں نے اس پر دلیل پکڑی۔ **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء و قبلہ** یہ جملہ ثابت اس لئے لفظ اللہ سے اس جملہ میں نہ کہ حکم کی وجہ علت یاں فرمائی **فی یحول** ثابت اول سے جس کے لغوی معنی ہیں خود آنا مانا ہے **یحول علیما حول**

سارے لوگوں کو اس لئے لعن کئے ہیں کہ وہ محکم محکم کر آئے پھر درمیان میں آہانے آئیں جانے کو حوالہ لیں گے اس لئے
 پر وہ کو حاکم کئے جیسا ہے۔ یہ حیلہ و تمترہ ہے جو صرف انسان ہے جو ہو یا حور اس قرین علی کی بہت تفسیریں
 ہیں اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے درمیان آڈو واقع کرتا ہے جس کی وجہ سے دل میں بدانتہا اعلیٰ نہیں ہوتی یا اعلیٰ
 شدہ بدانتہا نکل جاتی ہے۔ 2۔ اللہ تعالیٰ اکثرہ غضب بندے کو اس کے دل کے درمیان آڈو واقع کرتا ہے جس کی وجہ سے قلب
 سے ساتھ اقرآن یا حضور کے معجزات اور آگے سے دیکھے ہوئے نواکل اعلیٰ دل میں نہیں آتے تو دل بدانتہا سے محروم
 رہتا ہے 3۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے درمیان سوت کی آڈو واقع کرتا ہے کہ اسے سوت دے دیتا ہے جس سے بندہ
 اپنی دلی کیفیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ 4۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی دلی قوتوں کے درمیان آڈو واقع کرتا ہے کہ اس کی
 آرزوئیں باہر ہو کر کشش کے پوری نہیں ہوتیں گویا دل سے محرومی قناتیں ہیں۔ طرف ہول کر مخلوف مراد ہے جیسے کہ بیان
 ہے سال اللہوی بگل بکر کائناتی بگل میں پائی بکر کید 5۔ قلب سے مراد اصل ہے رب قرآنا تبیان فی خالک لنعصری
لنمکن قلبہ یہ قول مجاہد کا ہے یعنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی عقل کے درمیان آڈو واقع کرتا ہے کہ
 اسے پاگل کر دینا دیتا ہے۔ 6۔ قلب سے مراد قرب الہی ہے یعنی دل کی ایک خاص کیفیت یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے قرب
 کے درمیان آڈو واقع کرتا ہے کہ اسے اپنے سے دور کرتا ہے اور باہر اعلیٰ سے نکل دیتا ہے کہ عقلی دل کا حق و بلا جبرین جاتا ہے۔ 7۔ اللہ
 تعالیٰ انسان کو اس کے دل کے درمیان ہے یعنی اس کے دل سے بھی قرب ہے۔ 8۔ رب قرآنا ہے **نعن اقرب الیہ من**
حسب الوردینا تفسیر کبیرہ زبیری اور سہل مقداد ہے کہ موقع نصیحت جاتو اللہ رسول کی اطاعت کر لو پھر سوتے پھر باہر نہیں ملتے
 زندہ مرود ہو جاتا ہے مائل یا نکل ہو جاتا ہے اتنے خیالات دم کے دم میں بدل جاتے ہیں اس لئے نیکوں میں جہدی کرد و افہ
الیہ تعشرون یہ عبارت مخلوف ہے **ان اللہ نور اعلموا** الامت مسلم ہے یعنی یہ بھی جان لو یقین رکھو کہ دنیا میں بیش
 رہنا نہیں آخر کار ہر گھنٹی میں جہنم ہووے گے پھر پھر جہنم گے

اے لوگو! سمجھو قرین ہو جا ان کے قدموں پر
 یہ موقع زندگی میں ہر پار تیا نہیں کرتے

خدا اسے تفسیر بھی تفسیر سے معلوم ہو کہ اس تحت کی بارہ تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں
 1۔ ہمارے یہ ایک قوی سپہ اسد و سوشین جنہیں محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہے ان آستانہ علیہ کا ایک لوب
 پارہ رکھو کہ جب کبھی تم کو اللہ تعالیٰ اس سے رسول بنا لیں تو تم جس حال میں بھی ہو فوراً حاضر ہو جاؤ غوراً غوراً پڑھتے ہو یا کوئی اور کام
 کرتے ہو اس لئے کہ رسول عظیم کا تم پر یہ ارسل ہے کہ وہ تم کو زندگی عطا کرتے ہیں اور اہل حق مٹاتے ہیں کہ تمہارا ایمان
 عرفان بقدری اللہ اسی لقبہ کتاب کی ساری نعمتیں قرآن افرق کل سب اسی دروازہ کی جینہ ہیں یہ جیسے حسن العظیم کی ایسی ہی
 فرما جو دردی چاہئے یہ علم تم کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ دل کو چھلنے و پھینکنے کی آہن میں حقیقی دل کا سن سن کر دیا جائے
 لگانے میں اللہ بیش کہ دل بدل جائے۔ اطاعت کاروہ نا فراموشی میں تبدیل ہو جائے تو تم کو سوت کی خبر نہیں انسان سب کہ
 حاضری میں بارہ کر اور موت آجائے تو تم فراموشی میں کر مو لہذا ایضاً کر دے یہ بھی خیال رکھو کہ دنیاوی چیز نہیں آخر تم کو ہر گھنٹی

الہی میں فریض ہونا ہے چاہے کہ اچھے کام کرتے ہو، اگر اچھی حالت میں اپنیوں کے ساتھ تیار ہو، غازی شریف نے حضرت سعید ابن جبلی سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے وہ اس نے واجب نہ دیا پھر میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا مثنیٰ نماز پڑھی کرنے کے بعد کیا رسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نماز پڑھتے تھے حضور نے انہیں پکارا انہوں نے جلدی نماز تم کر کے حاضر ہوا پھر وہ کہ سلام عرض کیا حضور تو نے فرمایا تم مجھ سے کب آئے ہو حضور نے سے کہ میں نے یہ وہ عرض کیا حضور میں نماز میں تھا حضور انور نے فرمایا تم کیا تم نے تو ان پاک میں یہ نہیں پڑھا صحتہیوا اللہم للرسول افادناکم عرض کیا ہاں اب آئندہ ایسا نہ ہو گا فرماں اعرافان خاندان ترمذی شریف (ذبیحہ) بلکہ حدیث شریف میں یہی نکتہ آتا ہے کہ حضور انور نے ایک صحابی کے دو روز سے پر آواز دی وہ اپنی بیوی سے مشغول تھے پھر فرماتے ای طرح اٹھ رہا حاضر ہو گئے فرمایا **علنا اصلنا تک** شاید ہم تم کو جلدی نماز میں عرض کیا ہاں فرمایا تم غسل واجب ہو، کیا اس قسمی روایات ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں دیکھو یہ ہے اس آیت کریمہ پر عمل بلکہ اس کی تعمیل۔

فائدہ سہ: اس آیت لہو سے چند فائدہ۔ حاصل ہوا ہے۔ پہلا فائدہ: حضرات صحابہ کرام خوش نصیب ہیں کہ انہیں حاضر ہوا پھر میرا حتیٰ اب حاضر نہیں نصیب تھے یہ فائدہ **یا ایہا الذین امنوا** کی تفسیر سے حاصل ہوا ہے۔ اس میں نصیب۔

یہ ہم علی وہ ہوتے خاک کٹھن پلٹ کے قدموں سے لیتے اذن

خبر کریں کیا نصیب میں تو یہ ہماروی کے دن لکھے تھے!!

دوسرا فائدہ: حضرات صحابہ کرام کو بہت سی خدمات دو مہر ہوئیں، دو ہم کو نہیں، دو نہیں مجھے حضور انور کا پدار حضور نبوی خدمت حضور کے پکارنے بلانے پر حاضر ہونے کے دربار کے کو اب یہ فائدہ بھی **الذین امنوا** کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ اس سے مراد حضرات صحابہ ہیں اللہ کوئی شخص کسی وقت میں پہنچ کر صحابی نیک نہیں پہنچ سکا کسی کی میں تہہ تہہ بلند نہ تھی۔ تیسرا فائدہ: حضور انور ﷺ نے انہیں بلانے کے لئے بلانے کی نکتہ رہا تعالیٰ ﷻ اور اللہ کسی کو نہیں بلانے کا یہ فائدہ **للمو للرسول** فرماتے کہ بعد میں وہ حاضر فرماتے سے حاصل ہوا ہے چونکہ فائدہ سومن کسی حالت میں ہو ضروری ہے کہ حضور انور نے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاوے حتیٰ کہ اگر نماز میں حالت نماز حضور نبوی پڑھتے تو اسی حالت میں خدمت اللہ میں حاضر ہو جاوے یہ فائدہ **افادناکم** میں افادے عموم سے حاصل ہوا۔

مسئلہ: اگر نماز میں حالت نماز حضور انور کے بلانے پر خدمت اللہ میں حاضر ہو لو کہ اس حاضر حضور میں وہ بھی تہہ تہہ ہی وہ نماز میں وہ بے کلام یعنی وہ تعالیم دہی نہیں وہی پڑھے اللہ تعالیٰ نے نصیبی صلی اللہ علیہ وسلم نصیبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کہ نماز میں حضور نبوی پکارے حاضر بنے تو یہ حاضر ہو سہی حاضر سے نہیں فوت ہو سکتی تھی کہتا ہے کہ اگر نماز میں اللہ حضور نے بلانے تو حضور نے آئے سے نماز نہیں فرمائی تو حاضر ہوا پھر اسے نماز کیوں ٹوسے کہ وہ اول اور دوم حضور نے نماز میں حالت میں

مضور کو سلام کر لیا جب **بالملا علیہ السلام** کے یہاں **السب** دوسرے کو سلام کرنا لازماً ضروری ثابت اس کی نہیں تھی یہی کتاب میں صیب الرحمن اور سلطنت مصطفیٰ میں آئی۔ مسئلہ چند سوروں میں نماز توڑنا پھانسی اٹھانے کے بجائے پر لٹل نماز توڑنا۔ انہی سے خبر ہو کہ میرا بیان مزید مزید ہے۔ زائر کوئی شخص بے خبری میں صحت سے آیا کوئی میں اگر اجازت نہ لے کر توڑے اور اسے چلا۔ اگر تازی ناکھوڑا ہوا گیا جاہلیت یا ریل چھوٹی جاہلی ہے یہ نیچے نماز توڑنا بہت ہے اور غیر ان سوروں میں نماز توڑنا جاہلی کی وہ اور چوتھی ہوگی اس کی تحصیل شاہی میں دیکھو۔ چنانچہ اس کا ذکر حضور انور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی اور نہ شیعہ اولیٰ زندگی جتنے میں یہ قاعدہ **لما یحبیبکم** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا ہے حضور کے واسطے سے وہیست ہو گیا وہ موت سے بھی فانی نہ تھا اور دونوں سے جدا ہوا وہ جیتتی بھی مرہوت ہے۔

لا تعصم الجہول سلطتہ فقلک میت و ثوبہ لیکن
جاہل دن ہم زندہ نہ شد پیش الی و سنشر دفن
تر جہادہ میں نازہ لو جاہلے تشر بجائے دفن

یعنی جاہل جیتتی مرہوت اس سے اعلیٰ پر نہ ملے ہیں اس کی کوئی اس طور نہ ہے قہر اب زمین کی زندگی یا تو اس سے اب کی زندگی طہا میں سے اور طہا میں حضور انور سے وہ عالمیان کہہ چکا تھا کہ وہ حدیث پر عمل کرنا تھی ضروری ہے جتنا قرآن مجید پر عمل کرنا ہو گا قرآن حدیث ایک زبان ایک لب سے لیا ہو گا۔ یعنی ضروری زبان ان کے لب اور زبان سے نہیں نکلائے متعلق حضور نے فرمایا کہ یہ قرآن ہے ہم نے اس میں قرآن بن لیا اور جن کلمات کے متعلق فرمایا کہ یہ حدیث ہے ہم نے ان میں حدیث بن لیا زبان ایک سے فرمایا کی نو جیسے وہاں والے حضور میں بھی اپنا مال کر بھی رہا نام لیا۔ **قائدہ بھی لله والرسول** کے بعد ماسیبتہ واقعہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **سوال** قائدہ ہمارا جو اب کے ہے یہ کہ حضور انور کا فرمانا کہ میں تو امر ہے اور اس کا قہر کہ اس امت کے یہ جو اب ضروری ہے کہ لوشنا ہوا **الستحبیبوا**۔ **سوال** قائدہ انسان نے نبی کریم کو تہمت جاسے اور تکلی میں جلدی کرے دل کو دہکتے پر نہیں کلی مسلم شریف نے یہ بات حضرت عبدالقادر کے ہوا حدیث نقل کی کہ فرمایا **یٰ اہل بیت** کہ انسان عادل رحمت کی اور اگلیوں کے پیش میں یہ امر چاہتا ہے پھر رویت اور پھر فرمایا۔ انوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی اطاعت پر ہمارے حضرت اہل فرماتے ہیں کہ حضور علیہم السلام یہ فرماتے تھے کہ **مقلب القلوب ثبت قلب علی دینک** اسے ہوں گے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین کے لئے ہے۔ یہ قاعدہ **بین المرء و قلبہ** سے حاصل ہوا جبکہ آواز سے مراد ہوتی تھی کلام اعلیٰ ہونا۔ **سوال** قائدہ انسان زندگی ہر گز نہ تہمت کبھی موت کو قہر جانتے اور نبی میں جلدی کرے نہ معلوم موت کب آجیوے۔ یہ قاعدہ بھی **یعول** سے حاصل ہے انہی سے مراد ہے اور دوسری تفسیر جو **سوال** قائدہ تقویٰ کی اصل قیامت وہاں کے حساب لیا جائے ہے۔ اس دنیا کی فانی وہاں کے حساب کا خیال رکھو، **واللہ اعلم** گناہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا **لأنہ الیہ متحشرون** سے حاصل ہوا۔

یہ **سوال** اعتراض نہیں **استحبیبوا** ہے جو اب اس مفضل جس کے معنی میں حاضر یا قیامت مانگو تم نے معنی نہ حاضر

ہو چلا تو قبل کہ یہ سنی غلط ہیں۔ جیسے استعمینوا کے معنی ہیں مدعا گو کہ مدعا کہو۔ جو اب: اس امر و رضی: جو اب: تفسیر
 صلی نے یہ دیا کہ میں استعجبیو: جو اب: انعام سے ہے۔ سین اور تلامذہ سے جیسے اہل یقوا: اس الی یقوبہ ہے اس میں ۵
 ذمہ دہ باقی مضمون نے فرمایا کہ میں ایسا سنبھل لفظ کے لئے نہیں بلکہ مہلت کے لئے ہے۔ جس ۶: طلبہ ہے کہ فوراً
 بلاغہ نہ حاضر ہو چلا کہ حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب ہے۔ ہر عمل یہ: معنی: جیبیو: جو اب: مہلت کے معنی یہ کہ آنے کے
 لئے اس طرح ارشاد ہوا کہ دو سر: اعتراف: اس آیت کے بعد میں لفظ نور: رسول: دعا: انہما: نکرو: انہما: سبند: واحد: ارشاد: ہوا
 نومی: قصہ سے: دعا: فرماتا: چاہئے: ظاہر: یہ: کہ: جو اب: اس کے: جو اب: ہی: تفسیر: سے: معلوم: ہو: لفظ: کا: ذکر: کرتے: کہ: لئے
 ہے: بلاغہ: والے: صرف: رسول: ہیں: انہما: کے: اعتبار: سے: دعا: اور: ارشاد: ہو: اس: معنی: یہ: ہیں: کہ: جب: رسول: لفظ: تم: کو: بلا: میں: تو: فوراً
 حاضر: ہو: جلا: یوں: کہ: کہ: اگر: چ: بلاغہ: والے: دو: ہیں: لفظ: رسول: حکم: لفظ: ایک: ہے: کہ: لفظ: اتعلی: الجلا: حضور: نبی: کے: ذریعہ: سے: ہے: ہا
 یوں: کہ: کہ: بلاغہ: دو: ہیں: حکم: ان: دونوں: جلا: یوں: کی: زبان: دو: ہیں: ایک: ہی: یعنی: زبان: دو: ہیں: مسئلہ: ظہیر: ان: دونوں: سے: دعا: واحد: اس: آ
 چاہئے: لفظ: جیسے: اعتراف: با: کہ: یہ: بات: ہے: تو: دعا: کامل: رب: تعالیٰ: کو: کیوں: نہیں: ماننے: کہ: اسکا: بلا: حاصل: ہے: رسول: کا: بلا: فرار
 رسول: کو: حاصل: کیا: ہوا: ماننے: ہو۔ جو اب: چند: وجہ: سے: ایک: یہ: کہ: رسول: قریب: ہے: دعا: حکم: سے: لفظ: اور: نور: ضمیر: با: قرآنی
 ہے: قریب: ہی: طرف: یکہ۔ رب: فرمایا: انہما: اللہ: رسول: اللہ: فضلہ: میں: بھی: ذکر: ہو: اللہ: رسول: حکم: من: فضل
 میں: ضمیر: قرآنی: واحد: پر: لفظ: رسول: ضمیر: سے: قریب: ہے: اس: لئے: یہ: ضمیر: رسول: کی: طرف: لفظ: دو: سب: یہ: کہ: لفظ: تعالیٰ: کی: اس: میں: کو: نہ
 جانا: ہے: نہ: با: کہ: رسول: ہی: بلاغہ: پکارتے: ہیں: نولوا: ہی: طور: سے: بلا: میں: پکارتے: ہیں: با: رب: تعالیٰ: کی: طرف: سے: لفظ: دعا: ہی: ضمیر: رسول
 ہی: کی: طرف: لفظ: چاہئے: کہ: اس: میں: دونوں: پکارتے: شامل: ہو: جا: سکیں: گی۔ چونکہ: اعتراف: بنام: مضمون: نے: آیت: کریمہ: کے: معنی
 یہ: کئے: کہ: جب: تم: کو: لفظ: رسول: اس: حکم: کے: لئے: بلا: میں: جو: حسین: زندگی: کتنے: چسپے: لکھے: قرآن: مہلک: مشقت: ایک: اعلیٰ: طلبہ: فرمایا
 جب: تم: حاضر: ہو: چلا: اس: سے: معلوم: ہو: اگر: ان: کے: ہر: بلا: سے: پر: حاضر: ہو: جانا: ضروری: نہیں۔ جو اب: بن: مضمون: کی: طرف: سے: یہ
 جو اب: دیا: جا: سکتا: ہے: کہ: یہ: تہ: اعتراف: نہیں: بلکہ: بیان: دعا: کی: ہے: یعنی: وہ: جس: حکم: کے: لئے: بھی: تم: کو: بلا: میں: سہ: تم: کو: زندگی: ہی
 کتنے: کا: نولوا: ہی: حکم: کے: لئے: بلا: میں: خواہ: اپنے: ذاتی: حکم: کے: لئے: کیونکہ: وہ: محبوب: سرا: لایا: ہیں: ان: کا: ہر: حکم: ہر: ارشاد: میں: دین: ہے
 تمہارے: لئے: زندگی: بخش: ہے: جیسے: رب: فرمایا: ہے: من: قال: فی: یقر: من: اللہ: مقرونا: حسنا: وہاں: بھی: من: کی: قیامت: ان: کی
 ہے: اعتراف: نہیں: کیونکہ: رب: تعالیٰ: کو: جو: قرض: دیا: ہوا: ہے: گا: وہ: من: ہی: ہو: گا: نتیجہ: دیا: ہوا: ہے: گا: ہم: تقسیم: میں: عرض: لے: کہ: ہا: ہے
 ذمہ: ایک: اس: فرمایا: کہ: یہ: معنی: قوی: ہیں: کہ: رسول: تم: کو: زندگی: کتنے: ہیں: اور: یہ: حکم: کی: وجہ: کا: بیان: ہے: اس: صورت: میں: کوئی: امر: ہوا
 ہی: نہیں: پانچویں: اعتراف: حضور: انور: کسی: کو: زندگی: کیسے: سے: کتنے: ہیں: دو: تو: خود: زندہ: نہ: رہتے: وقت: پانچ: لفظ: تہ: نہ: ناطق: ہے
 اس: جو اب: جلی: جو اب: یہ: حضور: انور: کو: مرہ: کے: اس: کا: پندل: نکل: گیا: ان: سوا: ہے: وہ: زندہ: تھے: زندہ: ہیں: زندہ: ہو: گئے: بلکہ
 جس: رو: انکا: کہ: ہر: جانسود: نہیں: مر: ایک: صوفی: کہتے: ہیں:۔

میں: صری: تو: بہت: صری: میری: بلاغہ: سچے: سچے: کا: بلاغہ: نہ: لدا: پانچا

رب: فرمایا: ہے: شہادہ: کے: لئے: ہاں: اسکا: لفظ: دعا: ان: کی: موت: ان: کی: زندگی: کو: قاضی: کر: سکتی: صورت: جو اب: کہ: حسب: جانا: ہے: مت

نہیں جانا حضور و اہل بیت سے پھپھ کے ہیں مٹ نہیں گئے سورج پھپھ کر بھی وہ نیکے کا ہم بنا ہے رات بنا آجے نہ نہ
 چکا نہ آپ نماز مغرب، عشاء، تہجد، فجر کے لوگ بنا آجے حضور و اہل بیت اور میں رو کر ہم سے پھپھ کر تارے سارے دستے والے
 دیوانی نام تارے ہیں لیکن عرفان، تقویٰ بلکہ عالم کا اہل حضور سے ہے اس کی نہیں تحقیق ہماری کتاب حرمت پناہ ہم میں
 حدیث میں اللہ ہی برزق کی شرح میں، کیونکہ آگ کو دے تو وہ آج بھی، کچھ جانتے ہیں ان کی تو از میں اب بھی ہوں وہ اور
 ہوتی ہیں، ہاں محسوس ہوتی ہیں۔ چھٹا، اعتراض یہ کہیے، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر آڑ پڑا، مثال سے خود انسان
 پاس ہے تو اس کی طرف کے خلاف ہے کہ لوگوں کے دلوں تکسدا یہ تہہ چھپتے ہو کہ ہم تو کھلوں کے پر ہے اللہ آپ نے کہ خود
 اگلے ہو آپ، یہ معمول بین المرءوس رہا، اگلے کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف غلطی کی ہے نہ کسب کی جتنے ہماری
 گئے پر چاہے بیٹے سے اللہ مذبح و احتفال میں سو تہہ پر آگ تہہ ہے ایسی ہی جب نہیں غفلت والے کام کر آتے نہ نہیں چھٹا تو
 رب تعالیٰ دل میں غفلت پیدا کرتا ہے تو دوسری جگہ فرمایا ہے **كَلَّا بَلْ دَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ** ہاں
 کی غفلت کی یہ ہے بندوں کے کسب کو فرمایا گیا۔

تفسیر صوفیانہ نہی اللذین اصنوا فی سوسن جن دافس سارے فرشتے سارے بائٹ جملات حتی کہ چاند نہ نہ
 سورج بھی اس میں داخل ہیں سواہ بعض جن دافس کے کوئی مخلوق کافر نہیں سب سوسن ہیں رب فرمایا ہے **و انمن شیئ الا**
یسیبہم بعد یدیان سب، علم باطنی ہو جا رہا ہے سب اور جس ساعت میں پکار میں حاضر ہو جاتا جس کا علم میں فوراً قبیل
 ارشاد کرو یوحنا تم سب کی ایات و بیانات میں کے عقل ہے اس آیت پر عمل تھا کہ ایشاد ہوتے ہیں چاند بنا اقتربت
السمعتوا و انشوق القمر وہ ہے ہونے آئے فر پڑتے حاضر ہوئے نگہوں چھراں کو علم دیا تو بول پڑا فرشتے
 پڑنے لگے جانوروں کو پایا تو وہ مجبور کہتے حاضر ہوئے فرنگہ اس سلطان کو میں کا علم سب پر ہماری و خاری و ساری ہے۔
استجیبوا للہ اللہ ان ہو چکا ہے چہ چکے حاکمیں کی ان فرست میں انسان سر فرست قہاس کو برکاتہ اے سب ہیں اس
 لئے خصوصیت سے اسے غالب فرما کر ارشاد ہو کہ اے انسانوں تمہاری عمریں پھوٹی ہیں تم کو پہنچانے اعلیٰ درجہ پر لہذا تمہمت
 اذیلا سے اطاعت و اجابت کرو لیجان ہو کہ ولی کو ولی ایسی اللہ پڑے کہ تو یقین فرمائی رہے اس پر توجہ رکھو آخر تم سے رب
 تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہوئے تم نے لو پہنچا تا بہ تو لو نے اعلیٰ لے کر تھا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اجابت سر سے
 ہے حضور ولی اجابت نواہ سے اللہ ولی اجابت روح کی شہادہ کلمہ ہے تھوہلی شہادہ کے لئے اسرار کی شہادہ کے لئے علمی دانی
 دانی کے لئے حضور و اہل بیت اذیلا سے اللہ ولی اجابت نواہ سے اللہ سب میں ہی چاہتے ہیں اجابت اختیار کرنا کہ تم اجابت الی اللہ نصیب

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ

اور ڈرو تم کلمے سے جو ہرگز نہیں پہنچے گا ان کو جو لوگ ظلم کیا ہے تم میں سے خاص کر اور جانو کہ فتنہ اور
 اور اس فتنہ سے جو ہرگز نہیں پہنچے گا ان کو جو لوگ ظلم کیا ہے تم میں سے خاص کر اور جانو کہ اللہ کا عذاب

اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُنْتَضِعُونَ فِي الْأَرْضِ

مذمت نواب دانا ہے اور یاد کرو وہ وقت جبکہ تم گھوڑے تھے مزدور رکھے ہوئے تھے زمین میں تم سخت تھے اور یاد کرو جب تم گھوڑے تھے جبکہ میں وہے ہوئے تھے ڈرنے تھے کہہیں لوگ

مُخَافُونَ أَنْ يَتَخَفَّكُمُ النَّاسُ فَاوْتِكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِبَصِيرَةٍ وَرَفَعَهُم مِّنَ

خوف کہتے تھے کہ اچک ہیں تم کہ لوگ ہنس بناہ روی تم کو اس سے اور قوت دی تم کو اسی ساتھ نہیں ابھرنے جائیں تو اس نے نہیں ٹھہروی اور اپنی عود سے زور دیا اور

الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

مردو اچک سے اور روزی دی تم کو بایزہ یعنی تاکہ تم شکر کرو

سفر کا بایزہ جس میں نہیں روزی دینا کہہیں تم آسمان ماؤ

تعلق بن آیات کریمہ ناشکی آیت سے پنج طرح تعلق ہے پہلا تعلق: بجلی آیت کریمہ میں اللہ رسول کے پاس حاضر ہو جانے کا عزم کیا انقلاب اس کے مخالف روزی کرنے پر سزا ڈاکر ہو رہا ہے کہ اگر اس پر عمل نہ کرے تو عام قتلہ میں مبتلا ہو جاوے گا۔ دوسرا تعلق: بجلی آیت کریمہ میں اندرونی دماغی انقلاب آکر فرمایا گیا تھا جس میں تین چیزیں رہنماں وچ سے نکلیں ہیں پہلے وہ جاناں ظاہری سمجھرونی، مسیلتی آفت ناکرت یعنی عام قتلہ میں مبتلا ہو چلا اس سے ٹیک لگال عام قتلہ۔ تیسرا تعلق: بجلی آیت کریمہ میں اللہ رسول کی زبانہ معاشی کا عزم دیا گیا اس مقام اس انسان کو کہے جو رب نے حضور انور کے زیر پرہام کو دیا کے یعنی قلت کے بعد کثرت نکروزی کے بعد قوت خود را کے بعد اس وانصکر وانانتم

نزول: آیت کریمہ واتقوا فتنته لے نزل کے متعلق چند روایات ہیں ایہ آیت حضرت علیؑ معمار الحدیثہ و فرہم کے متعلق نزل ہوئی جس میں ان لڑائیوں کی خبری کی گئی کہ بعد میں ان میں آپس میں ہوسیں جیسے جنگ بمل اور سفین وغیرہ روایت ہے کہ ایک بار حضرت زبیرؓ نابل میں عرضی سے سمت حبت سے ہاتس کر رہے تھے حضورؐ نظر نہ ہو چکا کہ وہ زبیرؓ نام علی سے حبت کرتے اور عرضی لیا تھی حبت حبتی اپنے چوں عروں سے کہتا ہوں فرمایا اس وقت لیا نہ غلاب تم علی سے جنگ کرنے کا ظہیر کہہ (خان وغیرہ) امام سدی نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ وانصکر وانانتم فرودہرے متعلق نازل ہوئی تاکہ اس آیت کریمہ واتقوا فتنته من اولات من فتنوں کے متعلق نازل ہوئی جس کے متعلق حضور انورؐ نے خبری تھی کہ اس میں بیچارہ نہ اولے سے چند اولے سے سزہ نکلا اور لڑا نہ اولے سے فتنہ ہر کا خان

تفسیر: واتقوا فتنته فرمایا نہ معترف نہ واعلموا پر تو اولہ مطلق ہے یا نابل ہے تو اولہ ابتدا ہے واتقوا میں خطاب یا صحابہ کرام سے ہے یا سارے مسلمانوں سے دوسری بات تو یہی ہے یہی تفسیر: مسیٰ زنا ہے فتنہ ماہ معنی

آزادش ہوا۔ معنی آفت ناکامی یا معنی آئیں کا ٹکڑہ بدل یا۔ معنی گناہ و عذاب کا عیب اور (ظاہر کی) **لاتصییبن**
الذین ظلموا و انکم خاصتہ۔ یہ عبارت صفت ہے۔ فقہتمہی اگر کفر سے مراد گناہ تھا **لاتصییبن** کلام اس آیت کا
دوسرا حصہ یعنی نیازی حالت کو۔ ظہر اس علم سے مراد کلمہ ہے اگر کفر سے مراد آپس کی لڑائیوں میں **لاتصییبن** کلام اول دورہ
ہی ہے یہاں کا شروع حصہ اس مراد اور اس لڑائی میں مشغول ہوں خاصتہما تو ظہر کے کلام کا عمل کامل ہے **لاتصییبن**۔
کلام کامل ہے یہاں وہ ہے کہ **لاتصییبن** اگرچہ نئی ہے کہ۔ معنی نمی ہے اس لئے اس پر فون ناکید آئیے و فون ناکید نمی
نہیں تھا اگر تاہم نمی امر ہے جب میں آئی ہے وہ۔ معنی نمی ہوتی ہے جیسے وہ فرمایا ہے **لا دخلوا مساکنکم** **لا**
یصلکم علیہم و۔ خود ہی **لا یصلکم** نمی۔ معنی نمی ہے اس لئے اس میں فون ناکید آئیے یعنی اسے صحابہ رسول یا
اسے امت رسول اس آفت ناکامی یا اس آزادش وہ یا اس آئیں کے ٹکڑہ بدل کشت خون سے دور ہو صرف گناہوں
ظہاروں کو ہی نہیں پہنچے لیکن سب کو اپنی پلٹ میں لے کے گیا یا فون گناہوں سے بچ جن کو بدل صرف گناہوں ہی نہ ہے۔
گا اگر اپنی پلٹ میں ہے گناہوں کو بھی لے لے **و اعلموا ان اللہ شہید العقبہ** یہ عبارت یا اسطوف ہے **التقویا**
یا بلہ ہے یعنی یہ بھی یقین رکھو کہ کفر کا عذاب سخت ہے کبھی وہ نہیں بھی بعض خطوں پر مراد سے دتا یہ خوف کے بعد اسے
قر کے بعد اگر مراد ہے کہ **و اذکروا الذنمہ قلیل** لافرقان مانی میں وہی دونوں اشکال ہیں کہ **یا اعلموا**
اسطوف ہے یا **یا بلہ** زار معنی یاد کرنا بھی ہیں اور یاد رکھنا بھی تذکرہ کرنا بھی اس میں خطاب یا حضرت صحابہ سے ہے یا
مجاہرین سے یا تمام اہل عرب سے اور یہ ممکن ہے کہ سارے مسلمانوں سے یہ کہ پہلے مسلمانوں کے وہی عبادت تھے وہاں
یاد کر ہیں یا یاد دہان ہوتے ہو کہ وہی جنگ میں توڑتے تھے قلیل سے مراد ہے خود اور دیگر میں توڑتے **مستضعفون**
فی الارض۔ یہ عبارت یا **ذاتکم** ہی دوسری خبر ہے یا **قلیل** کی صفت اسطوف کے معنی ہیں کمزور سمجھا جانے والے سے مراد
دشمن کہ سبب دشمن بد راہ دشمن مجبور ساری زمین۔ یہ **ذاتکم** میں خطاب ہے لافرض کے معنی **قلیل** ہیں خود خود کی جان ہوتی
اور اس میں مسلمان کی کمی جان ہوتی اور اس میں مسلمان کی کمی عبادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے۔ **ذاتکم** میں
دشمن کہ میں کمزور سمجھے جانتے تھے کہ قریش میں بہت ضعیفہ دیکھا جان کر تم پر ظلم کر سکتے تھے یا اب صحابہ تم زمین عرب
میں کمزور سمجھے جانتے تھے یا اہل عرب تم کو روم و فارس اسلہ بہت ہی کمزور سمجھے تھے یا اب وہ زمین کے مسلمان تم کو
ساری زمین میں بہت کمزور سمجھا لیا تھا **تعالون** **یتضعفکم الناس**۔ یہ فرمایا جلی بھی **ذاتکم** کی تیسری خبر ہے
قلیل کی دوسری صفت اس میں مسلمانوں کی تیسری حالت کا کہ بہت جتنہ اشکال **ہستضعفون** میں تھے اسے ہی اشکال اس
میں ہیں **تضعفون** معنی ہیں اہلک ٹوٹی ہوئی ہیں یعنی نہ تاشق ایک لیا یا اہلک کسی کو قتل کر دیا یا اہلک کہوں سے لالہ بنا
دیئے **الناس** سے مراد یا ظہر کہ ہیں یا ظہر جو مسلمانوں کے مقابل کہ ظہر سے آئے ظہر اس روم نے ظہر بنا دیا۔ خود
یعنی اسے جاریاں دہتم وہ ظہر تھا کہ تکذیر جس اہلک قرار دیا اسے **ذاتکم** میں کہ کمزور تھا کہ قریش کہ تم کو اہلک عباد
کر دیا یا اب عرب وہ تم کو خوار تھے کہ وہ ہونے کی بنا پر تم کو اہلک کر دیا جس کے بعد سے یہ حال تھے کہ اہلک تمہاری
نہیں بنائے ہوں لیکن۔ **ذاتکم** میں مسلمانوں کے مقابل کہ **ذاتکم**۔ **قلیل** پر خوف ماننے سے اس کے معنی ہیں خود **ذاتکم**

عوم پر مذاب نہیں بھیجتا ہے کہ جب یہ حالت ہو جانے کہ لوگ مذاب نہ گم کریں اور دوست نہیں ڈونگے پر گم ہوں گے۔
 وہ کہیں جب یہ حال ہو گا تو اہل لوگ مذاب میں گر گم ہوں گے۔ ہمارے تیرے ابن عبداللہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول
 اللہ ﷺ نے قوم میں گم ہونے پر گم ہوں گے اور وہیں تو ائمہ نقلی ان کی موت سے پہلے ان پر
 مذاب بھیجے گا (تفسیر خازن) بعض روایات میں اس مذاب کی مثل یوں دی گئی ہے کہ اگر لوگ کشتی میں سوار ہوں ایک شخص
 کشتی کا تختہ ڈونگے اور سر ہاتھ نہ دو کہیں وہ ڈونگے میں لاسیاب ہو جائے تو سب ہی ڈونگے میں گم ہوں گے اس آیت کی
 شرح ہے۔

فائدہ: ابن ابی کثیر سے پند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اگرچہ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے عام نہیں
 مذاب نامہ ہو گے پھر سنا عوم میں سب سے بڑا زمین لوٹ جاتا مگر دوسرے ظاہری عام مذاب اب بھی آسمان میں آیت وہابی
 ہادیاں ڈالے، انہیں میں کشت و ذبح لڑائیں اسلحا لیبوہ فائدہ و اتقوا فتنتہ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: سلاخ کو
 چاہیے کہ کسی تخلیق میں کو تک نہ کریں و نہ وہ بھی سب کے ساتھ گر گم ہوں گے۔ گم ہونے نہ خیال کریں کہ لوگ گم کرتے
 ہیں تو کریں ہم کو کیا ہم تو نکلیں کرتے ہیں آدم کے ساتھ کھن بھی نہیں جاتے ہیں اگر ایک شخص کو خود تو سارے سوار
 ذوب جاتے ہیں یہ فائدہ لا تصیبن الذین ظلموا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: انسان اس روایت کی تائید جانتے ہیں اس
 زمانہ میں جس قدر نکلیں ہو سکے کہ اور اس عمارت کی دعا کرتے رہتے۔ حضور سید عالم ﷺ اکثر حضور روایت کی دعا کرتے
 تھے۔ چوتھا فائدہ: بعض گم ہونے کی سزا دینا میں بھی مل جاتی ہے بلکہ انہیں انہیں نہیں دینا یا تو ان کی کشت سے
 یا ان میں ٹوٹی ہیں، ذکاوت ان سے وقت پہاڑ میں نہیں آتیں اس کا طور بھی ہو رہا ہے بلکہ جہلی امریکہ میں ڈونگے آیا
 ہے جس میں پچاس ہزار توری ہاک اور سالٹ چار ادا ہے مگر ہو گئے یہ ڈونگے تو 1970ء کی آخر تک میں آجائے تھے کہ ہوں کو
 مذکورہ دانیں پہنچانا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ ڈونگے سے دروازوں میں طوفان آیا ہے یہ پانی میں گم ہوئے ہیں اللہ کی ہدایت۔

پانچواں فائدہ: ہم کو چاہیے کہ اپنا کز داوت یاد رکھے تاکہ اس میں ظہور خود نہ پیدا ہو یہ فائدہ وانکر واذنتم
 قلیل سے حاصل ہو اور کھو نہ ظہور مگر نماز میں قرآن آہستہ کی جاتی ہے تاکہ ہم کو اپنا وقت یاد رہے جو ہم ان نمازوں میں
 عبادت قرآن اور اسے نہیں کرتے تھے۔ کفار کفر کے خوف سے کہ ان وقتوں میں کفار گلی کوچوں بازاروں میں پھیلے ہوئے
 تھے۔ چھٹا فائدہ: زمین و نہ ہدی ہی مبارک ہے کہ اس نے مہاجرین بلکہ خود حضور سید العالمین ﷺ کو آڑ و وقت میں ہدایت
 دی کہ وہاں کی مسلمانوں کی ہدایت ہوئی ذرا اطلاع یہ طرف سے سمت کعبہ میں پہنچ جانے کا یہ عالم کہ اہل بیت میں ہے۔

عند کے نطفے خدا تھے کہ دیکھے، فریبوں، فقیروں کے گھرانے والے

ساتواں فائدہ: انصار مدینہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک ہی درجہ والے ہیں یہ حضرات مہاجرین بلکہ حضور ﷺ نے سن مہمان
 نوازیوں میں نبی خدمات جلیلہ کو روپ تعالیٰ نے اپنی تائید قرار دیا یہ فائدہ و ایلیکم بنصرہ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔
 آٹھواں فائدہ: مدینہ منورہ کی تہذیبیاتی ہوا میں سب طبیعت ہیں وہاں کی خاک تک شفاء واقع ہوتا ہے یہ فائدہ
 و زقکم من الطیبات کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا تاکہ آیت میں مذکور مہاجرین سے ہو اور طبیعت است مدینہ منورہ کی

اچھا ہے تو ہم کو اس سے منع میں فرمایا۔ جو آپ بادل، لہان، طعن دینے کے لئے احسان حکما را ہے عبادات ارنے شکر یہ فی
 رطبت، یہ کئے احسان جتنا تلخی بستا ایما ہے اس لئے آخر میں ارشاد ہوا **العلمکم تشکرون** ورنہ آیتیں
 درست ہیں لیکن میں خاصاً نہیں۔ چوتھا خاکہ مذکورہ میں ارشاد ہوا کہ وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے مسلمان تو اب بھی
 تھوڑے ہیں دنیاوی مہم جہادی میں مسلمانوں کی تعداد تو اتنی ہے اور بہت ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں پھر آیت کی عمر
 درست رہائی۔ جو آپ تم نے پڑھا آیت پڑھی یہاں ارشاد ہوا ہے کہ تم تھوڑے تھے کروڑ تھے لطف لو، تھے اب مسلمان
 اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہیں مگر یہاں یہاں مسلمان کفار کے جمود سے کم ہیں مگر یہاں کافر تباہت سے کھڑے دنیوی
 زیادہ ہیں یہ ماکہ آن اہل کے کلمات ظاہر ہے۔

تفسیر تصوفیاتہ احسان اچھا ہے کہ اپنے مارے اعضاء سے کیسی را میں نور ان کو گناہوں سے بچا میں جیت جرموں کی
 محبت سے میر جرم تقاضا میں رفقہ ہو جاتے ہیں جملہ مذاہب آیت دہلی جانور دوشہ بھی بڑا پاک ہو جاتے ہیں یعنی باطنی
 اعضاء ہی ہے یہ غلام اعضاء آفت آجاتی ہے یہاں چلتی ہے سر جو تپتا ہے کیونکہ وہ زبان کپڑا کی ہے مہر کی محبت
 مراد لڑتی ہے رعدی سنت زہد و رقی ہے۔

اے تک نہ مراد نہ ہو رست شد
 وائے آل زندہ کہ ہمارو نشست
 حق ایت پاک اللہ احمد
 باد جانے ستا نہ در سلیم
 در وجود زہد و رست شد
 مراد محبت و زندگی از دست
 کہ بود ہمار بدلا جو بد
 باد آرزو سوئے مار مستقیم

یعنی مہارک ہے وہ مراد جو زندوں کے ساتھ بیٹھ کر زندہ ہو جلا ہے۔ مخصوص تہ و زندہ جو مراد کے ساتھ رہ کر اپنی زندگی ختم کر
 دے یہ سنا ہے۔ اسامی بہ تر ہے کہ راستہ صرف جان کے محدود رہنے ہے مگر اسامی دونوں کی راہی تک میں پہنچانا
 ہے۔ راہی مذاہب آیت صوفیاء فرماتے ہیں کہ لغتوں کا لکھا ہے تو کون ناخبر اور کون۔

شکر لغت ہمت افزوں نہ
 کفر لغت از سخت بیرون کہ

تھوڑے کم کھڑا، اطاعت زیادہ رہا لہان، چار فرض میں طویل ہو گیا کہ یہ رب کا عیب ہے وہ یہ ہے اس پر راضی
 رہتا اس لہان سے بہ دل میں خلقت ہواست لہاں میں خرچ نہ کرنا اور چار سنتیں ہیں۔ اول میں ہم لہان پہنچنا آخر میں اللہ
 لہان پہنچانا ہے۔ پہلے اور بعد ہاتھ، مہر اور وہاں پوں پچھرا، اہل لہان کر کے کٹا چھاری اس کے سبب تہاں ہیں اپنے جانے
 سے کھانا پھونکا لہان، یہ پہنچانا، مہر کے لہان، لہان اور وہ اس فی و ان میں ہیں کہ ہوتے لہان کو انہا صاف لہان کے لہان
 بنا کر تہاں صاف رہنے پہنچانا، اور کھوتہ ہیں کھانا، لہان کھانے میں یہ لہان تہاں ہے۔ چچ مگر مہر کھانا ہے۔ ایت کر
 لہان سے میں بہرکت ہے۔ لہان پہنچانا لہان صاف مدون، حق اللہ، در گے اس لئے طہارت کے ساتھ لہان، **العلمکم**
تشکرون انہوں میں ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَتَكُمْ وَأَنْتُمْ

اے مومنو! جو ایمان لائے ہو نہ خیانت کرو اللہ اور رسول کی اور نہ تمہارے امنوں کی اور نہ تمہاری جانوں کی خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ

تعلّمون ﴿۱۰﴾ وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَ أَجْرٍ

تم جانتے ہو اور جانو کہ تمہاری دولتیں اور تمہاری اولاد تمہارے مال کے لئے آزمائش ہے اور اللہ جانتے ہے اور تمہاری جانوں اور تمہاری اولاد اور تمہاری دولتوں کے لئے

عَظِيمٍ ﴿۱۱﴾

اس کے پاس بڑا ہی بڑا

بڑا ثواب ہے۔

تعلق بان آیات کریمہ کا پہلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت میں حلال طیب روزی طور پر ہوا اب خیانت سے منع فرمایا جا رہا ہے کہ نہ خیانت سے روزی حرام ہو جاتی ہے۔ حلال نہیں رہتی۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت میں وقتی طور پر حرام فتنہ کا ذکر ہوا اور اتفاقاً فتنہ اب مضمی اور ہر وقت کے فتنہ کا ذکر ہے یعنی زبانہ فریاد۔ تیسرا تعلق: پہلی آیت میں ایسے فتنہ کا ذکر ہے، اس سے بچنا ضروری ہے اب اس فتنہ کا ذکر ہے جس میں رہنا ضروری ہے تمہارے شریعت سے بچنا ضروری ہے اور اللہ۔ چوتھا تعلق: پہلی آیت میں بدوں کو اپنی نعمتوں کے شکر کا حکم دیا گیا اب اس کو اپنی تکمیل کی جارہی ہے یعنی اللہ رسول کی خیانت سے بچنا اور اولاد کے شر سے دور رہنا۔

شان نزول: اس آیت کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں۔ ایک قصاصی بارون ابن منذر جو بنی عوف ابن مالک قبیلہ سے تھے ان کی تکلیف ہو ایسا بھی ان کا غریب رہا ہے یہ وہ مدینہ تھی قرینہ کے محلہ میں رہتے تھے۔ غزوہ بدر کے بعد حضور انور نے بنی قرینہ کو لایا اس دن حضور انور کے گھر آئے تو انہوں نے بنی انصاریہ کی طرح حضور سے صلح کرنی چاہی حضور نے انکار کیا اور فرمایا کہ اگر چاہو تو مسجد ابن معاذ کو چلو۔ اور وہیں ارمیاں کھینچا انہوں نے کہا کہ ابو لہب! اؤ ہمارے یہاں بھیج دیا چلو سے ہم ان سے مشورہ کر رہے ہیں چنانچہ حضور انور نے انہیں بنی قرینہ کے پاس بھیجا انہوں نے ان سے پوچھا کہ اگر تم ہم سے صلح نہ کرنا چاہو تو ہمارے متعلق وہ کیا فیصلہ کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے ابو لہب نے اپنے تعلق پر اپنی اعلیٰ جھڑپی یعنی تم سب کے قتل کا فیصلہ دیا۔ انہیں اپنے بھائی بچوں کو چھوڑ کر قمر حرمی کہ بنی قرینہ انہیں پریشان نہ کریں تمہارا شکر ہے کہ تمہاری ذلیل ایک میں نے اپنے رسول کی خیانت کی کہ ان ہزار لاکھ ہرگز باوجود یہی میں کہتے ہوں کہ ایک ستون سے لے کر پتھر کو چھو، یا اور یہ سب لے کر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مخلوق کو نہ مرنے نہ کھانے نہ پینے کی ضرورت نہیں ہے یہ انصواریہ نے یہ انصواریہ کیا ہے حضور انور کی خدمت میں۔ واقعہ عرض کیا ابو لہب نے اور حضور انور نے فرمایا کہ تمہارا ایسا ہیرو ہے انہوں نے کہا کہ تمہاری مصلحتی کی دعا کرتا ہے اب وہ کہہ رہا ہے کہ تم سب نے اسے مانتا ہے کہ

ابوہریرہ کے بیان کا اظہار لڑنا تھا تب ابوہریرہ سات دن سو کے پاس بندھے رہے حتیٰ کہ فطی آئی تب ان کی توبہ قبول ہوئی لوگوں نے کہا کہ تمہاری توبہ قبول ہوئی اب تم اپنے کو گھول لو وہ بولے ہرگز نہیں بلکہ مجھے حضورؐ کا وہاں رہنا تھا۔ یہ تھیں توبہ کھلوں کتاب حضورؐ نے انہیں اپنے ہاتھ مبارک سے کھولا اس پر یہ آیات نازل ہوئی تفسیر عاقلانہ اس کتاب میں خون لڑنا توبہ بھی کہتے ہیں اور سلطان ابوہریرہ بھی کہتے ہیں کہ وہ توبہ کرتے تو داخل ہوتے ہیں اس توبہ قبول ہونے پر ابوہریرہ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور بولے کہ مجھ سے تمہارے ہاتھ مبارک کی صحبت نے کر لیا اچھا میں نے ہاتھ مبارک سے مسواک سوٹا کرنا اور پانی مبارک ملا کر منہ میں خرکت کرنا اور باطن میں مصلیٰ وغیرہ کیا۔ بعض صحابہ لوح مسلمان حضورؐ اور مجلس شریف میں کوئی اسکیم بنتے یا جنگی تدبیریں معلوم کرتے تو بعض اپنی سداہ لوثی سے اس کا ذکر یا تو یہودیہ سے سے کر دیتے یا منافقین سے اور منافقین یہ کہہ دیتے تھے یہ آیت نازل ہوئی عاقلانہ کبیر مصلیٰ وغیرہ کا نام سداہ لوثی سے لیا گیا ہے کہ آپؐ ہاتھ مبارک اور سے شہرہ کی کہ ابوہریرہ نے قتل کر کے کھان چھوڑ دی اور ان کا رستہ یہ کہ ایک صاحب سے یہ خبر ہو گیا کہ لوہری کہ تم نے کر لیا ہاؤں نے تم پر منہ دہنے والا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی عاقلانہ مصلیٰ وغیرہ 46 یہ آیت نزل۔ حضرت صاحب ابن ابی بلعہ نے حضرت عائشہؓ کو ہوائی اہول فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ کو ایک خطا ایک مکہ والی مشرکہ عمرت کے ذریعہ پہنچا اس میں حضورؐ اور ان کی اہل بیتؓ وہی وہ عورت حضورؐ نے چکڑا کر اس سے خطا چھو کر رکھنا حضرت عمر نے صاحبہؓ کی اس عبادت کو ٹھکرانی تھی ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کبیر وغیرہ کہ

تفسیر زبایہ النہین اسوا اس غلاب شریف میں کہ حضورؐ اور اہل بیتؓ ہیں کہ تمہارے منہ میں ہیں جو ایمان لے گئے حضورؐ اور ایمان سہی بندہ سے لیتے نہیں بلکہ وہ ایمان دیتے ہیں ایمان کا ایک کنارہ یعنی ایمان سے قائم ہے اور سرکار ہونے والا حضورؐ اور سے قائم نہ منافقین اس میں داخل ہوتے ہیں کہ تمہارے انہوں نے ایمان حضورؐ سے لیا ہے صرف اسلام ظاہر کیا گیا ہے۔ **لا تقولو اسوا لکن تقولو المسلمنا اسلام اور ایمان میں فرق پارہا نہیں کر چکے ہیں۔ حتیٰ یہ ہے کہ اس میں تا قیامت سارے مومنوں سے خطاب ہے کہ اگرچہ اس کا نزول غلام ہے مگر عبادت عام نیا دیکھا حکم بھی سب سے متعلق ہے۔ **لا تعونوا اللہ والرسول لا تعونوا** ہے خون سے۔ یعنی کہ ان کا متعلق ہے وہی۔ یعنی پورا دنیا و ابوہریرہ **الذی وفی اہلش** انہیں نے فرمایا کہ یہاں وہ قسم کی خیانتوں سے روکا اللہ و رسول کی خیانت تو ایک چیز ہے اور مومنوں کی خیانت چھ چیز ہے اور اللہ اللہ کی خیانت تو کئی ہی نہیں رسول اللہؐ کی خیانت ہی ہے۔ کئی ہے اور اس سے ان کے ساتھ مومنوں نے حضورؐ کی بھی خیانت ہی تھی اس سے پہلے اپنی خیانت تیار یا پھر بعض منافقین نے قیاد کہ یہاں نہیں خیانتوں سے روکا جائے انہیں اپنی معاشرہ روزی لڑنا اس کی وہی ہوئی لائقوں کو اسکی پانچوں میں صرف تا قیامت سب میں تا قیامت سے پہلے نہ سب معاشرہ کی خیانت ہے حضورؐ اور کے ملازمینوں میں پہنچا یا جو سبھی خدا کرنا رسول اللہؐ کی خیانت ہے ان دونوں سے ان خبر میں منع لیا گیا خیانت نہ صرف مال میں نہیں ہوتی۔ و لکن انہیں معاشرہ اور ان قوتوں میں بھی ہوتی ہے یہ فرس مال شہادت اور طرفین دونوں سے جائے سب **وتعونوا الماناکم** عبادت سے پہلے خوفناک معصوم ہے اور ان سے ہاتھ سے اور ہوسکتا ہے کہ یہاں پر شہد وہ ان میں سے ہوا ہے یہاں انہوں نے ایشاد ہوا ان عربی لڑا گیا اور اس آیت**

میں بہت عزیز و اہل ہیں۔ سبلی امانت، راری امانت، لاسندہ آویزی امانت، ایسی امانت بمعشرہ جو بعض کسی مسلمان کو ملے۔ نہ ہر
کسی کا فانیہ و زلفانی نہ کرو کسی مسلمان کی عزت نہ گراؤ اسے ذلیل نہ کرو ہر عمل اس ایک فریضے میں سے ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے۔

وانتم تعلمون۔ مہارت **لا تعلمون** کی قید ہے خیانت و لاسندہ ہو یا بلا لاسندہ ہر عمل پر حرم ہے ہم نے کسی کی امانت کی اور امانت
بجول گئے تب بھی وہ خیانت ہے۔ یاد رکھئے ہر فرماؤ اور ملکہ اس **لا تعلمون** کا فعل پر مشہود ہے یعنی تم خیانت کا وہیل جانتے
ہو یا تم جانتے ہو کہ حلق پر لنگی پھیرو۔ یا کسی عملی خیانت ہے یا تو جانتے ہو کہ کفار کو خفیہ خط بھیج کر ان کو مسلمانوں کے ہتھیار میں

خیانت ہے و خفیہ خازن (کنڈر) اس کا تعلق نہیں خیانتوں سے ہے اور **لا تعلمون** ہی خیانت کی قید ہے **الاور رسولہ**
اعلم باسرا اس فریضے میں سے ہے جو ان خیانتوں کی وجہ سے جاری ہے کہ تم خیانت کیوں کر چیتے ہو چنانچہ ارشاد ہوا
واعلموا انما الودعکم فتنہ یہاں بھی خطاب ہے انیس مسلمانوں سے جن سے خطاب **لا تعلمون**

ضامی آتی ہے سارے مسلمانوں سے۔ **اعلموا** اس طرز سے ہے یعنی تم جانتے ہو یا نہیں۔ اس سوال سے مراد ہر قسم
کے عمل ہیں جاہد اور غیر متحمل اور مستقل مال پر ہی اولاد میں بھی سبیلے پموتی ہے تو اسی خواہ سے کسی اہل میں مال و
اولاد سے مراد مال و اولاد ہیں جن میں مال کا گناہ نہیں بلکہ رسول کو بھول جانے میں کو فتنہ فریبی آیا فتنہ یا۔ یعنی امانت و پیمانے کہ

انسان کی وجہ سے لہذا رسول سے ناخالص بلکہ ان کا قرآن ہو جانا ہے۔ وہ مال و اولاد خدا کی نظر پر بندہ اس قسم سے لگے ہے
فقط **ما تحض** آزمائش و امتحان ہے تب اس سے مراد سارے مال و اولاد ہیں ناخالص کہ نہ اسے اب ٹلے سچانے والے اس لئے
اس کی تفسیر میں مفسرین نے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے بوجہ لہجہ اور مخاطب ابن ابی بکر کے اولاد مراد ہیں کہ ان کی ہی کو جب سے
ان سے یہ تلمذ کر رہے ہو یعنی **مذکر** خدا اور سر ہے کہ اس سے مراد تمام مسلمانوں کے سارے مال و اولاد ہیں کہ یہ سب اللہ

تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں انسان مال، اولاد کی ماہانہ محبت میں خیانت بلکہ چوری بلکہ دیکھ کر بیعت ہے **واللہم متعہ**
اجر عظیم ہے مہارت ہے **انما الودعکم** اور متحمل ہے **اعلموا** اس فریضے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک
یہ کہ اگر اپنے مال و اولاد کی پرولہ نہ کرتے ہوئے تب کو راضی کرو گے تو اس کے پاس بڑا چرچاؤ گے دو سر ہے کہ اگر تم اپنے مال و
اولاد کی خوشنودی رب کا رعبہ ہونے کے تو اس کا بڑی اجرو ثواب پو گے۔ خلاصہ یہ کہ تم کو اس آزمائش میں کامیاب ہونے کا
تمہارے لئے بہاؤ ثواب ہے اگر تم ہونے کہ نقصان میں رہو تو ان راستہ تمہارے لئے ہیں جو چاہو اختیار کرو۔

خلاصہ تفسیر۔ ۱۔ اور کو ہر بار کہ نبی سے ایمان لے چکے تب تم ایمان چھاننے کی خوشنودی چنانچہ تمہیں عزیز سے ہے
۲۔ ایک قاعدہ تعالیٰ کی لافوں میں خیانت نہ کرو اس کے لیے ہے کہ تم ایمان ظاہری باطنی ایمان کی حالتیں تو تم سے
تمہارے پاس رب کی امانتیں ہیں جن میں خیانت نہ کرو یہ نعمتیں اس ظہم میں خرچ کرو جن کے لئے یہ وہی کلی ہیں نہ اس لئے
رسول کی خیانت نہ کہ ان کی نعمتیں ان کے دوزخ سے کہے ہوئے ہے۔ سب رسول کی نعمتیں ہیں ان میں خیانت نہ کرو انہ
حق اور اگر چہ تمہیں میں ایسے دوسری امانتیں اور انہوں میں خیانت نہ کرو مسلمانوں کی بہانہ خالی نعمت ہے تمہارے پاس ان
کی امانتیں ہیں انہیں ۱۔ کہ رسول تم کو مومن قوم کے حاکم بنا کر دیکھو جن رسول کے لئے صلہ سے رسول کو ہوا ہے۔ اور ان کی
محبت میں اور انہیں ایمان رکھو کہ تمہارے ہر قسم کے مال و اولاد جن کی محبت میں پھنس کر تمہیں یہ حرام نہیں ہے تمہارے ہر

ایمان کے لئے آتھیں ہیں اس سے ایسا دین و ایمان کو پہلے یا تمہارے بل و لولہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری تمنا میں
 اس آرزو میں طیب رزق مل و لولہ کے مقول رضاء بھی حاصل کرو اس کے پاس عظیم الشان الٰہی اجر و ثواب تمہارے لئے
 موجود ہے یا یہ ایسا بل و لولہ کو خدا ہی اور یہ جانو جائے تو کہ آؤ کو پھالنے والا بناؤ یہ تو ایسا ہے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں
 تمہارے پاس اوقات رکھے اس کی اوقات کرو اور وہ تم سے نیابت کرے تو تمہاں کے عوض نیابت نہ کرو اور آؤ تہذیبی اوقات
 میں الٰہی حریر و عام ہلو میں بلب ماشہ سیدہ فرمائی ہیں کہ ایک بار ایک بچہ حضور انور کی خدمت میں آیا بیچارہ بڑا مسرور اور
 فریاد کہ تم خلیل اور یاری کرو سیدہ، خود نہت عجم فرمائی ہیں کہ حضور انور کی خدمت میں حضرت حسن یا حسین آئے تھے آپ
 نے انہیں اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ تم لحد کی رحمت ہو مگر تم ہی بزدل نکلیں بلکہ چاہل کر دیتے ہو تہذیب و اخلاق کی
 عورتیں باپ تمہاری وجہ سے تجوں جہاں میں بزدل ہو جاتے ہیں یہی تمہاری تھوہیںانہی تھکتے ہیں ۔

شب پر مقد نماز پر بندم چہ خود بدو فرزند
 زن و فرزند و لکر ہار و قوت بازت آرد بہر دور خلقت

فائدہ: ان آیات کریمہ سے چند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ بڑے سے بڑے نفل سے انسان مفرضیں کما کر ہو
 جاتا ہے جب تک کہ حقیر و فاسد نہ ہو یہ فائدہ نیابت کرنے والوں کو العین **اصوات** سے خطاب فرماتے سے حاصل ہو رہے
 ہے قابل کو **اصوات** میں فرمایا ہے **وان طائفان من المومنین اقبلوا اور سرفائدہ:** نیابت خواہ کسی کی ہو سخت جرم سے
 فائدہ **لا تعونوا اللہ ورسولہ** سے حاصل ہوا۔ **میرا فائدہ:** میں قرآن میں اللہ تعالیٰ کی نیابت پر ترجیح جرم ہے
 پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت پر مومنوں کی نیابت یہ فائدہ پہلے ترتیب بیان سے حاصل ہوا۔ چونکہ فائدہ ضروری ہے کہ
 گناہ ہو جائے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہو حضور کی معرفت رتبہ سے عرض معروض کرے بغیر واسطہ رتبہ کی بارگاہ میں
 حاضری شکر غالب ہے یہ فائدہ اس آیت کے پہلے شان نزول سے حاصل ہوا کہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو حضور کی معرفت رتبہ
 سے عرض معروض کرے میرا واسطہ رتبہ کی بارگاہ میں حاضر ہو شکر غالب ہے یہ فائدہ اس آیت کے پہلے شان نزول سے حاصل
 ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو الٰہی ہوا میرا یا اس آیت میں ان کے لئے ماہ مغرب فرمایا یعنی چونکہ وہ راہ
 راست رتبہ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت و انتظار کریں۔ **یا تجواں اعتراض:** بلند رسول کے افعال نہ مانا بھی
 نیابت ہے ان کی راہ راہی کرنا امتدادی ہے رتبہ تعالیٰ میں پہنچنے کی توفیق دے یہ فائدہ **لا تعونوا اللہ ورسولہ**
 سے حاصل ہوا۔ **پہلا فائدہ:** تمہیں لی مائیں بہت قسم کی ہیں سالہ **دائرت** عزت و آبرو وغیرہ میں سب میں اللہ امری چاہئے
 فائدہ اہمیت سے حاصل ہوا۔ ساتھ ساتھ **فائدہ:** بل و لولہ اکثر گناہوں غفلتوں کا سبب بنت جاتے ہیں یہ فائدہ
اموالکم و اولادکم فتنتمہ سے حاصل ہوا۔ **حضرت:** اہل بیت اور صاحبین الٰہی بلو سے دو قصور سرزد ہو سوتے
 مرد فاسد اور اولاد کی محبت میں دو سوتے حضرت جاسوس نہ تھے۔ **آنحواں فائدہ:** اگر مومن بل و لولہ کی وجہ سے رتبہ تعالیٰ
 سے مائل ہو تو یہ رتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہے یہ فائدہ اگر عظیم سے حاصل ہو گیا ہے۔ یہی تفسیر میں
 عرض کیا گیا۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں جزیں وہ ہیں جن کا رتبہ مومن کو سر سے بند بھی بنا رہتا ہے سوتے چاہیے جیتے سبھ لہی

خلاصہ تفسیر: ”موسوا“ تم اللہ سے ذمہ رہو کہ اس کے احکام پر عمل کرو اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچو۔ وہ تم تعالیٰ تم کو تین ٹھہریں عطا فرما رہے گا کہ تمہارے دل میں وہ نور اور ہدایت دے گا جس سے تم دنیا میں بھٹے رہے۔ اس میں دیکھو کہ تمہاریوں میں فرق کر لیا کہ تمہارا دل تم کو فطرتی دے گا کہ یہ تمہارا چہانت ہے اور یہ ہم زبان اس سے بڑھ کر آدمی چہانت اس سے مثل بلا پڑھو یہ زبان اس سے دور رکھا گیا تم کو ہر میدان میں جو حق اور تمہارے دوستوں کو وہ اللہ سے دے گا اور حقہ داخل میں چہانت کر دیا کہ کسی نے اس فتویٰ کی برکت سے تمہارے سارے کلام اللہ کے کام کو پابند رکھا۔ تاکہ تمہارا عیب چھپا جائے اور تم کو عزت و عظمت، دونوں دہلیں میں بخشے گا تمہیں یہ خیال بھی نہ کرنا کہ رب تعالیٰ اپنے یہ دہے ہر دن فرماتا ہے وہ بڑے فضل و کرم والا ہے وہ تو کثیر و مختلف یا مختلف سے زیادہ تمہیں بخشا ہے تو یہ تمہیں بہ کر اپنے عیب پر نہ کہے۔

فائدہ: اس آیت اور آیت چند فائدہ حاصل ہونے پہ لائق توجہ اور انسان کو چاہئے کہ پہلے اپنے عقیدہ کو ٹھیک کرے۔ ہر افعال و رسم کے عقیدہ کا تعلق دل سے ہے افعال کا تعلق بدن سے دل پہ شدہ ہے بدن کی رہا یا پابند شاد و رست ہو تو رہا یا کہ ٹھیک کر لیتا ہے یہ فائدہ: ”یہ لاری سے حاصل ہے کہ پہلے ایمان لگا کر پوراہہ فتویٰ کو دوسرا فائدہ و فخر دیکھا اس میں اگر غرض نہیں ہے افعال حرام میں کہ یہ وہ نونا چیزیں فتویٰ میں اور فتویٰ کا حکم ایمان کے بعد ہے لہذا اس پر تمہارا مزاج زور دینا ضرور فرس نہیں شراب اور غیرہ حرام ہیں۔ فائدہ بھی اس ترتیب ذکر کی سے حاصل ہو گا کہ یہ علم شرعی ہے جس کا معنی دینا ہے لہذا فخر مومن ہونے کے بعد زمانہ طہری نمازیں قضا کر کے اس ملک میں شراب پینے سے ممانعت کی زبان یہ ہے آخرت میں عذاب کو کٹاری سزا بھی ملے گی اور بد عیبوں کی بھی **قالوا لکم من المصلین ولم نکم نطمع** **المسکین** تیسرا فائدہ زمانہ تعالیٰ مومن فتویٰ کو دل کا نور عطا فرمائے جس سے وہ بے گناہوں کو پہچان لیتا ہے اس کا معنی اس نے جہنم میں دہانت یعنی اس طہری فائدہ **یجعل لکم فرقانا** سے حاصل ہے کہ چونکہ تمہارا بعض خوس نصیب نہ دے وہ ہیں: میں آتھن لگا ایمان۔ پٹھی یہ فرقان عطا ہو جائے حضرت ابو عمر صدیق نے دل اسلام سے پہلے بھی شراب پر نہ زور دینا کہ یہ آپ بھی۔ گئے فرماتے ہیں کہ میرا دل لیتا تھا کہ یہ چیزیں بری ہیں کہوں نہ ہو تا وہ دراصل سے صبر اور دل ٹھہریں صحت کے لئے تھپ۔ دیکھتے تھے وہ راست کے ان سے **یا ایہا الذین امنوا** کا مطلب ہے شراب نہ پئے۔ جسے چاہو اس فائدہ: ”معتق“ اس انسان کی فعل ایسی ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ روز قیامت میں اپنی ایک ہر لہ کرے تھے کہ میں انسان کے عیش قدم کو، لچے اور لہائی و روز قیامت میں یہ فائدہ **فرقانا** یعنی دوسری تفسیر سے حاصل ہے: ”ابن اس سے مراد یہ ہے جسے آدمی میں فرق لڑا ہے وہ اسکا کہ حضور علیہ السلام کو مانتھیں وہ عیسائی کی پہچان نہ دے حضرت عمر فاروق و لقب ہی عداوت ہے یعنی آتھن۔ ہوں آتھن۔ ہوں انگوں میں فرق کر کے والے اس لقب شریف طہارہ سے آتھن گویا بھی ہے۔

حکایت: خلافتِ حجاز میں حضرت انس امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے، بار بار میں حاضر ہوئے اور انہیں کسی ایک سید

عورت پر نکاح پانچ دن بعد مستحایہ میں بیٹے تو فرمایا کہ بعض حضرات حارسہ میں اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھیں دُعا کا اثر ہو آتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہی میں بلکہ مومن کی فریاد ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں اتقوا فر استموا مومن فانہ یبظرو بنور اللہ مومن کی فریاد سے اور وہ ان کے ذمہ اللہ کے نور سے دیکھنا ہے۔ یہ فرقاناً فی تفسیر چھٹا لاکھ چھٹا حصہ میں لکھا کہ کمال قدرتی طور پر ایسے مومن لائق لوگوں کی طرف راغب ہو اور یہ کاموں سے لوگوں سے غافل ہو تو وہ بخشد تعالیٰ مومن کو جی ہے یہ فائدہ بھی فرقاناً سے حاصل ہوا۔ اس سوال کا فائدہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو دشمنوں پر چاہے جس وقت چاہے تو ایسا مشہور تقویٰ پختہ اختیار فرمادے گا۔ فرقاناً فی تفسیر تفسیر سے حاصل ہوا کہ فرقان سے مراد وہ مومنوں کی فطرت و حق و باطل میں فرق کرنے فرماتا ہے اذالقیتم فنتہ فالتبوا والمکروا والمکثر اللہ تقویٰ اور روحانی تعمیر ہیں جو کلمہ کو کہہ کر نہیں لگتے کہ وہ ہے سچے ہیں۔ انھوں کا فائدہ قوت ایمان اور تقویٰ سے دشمن کے اہل میں قدرتی نسبت پیدا ہوتی ہے یہ نسبت خدا اور اہل اللہ کی نعمت ہے۔ فائدہ فرقاناً فی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا کہ فرقان کے معنی شہرت و شہیت ہوں۔ نوال کا کلمہ اللہ تعالیٰ ایک اہل کی ہر قسم سے دشمنی سے گناہ صاف فرماتا ہے یہ فائدہ ویکنفر عنکم سیاتکم سے حاصل ہوا اور تعالیٰ فرماتا ہے ان الحسنات ینھن السینت بلکہ بھی کسی اس پر ایمان توچوں میں کلمہ لکھوں میں تیرا ہو جاتے ہیں رب فرماتے ہیں فاو لنسک یدلل اللہ مسیبتہم حسنات تقویٰ اللہ ہی نعمت ہے۔ سو سوال کا کلمہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایب دعوں سے بڑھ کر مظاہرنا ہے۔ یہ مادہ و ذوالفضل العظیم سے حاصل ہوا کہ اس فرقان عالی میں نین الحسنات کے بعد رب نے اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا جس میں بتایا کہ نین نعمتوں اور وہ ہے باقی انار الا فضل بڑھے تھیں یا خیر کہ ہم تم کو جس کے عطاہ اور کیا لیا کریں گے۔

سہل الاعتراض اس آیت میں لوشو ہو کہ ان تقویٰ اللہ عن تک کے لئے آتا ہے اللہ تعالیٰ تک اور تروہ سے پاک ہے پھر اس نے ان کیوں لڑا۔ جو اس میں محض معلق کرنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے نہ چاہتے کہ اگر سورج کے گاہ تو ان نفل آئے گا مالا مال سورج والا نامی قیمتی ہے۔ دن لگانا بھی قیمتی صرف یہ نکالنے کہ دن کا لگانا سورج کے طلوع ہونے پر لازمی ہے اس پر موقوف ہے وہی یہ سہل ہے۔ متعدد یہ ہے کہ یہ نین نعمتیں تسلسلے لیکھتے تقویٰ پر معلق ہیں لہذا یہ چاہیں تو مستحق مومن ہوں۔ دوسرا اعتراض زمانہ ہے کہ فرمایا گیا کہ حق مومن کو حق و باطل میں تیز مٹاؤ گی کہ ہم نے رب غازی اور گ شریعت سے باطل سے نہ چاہتے پھر یہ وعدہ ہو جائے کہ اگر درست ہوا۔ جو اسے تقویٰ صرف فرما رہے تھے کام نہیں بلکہ اس کے لئے کلمہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں ہم نے اسی تفسیر میں عرض کیا کہ: سہل تقویٰ اللہ رسول کے سلسلے انکسہات نام ہے جس کے اور کون ہیں مومن بچوں سے نہ لگتا۔ فرقاناً و ملت پر عمل کر لے۔ دوسرا اعتراض ہے روحانی یا ذہنی یعنی اللہ کی محبوب چیزوں کا دل سے لوبہ الحرام کرنا ہے اللہ تعالیٰ یہ نصیب کرے تو انشاء اللہ اسے یہ سہل ہے کہ وہ اور نعمت ضرور ملیں گے۔ تیسرا اعتراض نکادہ عینت اور منفعت میں کفر قیاف ہے۔ جو اسے بن میں ہندو فرقاناً بھی تفسیر میں ہم نے عرض کی ہے کہ گناہ مٹانا فائدہ عینت ہے۔ ہمارے محبوب پہلا منفعت ہے۔ ہمارے گناہ صاف فرماتا فائدہ عینت ہے۔ چھوٹے گناہ بخش دینا منفعت ہے

اسے جلد سے لے کر فصل ۱۷ جاسا اور الفل سے ہے کہ ہماری امان کو ناکرے۔ فقاءہ ظاہر ہے کہ (از تفسیر رون الیوم)

وَاذْيَبْكُرِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَتَّبِعُونَكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ

اور آپ کو روکنے کے لیے ہمارے دشمنوں کو روکیں گا کہ تم کو قتل کرے یا تم کو باہر نکالے یا تم کو باہر نکالے اور اسے محبوب یاد کرو جب کہ تمہارے ساتھ ہو کر رہے تھے کہ تمہیں بند کر دے یا تمہیں باہر نکالے یا تمہیں باہر نکالے

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ

تم کہ اور وہ دونوں بھیجے تھے اور تمہیں فرمایا تھا کہ تمہارا اور اللہ کے مکر میں اللہ ہی بہتر ہے

اور اللہ بہتر ہے تمہیں اور اللہ ہی تمہیں بہتر فرمایا تھا اور اللہ کی نصیحتیں ہمیشہ بہتر ہے

تعلق ان آیات میں کائنات کی بات سے ہر طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: کجی کی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تعلق دوسرا ہے اب اس تعلق کے تحت میں ایک خوب اقدار فرمایا جا رہا ہے۔ نہ ہجرت رسول شیعہ کے موقع پر واقع ہو۔ دوسرا تعلق: پہلی آیت ہے۔ میں مسلمانوں پر ایک خاص تعلق و کرم ظاہر ہوا تھا **وَأَنْذَرْنَاكُمْ قَلْبِي** اب اس تعلق پہلی آیت کو ہے۔ حضور شیعہ پر غصہ ہی طور پر ہو گیا تھا حضور انور کو اپنے بلاک موقع پر شرارت سے محفوظ رکھنا ہوا۔ اس سے مسلمانوں میں ہے۔ تیسرا تعلق: کجی کی آیت ہے۔ میں وہ تعالیٰ نے وہ فرمایا تھا کہ اگر وہ من مقلی بن کر ہیں تو انہیں فرکان مٹا دینا ہوا۔ گلاب اسی فرکان کی مٹا دینا ہے۔ یا جا رہا ہے۔ فرکان کے معنی ہم اس بندہ بیان کر رہے ہیں ہجرت اور اللہ فرکان الہی تھا۔

شکل نزول یہاں کہ ملامت ہجرت کر کے دوسرے ملاحوں میں جا رہے اور وہاں یہ فرانت رب کی عبادت کرنے کے لئے آئے تھے۔ وہاں میں مدنی آج ہجرت کر کے لوگ ہمارے پیچھے ہم سے کیوں نکلتے ہیں۔ پھر ایسے ہی ہے کہ۔ وہ پکارا انصار۔ نہ حضور انور کے ہاتھ پر زیت اسلام کی اور سے سال حج کے موقع پر وہ انصار نے بیعت کی۔ بیعت عقبہ کہتے ہیں یہ فرکان کہ کو گلی تہو اور بھی آگ بول ہو گئے۔ آخر کار یہ لوگ ایک دن سواران قبیلہ قریش میں بن کتاب نے ہر میں حج سے وہ لوگ اور وہاں تھا۔ یعنی پہلی گھر کا۔ ملاحی ان لوگوں میں عقبہ بن ربیعہ شیعہ بن وہیہ بھی شامل ہو گئے۔ ان میں سے وہ لوگ بھی ہجرت کر کے آئے۔ ان دنوں ان لوگوں میں ہم ہم نے انہیں جاننا۔ یہ انہیں جاننا۔ انہیں جاننا اور اس میں غلطی نہیں تھی۔ یہ لوگ بولے کہ اب لیا کرنا چاہیے۔ تمہیں کاملاً ہمارے پیچھے سے ہمارے ساتھ جا رہا ہے۔ ان کے اثرات اور سے ملاحوں میں پہنچ رہے ہیں انہیں ہمت ملے گی کہ وہی کہ ایک سفید ریش بوزھار و تہو پر آئے اور انصار میں سے ہر چہا کہ انہوں نے تہو تہو کی اس خصوصی پیشکش میں کیوں کیا۔ یہ کہیں میں تھے۔ انہیں اس واقعہ میں لیا گیا۔

تیسرا فائدہ: کفار کفر میں الجس کے ساتھ ہیں ان کا درجہ مقام ایک ہے یہ قائمہ الذین کفروا سے حاصل ہوا کہ رب نے
جس الجس اور کفار قریش کو ایک الذین کفروا کے ساتھ بیان فرمایا اس طرح اللہ تعالیٰ حضور انور کے دامنِ کرم میں حضور کے
غلام رہتے ہیں۔ رب تعالیٰ بیلاد میں جس ان کے غلاموں کو ان سے جو نہ کہ کب تک۔

ملیٰ ان دلہن و دلان تو اے پناہ ما خیریل اخطاء
اے زہ قسمت کہ تو بہا حرامس جملہ عالم بدتو قہیل اسلام

چوتھا فائدہ: کفار پیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں جبکہ حضور انور سے جان نہ رہے تو وہ سر میں کایا ہاتھ
نہا، وانہم مکرو بک سے حاصل ہوا مسلمان بھی ان سے غافل نہ رہیں۔ پانچواں فائدہ: اب یہ آیت کریمہ، عین
کے مقابل سے کلام آئی ہے دشمنوں میں گمراہ انسان اس آیت کی برکت سے ان کے زور سے نکل جاتا ہے و جعلنا من
بین ایدیمہم (الی) افانغشیانہم فہم لایبصرون اس فقیر نے اس پار سنہ 1369ء کے حج کے موقع پر اچھی طرح
آزایا۔ چھٹا فائدہ: نبی کے خلاف ان کے دین کے خلاف سازشیں کرنا شیطانوں کو گوں کا آہستہ نبی کی خدمت ان کی مخالفت ان
کے دین کی مخالفت ان کی حرمت و حرمت کے لئے ہے یہیں کرنا ممکن اور عملی ہو گوں کی خدمت ہے یہ قائمہ یحکرونا اور
یحکرو اللہ سے حاصل ہوا ہے ان دونوں ختیش ناقیاس جاری رہیں گی اولنک حزب الشیطان اور اولنک
حزب اللہ سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ حزب اللہ میں وہ تعلق ہو میں رکھے آئیں۔

سوی ا فرعون شیخ و یحییٰ
نہا ہیمہ نہ چلاؤ۔ نبی کی جانب سے تیر چلاؤ اہل علم و فکر زور فہم نبی پر صرف نہ کہ بلکہ نبی کی طرف سے کفار کے قتل صرف کر۔
حضرت تسل فرماتے ہیں۔

فان ہن وواللتی و عرضی بعرض محمد منکم وقتہ

ساتواں فائدہ: ہر سب ش کر وہ کاستانہ میں تو سب قتل ہوں گے وہب کی تہیر غالب رہے گی یہ قائمہ واللہ
عبود الحاکمین سے حاصل ہوا کیونکہ اللہ کی کوار نے حضور انور کا کیمہ نہ باکا اور کوزی کے جانے کی طرف سے نہا نے
مضور کی مخالفت کر لی کہ تہ یہ وہب کی تہیر باظہر تھی ہوں ہی جس کو حضور انور اپنے دامن میں لے لیں اور تیار الے اس فائدہ
نہیں کاڑھتے۔

وخذوا ہی کریں صود قیامت کے پانی
آٹھواں فائدہ: امانت انور دوست کی ہوا دشمن نبی کا قتل خود خواری اس کا لاکرنا شہداء و اہب ہے دیکھو حضور چلائے
عزت ملی کہ ہجرت میں اپنے ساتھ نہ لیا کہ وہ ان خون خوروں دشمنوں کی امانت لوار کے تو میں ہوں نبی امانتیں حضور انور
کے پاس تھیں خیمت اور چہ نہ فرض لور امانت، و سری چہ۔ تو اس فائدہ حضور چلائے اللہ کے فضل سے ایسے کم لکن ہیں
کہ دشمن بھی آپ کو نہیں مانتے تھے اپنی امانتیں حضور کے پاس رکھتے تھے دیکھو یہی خود خواری دشمن ہر حضور انور کے خون سے
پانے سے قتل کے رہتے تھے انکی امانتیں اس وقت بھی حضور کے پاس تھیں حضور کو صلوات اللہ علیہم لکن کہتے تھے۔

پس اس اعتراض: لہذا اگر رو بہ اپنے محبوب کو پہناتا رشتہ رشتہ میں ایک بار ہو چکا تھا پھر اسے ہم کو نکال کے سینہ سے کیوں اٹھا کر فرمایا۔ جواب: اس میں ہے۔ "قد پر مدافع" معنی ماہی استمراری ہو آئے یعنی وہ مکر کرتے تھے لہذا پہناتا تھا لہذا یہ فریاد باطل درست ہو لہذا اس اعتراض پر لہذا ماہی میں صرف ایک دفعہ ہو لہذا ماہی استمراری بھی آئے مگر درست ہوئی وہاں دوام و تعلق کا حق ہے پھر معنی استمراری بھی یہ مکر درست ہوئے۔ جواب: اسی رات لہذا کے کھریا پار اور طس طرح کے ہوئے۔ رتبہ تعلق کی حفاظتی تدبیر بھی یہ پار اور طرح طرح کی ہوئیں اس لئے استمرار درست ہو لہذا حضور کے خلاف مشورہ کرنا اور رتبہ تعلق اپنے حبیب و ان کی اطاعت سے بچنا پھر حضور کا وہ گھیر لینا اور مرہب لگانے حبیب کو انکی بیخوشی سے طاقت نہلی لیا پھر نکلا۔ لہذا انوری کلمات میں مارتور تک پہنچ چکا اور رتبہ اپنے حبیب کو بڑبڑا جانے اور اڈوں سے بچنا یہ پھر طاقت سزاؤں تک کا سنو، اور نہ پہنچا پھر مرہب کے علم سے زمین کا کھوٹا کو کر تکہ ہٹا لیا پھر حضور انور نے علم شہانہ سے زمین کا کھوٹا پھر انور کا اس میں سر سے شہادت کے لنگھن مٹا کر پھانسی سے وہ طرفہ تینی شیطانی اور دھمکی تدبیر تہمتیں دو مسلسل بادی رہیں لہذا ماہی استمراری باطل درست ہے۔ میرا اعتراض یہ نہیں اراشدہ ہو اواللہ علیہ المصاخرین لہذا یہ تدبیر ان کی تدبیر سے زیادہ بہتر ہے جس سے معلوم ہوا کہ کفار کی تدبیریں بھی اچھی نہیں کیا۔ پہلی تدبیر زیادہ اچھی معلوم۔ عاری تدبیریں بہتر تھیں پھر آیت کیو مگر درست ہوئی۔ جواب: اس کا جواب بھی تفسیر میں گزرا تھا یہاں یہ تدبیر تہمتیں اور مضبوطی اس کا تعلق ضعیف اور کمزور تہمتیں یا غیر مکتل شراب سے اس کی تہمتیں وہ آیت یہ ان کی کیا الشیطن کماں نہ میرا مانا آیت کریم باطل واضح ہے۔

تفسیر: موصوفیہ: لہذا یہ تدبیریں ظہور باطل ہیں لہذا واحد قتادی تدبیریں حق و صواب ہیں لہذا یہ تدبیریں حیلہ اور مکر ہیں خالق کی تدبیریں مستندہ۔ یہیں لہذا الخلق کی تدبیریں خالق کی تدبیر کے مقابل زائل و باطل ہیں۔ رتبہ تدبیریں دوام و قائم ہیں حیلہ شیطانی فریاد ہے۔

سورہ بقرہ: پہلو - وہ ایمان باطن سامی کیست کہ دست ارا یہ بیجا ہے
 وہ سر سے نکلا۔

سورہ کہ با عقب سادہ جنگ وہ از میں خود با حق وارنگ
 حضور کی ہجرت کے موقع: سب اہل جانب تھے جنی حضور انوری اٹھیں یہ رتبہ حضور کی حمایت پر سب مخلص رہے اور جہل نے حضور انور کو قتل نہ پایا۔ وہ میں قتل کیا یا سناستہ خود بخوار سے اور مسلمان اس کے شہرت چاہنے لے ان لہذا مشورہ مشورہ مشورہ لہذا یہ تدبیر تہمتیں ہیں کہ کہ دشمن کلمہ فریب کرتے ہیں کہ رتبہ تعلق با نہیں بچا کرتے۔

وَاذَاتْلِي عَلَيْهِمْ اَيُّتَاتَا لَوْ اَقْدَسِمَعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا

اور جب اللہ تعالیٰ کی جاتی ہیں اور یہ اس کیستیں ہماری تو کہتے ہیں کہ سب سے سب سے ہم نے ان کے جہاں میں ہم تو اللہ اور جب ان پر پاری آئیں پھر ہمیں جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا کہ جانتے تو ایسی ہم بھی کہہ سکتے

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ

کتابتیں کہ میں تم پر مسل اس کے نہیں ہیں یہ مگر کہا گیا ان لوگوں کی اور جب کہا انہوں نے اسے اللہ اگر یہ جو جگہ پڑے
ہ تو نہیں مگر انہوں کے قصے اور جب پڑے کہ اسے اللہ اگر نہیں (سزا) تیرا طرف سے حق ہے۔

الْحَقِّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمِطْرْ عَلَيْنَا جَارًا مِمَّنْ السَّمَاءِ أَوْ اثْبُتْ أَعْدَابَ الْيَوْمِ ﴿١١﴾

نہ سے ہوا برسا دے اور ہمارے ہنجر طرف سے آسمان کے باغیم پر مذاب دردناک
قریب ہر آسمان سے ہنجر برسا یا کوئی دردناک مذاب ہم پر ہ

تعلق: ان آیات کا پہلی آیات سے منہ طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پہلی آیت کہہ میں کفار عرب کے اس کہو فریب کا
ذکر ہوا جس کا تعلق حضور انور کی ذات سے ہے۔ قاریہ نقل و ثبوت انہیں لاکر کے اسی کہو فریب کا ذکر ہے۔ جس کا تعلق
حضور انور کے دین سے ہے یعنی لوگوں کے دلوں میں قرآن و اسلام کی طرف سے شہادت و ثابت و سرا تعلق: پہلی آیت
کہہ میں صاحب قرآن چھٹکے خلاف کرنا: کفر تھا اب نو قرآن مجید کے خلاف کرنا: کفر کہو اگر یا قرآن کا تعلق: حضور علیہ السلام
فریب کے بعد اس خلاف و دش قرآن کے خلاف فریب لانا کہہ ہے۔ تیسرا تعلق: کز شدت پہلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ایمان و
تقویٰ سے فرکان ملتا ہے جس سے انسان حق و باطل میں فرق و تیز کر سکے لب تصویر کلاو سراوٹ و کھلیا جا رہا ہے کہ ان نے اپنے
جہاں کے فرکان کے طریق و کفران ملتا ہے دیکھو کلاو کہ کون تو قرآن ملتا ہے تو یقین ملی نہ صحیح و غلطی کی کہ جہاں سے ہر جہت کے
ذہب مانگتے تے۔

شان نزول: میں دونوں آیتوں کے شان نزول ملے ہیں پہلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ بنی مہلدہ میں ایک شخص
تھا نضر بن حارث ابن سلمہ جو اسلمہ جہت خداس و روم جہاں خاق کو فہم فریو بیلا کر تھا اور وہیں اہل نادس کو رستم اسفند یا
و غیر ہم کے قصے کہتے سنتے دیکھا کرتا تھا اس نے وہ قصے یاد کئے اور وہاں سے کتاب علیہ من و غیرہ فریو کر ساتھ لایا نیز اس نے یہ
نصاری کو کہہ سے جو ہدایت کرتے دیکھا کہ مظهر آرا کلمات سے بولا کہ تم مصطفیٰ علیہ السلام کو قوم ماو و قوم تے سنتے ہیں
آو میں تم کو رستم اسفند یاد کے قصے سنلو وہ تم کو قرآن دکھاتے ہیں، کچھ دیر سے پاس گیا وہ نہ کی کتاب سے روای است کو
دکوع ہوا کا علم اچتے ہیں میں یہ وہ نصاریٰ کو یہ علم کرتے دیکھ کر آیا ہوں اگر یہ برحق ہیں تو میں نورسود نصاریٰ بھی برحق ہیں
اسی ہی تردید میں پہلی آیت **وَإِذَا تَلَّسْ عَلَيْهِمْ نَزْلُ** ہوئی وہ تفسیر فلان نور انبیان مصطفیٰ علیہ السلام کہہ فریوئی: (نور) 2
جب نہ بن عادت سے نہ جو اس کی تو حضرت مثل ابن سعد نے اس سے کہا کہ یہ نصیب اللہ سے اور محمد مصطفیٰ علیہ السلام
حق فریوئے ہیں: وہ سب میں ان کا کلام بھی صحیح ہے۔ بولا کہ میں بھی صحابوں کو دیکھتا ہوں کہ کلام بھی صحیح ہے۔ اللہ اللہ میں بھی کہتا
ہوں اللہ اللہ اللہ ہاں کہتوں کہ ملا کہ ہاتھ اللہ یعنی فرشتے اللہ کی لڑائیں ہیں پھر بولا کہ اسی اگر قرآن نور محمد مصطفیٰ علیہ السلام
فریوئے ہیں تو تمہ پر نور میری قوم پر مثل قوم ہوسا کے اتنی پھر رسلا سے قوم صا و قوم ہودی طرح مذاب سب سے اس

کی اس بارہو سری آیت کر۔ **واذ قالوا اللہم انزل ہوں!** (عقبات) بیتلوی گمیر (دوچ انہیں) وغیرہ کنجیل رہے کہ خرابین
 حادثہ وجہ بنت لیلی کا لڑتے جس کے متعلق قرآن کریم میں دس سے زیادہ آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ آیتیں اور آیت کر۔ سہل
 ساکنی، حدیث اور صحیحہ وغیرہ پر درمیں تین حصوں کو حضور اللہ سے نقل کیا حضور لیلہ حدیثی، عقبہ ابن ابی، عبیدہ، خذابین
 حادثہ یعنی اس وقت تاگہ سب اس پر درمیں نازل ہوا، انکا وہ لیلہ (عقبات) وغیرہ) بعض روایات میں ہے کہ یہ دعا اور نازل سے
 باگی تھی بعض مسخرین نے کہا کہ یہ دعا تہ قریشوں نے مانگی ہو سکتا ہے کہ ظہرین حادثہ نے لولا میں دعا کی ہو پھر اسکی بدکشا
 دیکھی ہو نزل سے پھر اسے دیکھ کر قریش نے از روں الیمان کر۔

تفسیر واذا اتتس علیہم ایاتنا یہ لفظ ہے لولا ظرف، معنی فرما ہے علیہم سے مراد خرابین حادثہ اور اس کی قوم
 کلمہ ہیں آیت سے مراد قرآنی آیات ہیں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت صحابہ مطہرون کو بھی قرآن نازل ہوا اور کلمہ کو بھی
 اور سب کو بھی یہاں اور سری عبادت مولیٰ یعنی کلمہ کے سامنے انہیں نزلنے کے لئے عبادت قرآن اتنی عبادت شرط ہے
قالوا اقمسعتنا اس کی تہراب اگرچہ یہ کلام صرف خرابین حادثہ کا تھا مگر چونکہ وہ اپنی قوم تکلیف و عقوبت سب اس کے اس
 قول سے راضی تھے اس کے **قالوا** یعنی ارشاد ہوا انہی میں سب نے یہ کہنے سماعت میں داخل ہیں ایکسے کہ اسے مسلمانوں
 کو پھر پھر قرآن کیوں نازل ہوا جس نے من کیا اب نہ سلام اللہ لائے نوازے نہیں دوسرے یہ کہ ہم نے قرآن چیتے تھے کہتیاں
 قدر میں من لے ہیں اب ہم لوں کے مننے کی ضروت نہیں رہتم استفادہ رکھتے دوسرے تھے تمہارے قرآن کے قصوں سے
 مزہ دار ہیں **لوقلنا ماش ہذا** یہ خبری اور سری کہو اس ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ قرآن مجید لفظ تعالیٰ کا ہے میں
 کلام نہیں اس کی مثل بن سنی ہے ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے ہیں یہ محل اس کی سنی تھی اور نہ حضور اللہ نے دس سال تک
 سادہ کلام کو لایا کہ **لو حکمتکم فی دیب حمانزلنا علی عبدنا فاتوسورۃ من مثله** مگر ان کلموں یہ تھا کہ۔۔۔

تہ آت یوں ہی پئے وہ قصہ عرب کے پئے پئے

کے کوئی نہ میں نہیں نہیں بلکہ جسم میں ہی نہیں!

ان سب سے مل کر قرآن کی ایک سورہ کی مثل ذہن کی مثل بھی صرف ظاہری یعنی قرآن جیسی فصیح و بلیغ عبارت اس کو اپنی
 مثل نہیں خبریں انوار اسرار نہایت سوز گوارا دینے میں مثل اس کے تو وہ قریب بھی نہ پہنچ سکتے تھے مگر نہ طلب یہ سب کہ ہم
 سے اب نکل اس کی مثل اس نے نہ تھی کہ ہم نے پتا چاہی نہیں اگر پتا لینے تو پتا لینے۔ **انہذا اساطیر الاولین** اس کا
 یہ کلام پتا کرنا یہ جس میں قرآن مجید کو مہیا لکھا گیا ہے کہ یہ کوئی نالی ہے پر انوں کے پر انہاں پس تھے **لوقلنا ماش ہذا**
 کی دلیل یہ تھی کہ یہ یہ محض تھے ہیں وہ تمہا استفادہ انے قصوں کی طرح اس کے میں بھی اس جیسی کتاب نہ سکتا ہوں تھے
 کہتیاں پتا لکھ لینا یا مثل یہ خود پتا چاہی ہے اسطوریہ جس کلام و سطر بہ سطر کا ترجمہ سب ان صفت تھے، انوں کی
 انما یوں کی عاریوں کی سب کی سطر اس کی سطر اسطر اسطر اسطر ہے اور بیچ کی بیچ اسطورت جیسے لکھو سنی عبادت
 آگہ یہ بی بی بیغ و اظہار ہے اور انھیں صلا کی اولیں سے مراد حضور اللہ سے پہلے گذارنے ہوئے وہ جس سنی قرآن مجید
 میں نہیں خبریں نہیں لگا۔ گذرے وہ ان کے قصے نہایاں ہیں **واذ قالوا اللہم** یہ دن اور اسکا کام ہے پہلے کام میں طلب

طریقہ سونہیں یہ فائدہ قدس معنائی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ہم نے قرآن بہت سن لیا اب اس کو مومن لائق اللہ سے بعد قبر میں بھی تلاوت کرے گا اس سے کبھی مرینہ ہو گا بلکہ اس سے جنت میں جا کر جاہلوت کا عقوبت فلان تنق باحتیاج باور و احتیاج تفسیر آقا کا ہو۔ قرآن مجید کے متعلق یہ کہنا کہ ہم نے اسی جیسی کتابیں بہت سنی ہیں کفر ہے اور طریقہ کفارہ - فائدہ قدس معنائی اور سری تفسیر سے حاصل ہوا اب اس کے معنی یہ ہوں کہ ہم نے فارسی، روم میں اس سے ایسے تفسیر سنے ہیں۔ قرآن مجید نے مثل کتاب ہے۔ چوتھا فائدہ کفارہ مت شیخ خود اور زانا کفارہ ہو تانبہ زبان اسی طرح مل با کفارہ یہ فائدہ کو نشانہ نقلت ماش ہذا حاصل ہوا اس کے کفار عرب مثل کر مئی ایک آیت قرآن مجید کی مثل نہ ہانے کے حکم کے یہ ہی وہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو سارے قرآن کی مثل بنا دیتے ہم نے چاہی نہیں۔ پانچواں فائدہ قرآن مجید کے صرف الفاظ دیکھنا اس کے صرف ظاہری حصوں پر نظر کر کے دوسری کتابوں کو اس کی مثل کرنا کسی ظاہری باطنی ہے مثل خودیوں میں خود کرنا لفظ اور کفارہ طریقہ یہ فائدہ ان ہذا لا اساطیر سے حاصل ہوا اس میں حضرت انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء کے ظاہری تلاوت کھانے پینے وغیرہ کو دیکھ کر ان کی ہمسری کلمہ مومن حضور کے اندرونی صفات چاہیے ہے مثلیہ میں خود کر کے پکارا کرتے۔

تجھے ایک اللہ نے اک بنایا تو ہر وصف میں لا شریک نہ ہے
یہ ہی ہونے سارے واسلے دونوں جہاں کی قضاے
سبکی میں نے دیکھ والے ترے پاؤں پاؤں
تجھے اس نے اک بنایا

چھٹا فائدہ فائدہ ما جی انور جی ہی کتاب استہامنا جی نہیں آتا جو نہ لائن عارضہ خود مایا گیا کہ الہی اگر قرآن حق ہے تو ہم پر پھر سا خط اور تاک بیچنا آقا ہیں چاہتے تھا کہ اگر قرآن حق ہے تو ہم کو اس کے سامنے کی توکل و بدایت سے وہ رب تعالیٰ درست جاننے کی بھی باتیں سے مومن وہاں مانگے۔

ہر اول بنایا رب مولیٰ بخش وہ امت محمدی ہو آجکھیں وہی ہیں دکھا اسے مجھے صورت محمدی ساقول فائدہ فائدہ پہلے بار کفار رسالت میں ہے اب اور اہمیت ہانے پھر یاد رکھو الہی میں دیکھو کفار عرب پہلے حضور انور سے کہتے تھے کہ اگر آپ ہے نبی ہیں تو ہم پر طلب لائیں پھر بارہ کر رہے ہیں کہ پیشوا التنا بعد الہیم حضور کے ہے اب کبھی بھی رب تعالیٰ چاہا ہے نہیں ہو سکا وہی ہی انسان پہلے حضور کلاب کرتے پھر یہ اب رب کے اب تک پہنچا ہے حضور انور کلاب الہی خود تقاسم کا ہے اب نہیں ہو سکا۔ انھوں فائدہ وہ یہ نصیب آئی اللہ تعالیٰ کی مثل حضور علیہ السلام کی رحمت سے ہمارا فائدہ امانت خوش نصیب ہاں بیڑوں سے بہت ہی فائدہ اٹھا ہے یہاں عارضہ کو فائدہ بھی ہے حضور انور رحمت خالین ہیں۔ پہلے ہوا ہے خدا اب بھی نہیں آتے اس رحمت سے ناپا بار فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ دیکھائی کہ مولیٰ ہم پر پھر بارہ وہ ہانے تھا کہ خدا ابھی آتا نہیں ہے ہی رحمت بن جانے کی مگر انہاں یہ ہو گا کہ بد میں کتنی موت مارا گیا انسان کو چاہئے کہ سرفہ رحمت چلنے ہو کر ہے نیک اعمال چلے نہ نہ معلوم کب موقعہ ہاتھ سے نکل جائے۔ فائدہ فائدہ فائدہ ہانے ہے، مارنا خدا یا تا طریقہ کفارہ سے مومن کو چاہئے کہ پیشوا بھی جا کر سے نظر دیکھ نہ سے نکلے یہ فائدہ فاضل علیہ سے حاصل

ہوا افضل لوگ اپنی جان علماء مل کے لئے دوامیں کرتے ہیں یہ سخت مصلح ہے ممکن ہے کہ وقت قبولیت کا جو لوہا ہوا جائے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس حادثہ اپنی بلور اپنی قوم کی ہے نہ کسی برادر کی یہ کچھ کا کچھ سا عرب قرآن مجید کے مقابلہ سے بیکار ہوا ہے تو پھر کیسے کہ تھا تو اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل نکالیں یہ بات تو بالکل غلط ہے اللہ تعالیٰ ہی جو اس کا مقابلہ کرے گا اور بے ممانی سے مباد و شرم تو ایمان سے لیتی ہے جب ایمان نہیں تو یہ رہتی نہیں کیسے ملیں۔ دوسرا اعتراض: قرآن مجید فرمایا ہے **یعر فونہ کم یا عر فونہ لبنا ہم** شریکین قریش حضور انور کو کہا کیا کہتے ہیں جیسا اپنے بڑوں کو نبی انیس خیر ختمی کہ حضور ہے نبی قرآن مجید ہی کتب ہے پھر وہ اس پر دعویٰ امت کیسے کرتے تھے کہ ہم پر پھر برسوا ہے۔ جو اس بڑے لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور رحمت مائیں ہیں آپ کی سادہ دہی میں یہ تیوی مذاپ نہیں آ سکتا اس میں کیا ہے یہ وہ دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنی حقانیت سمجھاتے تھے اس کی وہ دعویٰ اس کی معرفت لی، لیں ہیں۔ تیسرا اعتراض: علماء قریش نہیں ان کی قوم ان کے مذاہب کے تو قائل تھے ہی نہیں پھر وہ اپنے مذاپ کیوں مانگتے تھے جو ان قوموں پر کتنے تھے جو اس کے مخالف تھے انہیں اپنے کو ابراہیمی کہتے تھے جیوں اس کی استوں ان پر آئے اس کے مذاہبوں سے خود اپنے اس لئے وہ دعویٰ کرتے تھے۔

تفسیر صوفیانہ: علماء عربی کہتے تھے کہ ہم نے قرآن سن لیا مگر وہ حقیقت وہ کہہ نہیں جانتے تھے اگر سنتے تو یہ نہ کہنے کے قرآن تھے کہ ان کا مجموعہ ہے قرآن سابقہ انبات لے کر پکارا گئے کہ ہم نے وہ قرآن ملا جو **یھدی الی الرشاد** قرآن سننے کے لئے کن میں ایمان کی طاقت چاہتے ہیں ہی حضور انور کی صحیح معنی سے دیکھنے کے لئے ایمان دلی آگے چاہتے ہیں اس سے مقابلہ کا دعویٰ کرنا محض جھوٹ ہے کہ نہ خدا کی مشیگہ سے نہ اس کی مصلحت کی مشی قرآن نظام اہی صفت اہی ہے اس کی مثل کسی نہ قرآن کی مثل ممکن ہے نہ قرآن والے محبوب کی مثل ممکن ہے اسی ناگہنی کی وجہ سے وہ اپنے لئے دوامیں کرتے تھے۔ مولا فرماتے ہیں۔

چوں کتب لہے بر آدم برآں	ہیں جنیں طہنہ فدائے خون دافراں
کہ ارباطے امت و عبادت	نیست معنی و تحقیق ہلدا
و ان فرشتوں سے کہند	نیست جز امر پند و پند
دار ہوش ذکر زلف پر فوش	ذکر یعقوب و زلفا و عمل
ظاہر است و ہر کسی پہنچد	کہ ہواں کہ کم شود ادوی فرود

جیسے جانور یا کچھ سنیہ ظاہر الفاظ و آواز میں سنتے ہیں اس کی تہ تک نہیں پہنچتے ہیں ہی کفار کلام کی تہ تک نہیں پہنچتے۔ صرف یہ ہی کہتے ہیں کہ یہ ہوش و نگاہ نہ پہنچتے ہیں اسوں کا مجموعہ کہ انہوں کی کتب ہے وہ تہائی اپنے کلام کی جی مہم ملتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

اور جس سے اللہ کو عذاب دینے میں مانع نہ ہو اور آپ ان میں ہیں اور اللہ نے آپ کو عذاب دینے والا نہیں مانا اور اللہ کا ماننا اس کو ان پر عذاب کرنے کے عیب سے ہے اور آپ ان میں ہیں اور اللہ نے انہیں عذاب

لِيَسْتَعْفِفُونَ ﴿٥٠﴾ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

وہ عفو بخش لیتے ہیں اور کیا ہے واسطے ان کے کہ نہ عذاب سے انہیں اللہ مانا کہ وہ روکتے ہیں حرمت کرنے والا نہیں جبکہ وہ عفو بخش مانگ رہے ہیں اور انہیں کیا ہے کہ اللہ ان پر عذاب نہ کرے وہ تو مسجد پر

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ إِنْ أَوْلِيَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَكِنْ أَنْتُمْ لَهُمْ

والی مسجد سے اور اللہ میں وہ حدت امان کے نہیں ہیں اس کے دوست مگر یہ جو کفار اور انہیں بہت سے سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اولی نہیں اس کے اوپر نہ تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں آگے

لَا يُعْلَمُونَ ﴿٥١﴾

ان میں سے نہیں جانتے ہیں .
کو قسم نہیں .

تعلق بیان آیات کر۔ ایک ہی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: کجیلی آیت میں کفار کا اپنے لئے عذاب طلب کرنے کا ذکر ہوا ہے اس دماغ کے نتیجے کا ذکر ہے کہ ان کی یہ پروا منظور ہوئی گویا کفار کے عمل کے بعد رب تعالیٰ کے رد عمل کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: کجیلی آیات میں عذاب کے انتقام طلب کفار کا ذکر ہے اور اللہ کے حکم میں کجیلی آیات کے پاس کفر ہے۔ یہ کفار اپنے لئے عذاب مانگتے ہیں اس لئے عذاب عذاب نہ آئے کی وجہ کا ذکر ہے یعنی حضور پروردگار ان میں موجود کی گویا است سے اسباب عذاب کے بعد ایک مخالفت عذاب مانگ رہے ہیں ان سب سے عذاب ہے۔ تیسرا تعلق: کجیلی آیات میں کفار کی سرکشی اللہ تعالیٰ پر امن مانگ رہے ہیں مگر جبکہ سب ہزار تقریباً اور کفر و کجیلی عذابوں کا سبب بنانے کے بجائے وہ میں ان کا کہہ رہے ہیں حضور پروردگار ان میں موجود کی اور عذاب عذاب اور عذاب۔

تفسیر: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ یہ فرمان طلی یا ہمارے جس میں کفار کہہ کر عذاب سے مصلحت دینے کا ذریعہ لیں عذاب میں اللہ خود ہے نہ وہ ان میں ہی نہیں آگے اگر ایک کو جمع معنی مکان وہ جاسے تب ہی اس کی خبر میں اللہ آجاتے بعض نے یہ یقین قائم کیا ہے کہ وہ اپنے بعض کے نزدیک فیروزانہ اصل عبارت ہوں ہے حالانکہ اللہ مرید الی معذبہم ان عبارت ہی چند تفسیریں ہیں۔ ۱۔ لیں عذاب اور فیہم: دونوں میں کفار کہہ کر کی طرف ہیں اور حضور پروردگار ان کفار میں ہونے سے معنی ہیں حضور کا شخص نہیں ان میں شریعت فرمایا جو معنی میں ہیں کہ جب تک آپ کہ

ظہر میں تشریف فرما ہیں لہذا یہ مذہب نہ تو ہے آپسے یہاں سے ہجرت فرانس کے بعد ان پر ظہیبہ رو نہیں قتل دینے
 وغیرہ مسئلہ ہے۔ ظہر کی تفسیر قرآنی میں یہ مذہب کفار کے لئے قائل ہے۔ ظہیبہ کا ترجمہ بھی ہے ظہر سا مسور یعنی تبریل ہے۔ چنانچہ یہ
 کہ زینل حادی نے اسبہ ۲۰۰۰ میں فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کی طرف توجہ ہے ان لوگوں میں حضور انور کے ہونے سے مراد ہے
 حضور جلیلہ اوسط میں ہے، اولیاء اوسط میں ہے، اناس فریج کہ مسلمان ہیں اور مذہب سے مراد ہو تو بھی قائل ہے۔ ظہیبہ یعنی
 ہم مذہبوں پر مذہب نہ سمجھیں گے جب کہ ان میں تیبہ یا آپ کے معنی مومنین وہ ہیں اس کی تفسیر ہے کہ آیت ہے **لَوْ
 تَزِيلُوا الْعَذَابَ الْغَلِيظَ لَكُنْتُمْ مِنَ الْغَافِلِينَ** اور کہہ کر مسلمان نکل جاتے تو ہم ان پر مذہب سمجھتے۔ ان دونوں تفسیروں سے
 مراد ہیں مذہب آقا کی امت انسان جن میں مذہب کہہ جی اہل ہیں اور حضور انور کے ان میں ہونے سے مراد ہے وہ دینی طور پر ان
 میں رہنا اور مذہب سے مراد ہے نبی صلی علیہ وسلم جو نبیلی استوں پر آپ صلی علیہ وسلم آقا کی امت بھی مذہب نہیں سمجھیں گے۔ مذہب
 محبوب آپ ان میں مسور ہے، جن کو نبی کو نبی آپ سے دیا جانی نہیں ہے جب کہ آپ مسور ہیں اس کی تفسیر یہ آیت ہے **يَا أَيُّهَا
 النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** آیت کہ **لَقَدْ جَاءَكُمْ كِتَابٌ مُبِينٌ**۔ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ**
وَالْحَقِّ فَخَيْرٌ لِّمَنْ يَهْتَدِي تیسری آیت ہے کہ حضور انور صلی علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آقا کی امت کو نبی صلی علیہ وسلم
 نے لایا ہے۔ **وَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى** اور کہہ کر اب دینی قوموں سے نہیں زیادہ ہیں لہذا یہ قرآن صلی حضور انور کی رحمت مابہ ہے۔ حضور
 پر مذہب مسور فریاد نہ لے کر **يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** عبارت **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ**
وَالْحَقِّ فَخَيْرٌ لِّمَنْ يَهْتَدِي ان میں ان مذہب نہ سنی اور سنی دین کا کرے لیکن پہلے حملہ میں تیبہ کی تفسیر اس میں نہیں ہے۔ ان میں کہ
لِيُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ اور حضور انور صلی علیہ وسلم کے لئے مائل ہیں **بِالْمَعْتَبِ** لہذا ہم کے طور پر ہے۔ ان میں کہ ان قرآن صلی
 بھی چاہتے ہیں۔ **وَالْحَقِّ فَخَيْرٌ لِّمَنْ يَهْتَدِي** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ**
 استغفار پر حفاقی ان انیس مذہب سینہ والا میں جانا کہ وہ ہم سے معافیاں مانگتے رہتے ہیں کیونکہ وہ انسانی اور دوسرے
 موقوف پر استغفار یا مسخرا نہ نہ کرتے تھے تفسیر قرآنی میں کیونکہ کفار کی نہ عبادت قبول ہے نہ اعتقاد ہے **وَأَنذَرْتُكُمْ
 نَارًا تَلَظَّى** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 تفسیر کی استغفار تفسیر ہے کہ نبی صلی علیہ وسلم کی استغفار سے مذہب آخرت نہیں بلکہ مذہب ظہیبہ یا تیبہ ہے۔ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ**
 تفسیر کہہ کر ان طرف ہے کہ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 یاد رکھیں۔ حق مانگتے رہتے تھے چونکہ وہ مومنین بھی ان عاقبتی قوم تھے انیس میں رہتے تھے اس لئے ان کی استغفار
 برکت سے یہ بھی ہے کہ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 تفسیر ان کے بیچ میں تفسیر ہے کہ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 ان میں تفسیر ان عاقبتی طرف ہیں **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 انیس مذہب سینہ والا میں یہ حد ہے کہ **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**
 پر اگر ہم تفسیر ظہر اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** اور **يَا قَوْمِ إِنَّمَا جُئْتُم بِالنُّورِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**

خاصہ تفسیر یعنی تفسیر سے معلوم ہو کہ من آیت کی صحت تفسیر میں ہیں جن میں سے ہم ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو زیادہ قوی ہے۔ اس محبوب ٹیبلہ یہ لوگ اپنے من سے اپنی طاقت مانگ رہے ہیں مگر ہم اس کے باوجود ان پر بھی آملی مذہب نازل نہیں فرمائیں گے اس لئے کہ آپ ان میں خریف فرمائیں آپ وحت سالم ہیں آپ کے ہوتے اگر ان پر مذہب آجاتا تو آپ کی رحمت نامتور نہایت ہو اور ان پر مذہب نہ آئے کہ وہ سری و جہ یہ بھی ہے کہ ان میں مومنین صالحین بھی ہیں وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے دعاہوں کی مجال مانگتے رہتے ہیں ان کی دعا و استغفار کی برکت سے یہ کفار مذہب سے بچے ہوئے ہیں یہ تو دنیاوی مذہب کامل ہے و مذہب آخرت یا دنیاوی مذہب عالمی مذہب عالمی ہے تو ان پر اگر وہے گا نہیں نہ آئے ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کو دوسروں کو مسجد حرام میں مداخلت سے روکتے ہیں جو ایسی حرکتیں کرتے وہ کیوں مذہب نہایت سے یہ ہے کہ یہ لوگ مسجد حرام کی قرابت و ملاقات کے انتظام کے مستحق نہیں مسجد حرام کی قرابت اس کا مستحق نہ صرف مومن مسلمانوں کو نسبت نفاذ یہ لازم سمجھتے نہیں کہ اگرچہ بعض یہ سب کہہ جاتے ہیں محض شد سے انکار ہی ہیں انہیں یہ ہے کہ مسجد حرام آخر ذرا مسلمانوں کی قرابت میں آئے گی۔

فائدہ سے ان آیت کریمہ سے چند فائدہ حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور ﷺ اور نبی کے لئے اللہ کی رحمت اللہ کی لایں ہیں کہ حضور کی وجہ سے دنیا میں عام مذہب بھی نہیں آئے یہ فائدہ: **وَأَنْتَ فَهِمٌ** سے حاصل ہو لو کیوں مگر نبیوں کی وجہ سے گزشتہ قوموں پر مذہب آئے وہ سب تکرار بلکہ ان سے زیادہ آج ہو رہے ہیں مگر آملی مذہب نہیں آئے کیوں صرف حضور انور کی وجہ سے۔ دوسرا فائدہ: حضور انور پر وہ فرمائے کہ اللہ بھی ہم میں موجود ہیں حضور پختہ جان آپ کی رحمت سے بند نہیں ہوئے فائدہ بھی: **وَأَنْتَ فَهِمٌ** سے حاصل ہوگا اگر حضور بعد وفات ہم میں نہ رہتے تو مذہب بھی پاس نہ آتا۔ ساتھ ہم میں ہیں یہ فائدہ بھی: **وَأَنْتَ فَهِمٌ** سے حاصل ہوگا اگر حضور ہم میں لیکے آئے کے لئے نہ وہیں تو مذہب بھی آجائے ہم صرف حضور انور کی وجہ سے مذہب سے بچے ہوئے ہیں اور یہ آیت: **وَمَا مَسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** اور فرماتا ہے: **لَا رَحْمَةَ لِّلَّذِينَ يَرْتَابُونَ** حضور انور رحمت عالمین ہیں اور رحمت ہم سے قریب ہے اور وہ اس پر جس کو جو بدخواہ سر لیاہ رحمت ہے۔ چوتھا فائدہ: حضرت ابو بکر صدیق عمر فاروق کی قبروں میں مذہب نہیں کہ حضور انور ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں وہ آفتوش رسول میں اور ہے ہیں اور انہیں مذہب میں ملنے وہ اس آیت انکار ہی ہے روضہ رسول میں نوری نورب دہلی بار دایا ہم پانچوں فائدہ: حضور کی ذات باریکات دنیا میں کفار کے لئے بھی رحمت ہے کہ وہ حضور کی وجہ سے امن میں ہیں یہ فائدہ: **لِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا** ہم تفسیر سے حاصل ہوگا جبکہ وہ کفار کی طرف ہو تو پھر مسلمانوں پر رحمت رسول آیا پختہ۔

دوستاں! کیا نبی محمود تو کہ بادشاہی نظر دہی

چھٹا فائدہ: جو پداستغفار کی برکت سے مذہب بھی نہیں آئے یہ فائدہ: **وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ** سے حاصل ہو حضرت میرا فائدہ ان مہاس فرماتے ہیں کہ ہم میں دو لائق ہیں اللہ کے نبی اور استغفار اللہ کے نبی نے پر وہ فرمایا استغفار قیامت سے جلی ہے اکبر ارتد کی نہ برکت حضرت ابو موسیٰ اشعری نقل فرمایا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری امت کے لئے دو لائیں

انگریزوں کو یہی ہی آیت پڑھی یہی وہ فرمائیں گے مگر استغفار قیامت تک رہے گی (خازن یعنی ہم وقت پا کر تم کو محسوس نہ ہوں گے مگر توبہ و استغفار سے تم کو محسوس رہیں گے یہاں تیسری صلی نے فرمایا کہ کفار کی توبہ و استغفار بھی، نیایش ان سے عذاب دفع کر دیتی ہے ان کے صدقہ و خیرات اور وہ سب اچھے کام ان سے بلائیں بل دیتے ہیں اگرچہ آخرت میں یہ اعمال انہیں کچھ نام نہ دیں گے اور آیت کر۔ **فجعلنا ناصبہا مستورا** آخرت کے متعلق ہے (صلی)۔ **سواواں فائدہ** سورہ سادہ اور دہنیہ یا اعلیٰ شرط سے ثابت ہیں باوجود اس کے قول یا عمل سے استغفار ہو جاتا ہے جس کا حکم قرآن مجید میں آیا گیا اس کے فائدہ قرآن میں بتائے گئے اس حکایت قرآن نے بتایا پتا چاہیں آیت میں ارشاد ہو کہ استغفار ان سے سورہ نوح میں ہے۔ اس فائدہ سے ارشاد ہوئے اس لئے انہوں کی مدافعت ہوتی ہے وقت پر پارٹیشن آتی ہیں۔ بل کی کثرت اور ان میں رکت ہوتی ہے اس سے ضوول میں پائی باتوں میں کھل پھول کی کثرت ہوتی ہے **یوسل السماء علیکم مدارا** اور سب مقام پر ہے۔ **والاسہار ہم یستغفرون** سو نہیں صبح تڑکے استغفار کرتے ہیں **فقد استغفار بحسن** دماغ انسان سے سب سے پہلی ما استغفار سے کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے بنت میں عرض کیا **وان لم تغفر لنا و ترحمنا آثمواں فائدہ**۔ انہوں کی استغفار سے کفار تو بھی امن مل جاتی ہے ان سے بھی عذاب دفع ہوجاتے ہیں یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا ہے کہ ہم سے مراد سو نہیں ہوں تو وہ سب قائل کہ کفار مسلمانوں کو ضروری اس سے فائدہ پہنچے کہ انہوں نے کفار نے اپنا اولاد فائدہ مل چاہے کہ ہر وقت کاپنکے اپنے اس اولاد کی بیزاری سے پہلے بھی یہ ہونے کے بعد بھی اور ان کے سرے بعد بھی اور جب بھی انہیں اولاد زندہ رہے بل چاہے پاپ مریوں یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ ہم سے مراد کفار کی اولاد ہے انہوں کی جنہوں نے انہوں میں ہے۔ **سواواں فائدہ** جو ہمیں حاصل ہوا کہ اچھی میں مومنوں کی فرست میں آیا تو اپنے کلمے کے زمانہ میں تیسری کلمہ کہہ کر کہ اس پر عذاب یا کثرت نہ آئے گا آخر کار وہ توبہ کر کے ایمان پر مرنے کا یہ فائدہ **وہم یستغفرون** کی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا جب اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ آئندہ استغفار کریں گے۔ کیا یہ حوالہ فائدہ مسلمانوں کو بلا تہ و شرعی مسجد سے روکنا سخت جرم عذاب اچھی کا باعث ہے یہ فائدہ **وہم یصدون** سے حاصل ہوا۔ **بارہواں فائدہ** کوئی فاجر کسی مسجد کلاسی میں ہو سکا مسجد کی قرابت مسلمانوں کا حق ہے یہ فائدہ **وما کانوا اولیاء فی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا**۔ انہیکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ کفار مسجد حرام کے متولی نہیں رہے انہیں **انما یعمر مساجد اللعمن امن باللہ** تیسرے حوالہ فائدہ کوئی کافر یا کافر یا کافر نہیں ہو سکا کہ انہیں ایمان نہ آتی تھی سے یہ ہوتی ہے یہ فائدہ **انوا اولیاء الا المتقون** کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا انہیکہ اس کے معنی یہ ہوں کہ اللہ کے اولیاء صرف یہ ہیں کہ لوگ ہیں رب تعالیٰ اولیاء اللہ کے متعلق **انما یعمر مساجد اللعمن امن باللہ** کی تفسیر سے حاصل ہوا انہیکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک آپ کلمہ مسلمہ میں روکنا نہیں

پہلی اعتراض ہمیں بتا رہے ہیں کہ ہم سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی موجودگی میں کفار پر عذاب نہیں آسکا مگر یہ وہی وہی ہے ان میں حضور انور ہوا تو اللہ اور کفار پر قتل و قید خودیہ وغیرہ کا عذاب آیا تو یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عذاب سے وہی وہی عذاب مراد ہے قتل و قید وغیرہ **انما یعمر مساجد اللعمن امن باللہ** کے معنی یہ ہیں کہ جب تک آپ کلمہ مسلمہ میں روکنا نہیں

لکہ انہیں یہاں ہی ایمان طاعت اور نماز اور سب سے موقوف ہو اور ان کے لشکر کا یہ من ایمان کی ذہانتیں ایمان نہ وہ۔ **عَالَمِیْنَ**
کَمَرُوْا لِرَاۤءِ الدِّکْکٰفِرِیْنَ۔ فرمایا نہایت ہی مناسب ہو **لَا یَسْتَفْقُوْنَ اَمَوا لِحَمِیْ** یہ عمارت اس کی خیر ہے نہ ملے گا اور
روزانہ برابر ہی نماز اور سب سے تیرا من خاخرج ہاں صرف پدر میں ہی نہ ہو بلکہ ہر رنگ کے موقوف ہوا اس لئے **نَفَقُوْا** اس
مطلق ارشاد نہ ہو بلکہ **یَسْتَفْقُوْنَ** صانع ارشاد ہو لہذا ہی خرچ کرتے رہتے ہیں نیز چونکہ جنہوں میں اپنے مرحوم میں خیر
کرتے تھے اپنی کچھ ازادہ خود اختیار سب جہاد کرتے وہیں کو اپنے تھے اسی وجہ سے **وَالو لَم یَجِ ارشاد** **وَالیَسْتَفْقُوْنَ**
سَبِیْلِ اللّٰہِ عبادت تعلق ہے **یَسْتَفْقُوْنَ** کے اس میں ان کے خرچ ہاں مقصد بیان فرمایا جتنی اسلام کو بچھتے سے روزانہ
لِیَسْتَفْقُوْنَ نام۔ معنی کے ہے یعنی تاکہ اس میں ان کے خرچ کو اپنی مقصد بیان کیا گیا بعد اور سہ دنوں کے سعی ہیں دونوں
لئے، اور اگر کو سود کہتے ہیں کہ وہ ہاں روٹے کو اور آتے سے روٹی ہے اس کے بعد ہر وقت مطلق پر شہوت کھیل لطف سے مراد
ہے خدا ہی کا۔ یہ یعنی وہیں اسلام یعنی وہاں سے خرچ کرتے ہیں تاکہ ان کو اسلام سے روٹیں کہ کفار کو مسلمان نہ ہونے
ہیں اور مسلمانوں کو مرتد کر کے کافر بنائیں جیسے کفار مسلمانوں سے یہی دو مقصد لیکر لاتے ہیں **فَسَیَسْتَفْقُوْنَہَا** اس میں یہی
ہے ظاہر ہے کہ اس فعل کا عمل کفار عرب ہیں جو حضور انور کے زمانہ میں جنگوں میں خرچ کرتے رہے اور ہو سکتا ہے کہ
قیامت کفار اس کا عمل ہوں یا اس کا عمل قوی ہے کہ یہ آیت انہیں کے حقیقی آتی ہے ہاں صحت اس میں ہے **تَم تَکُوْنَ**
عَلِیْہِم مَّسْرُوْا ان فرمایا جالی میں کفار کے خرچ کے انجام کا کہ ہے کہ یہ انجام عرصہ بعد نماز ہاں لے والا تھا اس لئے تم
ارشاد **وَالتَّکُوْنَ** ہاں اس میں اگرچہ خرچ کرنا صحت ہے مگر مہلت کے طور پر خود اس وقت کے طور پر خود اس وقت کہ نہ صحت
فرمایا صحت ہاں صحت۔ **فَی کَلْبَیْہِ** تاکہ نہ صحت سے اصل فعل جاتا ہے اس لئے اسے صحت کہتے ہیں یعنی ہاں کفار پر اس کے
ہاں ہی صحت اور نہ صحت، شرمندگی ہوں گے کہ وہاں خرچ بھی کریں گے اور ان کا ہی بھی حاصل ہے ہاں سلام کفار اور ان سے
نہ رک سکے گا یہ لوگ اپنے مل مسلمانوں کا ہیوں گے کہ ہاں کہ جائیں اس میں بھی نہیں خرچے ہو اور اگر یہ قیامت و انصاف کا نہ ہوتے
بھی معنی ظاہر ہیں کہ کفار کی تمام کوششوں کے باوجود اسلام قائم نہیں ہو سکتا **کَلْبَ فَرَاہِیْبَ وَاللّٰہُ مَسْتَمِرٌّ** اور **لَوْ کَرِهَ**

الکافرون

نور خدا ہے قرآنی حرکت پہ خود ان ہونگوں سے یہ چراغ بجلیات جاسے گا

ثُمَّ یَسْأَلُوْنَہَا ان فرمایا جالی میں تیری نہیں خرچ ہے ترسیم نہایت شاندار ہے کہ پہلے کفار مسلمانوں کے متعلق جنکوں میں اپنے
ہاں خرچ کریں گے پھر شرمندہ ہوں گے کہ انہیں کفار کو نہیں گے پھر ایک وقت وہ کہیں گے کہ مسلمانوں نے یہ کتاب ہوں گے ان
کے شہوں سٹوں پر قبضہ کریں گے کفار کو پھر ایمان مسلمانوں کو پھر ایمان سے پھر پھر اور پھر ایمان کو لولا پھر وہ ہونگوں میں
انہار نے ٹھگت کھائی آخر کفار مسلمانوں نے کہ **مَعْرِضٌ فَرَاہِیْبَ وَالذِّنِّیْنَ کَمَرُوْا** **وَاللّٰہُ یَعِشْرُوْنَہَا** ان فرمایا
ہاں میں دو سہ انجام طاعت یعنی عبادت کے بعد کفار دو گروہ ہوں گے ایک گروہ مسلمان ہو جائے گا وہ اب آخرت
سے بچ جائے گا اور سہ گروہ کفری اور کفری ہوں گے اور ہی صحت کا انجام ہے کہ یہ سب دونوں میں جمع کر دینے جائیں گے یا قیامت میں
جمع کر کے دونوں کی طرف ہائے جائیں گے اختلاف کفار مسلمانوں کے کہ اگر وہ دونوں میں سہاں سے تھے تب بھی ایسے ایسے

امانت قابل بنوہ مسلمان ہو یا کافر ہے یہاں دیکھ کرنا ہوں گے (از روح العالی) مسئلہ مگر کافر نہ زندہ کفر میں چوری ذہنی
 و فیہو جرم کے پھر وہ مسلمان ہو یا کافر اس پر چوری ذہنی کی سزا پانچہ کاغذی سولہ دن جاہاری نہ ہوگی (روح العالی) مسئلہ مگر کفر نام
 مسلمان نہ جانے تو وہ غایت سے آزلہ نہ، کا بلکہ بدستور اپنے مولیٰ نظام رہے گا یہ تمام لوہاں نے علاوہ اور بہت سے
 مسائل **بعضہم** مسلف سے حاصل ہوتے۔ **انھوں** ناکارہہ مذہبی ساری لیکیاں رہے نہ ہائی ہیں جو اس وقت
 اسلام میں ملی تھیں یہ قاعدہ **وانیموعدوا** یا یک تفسیر سے حاصل ہے کہ جب عورت معنی ہوں اسلام سے پھر بلا۔ مسئلہ نہ وہ
 آنتہار جس نے عمر بھر نماز نہ ہوں مرتہ نہ جانے نہ کہ توفیق نہ لونی سے دوبارہ مسلمان ہو تو اس کے بارے۔ تاکہ معاف ہو گے
 یہ مذہب لام بلکہ ہے روح العالی ان کے نہ ایک ہر کفر کے علاوہ اسلام لانے سے معاف ہو مانتہ ہیں نہ اصلی نہ یا کفر
 جاری۔ مسئلہ مگر اسی مسلمان پر نامزد روزہ واجب تھے تو اس نے لوٹ کر عورتہ ہو گیا پھر مسلمان، انہوں پر روزہ نماز
 روزہ سے تقاضا نہ کیا ہے اس سے دوبارہ اسلام سے پہلے اسلام کے زندہ کے حقوق شرعیہ معاف نہ ہوں گے تقابیر روح العالی کہ
 مسئلہ کسی مسلمان نہ عذاف اہمت کی سزا یا پوری کی سزا یا اقل کا قصاص قاعدہ مرتہ ہو گیا پھر دوبارہ مسلمان ہو تو یہ سزا میں
 معاف نہ ہوں گی بلکہ اس پر زندہ لڑتے لوں یہ جرم کے پھر مسلمان ہو اتب بھی وہ سزا سے لگاؤں العالی۔ مسئلہ مگر مسلمان
 پر شراب نوشی کی سزا تھی وہ عورتہ ہو گیا پھر مسلمان ہو تو اب وہ سزا معاف ہونی خاصہ ہے یہ شراب خوردگی کے سوا باقی سزا میں
 باقی رہیں گی اس کے متعلق اور بہت سے قاعدہ تقابیر تفسیرات احمدیہ روح العالی میں اس جگہ دیکھو۔

سپلا **اعتراض** میں آیت سے معلوم ہوا کہ کفار مسلمانوں سے اور مسلمان کفار سے جیسے ہو۔ میں مکرانہ۔ یکجا رہا ہے
 کہ بعض مسلمان مسلمانوں سے نہ چھٹے رہتے ہیں کفار سے کٹتے تو یہ آیت کیوں کھردرست ہوئی۔ جو اوسبہ انہوں میں آیت
 میں آیت کافر تب ذہنی اعتراض نہیں کہ کفر مومن کی چھانت وہی ہوگی اور اگر دنیا کا کفر ہے تو مسلمانوں کی کفار سے
 یہ دو سببیں مصلحتی ہیں آخر کار کفار سے چھٹ ہانا نہ ہے جسے مسلمانوں کے آپس کی دشمنیاں ماحض ہیں۔ دوسرا
اعتراض یہاں ارشاد ہوا **اولئک ہم الخاسرون** جس سے معلوم ہوا کہ صرف نظری خسارہ نقصان میں ہیں
 مگر اگر کفار مومن بھی نقصان میں ہیں پھر حصر کیوں کھردرست ہوا۔ جو اوسبہ انہوں مومن نقصان میں تو ہے مگر خسارہ میں نہیں
 کہ اس کے مقابہ سے درست ہیں جو نقصان اصل یعنی کو ختم کرے وہ خسارہ ہے اصل یعنی ایمان ہے جسے انسان مالم ارواں
 سے ساتھ لایا جب بل اس نے اپنے اعضاء کو نقصان میں ڈالا کہ ان سے نیلیں نہ کیں خدا مہر جانگ اور مست ہے۔
 تیسرا **اعتراض** تم نے لیا کہ یہ کفر ہے۔ تاکہ ظفر مروا چلائی ہو یا ماحضیہ درست نہیں لائی لاکر کے نئے لاکر نہیں کہ
 جا سکتا اس ہایمان تو مصلحتی نہیں۔ جو اوسبہ من کے معنی میں اگر یہ صرف مصلحت کرنے کے لئے آتا ہے تو لو مومن ہو یا مصلحت
 کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ کہ عہدہ حضور رہنے لگے حالانکہ دونوں باتیں ناممکن ہیں رہ فرما تب **ان کان للرحمن ولد**
فان اولی العابدین ا۔ خدا کے بیٹا ہو تو اسے پہلے میں بچوں ملا کہ دونوں باتیں ناممکن ہیں۔ چوتھا **اعتراض** یہاں
 ارشاد ہوا کہ اگر کفار ایسی قبول کر لیں تو ان کے بارے گذشتہ قتلہ معاف کر دیتے پھر انہوں نے یہ یہ یہ تو کمال سے کفر کی طرف
 گناہ معاف ہو گا انہیں نہیں حضرت محمد امین ماحض کی روایت ہے کہ حضور انور نے ان سے فرمایا **الاسلام** یہ ہد **ماکان**

تعلق ان آیات کے ساتھ کیجیے۔ آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق، کچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ غیبت کفار طیبہ اور منہ سے لگے ہیں ان میں اللہ اور اللہ تعالیٰ نامہاں بنے لپ غیب مومنین کو عہد دیا جا رہا ہے کہ کفار پر جہاد کریں تاکہ غیبت کا زور ٹوٹے، وہ طیبہ بخود کو ہاتھ نہ لگے تو یہ غیبت کی ذات کا ذکر فرما کر اس کے اندر ایمان اس کے دل کی تڑپ کا، اسے دوسرا تعلق، کچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ کفار نہ ہونے والے ہیں آپ کو ان پر جہاد کرنے کا حکم ہے جس میں مومن کا کوئی نقص نہیں ہے اور کفار کا نقص بھی گناہ گوارا ہے، آیت گمانی گناہ گوارا ہے آیت گمانی تفسیر اس کی تحصیل ہے۔ تیسرا تعلق، کچھلی آیات میں ذکر تھا کہ اگر کفار نے باز نہ آئے تو انہیں پھینک دیا جائے، یہ ارشاد ہوا ہے اس انجام کا ذکر ہے کہ ان پر جہاد ہو گا جس میں مسلمانوں کی جان و مال کی نجات کا فیصلہ ہو گا۔

ترجمہ: حضرت عروہ اور زبیر فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے کہ عہد میں مسلمان کفار کے ہاتھوں سخت فتیوں میں تھے ان لوگوں میں جلتا تھے حتیٰ کہ حضور انور نے انہیں جسد و خیرہ کی طرف ہجرت کرنا حکم دیا یہ مسلمانوں پر سزا تھی، ظاہر انصاف سے حضور انور کے ہاتھ شریف پر پہلی بیعت نبوی اس خیرہ خیرہ اور زیادہ مل گئے اور کہیں نہ مسلمان پائی تھے انہیں اور زیادہ سزا لگے حضور انور کی ہجرت کے بعد یہ کنز مسلمان کہ عہد وہ گئے ان پر عہد ستم نے پارہ تڑپنا ان کے متعلق یہ آیت لے کر نقل ہوئی تھی (کیسے)

تفسیر: **وقاتلوہم** یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے تو والا جملہ آیت ہے یا معلول ہے **قر للذین** اور اور لا ملاحظہ **قاتلونا** ہے نقل سے، معنی ایک دوسرے سے باہر قتل کرنا یا کسی جملہ اس میں خطاب یا حضرات صحابہ سے ہے اور ہم سے مراد انہوں نے عرب میں یا سارے کفار کو عرب میں یا انہوں نے خطاب سارے قومی مسلمانوں سے ہے جو اقیامت ہوں گے اور ہم سے مراد سارے کفار ہیں لہذا اس فرمانِ مطلق کی تین تفسیریں ہیں اس کے نزول سے معلوم ہوا ہے کہ پہلی تفسیر قومی ہے حتیٰ کہ **تسکون فتنہ** اس فرمانِ مطلق کی بھی تین تفسیریں ہیں اور **قاتلوہم** میں کفار عرب سے لڑنے کا حکم صحابہ کو دیا گیا ہے حتیٰ کہ امت کے لئے ہے اور فتنہ سے مراد بظہر شرف یعنی کفار عرب سے اس وقت تک جہاد کرو کہ عرب میں شرف لہاں پائی نہ رہے یہ تو عرب میں خصوصاً جہاد مقدس میں اسلام کے سوا کسی دین کے رہنے کی اجازت نہیں یا تو وہ کفار عرب سے نکل جائیں یا مسلمان ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں جہاد فیہ وہاں کے لئے نہیں اور اگر **قاتلوہم** میں خطاب سارے مومنین سے ہے اور ہم سے مراد دیگر ملکوں کے کفار تو آتی، معنی کے ہے یعنی تاکہ اور **افتنت** مراد لہذا اور ہے جس سے مسلمان و اسلام پر قائم رہنا عبادت کرنا مشکل ہو جائے یعنی اسے مصلیٰ تم کفار عرب سے یہاں تک جہاد کرو کہ عرب میں کوئی فتنہ نہ رہے یا اسے مسلمانوں کو کفار سے جہاد کرو مصلیٰ عزت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ لہذا اور ٹوٹنے یا اس نیت سے تم جہاد کرو کہ کفار کو ایمان لائے اب ان لوگوں مسلمان ہوں یا نہ ہوں زیادہ ہے کہ تمہاری رعایا ان میں ان کی مرضی تمہاری نیت وہ ہی ہو تو تم کو جواب ملے گا فرمایا یہی ہے **امر متان قاتلنا الناس حتى یلووا الا لا اللہ** ہاں بھی یا تو انہوں سے مراد کفار عرب ہیں یا حتی، معنی کے ہے نہ کہ، معنی انتہا یہ تفسیریں یاد ہیں **ویکون الذین مکلفہ للہ** یہ عبارت

عزرا کے وہیں تو تم جلد پہنچاؤ اور چاہتیں کہ کہ تمہارا وہ کارکنہ تعالیٰ ہے جو دوسرے مسلمانوں سے بہتر سولی ہے اور سارے
 مسلمانوں سے اچھلے اور اس کی دعا کے ہوتے ہوتے تم کسی غیر کی دعا کے حالات حد نہیں۔ اسے مسلمان کا وہ تم آقا کی امت
 کا ہر جملہ لستہ وہ وہی ملک کہ ان کے کفر کا زور لوٹ جائے۔ ان کا کفر یعنی مسلمانوں پر پلٹا نہ رہے لہذا کہ ان میں بھی آزاہ میں
 ہو جائے لیکن اگر کفار کفر صلیح کفر سے بڑا نہیں مسلمان یہ جانتیں تو کفار صلیح ان کے سارے کفار مخالف فرما سے ہزار نہیں
 ہے کہ ان سب سب کا نام لے لو ان کے بارے نیکہ بد افلاں کو کہہ رہا ہے اور اگر وہ اسلام سے مت سوز میں آتے ہیں تو جملہ ان
 کفر تو اہل جہنم کہ وہ تھل لوائی ہے وہی اچھل لیا چھلادہ گا کہ ہے جس میں کسی غیر کی عبادت نہیں۔

فائدہ: ان آیات کریمہ سے پتہ چلا کہ حاصل ہونے پہلا فائدہ مسلمان کا ان سے ملک عرب میں سوائے اسلام کے
 اور سوائے نہیں وہ نہایت فائدہ حقیقی لا تکتون فتنتم علیٰ علی تمیر سے حاصل ہوا جبکہ کفر سے مراد کفر و شرک ہو اور
قاتلوہم میں ہم سے مراد کفار عرب ہوں۔ دوسرا فائدہ کفار عرب سے بڑی قبول نہ ہو ان کے لئے وہی راستہ میں قتل
 یا غلامی یا فائدہ بھی لائیں فتنہ کی ہی تمیر سے حاصل ہوا کہ تمیرا فائدہ تک ملک عرب کے علاوہ باقی تمام جہان میں جملہ کفار
 کفار کو مٹانا ظہور شرک کو نہ لائیں یہ تا صرف کفر کا زور توڑنا مقصود ہوا ہے یہ فائدہ لا تکتون فتنتم کی دوسری تمیر سے
 حاصل ہوا جبکہ قسمت مراد کفر کا زور وہی ملک کے لئے جس میں راستہ میں اسلام بڑی یا قتل اس کی تمیر وہ آیت ہے حقیقی
یعمطوا الجزیة من ینوہم صاعرون جو حقیقی فائدہ یہ ہلکے میں نیت حاصل کرنے ملک نیت لائی یا سوری اور غیرہ
 جزئی نیت نہ کی جولوہ صرف بلدیہ اسلامی کی نیت سے جملہ ہوا چاہئے یہ فائدہ حقیقی تکتون کی ایک تمیر سے حاصل ہوا
 بندہ حقیقی - معنی ہے یہ جہاں بھی تمیر سے حاصل ہوا چاہئے جو اس کا فائدہ جب مقصود جو چاہو رہا ہو جولوہ شکار مسلمان ہو
 یا غیرہ جزئی قبول کر لیں ہرگز کفار استہل نہ کی جولوہ فوراً لائے وہی جولوہ یہ فائدہ حقیقی لا یکوئن حقیقی
 دوسری تمیر سے حاصل ہوا جبکہ استہلا کے لئے ہو۔ چھٹا فائدہ اسلام کی برکت سے زمانہ کفر کے سارے کفار مخالف رہا جاتے
 ہیں یہ فائدہ ہمیں مملوین بصیر سے حاصل ہوا جو کفر تمیر - ساتواں فائدہ کفر کی سوسن کو چاہئے کہ کفر سے لگے کہ
 نہ کہ صرف اختیار اور طابری اسباب پر جو سارے کفر پر وہ اختیار ہے جو مسلمان کے پاس ہے کفار کے پاس نہیں یہ فائدہ نعم
المولیٰ اور نعم الرسول سے حاصل ہوا کہ

پہلا اعتراف ہے کہ یہ عرب میں فائدہ بہتی اجازت نہیں تو یہ وہیں میں ہے جو کفر کو اسلام قبول کرنے میں چاہے
 عادل وہ قربان گاہ لا تکتون اهل الدین جو اسبہ جزیب ہو تا جبکہ ان میں صرف اسلام کا کفر یا چاہا جائے اختیار ہوا فائدہ
 عرب سے اہل جہان میں اسلام قبول کر لیں یہ وہ سب ملکوں کے کفار کو اجازت ہے کہ جزیب میں یہ مسلمان ہو جائیں۔ دوسرا
 اعتراف ہے کہ اس کی وہ کیا ہے کہ عرب میں کفار کو رہنے کی اجازت نہیں یہ تو ظہر ہے۔ جو اسبہ اس کی تمیریں جاری
 کتاب اسرار الہام میں فائدہ کہ وہی صرف کا کفر کو کہ جیسے بعض مقالات اللہ تعالیٰ نے اپنے بتائے ہیں وہیں کے اہل
 سخت پابندی ہیں جیسے کعبہ مسلمہ کہ وہی گند - انسان یا کفر کی رائے کو، اہل کی اجازت نہیں من میں بدو یہ کہ ہے

پردہ دار ہوں۔ حقہ پیاز، نمسن لہار، مہلی نہیں جانتے ایسی ہی اللہ تعالیٰ نے عرب کو اشاعت اسلام کا مرکز بنایا اسے اپنے اپنے رسول کے لئے خاص کر ایسا ہی انکار کو روکنے کی اجازت نہیں آپ بھی سونچیں کہ ادرالغناذ میں بعض لکڑی پانڈیاں ہوتی ہیں وہ دوسری جگہ نہیں ہوتیں ہم نے وہاں پر رہنا تو گوارا دیا ہے وہیں بعض مخالفت دہرے کچھے تھیں صرف پڑھی اور تو ہانہ نہی اجازت تھی جبکہ یہ اسلام دینا نہیں بعض مخالفت پر فوٹو گرفتوں کے جانے کسی کو کھروے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

تیسرا اعتراض مذکورہ آیت ہے کہ سارا دین اللہ کا ہے اس کا مطلب کیا ہے دین تو اور کیا ہو سکتی تھی۔ جو آپ اس کا مطلب الہی تفسیر میں کر رہے ہیں اسے دو مطلب ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جو دین اسلام اور دین ہے وہ 2 پر اطلاق صرف اللہ کے، دین اسلام کو ہی ہو چکا ہے کسی دین فطریہ نہ رہے کوئی کافر کسی مسلمان کو مہلت سے روکتا نہ سنا۔ چوتھا اعتراض اس آیت کے بارے میں ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سون دے ہی دے گا کہ ہے اور اچھا دے گا کہ ہے اس کی مدد سے

ہو تے کسی مدد کی ضرورت نہیں بلکہ تمہیں دیکھیں کی مدد کیوں لیتے ہو۔ جو آپ اس اعتراض سے کہہ رہے ہیں ایک لازمی دوسرا تحقیقی جواب اوراق تو یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی شافی الامراض ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم ہے بلکہ تمہاری ہی میں غیب سے علم کے سونچنے پر حاکم سے مدد کیوں لیتے ہو۔ جو آپ تحقیق سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے بندہ اس کی مدد کا شکر ہے فرماتا ہے **انما اولیٰکم اللہ ورسولہ والذین اموالکم** جو اس آیت میں مدد کا تین مفرد فرماتے ہیں رسول سے پہلے تو سب فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت جبریل مقلی مومنین فرشتہ آیت کہ یا اس آیت کی تفسیر یا تفصیل ہیں۔

تفسیر صوفیات۔ بڑھا کفار تو کسی خوش نصیب مومن کو کبھی نصیب ہوتا ہے مگر جلد نفس باخوار ہر مومن کو ہر وقت میرے پ نور و ہدایت دل و جان کے ہتھیار ہیں تاکہ وہ گمراہی شمس لہار کے گواہ نہیں قلب و روح کو غم ہے کہ تم شمس لہار اور اس کے ساتھیوں سے ایمان و صدق کی تمہارے آریہ جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ نفس و وہو الجفہ جاتا ہے یہ تم کو لہا رہی سے روکتا ہے تمہیں سارا دین اللہ تعالیٰ ہی دے چکا ہے جو وہ غم و جو وہ غم ہو چکا ہے تاکہ جو حاصل ہو تمہیں اللہ رو بہ فنا جوسے اگر نفس لہار اپنی رکھوں سے باز آجوتے وہ اللہ سے قسمت میں تبدیل ہو چکے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور صدق الٰہی کی ان کو جو کرب کاہ نفس کا ہر حال دیکھ رہا ہے لیکن اگر نفس اور اس کے ساتھ سرکشی کریں اور اطاعت سے منہ پھریں تو اللہ تعالیٰ روح تمہیں رکھو کہ اللہ تمہارا الٰہی ہے وہ اس کے بارے میں تمہاری مدد کرے گا کہ تمہارا سولی ہے تمہیں تکہ پہنچنے میں اس کی مدد اور تمہارا مددگار ہے تم سے تمہارے حق پہنچنے میں رکھو ہیں دین کے کام میں سہا بناتے مدد

وہ کہ دین زمام ہے دین کا نکلنا
دوستی نفس کا بکھارو بکھارو
رب تعالیٰ اس نکل کو ملے سے جلد نفس کی آتش ہے۔

اللہ تعالیٰ لا شکر ہے کہ **تفسیر نصیحی** نوس پارہ 11 شوال 1388ھ 1469-1 اپریل کے دن شروع ہو گا اور قرن کا ملامی لہلہ 1490ھ مطابق 11 جولائی 1970ء شنبہ کے دن 3 بجے صبح بخیر و خوبی ختم ہوگی رب تعالیٰ قبول فرمائے اسے صدقہ جاریہ

کے دو کوئی فقیر کی اس تقریر و مت سے فائدہ اٹھا کر وہ کچھ گنہگار یہ کار کو دعائے سے یاد کرے رب تعالیٰ یہ فضل محبوب رحیم
 ٹھہرا دیکھے اپنے حبیب لا مشق اپنا خوف تقویٰ کی زندگی باطن میں غائر نصیب کرے اپنے محبوب محمد کے ظلموں کے ساتھ مشر
 نصیب کرے۔

و صلح اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و خیر خلقہ و نور عرشہ سیفنا محمد و آلہ و اصحابہ
 و بزرگ و مسلم

امیر یار خان نعیمی - اشرفی - بدایونی دارو حال کجرات مولیٰ پانڈن

(۸۱-۸۲) سنہ ۱۲۹۱ھ اولی ۱۲۹۱ھ ۱۲۹۱ھ یوم ۲۵ شعبان مبارک